خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب

ماہنامہ

آنچل

کراچی

رمضان المبارک

ابتدائیہ

سرگوشیاں — مدیرہ — 12

حمد — رفعت ندیم — 13

نعت — مسرور کیفی — 13

در جواب آں — مدیرہ — 14

دانش کدہ

امام اعظم ابو حنیفہؒ — مشتاق احمد قریشی — 18

ہمارا آنچل

بینش ارشد/نجمہ انور بھٹی / صوفیہ صدیق/اسما فاروق — ملیحہ احمد — 22

سروے

آنچل کے ہمراہ — ادارہ — 32

سلسلہ وار ناول

بھیگی پلکوں پر — اقرا صغیر احمد — 62

اور کچھ خواب — عشنا کوثر سردار — 132

بہنوں کی عدالت

عشنا کوثر سردار — ادارہ — 27

مکمل ناول

تم میری عید پیا — نازیہ کنول نازی — 38

تمہارا مان رہ جائے گا — سباس گل — 172

ناول

زندگی کی حسین رہ گزر — سمیرا شریف طور — 84

ناولٹ

نیا سویرا — مریم فضل عباسی — 112

چاند عید اور ہم — سلمیٰ گل فہیم — 162

افسانہ

وطن کی مٹی — ام ثمامہ — 202

لمحہ آگہی — شازیہ چوہدری — 205

تربیت کا فرق — عروسہ عالم — 209

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی

دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

سرورق: مینا علی ...... آرائش: ماہ روز بیوٹی پارلر ...... عکاسی: منصور اے خان

مستقل سلسلے

روحانی مسائل کا حل — حافظ شبیر احمد — 214

آپ کی صحت — ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا — 218

ڈش مقابلہ — طلعت آغاز — 222

بیوٹی گائیڈ — روبینہ احمد — 226

غزلیں نظمیں — ایمان وقار — 228

بیاض دل — میمونہ تاج — 232

یادگار لمحے — جویریہ طاہر — 234

آئینہ — شہلا عامر — 238

دوست کا پیغام آئے — ہما احمد — 245

ہم سے پوچھیے — شمائلہ کاشف — 250

کام کی باتیں — حنا احمد — 253

تندرستی نعمت — لبابہ احمد — 255

حنا کے رنگ — حدیقہ احمد — 257

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2

فیکس 021-35620773 یکے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل Info@aanchal.com.pk

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کو اللہ نے مال دیا ہو پھر وہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس کا مال ایک ایسے سانپ کی شکل میں آئے گا' جو (شدتِ زہر سے) گنجا ہوگا اور اس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے' یہ سانپ اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا' پھر وہ اس شخص کی باچھیں پکڑ کر کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔'' (بخاری و مسلم)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
اگست ۲۰۱۲ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔
جب تک آنچل کا یہ شمارہ آپ کے ہاتھوں میں پہنچے گا رمضان کا بابرکت مہینہ شروع ہو چکا ہوگا۔ یہ وہی ماہ مبارک ہے جس میں ربّ کائنات نے اپنی سب سے اشرف مخلوق انسان کے لیے ایک عظیم نسخہ کیمیا' نسخہ نجات آخرت میں پوری انسانیت کی فلاح و بھلائی کے لیے اپنے محبوب ترین بندے نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ اس ماہ مبارک میں ایک شب ایسی عظیم آتی ہے جسے ربّ کائنات نے خود اپنے کلام مبارک قرآن حکیم میں ایک ہزار مہینوں سے افضل قرار دیا ہے۔ صرف لیلۃ القدر میں عبادت الٰہی کے لیے خلوص نیت سے کھڑے ہونے کا ایسا عظیم الشان اجر عطا فرمایا ہے کہ جس میں اللہ کی رحمت عفوو درگزر کی کوئی انتہا نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قادرِ مطلق ہے خالق و مالک ہے وہ جب چاہے جتنا چاہے اپنے بندوں کو اجر و ثواب عطا فرما سکتا ہے۔
اس ماہ مبارک رمضان کے حوالے سے اپنی تمام بہنوں بیٹیوں سے دست بستہ ایک گزارش ہے کہ اس ماہ مبارک کی خصوصی وعمومی عبادات میں آنچل کی بانی مدیرہ زیب النساء اور فرحت آراء کے لیے خصوصی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی اور ہم سب کی مغفرت فرمائے آمین۔
یہ مہینہ رمضان کریم اپنے تمام اہل ایمان بھائی بہنوں کے ساتھ غم خواری' دل جوئی' میل ومحبت کے اظہار کا مہینہ ہے۔ دوسروں کے کام آنا بھی عین عبادت ہے اسی ماہ مبارک میں اللہ تعالیٰ نے تمام کتب آسمانی نازل فرمائیں جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے ہیں۔ رمضان المبارک کو حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور بارہ یا اٹھارہ رمضان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات یکم یا تین رمضان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل بارہ یا تیرہ رمضان کو نازل ہوئی اور قرآن کریم نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر شب قدر میں نازل ہوا۔ جو رمضان کے آخری عشرے کی کوئی مبارک رات ہوتی ہے۔ اس ماہ مبارک میں ایک اور خصوصی دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام بجلی فراہم کرنے والے اداروں کو نیک توفیق عطا فرمائے تاکہ وہ رمضان میں لوڈشیڈنگ سے باز رہیں اور لوگوں کی بددعائیں نہ سمیٹیں اور ایک دعا کی درخواست میری ذاتی بھی ہے کہ میری بیٹی صفورا شہاب جو ورجینا امریکہ میں رہتی ہے کی صحت کے لیے بھی دعا کریں۔ اب آئیں اپنے اس تازہ شمارے کی طرف۔
اس ماہ کے ستارے۔
''تم میری عید پیا''۔ نازیہ کنول نازی اور ''تمہارا مان رہ جائے گا'' سباس گل کے مکمل ناول۔
''زندگی کی حسین رہ گزر'' سمیرا شریف طور کا ناول۔
''چاند' عید اور ہم''۔ سلمیٰ فہیم گل کا اور پہلی بار شریک محفل مریم فضل عباسی ''نیا سویرا'' کے ناولٹ ہمراہ۔
''فرق محبت'' عروسہ عالم ''وطن کی مٹی'' اُم ثمامہ اور ''لمحۂ آ گہی'' شازیہ چوہدری کے افسانے شازیہ چوہدری پہلی بار شریک محفل ہیں۔
ماہِ ستمبر اور ماہِ اکتوبر کے شمارے عید نمبرز ہوں گے بہنیں نوٹ فرمالیں۔

دعا گو' قیصر آرا

حمد

میرے مولا یہ دنیا بنائی ہے تُو نے
ہزاروں ہی رنگوں سے سجائی ہے تُو نے

یہ پھول اور پتے یہ پھل اور شجر
یہ شمس اور تارے یہ فلک و قمر

پہاڑ اور ندیاں یہ تیرے بحر و بَر
کہاں سے کہاں تک سمائی ہے تُو نے

میرے مولا یہ دنیا بنائی ہے تُو نے

یہ انسان و حیواں یہ چرند اور پرند
یہ کیڑے مکوڑے یہ مچھلیاں اور درند

کہکشائیں' فضائیں' گھٹائیں' بہاریں
سبھی کچھ بنا کر سجائی ہے تُو نے

میرے مولا یہ دنیا بنائی ہے تُو نے

رفعت ندیم۔ لاہور

نعت

دل غمزدہ کو بشاشت ملی
مدینے جو پہنچے تو راحت ملی

رہی دل میں حسرت نہ کوئی طلب
محمد ﷺ کے در سے وہ دولت ملی

ہمیں ناز ہے اور بجا ناز ہے
درِ مصطفیٰ ﷺ کی جو نسبت ملی

تڑپ کر جو رحمت کے طالب ہوئے
تڑپتی ہوئی اُن کو رحمت ملی

ملی سبز گنبد کے سائے میں جو
کہیں اور ایسی نہ راحت ملی

زمانے کے شاہوں کو شاید ملے
گدائے نبی ﷺ کو جو عزت ملی

بڑے بخت والا ہے مسرور تُو
تجھے نعت کی جو سعادت ملی

مسرور کیفی

جوابِ آں

مدیرہ

ڈاکٹر تنویر انور خان...... کراچی

ڈیئر تنویر انور خوش رہو۔ آپ کی بیماری کا سن کو از حد دکھ ہوا اور پریشانی بھی۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ کریم آپ کو جلد از جلد صحت کاملہ عطا فرما دے اور آپ کی آنکھوں کا جو مسئلہ ہے اس کو بھی حل کردے۔ ہم قارئین بہنوں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ ڈاکٹر صاحبہ کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔

اقرأ صغیر احمد...... کراچی

اچھی اقرأ سلامت رہو۔ آپ کی بیماری اور پریشانی کا سن کر دلی رنج ہوا۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ کریم آپ کو صحت کاملہ وصحت کلی عطا فرمائے اور آپ کی تمام مشکلات کو دور فرما کر آسانی والا معاملہ فرمائے آمین۔ ہم تمام قارئین آنچل سے درخواست کرتے ہیں بہن اقرأ کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔

ام صباء الیاس...... کنجاہ چوکنا نوالی

ڈیئر صباء خوش رہو۔ آپ کی کہانی موصول ہوگئی ہے۔ صرف رسید دے رہے ہیں۔ عید نمبرز سے فراغت پاتے ہی پڑھ کر انہی سطور میں جواب دے دیں گے۔ جہاں تک بات ہے تعارف کی تو اس کے لیے بہنوں کو طویل انتظار کرنا پڑتا ہے۔ آپ کا نمبر جب آجائے گا تو آپ کا تعارف شائع کردیا جائے گا۔

اسماء عطاریہ...... کراچی

پیاری اسماء سلامت رہو۔ آپ کا شکایت وشکوہ سے بھرا خط موصول ہوا آپ نے بجا فرمایا کہ شکوہ اپنوں سے ہی کیا جاتا ہے۔ بے شک آپ ہم سے اپنے تمام شکوے کرسکتی ہیں۔ آپ کی ارسال کردہ تمام چیزیں ان کے شعبوں میں بھیج دی جاتی ہیں جن کا فیصلہ وہیں ہوتا ہے۔ آپ نے جو کہانی کے بارے میں باتیں لکھی تھیں وہ ذہن سے محو ہوگئی ہیں دوبارہ لکھ بھیجیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

سمیرا انور...... جھنگ

ڈیئر سمیرا سدا خوش رہو۔ آپ اپنا افسانہ یا ناولٹ لکھ کر بھیج سکتی ہیں۔ جس کے لکھنے کا طریقہ کار اسی کالم کے آخر میں لگے باکس سے مل جائے گا۔ ان شاء اللہ ہماری کوشش ہوگی کہ آپ کی کہانی میں اگر تھوڑی بہت بھی اصلاح کردی جائے گی۔ اللہ آپ کو ہر میدان میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔ دعاؤں کے لیے جزائے خیر عطا فرمائے۔

فوزیہ شہزاد...... ملتان

پیاری فوزیہ سدا سکھی رہو۔ آپ کے خط سے یہ خوش خبری پڑھ کر بے انتہا خوشی ہوئی کہ آپ پیا گھر سدھار گئیں۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ کریم آپ کو سدا خوش وخرم رکھے اور اپنے گھر کی بہاریں دیکھیں۔ شاد رہیں آباد رہیں۔ آپ نے جس کہانی کا تذکرہ کیا ہے وہ ہم کو موصول ہی نہیں ہوئی۔ اگر اس کی کاپی آپ کے پاس ہو تو دوبارہ ارسال کردیں ہم دیکھ لیں گے۔ آپ کو بھی ڈھیروں رمضان اور عید کی مبارک باد۔

پارس چوھدری...... فیصل آباد

اچھی پارس سلامت رہو۔ آپ نے جن کہانیوں کا تذکرہ اپنے خط میں کیا ہے ان تمام کہانیوں کے بارے میں ہم آپ کو جواب دے چکے ہیں۔ شاید آپ نے گزشتہ دو تین ماہ کا درجواب آں غور سے نہیں پڑھا اگر پڑھتی تو تمام سوالات کے جوابات آپ کو مل جاتے۔

عشرت سید رمضان...... حیدرآباد

اچھی عشرت خوش رہو۔ آپ نے صحیح کہا شکوہ اپنوں سے ہی کیا جاتا ہے آپ بے شک ہم سے تمام گلے شکوے کرسکتی ہیں۔ آنچل آپ سب بہنوں کا اپنا ہی رسالہ ہے۔ اس میں آپ سب بہنوں کو جگہ نہ ملے گی تو کس کو ملے گی۔ جہاں تک غزل کا تعلق ہے وہ اس کے شعبے تک پہنچادی جاتی ہے اگر معیاری رہی تو ضرور شائع ہوجاتی ہے اور غیر معیاری شاعری ضائع کردی جاتی ہے۔ دعاؤں کے لیے اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ آمین

سدرہ بتول...... کمالیہ

ڈیئر سدرہ جیتی رہو۔ آنچل سے آپ کا تعلق پڑھ کر خوشی ہوئی اور ہم دعا گو ہیں کہ جب تک آنچل رہے تب تک آپ کا ساتھ آنچل سے رہے۔ آنچل پسند کرنے کا شکریہ اور آپ کی پسندیدگی تمام لکھاری بہنوں تک ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں۔ دعا گو ہیں کہ اللہ کریم آپ کے تعلیمی عمل کو جلد سے جلد مکمل کرے اور آپ کو کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ملائکہ چوھدری...... کراچی

ڈیئر ملائکہ سکھی رہو۔ آپ اپنا ناولٹ بتائے گئے طریقہ کار پر لکھ کر بھیج سکتی ہیں۔ اگر قابل اشاعت ہوا تو وجہ نہیں کہ جگہ نہ پاسکے۔ اور جہاں تک رہا آپ کے تعارف کا تعلق تو وہ باری آنے پر خود بخود شائع ہوجائے گا۔ کیونکہ ''ہمارا آنچل'' میں بہنوں کے تعارف کا اتنا رش ہے کہ اب ہم نے دو سے بڑھا کر چار تعارف کر دیے ہیں۔ دعا کیجیے کہ آپ کا نمبر جلد لگ جائے۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

نورین شفیع...... ملتان

اچھی نورین خوش رہو۔ گڑیا آپ کے گھریلو حالات پڑھ کر بے حد افسوس ہوا ہم سب دعا ہی کرسکتے ہیں کہ اللہ کریم آپ سب بہن بھائیوں کے لیے بے حد آسانی والا معاملہ فرما کر آپ کی مشکلات کو دور فرما دے آمین اور آپ کے تمام مرحومین کی مغفرت فرما دے آمین۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

کوثر ناز...... حیدر آباد

پیاری کوثر سدا سلامت رہو۔ آپ کی کہانیاں موصول ہوچکی ہیں۔ عید نمبرز سے فراغت پاتے ہی پڑھ کر آپ کو بتادیں گے۔ آنچل سے آپ کی بہنوں کی وابستگی پڑھ کر خوشی ہوئی۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ آپ کے شوق کو قائم ودائم رکھے اور اس میں آپ کو کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔ فرحت آپا اور تمام اسٹاف کے لیے دعاؤں کے لیے اللہ کریم آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

رشک حبیبہ...... کراچی

ڈیئر رشک سدا سلامت رہو۔ آپ کا ناولٹ مل گیا ہے عید نمبرز سے فراغت پاتے ہی اس کو دیکھ لیں گے اور کوشش کریں گے جلد سے جلد شائع ہوسکے۔ اللہ کریم آپ کو آپ کے امتحانات میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ

پاکیزہ سحر...... چکوال

پیاری پاکیزہ سدا خوش رہو۔ آپ کے تمام شکوے شکایت سر آنکھوں پر اور جہاں تک آپ کی حوصلہ افزائی کی بات ہے ہماری تو کوشش یہی ہوتی ہے کہ ہر نئے لکھنے والی بہن کو جس کے اندر لکھنے کی صلاحیت ہو ابھارنے کی حتی الامکان کوشش کرتے ہیں۔ آپ کا ایک افسانہ آنچل میں شائع تو ہوچکا ہے باقی جو افسانے آپ نے تحریر فرمائے تھے وہ قابل اشاعت نہیں تھے اگر اس میں بھی تھوڑی بہت اصلاح کی ضرورت ہوتی تو کر کے ضرور شائع کرتے۔ اللہ آپ کی تمام دعاؤں کو قبول فرمائے اور آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

پارسا ایمان...... نامعلوم

ڈیئر پارسا سلامت رہو۔ آپ کی کہانی موصول ہو چکی ہے جیسے کہ آپ کے علم میں ہے کہ ابھی عید نمبرز کا رش ہے ان سے فراغت پاتے ہی آپ کا ناول پڑھ کر بتادیں گے۔

بشریٰ وارث...... چک سادوں ورکاں

پیاری بشریٰ سدا خوش رہو۔ آپ نے جس کہانی کے بارے میں اپنے خط میں تذکرہ کیا وہ کہانی تو ہم کو

موصول ہی نہیں ہوئی۔ اگر اس کی فوٹو کاپی آپ کے پاس ہے تو دوبارہ تحریر کر کے بھجوادیں ہم دیکھ لیں گے۔

نورین شاهد...... رحیم یار خان

گڑیا نورین خوش رہو۔ پہلی بار آمد پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ آنچل پسند کرنے کا شکریہ۔ آپ تمام سلسلوں میں شرکت کرسکتی ہیں لیکن ہر سلسلے میں شرکت کرنے کے لیے الگ صفحہ استعمال کرنا ہوگا۔ آپ کہانی لکھنا چاہتی ہیں تو پہلے افسانہ پر طبع آزمائی کریں جہاں تک موضوع کا تعلق ہے وہ تو آپ کو خود ہی چننا پڑے گا کہانی لکھنے کا طریقہ کار اسی کالم کے آخر میں لگے باکس سے مل جائے گا۔ آپ کو بھی رمضان اور عید کی بہت بہت مبارک باد۔ اللہ آپ کو امتحان میں کامیابی عطا فرمائے اور دعاؤں کے لیے جزائے خیر عطا فرمائے۔

صبا نواز بھٹی...... سانگھڑ

ڈیئر صبا سدا خوش رہو۔ کافی عرصے کے بعد آپ کا خط پڑھ کر حیرت کے ساتھ ساتھ خوشی بھی ہوئی کہ کسی پرانے ساتھی نے آنچل کو پھر سے یاد کیا۔ آپ نے جن جن لوگوں کے بارے میں معلومات چاہی ہم اس کے لیے معذرت خواہاں ہیں کہ ان لوگوں کا کوئی بھی رابطہ نمبر دفتر میں نہیں ہے۔ ہم ان سطور کے ذریعے آزاد حسین آزاد ملک نوید حسن اور عاطف یزدان سے کہتے ہیں کہ وہ صباء سے رابطہ کرلیں۔ امید ہے کہ اب آپ جلد جلد حاضری دیتی رہیں گی۔ فرحت آپا کی مغفرت کی دعا کے لیے اللہ کریم آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حمیرا علی...... کراچی

پیاری حمیرا خوش رہو۔ آپ کا خلوص اور محبتوں سے بھرا خط پڑھ کر خوشی ہوئی پتھروں کی پلکوں کا اختتام اچھا لگا اور آپ کی مبارک باد اور پسندیدگی نازیہ کنول نازی کو ان سطور کے ذریعے پہنچائی جارہی ہے۔ جہاں تک تعلق آپ کی کہانی اسیر محبت کا ہے تو اس کا جواب ہم جنوری یا فروری کے شمارے میں دے چکے ہیں۔ درد آشنا کوشش کر کے جلد سے جلد لگوادیں گے۔ اللہ کریم آپ کی کراچی اور پاکستان کے لیے ہر دعا کو قبول فرمائے۔ آمین

ایمن وفا...... جھڈو

گڑیا ایمن سدا خوش رہو۔ آپ نے جو کہانی لکھی ہے وہ بھجوادیں یہ تو پڑھنے کے بعد ہی بتاسکیں گے کہ شائع ہوگی کہ نہیں۔ آپ کے تمام حالات پڑھ کر از حد دکھ ہوا۔ ہم تو صرف دعا ہی کرسکتے ہیں کہ اللہ کریم آپ کے لیے بہت ساری آسانیاں فرما کر تمام مشکلات کو دور فرمادے اور آپ کو سارے جہان کی خوشیاں عطا فرمادے۔ ہمیں آپ کی کسی بات کا بھی برا نہیں لگتا آپ اپنی ہر بات ہم سے شیئر کرسکتی ہیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ساجدہ راجا...... ھندواں، سرگودھا

اچھی ساجدہ سدا سکھی رہو۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ کی تمام تجاویز نوٹ کرلی گئی ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کوشش کریں گے کہ وقت کے ساتھ ساتھ ہر ممکن کوشش کر کے ان پر عمل کراسکیں۔ آپ کو پورا حق ہے کہ آنچل پر ہر قسم کی تعریف و تنقید کرسکتی ہیں۔ ہم اسے کھلے دل کے ساتھ قبول کرلیں گے۔ آپ کی تحریر موصول ہوگئی ہے جلد ہی پڑھ کر جواب دے دیں گے۔

بشریٰ ملک' مائرہ ملک...... دھاندرہ فیصل آباد

ڈیئر بشریٰ' مائرہ سلامت رہو۔ آپ کا جو دل چاہے وہ کہہ سکتی ہیں۔ جو رشتا چاہے بنا سکتی ہیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں آپ کو بھی رمضان اور یوم آزادی مبارک ہو۔ اللہ کریم مسلمانوں کو ہر بڑی اور بری بیماریوں سے اور آفات سے بچائے رکھے آمین۔ آپ کی فرمائش بیوٹی گائیڈ کے حوالے سے نوٹ کرلی ہے ان شاء اللہ کوشش کر کے جلد از جلد شائع کرادیں گے۔

سندر یار...... ستیانہ

اچھی سندر خوش رہو۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ ہم سے اپنا ہر دکھ اور غم کھل کر شیئر کرسکتی ہیں۔ آپ جو چاہیں اور جس سلسلے میں چاہیں لکھ سکتی ہیں اس میں کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ ہم آپ کو ہر ممکن تعاون کی یقین دہانی کراتے ہیں۔ اپنے آپ کو تنہا نہ سمجھیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اپنا بہت خیال رکھیے گا' خوش رہیں۔

شمیم ناز صدیقی...... کراچی

ڈیئر شمیم خوش رہو۔ خط کے ذریعے آپ کی ذہنی اذیت اور پریشانی کا پڑھ کر افسوس ہوا۔ دعا گو ہیں کہ اللہ کریم آپ کی تمام پریشانیوں کو دور فرما کر آسانی والا معاملہ فرمادے آمین۔ آپ کی کہانی کا مزید ایک اور حصہ وصول ہوگیا ہے جیسے ہی آپ مکمل کریں گی اس کو پڑھنا شروع کردیں گے۔ دعا گو ہیں کہ اللہ آپ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے اور آپ کی آنکھیں جلد از جلد ٹھیک فرمادے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

شیخ احمد رضا...... نامعلوم

بھائی احمد رضا آنچل میں ہم صرف بہنوں کے ہی تعارف شائع کرتے ہیں۔ مرد حضرات سے معذرت ہے کہ ان کا تعارف اور کہانیاں شائع نہیں کی جاتی۔ ہاں مگر باقی تمام سلسلوں میں آپ شرکت کرسکتے ہیں اور ان سلسلوں میں شرکت کے لیے آپ کو الگ الگ صفحات پر لکھ کر بھیجنا ہوگا۔

تاخیر سے موصول ہونے والے خطوط:۔

نازیہ صادق، سکھ چنیاں۔ سونیا امبر راجپوت۔ تحریم اینڈ رابعہ، جوہر آباد۔ رافعہ بلوچ، گھوٹکی۔ رانیہ' دانیہ اور پریشے، چک نیکی خان۔ عفیفہ و مصباح قیصرانی، کوٹ قیصرانی۔ ماریہ شبیر، سیالکوٹ۔ فرزانہ سومرو، ستائیس چک۔ ثانیہ مغل، میانی۔ شاہین خان، تلہ گنگ۔ عمرانہ رمضان، سرگودھا۔ عظمیٰ شاہین رفیق، جڑانوالہ۔ وجیہ خان، بہاولپور۔ کومل ارباب افضل، لاہور۔ رباب ثالث، مرید کے۔ صدف گوہر، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ شاہ زندگی، پنڈی۔ طیبہ سعدیہ عطاریہ، سیالکوٹ۔ فائزہ فاروق سحر، نامعلوم۔ ریشماں کنول، ہیر آباد، حیدر آباد۔ عائشہ کرن صدیقی، کوٹ چھٹہ۔ ساریہ چوہدری، ڈوگہ، گجرات۔

ناقابل اشاعت:۔

ایمان کی شمع جلائے رکھنا' ڈوبے بھی تو ساحل پر' لوکل بس' یہ میری زندگی' دل سے دل تک' لوٹ کے بدھو گھر کو آئے' لمحہ لمحہ بہار ہوجائے' جتنا تجھے چاہا تھا' خواب نگر' یہ بھلا کیسی محبت ہے' نصیب' وہ لمحہ عید کا' میں تم اور خواب' اے زندگی' خالی ہاتھ' منافقت' ماں' تیرے ملن کے پھول' صرف تم' اجنبی رشتے' میرے چارہ گر' راہ محبت کے مسافر' میرا گھر میری جنت' بارش' انداز محبت' ہارے بھی بازی مات نہیں۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجئے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ

مولف: مشتاق احمد قریشی

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا تقویٰ ائمہ کرام کی نظر میں

امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں آئمہ کرام جو ان کے دور میں یا ان کے بعد کے دور میں بڑی اہمیت اور شہرت کے حامل تھے ان کی نظر میں امام ابوحنیفہؒ کی کیا اہمیت و حیثیت تھی' ان کی رائے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کیا تھی؟

حبان بن موسیٰؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے سنا کہ جب میں کوفہ آیا تو میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں سب سے بڑا پرہیز گار کون شخص ہے' تو سب نے ایک ہی جواب دیا کہ امام ابوحنیفہؒ ہیں۔

مکی بن ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ میں کوفیوں کی مجلس میں بیٹھا مگر امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ متقی کسی اور کو نہ پایا۔

علی بن حفصؒ فرماتے ہیں حفص بن عبدالرحمٰنؒ امام ابوحنیفہؒ کے کاروباری شریک تھے۔ ایک بار امام صاحبؒ نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ہاتھ کچھ تجارتی سامان بھیجا اور یہ بھی بتادیا کہ فلاں فلاں کپڑے میں اس طرح کا عیب ہے۔ فروخت کرتے وقت گاہک کو ضرور بتادیا جائے۔ حفصؒ نے وہ تمام سامان فروخت کردیا لیکن گاہک کو وہ عیب بتانا بھول گئے۔ جب امام ابوحنیفہؒ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے اس مال کی ساری رقم صدقہ کردی۔

حامد بن آدمؒ یہ فرماتے تھے کہ میں نے عبداللہ بن مبارکؒ کو یہ کہتے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ پرہیز گار میں نے نہیں دیکھا۔

یزید بن ہارونؒ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں نے تمام لوگوں سے زیادہ عقل مند اور نہایت پرہیز گار سوائے امام ابوحنیفہؒ کے کسی اور کو نہیں دیکھا۔

محمد بن عبداللہؒ کہتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کے چلنے' بات چیت کرنے' اٹھنے بیٹھنے اور اندر باہر آنے جانے سے عقل ٹپکتی تھی۔

حجر بن عبدالجبارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مجلس کا' شاگردوں کا اکرام کرنے والا امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ کسی اور کو نہیں دیکھا۔

ابن مبارکؒ مدح کرتے ہوئے کہتے ہیں' میں نے ابوحنیفہؒ کو شرافت' عزت' بھلائی میں روزانہ بڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ بات بالکل صحیح کرتے ہیں اگر کوئی ظالم بدگو ظلم و بدگوئی کرے تو ان کی فقیہانہ باتیں اس کو خاموش کردیتی ہیں۔ اگر کوئی ان سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ عقل مندی سے سبقت لے جاتے ہیں کسی کی مجال نہیں کہ کوئی ان سے مقابلہ کرسکے۔ ابوحنیفہؒ کے پاس جب کوئی مسئلہ پوچھنے آتا تو اس

کے علم کا دریا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سامنے آجاتا تھا۔ ایسے مشکل مسائل جس کے سامنے بڑے بڑے علماء نہ ٹھہر سکتے تھے مگر امام صاحبؒ ان پر بھرپور بصیرت رکھتے تھے۔ (تبیض الصحیفہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ)

فضیل بن عیاضؒ سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہؒ فقہ میں بہت بڑے فقیہہ مشہور تھے اسی طرح وہ پرہیز گاری میں بھی معروف و مال دار تھے۔ مہمانوں پر بڑے ہی مہربان تھے۔ تعلیم و حصول علم میں دن رات مصروف رہتے تھے۔ رات میں عبادت کیا کرتے تھے۔ خاموش رہتے' کم بولتے تھے' جب کوئی مسئلہ پیش آتا جو حرام و حلال کا ہوتا تو حق بات کو بہترین انداز سے پیش کرتے تھے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو فقہ سیکھنی ہے تو ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کو لازم پکڑے کیونکہ فقہ میں سارے ہی لوگ ان کے محتاج ہیں۔

امام وکیعؒ فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم امام ابوحنیفہؒ بڑے امانت دار تھے اور اُن کے دل میں اللہ جل شانہ کی کبریائی و عظمت شان گھر کرگئی تھی۔ اللہ کی رضا کو ہر چیز پر فوقیت دیتے تھے۔ اگر اللہ کی خاطر تلوار بھی برداشت کرنی پڑتی تو کرتے وہ ان بندوں میں سے تھے جن سے اللہ راضی ہوا۔

خلف بن ایوبؒ نے فرمایا کہ علم اللہ کی طرف سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا۔ ان سے ان کے صحابہ تک اور ان سے تابعین تک پہنچا اور پھر امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگردوں تک۔

خضر بن شمیلؒ فرماتے ہیں کہ لوگ فقہ سے غافل اور سوئے ہوئے تھے یہاں تک کہ امام ابوحنیفہؒ نے انہیں جگایا۔ فقہ کو کھولا اور بیان کیا اور خالص کیا۔

ابونعیمؒ فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ حسین چہرے والے اچھے کپڑے اچھی خوش بو اور اچھی مجلس والے تھے۔ انتہائی اکرام کرنے والے اور مسلمان بھائیوں سے اچھا میل جول رکھتے تھے۔

ابن مبارکؒ جب معمرؒ کے پاس آئے تو وہ فرمانے لگے میں نے امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ فقہ میں بات کرنے والا' سمجھنے والا اور حدیث کی بہترین شرح فقہی لحاظ سے کرنے والا کسی اور کو نہیں پایا اور نہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ احتیاط کرنے والا اور ڈرنے والا اس بات سے کہ کہیں اللہ کے دین میں شک کی بنا پر کچھ بڑھادے۔ ایک اور جگہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوریؒ سے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ غیبت سے بہت دور رہتے ہیں میں نے کبھی ان کو دشمن کی بھی غیبت کرتے نہیں دیکھا۔ اس پر حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا خدا کی قسم وہ بڑے ہی عقل مند ہیں وہ نہیں چاہتے کہ ان کی نیکیاں کوئی دوسرا لے جائے۔ ایک اور جگہ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن عمارہؒ کو دیکھا کہ وہ امام کی سواری پکڑے کہہ رہے ہیں اللہ کی قسم آپ سے زیادہ فقیہہ اور حاضر جواب ہم نے نہیں پایا۔ آپ اپنے وقت کے ان لوگوں میں سے ہیں جو ہر عیب سے بری ہیں۔ بلکہ آپ تو سردار ہیں آپ کے خلاف زبان درازی صرف حاسدین ہی کرسکتے ہیں۔

مسعر بن کدامؒ فرماتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہؒ کی مسجد میں آیا تو دیکھا کہ وہ صبح کی نماز پڑھ کر لوگوں کے لیے علمی مجلس میں بیٹھ گئے۔ ظہر کی نماز تک پھر عصر کی نماز تک پھر عصر کی نماز پڑھ کر مغرب تک پھر عشاء کی نماز تک میں نے کہا یہ شخص نفلی عبادت کے لیے کب فارغ ہوگا؟ پھر میں نے کہا کہ آج رات میں طاق میں بیٹھ کر دیکھوں گا کہ یہ کیا کرتا ہے؟ میں بیٹھا رہا جب سناٹا چھا گیا اور لوگ سو گئے تو امام ابوحنیفہؒ مسجد کی طرف نکلے اور

صبح طلوع ہونے تک نوافل ادا کرتے رہے پھر گھر تشریف لے گئے۔ کپڑے بدلے پھر مسجد تشریف لائے۔ صبح کی نماز پڑھی اور علمی مجلس میں بیٹھ گئے اور درس کا سلسلہ شروع کر دیا پھر ظہر سے عصر، عصر سے مغرب اور مغرب سے عشاء کی نماز تک یہی سلسلہ جاری رکھا۔ میں پھر طاق میں بیٹھ گیا کہ شاید آج رات امام صاحبؒ آرام کریں لیکن رات جب گہری ہوگئی لوگ سو گئے تو امام صاحبؒ حسب سابق مسجد میں کل کی طرح مصروف عبادت ہوگئے اور میں نے کئی دن اسی طرح امام صاحبؒ کی مصروفیات دیکھتے گزار دیئے لیکن ان کے معمولات میں کبھی کوئی فرق نہیں دیکھ سکا۔ پھر میں نے پکا عہد کر لیا کہ میں ان کی مجلس میں ہمیشہ رہوں گا۔ یہاں تک کہ یا تو یہ وفات پائیں یا مجھے موت آ جائے۔ ابن ابی معاذؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر پہنچی کہ مسعرؒ مسجد ابوحنیفہؒ میں سجدہ کی حالت میں وفات پا گئے۔ (تبییض الصحیفہ)

جویریہؒ نے کہا کہ میں نے حماد بن ابی سلیمانؒ، علقمہ بن مرثدؒ، محارب بن دثارؒ، عون بن عبداللہؒ کے ساتھ وقت گزارا، اور امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ بھی رہا مگر ان سب میں امام ابوحنیفہؒ سے رات کو اچھی عبادت کرنے والا کوئی اور نہیں دیکھا۔ میں نے چھ مہینے تک انہیں کسی رات مسجد میں لیٹے ہوئے نہیں دیکھا۔ (تبییض الصحیفہ)

ابی بکر بن عیاشؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سفیانؒ کے بھائی عمر بن سعیدؒ فوت ہوئے تو ہم تعزیت کے لیے آئے۔ مجلس بھری ہوئی تھی ان میں حضرت عبداللہ ادریسؒ بھی تھے۔ اتنے میں امام ابوحنیفہؒ اپنے اصحاب کے ساتھ آتے دکھائی دیئے جب حضرت سفیانؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو آتے ہوئے دیکھا تو وہ اپنی جگہ چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور ان سے معانقہ کیا اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھایا اور خود سامنے بیٹھ گئے۔ اس پر میں نے عرض کیا حضرت آپ نے آج ایسا کام کیا جس کو میں اور میرے ساتھی پسند نہیں کرتے۔ حضرت سفیانؒ نے دریافت کیا، آخر ایسا وہ کون سا کام ہے؟ میں نے عرض کیا جب امام ابوحنیفہؒ تشریف لائے تو آپ نے انہیں اپنی جگہ بٹھا دیا اور ان کے احترام میں کھڑے تک ہو گئے۔ اس پر حضرت سفیانؒ نے فرمایا کہ تجھے یہ بات ناپسند کیوں ہے؟ وہ شخص علم کے اس مرتبے و مقام پر ہے کہ اس کے علم کی وجہ سے کھڑا ہونا ہی ضروری تھا اگر میں اس کے علم کی وجہ سے کھڑا نہ ہوتا تو ان کی عمر کے لحاظ سے کھڑا ہوتا اور اگر میں ان کی عمر میں بڑا ہونے کا خیال نہ کرتا تو ان کی فقاہت کی وجہ سے کھڑا ہوتا اور اگر میں فقاہت کا خیال نہ کرتا تو ان کے تقویٰ کی وجہ سے کھڑا ہوتا۔ یہ بات سن کر میں شرمندہ ہو گیا اور میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

علی بن یزیدؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کو دیکھا کہ وہ رمضان شریف میں ساٹھ قرآن ختم کرتے تھے یعنی ایک دن میں اور ایک رات میں۔

ابی یحییٰ حمانیؒ امام ابوحنیفہؒ کے بعض شاگردوں سے روایت کرتے ہیں کہ امام صاحبؒ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور امام صاحبؒ جب رات کی نماز کا اہتمام کرتے تو عمدہ لباس زیب تن کرتے عمدہ خوشبو لگاتے سر اور داڑھی میں کنگھی کرتے۔

حضرت شقیق بن عتیبہؒ کا قول ہے حضرت سفیانؒ نے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میری آنکھ نے امام ابوحنیفہؒ جیسا دوسرا نہیں دیکھا۔

(حضرت مولانا شبلی نعمانیؒ، سیرۃ النعمان کامل میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے تذکرہ نویسوں نے

امام صاحب کے اخلاق و عادات کی جو تصاویر کھینچی ہیں اس میں خوش اعتقادی اور مبالغہ کا رنگ اس قدر بھر دیا ہے کہ امام صاحب کی اصل صورت پہچانی نہیں جاتی۔)

حضرت حماد بن سلمہؒ کا قول عفان بن مسلمؒ نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ سب سے اچھا فتویٰ دینے والے تھے۔

حضرت یزید بن ہارون فرماتے ہیں کہ میں آرزو کرتا ہوں کہ میں امام ابوحنیفہؒ سے اتنا اتنا علم لکھ لیتا۔

حضرت علی بن عاصمؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی عقل کو نصف اہل زمین کی عقلوں سے وزن کیا جائے تو ان کی عقل بڑھ جائے گی۔

حضرت نعیم بن عمرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے سنا۔ فرماتے تھے لوگوں پر تعجب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ میں قیاس سے فتویٰ دیتا ہوں۔ لیکن میں نے کبھی اثر کے بعد فتویٰ نہیں دیا۔ (اثر سے مراد حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین ہیں)

حضرت اسد بن عمرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ قرآن کی کوئی سورۃ ایسی نہیں جس کو میں نے وتروں میں نہ پڑھا ہو۔

حضرت یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک قرآت حمزہؒ کی افضل ہے اور فقہ امام ابوحنیفہؒ کا افضل ہے اسی پر میں نے لوگوں کو پایا ہے۔

حضرت جعفر بن ربیعؒ کہتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس پانچ سال رہا میں نے ان سے زیادہ خاموش طبیعت کوئی اور نہیں دیکھا، جب ان سے کسی فقہی مسئلہ کے بارے میں سوال کیا جاتا تو کھل پڑتے اور ایسے بہتے جیسے وادی میں پانی بہتا ہے۔ کبھی وہ آہستہ آواز میں اور کبھی بلند آواز میں بولتے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام نے علم شریعت کو مرتب نہیں کیا تھا اور نہ ان کے ابواب کی ترتیب کی تھی اور نہ ہی کوئی کتاب مرتب کی تھی وہ صرف اپنی قوت حافظہ پر ہی اعتماد کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے علمِ دین کو منتشر دیکھا تو ضائع ہونے کا خوف محسوس کیا تو انہوں نے اسے مدوّن کیا اور اس کے ابواب کی ترتیب دی۔ سب سے پہلے کتاب الطہارت پھر کتاب الصلوٰۃ پھر تمام عبادات ومعاملات اور آخر میں کتاب المواث کو رکھا۔ طہارت اور نماز سے انہوں نے ابتدا اس لیے کی کہ یہ اہم ترین عبادات میں سے ہیں اور کتاب المواث کو آخر میں اس لیے رکھا کہ انسانوں کی آخری حالت یہی ہوتی ہے اور امام ابوحنیفہؒ ہی نے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط لکھی اس لیے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ سارے ہی لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے عیال ہیں۔

(جاری ہے)

صائمہ علی

ملیحہ احمد

آپ سب کو میری طرف سے سلام! ٹھنڈی میٹھی گدگدانے والی سخت سردی کا یخ بستہ 19 نومبر ہم کیسے فراموش کرسکتے ہیں' اس ٹھٹھرتی ہوئی رات کو ہم اس دنیا میں تشرف لائے' میری جائے پیدائش منی پاکستان یعنی کراچی ہے۔ اس کی تعریف میں کیا کہوں' آپ سب ہی جانتے ہیں' ہاں ہاں' ہم ہی جس کا نام ہمارے پیارے والد محترم نے صائمہ رکھا اور کہیں نہ کہیں میں اپنے نام پر پوری اترتی ہوں اور ہمارے نام کا کوئی نک نیم بھی نہیں ہے۔ سب مجھے میرے نام سے ہی پکارتے ہیں۔ میں اس دنیا میں تین بہنوں کے بعد تشریف لائی' بہنوں میں سب سے چھوٹی ہونے کی وجہ سے Space حاصل ہے اور گھر بھر کی لاڈلی اور ضدی بھی ہوں' میرے پیچھے پیچھے اللہ تعالیٰ نے دو چھوٹے بھائی بھیج دیئے جن سے میں لڑسکوں' جھگڑسکوں اور اس پیار بھری نوک جھونک میں مجھے بڑا ہی مزہ آتا ہے' ہماری فیملی میں امی اور ہم ماشاء اللہ چھ بہن بھائی ہیں۔ بہنوں میں حما' حمیرا' سحر باجی اور میں اور مجھ سے چھوٹے مرتضیٰ اور وقاص ہیں۔ ابو کو ہم سے بچھڑے ہوئے دسواں سال لگ چکا ہے' ان کی کمی ہمیشہ رہے گی مگر میری امی نے جس طرح ہم سب کو ہمارے گھر کو سنبھالا ہے شاید ہی دنیا میں کوئی ماں میری ماں جیسی ہو۔ زندگی میں بہت سے کرائسز آئے مگر ہر کالی رات کے بعد ایک اجلا سویرا ہمارا منتظر ہوتا ہے اور ایسا ہی کچھ یہاں بھی ہے۔ اب ذرا کچھ اپنے بارے میں بات ہوجائے' میں نے بی اے کیا ہے اردو میں اور آگے پڑھنے کا ابھی سوچا نہیں ہے۔ اسکول لائف کو بہت انجوائے کیا اور کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ اسکول میں ہمارے گروپ کا نام Smoker تھا اور اسکول کی ہر دیوار پر لکھتے تھے۔ آج بھی اسٹاف روم کی وہ الماری یاد ہے جہاں مہندی سے اپنے گروپ کا نام لکھا تھا اور جب تک اسکول کو خیرباد کیا تب تک تو ہمارے گروپ کا نام وہیں لکھا تھا اب پتا نہیں۔ ریحانہ' مانی' رابعہ' ساجدہ' اسماء اور میں' یار میں تم سب کو بہت یاد کرتی ہوں' کہاں ہو یار! کوئی رابطہ تو کرو' ارے ہاں ہمارے گروپ کی ایک لڑکی نے تو کبھی میرا پیچھا چھوڑا نہیں' وہ ہے میری بہن سحر! ہم نے اسکول لائف بھی ساتھ انجوائے کی اور ہم نے بی اے بھی ساتھ مکمل کیا ہے۔ بہنیں ہونے کے ساتھ ساتھ دوست بھی ہیں۔

میرے فیورٹ شاعر وصی شاہ اور شاعرہ پروین شاکر ہیں۔ رائٹرز میں مجھے فرحت اشتیاق' نگہت عبداللہ' نازیہ کنول نازی' صائمہ محمود اور عشنا کوثر بہت پسند ہیں۔ اب ذرا پسندیدہ کھانوں کی بات ہوجائے چکن بریانی' شامی کباب اور اچار گوشت میری موسٹ فیورٹ ڈشز ہیں۔ میٹھے میں کھیر' کسٹرڈ اور ربڑی' آئسکریم' پستہ فلیور اور کولڈ ڈرنکس میں ڈیو' پیپسی' جوسز سب ہی پسند ہیں اور گوشت تو سب ہی اور جہاں فروٹس کی بات آتی ہے وہیں سب سے پہلے زبان پر سیب آتا ہے۔ کلرز میں میرا فیورٹ کلر Pink ہے اور میرے زیادہ تر کپڑے Pink کلر کے ہوتے ہیں اور پرفیوم میں Romexe کی خوشبو بے انتہا پسند ہے۔ گھروں کی بات آتی ہے تو بنگلوز بہت اٹریکٹ کرتے ہیں' کشادہ لانز والے خوب صورت بالکنی کے ساتھ اور گارڈننگ کرنا تو مجھے بے انتہا پسند ہے اور اپنے گھر کے پودوں کی دیکھ بھال بھی میں خود کرتی ہوں اور گھر کی ڈسٹنگ وغیرہ کا بھی خاص خیال رکھتی ہوں ویسے موسموں میں مجھے سردی کا موسم بہت پسند ہے اور کہنے کو تو میں سردیوں میں پیدا ہوئی ہوں پر دماغ کی بہت گرم ہوں' غلط بات مجھ سے ایک منٹ برداشت نہیں ہوتی اور جس پر فوراً غصہ آجاتا ہے اور میں دوسروں کی ذو معنیٰ باتوں کو سمجھ نہیں پاتی اور بہت بار اپنی اس خامی کی وجہ سے مشکل میں بھی گھر چکی ہوں اور مجھ میں خوبی یہ ہے کہ میرا دل لوگوں کی طرف سے بہت جلدی صاف ہوجاتا ہے اور لوگوں کی تکلیف مجھ سے دیکھی نہیں جاتی' میں کسی کے دکھ پر جلدی دل برداشتہ ہوجاتی ہوں اور اپنے ملک سے بے لوث محبت کرتی ہوں اپنے ملک کے حالات ٹھیک ہوجائیں' یہی دعا کرتی ہوں۔ پسندیدہ شخصیات میں مجھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بہت پسند ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لیے مکمل ضابطۂ حیات ہے اور پسندیدہ کتاب قرآن مجید ہے اور پسندیدہ رشتہ والدین کا ہے اور دوسرے نمبر پر دوستی کا رشتہ اور میرے تو دوست بھی بہت ہیں' میری خصوصیات میں یہ بھی ہے کہ میں جس سے ملتی ہوں وہ ہی انسان مجھ سے دوستی کی پیشکش کردیتا ہے پہلی ہی ملاقات میں۔ فیورٹ اداکار ٹام کروز' شاہ رخ خان' فیورٹ اداکارہ کرینہ کپور اور انجیلینا جولی اور اسپورٹس میں مجھے ٹینس اسٹار اعصام الحق اور راجر فیڈرر بہت پسند ہیں' ایک ایسا واقعہ جو میں کبھی فراموش نہیں کرسکتی' وہ میرا انٹر کا رزلٹ ہے کیونکہ میں نے پہلے ہی خواب میں اپنا رزلٹ دیکھ لیا تھا اور میرا خواب سچا ہوا اور میں پاس ہوگئی' جی جی مجھے معلوم ہے میں نے آپ کا بہت ٹائم لے لیا اور بہت بور کیا ہے آپ کو۔ امید کرتی ہوں آپ کو میرا تعارف پسند آیا ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی اجازت' اپنا خیال رکھیے گا اللہ حافظ۔

پاکیزہ سحر

السلام علیکم! تعارف کی بات کی جائے تو مابدولت کو ڈھیروں ڈھیر ناموں سے صدائیں موصول ہوتی ہیں۔ Real نام زیب النساء ہے قلمی نام پاکیزہ سحر ہے۔ تمام رشتہ دار زیبی بلاتے ہیں۔ ابو جانی' میڈم فرحت اور میڈم شہناز پیار سے گڑیا بلاتے ہیں۔ میری بیسٹ فرینڈ روحی سحر مجھے عنبر بلاتی ہے۔ 18 اپریل شب برأت کی بابرکت رات کو اس دنیا کو رونق بخشی' تلہ گنگ کے خوب صورت گاؤں سکھر سے تعلق رکھتی ہوں۔ Blis کررہی ہوں۔ آنچل سے رشتہ محبت ووفا کا سا ہے۔ رائٹرز میں عمیرہ احمد' نازیہ کنول نازی' سعدیہ امل کاشف اور واصف علی واصف پسند ہیں۔ فیورٹ ہستی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک اور فیورٹ کتاب قرآن مجید ہے۔ فیورٹ ناول پیر کامل صلی اللہ علیہ وسلم' فیورٹ شاعر علامہ اقبال ہیں۔ امی ابو سے بے حد محبت کرتی ہوں (اللہ ربّ العزت میرے ماں باپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر رکھے اور ہمیں ہر اس فعل سے بچائے جو ان کی ناراضگی کا باعث ہو' آمین)

فیورٹ نام ریحان' عرشمان' علی' ایمان' دعا' وفا اور مسکان ہیں۔ موسٹ فیورٹ نام محمد اور عائشہ ہیں۔ کلرز میں وائٹ' بلیک' انڈیگو اور ریڈ کلر پسند ہیں۔ ساحل سمندر کے سنگ شامیں' سردیوں کی لمبی راتیں اور آدھی رات کا آدھا بادلوں میں چھپا تنہا پورا چاند پسند ہے۔ بارش میں بھیگنا اور سوکھے پتوں پر چلنا بہت اچھا لگتا ہے۔ ہواؤں سے اٹھکھیلیاں کرتی دھند میں لپٹی صبح اور اپنے پیارے وطن کا ہر نظارہ خصوصاً مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو جس نے زندگی کو مہکایا اور صحیح معنوں میں آزاد زندگی کی سمجھ دی۔ جنوں کی حد تک زندگی کا حصہ ہے (ربّ تعالیٰ میرے پیارے وطن کو شرپسندوں' غداروں اور میلی نگاہوں سے بچائے' آمین)۔ پسندیدہ پھول سرخ گلاب اور پسندیدہ خوشبو چنبیلی اور موتیا کی ہے۔ فرینڈز کی بات کی جائے تو تمام کلاس فیلوز میری فرینڈز ہیں' سو کسی ایک کا نام لینا زیادتی ہوگی۔ البتہ بازغہ کنول' طاہرہ شاہین' شگفتہ افسر' کنیز فاطمہ' فرزانہ کنول اور روحی سحر میری رومیٹ اور سیٹ فیلوز ہیں۔ بازغہ سے مل کر میں نے جانا کہ مخلص ہونا کسے کہتے ہیں اور روحی سحر آپ کے تو کیا کہنے' محبت کے خمیر سے گندھا سراپا اور اسٹاف میں سے فرزانہ کنول اور سمیرا شہزادی جہاں رہیں' خوش رہیں اور اللہ ربّ العزت وہ وقت جلد لائے جب بدگمانی کے ابر چھٹ جائیں۔ خوبیاں اور خامیاں تو ہر انسان میں ہوتی ہیں مجھ میں بھی ہیں۔ حد سے زیادہ حساس ہوں' کینہ پرور نہیں ہوں۔ محبت میں ضرب کے فارمولا پر یقین رکھتی ہوں۔ کوئی برا بھی کرے تو اسے قسمت کا لکھا سمجھ کر اور آخرت میں آجر کے وعدے پر بھلا دیتی ہوں اور اس بات

پریقین رکھتی ہوں کہ نفرت کا بدلہ محبت سے دیا جائے۔ تو یہ دنیا جنت کا پرتو بن جائے۔ خامیوں میں سب سے بڑی خامی اندھا دھند اعتبار کرنا اور شدت پسندی ہے اور ہاں جلد بازی بھی تو شامل ہے خامیوں میں زندگی کی سب سے بڑی خواہش مظلوموں کی پلکوں سے سبھی آنسو چن کر انہیں خوشیوں کا جہاں دینا اور حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ ہے۔ اللہ ربّ العزت میری اور تمام قارئین کی یہ اعلیٰ وارفع خواہش پوری کرے آمین۔

اف! مجھے ذرا خیال نہیں رہا کہ تعارف کچھ زیادہ ہی لمبا ہوگیا ہے' آخر میں ایک اچھی سی بات آنچل قارئین سے کہنا چاہوں گی کہ کسی کو بھی آنسوؤں کا تحفہ مت دیں کیونکہ ہوسکتا ہے یہی آنسو آپ کے لیے سزا بن جائیں اور اپنی دعاؤں میں اپنی یادوں میں یاد رکھیں انہیں جنہوں نے آپ کی جیت کے راستے میں خود کو دھول بنا دیا اور یاد رکھیں اس پاک ذات کو جس نے آپ کو آپ کی اوقات سے بڑھ کر دیا' مجھ سے مل کر کیسا لگا ضرور بتائیے گا' اب اپنی ہی شاعری کی ایک نظم کے ساتھ اجازت چاہوں گی۔

اپنا ڈھیر سارا خیال رکھیں اور پلیز پاکیزہ سحر کو اپنی پُرخلوص دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔ سانسوں نے وفا کی تو نئے انداز میں پھر ملیں گے تب تک دعاؤں اور یادوں کا سلسلہ رہے تو اچھا ہے۔ کوئی بات بُری لگی' کسی لفظ نے ہرٹ کیا ہو یا بور ہوئے ہوں تو میں معافی چاہتی ہوں۔ آپ سب کے لیے دعاؤں اور محبتوں کا کاسہ لیے خلوص سے تر جذبات کے سنگ!

رنجشیں پالنے سے کیا حاصل؟
جدائی وصال کا مفہوم کیا؟
پل دو پل گزرنے کا فکر و ملال کیا
دن کا نکلنا کیا؟
شام کا ڈھلنا کیا؟
رات کا آنا جانا کیا؟
آس اور سانس کا ناتا کیا؟
منظر اور آنکھیں کیا؟
بادل اور بارش کیا؟
دھنک اور رنگ کیا؟
گل و گلاب کا مہکنا کیا؟
راگ اور راگنی کیا؟
خیال اور خواب کیا؟
خواب اور تعبیر کیا؟
تعبیر اور منزل کیا؟
منزل اور خوشی کیا؟
خوشی اور محبت کیا؟
محبت اور ملن کیا؟
ملن اور دل و نظر کا رشتہ کیا؟
کچھ بھی تو نہیں ہے
ہاں جاناں!
کچھ بھی تو نہیں ہے
ہماری یکجائی روح کے رشتے کے آگے

الفت زہرہ ہراج

السلام علیکم! میرا نام الفت زہرہ ہراج ہے' ہراج ہماری کاسٹ ہے میں 30 مئی 1994ء کو ضلع خانیوال کے قریبی گاؤں روّوالا میں پیدا ہوئی' ہم آٹھ بہن بھائی ہیں اور میرا نمبر پہلا ہے پھر احمد ہے جو دنیا کا موڈی لڑکا ہے پھر میرا لاڈلا اور چہیتا بھائی حسن ہے جو بہت پیار کرنے والا ہے پھر اقصیٰ ہے اور اس کے بعد عبداللہ ہے جو بہت ہی معصوم اور شریف ہے پھر ہماری دو پریوں جیسی بہنیں طیبہ' عائشہ ہیں اور آخر میں ہمارا لاڈلا اور خوب صورت سا بھائی سمیع اللہ ہے جو فقط گیارہ ماہ کا ہے اور جس کی پیدائش پر ہماری والدہ وفات پا گئیں۔ مجھے یقین ہی نہیں آتا اور نہ صبر' مگر صبر کرنا ہی پڑتا ہے اور ہمارے والد صاحب ہیں جو ہمارا بہت ہی خیال رکھتے ہیں' اللہ تا دیران کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے آمین۔ میرے دو چاچو ہیں دونوں ہی بہت اچھے ہیں مگر چھوٹے چاچو کی تو کیا بات ہے' وہ ہمارے ساتھ دوستوں کی طرح رہتے ہیں۔ مجھے اپنے ہاتھ کا کھانا پسند ہے جو بھی پکالوں کھا لیتی ہوں' وقت کی بہت پابندی کرتی ہوں اور میرا موڈ بھی کبھی اسی وجہ سے بہت خراب ہوتا ہے' گھر کے کام کاج کا سارا بوجھ مجھ غریب کے کندھوں پر اور چھوٹے بہن بھائیوں کی حفاظت و پرورش بھی میرے ذمہ اور میں نے ہر کام کا ٹائم بنایا ہوا ہے بس ہر کام اپنے ٹائم پر کروں گی' چاہے کچھ بھی ہوجائے۔ اپنا ملک مجھے بہت پسند ہے، صبح اٹھ کر نماز اور تلاوت سے فارغ ہوکر سارے کام کرکے پڑھنے جاتی ہوں پھر آ کے کھانا بناتی ہوں اور پڑھاتی ہوں (چھوٹی بہنوں کو) اور رات کو پڑھتی ہوں' مجھے کالا رنگ اور لباس میں شلوار قمیص اور دوپٹا پسند ہے' شاعری تو میرے سر کے اوپر سے شوں کر کے گزر جاتی ہے۔ ناول "یہ چاہتیں یہ شدتیں" مجھے پسند ہے۔ شہروں میں مجھے لاہور اور مری پسند ہیں' اب بات ہوجائے خوبیوں خامیوں کی تو خوبی تو بقول اقصیٰ کہ چراغ لے کر ڈھونڈو تب نہ ملے' خامیاں بہت ہیں عصیلی موڈی اور میرا دل بڑا سخت ہے' پتا نہیں کیوں اور آخر میں آپ سب کے نام پیغام!

ماں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم عطیہ ہے اس کی خدمت ہمارا فرض ہے ماں اپنی اولاد کو ہر دم سیدھا راستہ سمجھانے والی اور پیار کرنے والی ہوتی ہے' اپنی ماؤں کا اور اپنا اور اپنے گھر والوں کا خیال رکھیں' اللہ حافظ۔

صدیقہ خان

آنچل اسٹاف اور آنچل پڑھنے والوں کو میرا چاہت و خلوص بھرا اسلام! مابدولت کو صدیقہ خان کہتے ہیں لیکن مجھے عائشہ نام بھی بہت اچھا لگتا ہے۔ اس لیے زیادہ تر میں اپنا نام عائشہ صدیقہ لکھتی ہوں۔ آنچل گزشتہ چھ سال سے پڑھ رہی ہوں' آنچل کے بارے میں کیا کہوں کیونکہ اس کی تعریف کے لیے میرے پاس الفاظ ہی نہیں' یہ میرا سب سے پسندیدہ ڈائجسٹ ہے میری تاریخ پیدائش 7-2-1990 ہے۔ 7 فروری کو آزاد کشمیر کے خوب صورت شہر باغ میں جلوہ افروز ہوئے۔ میرا اسٹار دلو ہے۔ جس کی تمام خامیاں خوبیاں مجھ میں موجود ہیں۔ ہم ماشاء اللہ نو بہن بھائی ہیں۔ تعلیم میری میٹرک تک ہے۔ ڈاکٹر بننے کا شوق تھا (لیکن ہائے رہی قسمت!) میری فیورٹ ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور میرے والدین ہیں۔ تنہائی پسند ہوں۔ خوب صورت مناظر اچھے لگتے ہیں۔ جیسے اونچے پہاڑ' سرسبز وادیاں' نیلا آسمان' چاند کی چاندنی اور سمندر کی لہروں کے ساتھ ساحل کی ٹھنڈی گیلی ریت پر ننگے پاؤں چلنا' پسندیدہ ممالک مصر اور سوئٹزرلینڈ ہیں۔ رنگوں میں بلو اینڈ وائٹ پسند ہیں' فلاور میں وائٹ روز! کھانے میں آلو قیمہ اور بھنڈی اچھی لگتی ہے اور پینے میں لیمن جوس اور ایپل جوس پسند ہیں۔ لباس میں فراک اور ساڑھی اچھی لگتی ہے۔ سادہ معصوم سچے لوگ اچھے لگتے ہیں۔ مغرور اور بحث کرنے والے لوگ بُرے لگتے ہیں۔ خامیاں خوبیاں سبھی میں ہوتی ہیں' سب سے بڑی خامی مجھے غصہ بہت جلدی آتا ہے اور جلدی اتر جاتا ہے۔ ڈرپوک ہوں' ضدی بھی ہوں۔ اب ذرا خوبیاں! کسی سے حسد نہیں کرتی اور جھوٹ نہیں بولتی۔ موسموں میں مجھے خزاں اور بارش کا موسم اچھا لگتا ہے' بارش ہونے کے بعد دھلے پیڑ اور گیلی مٹی سے اٹھتی خوشبو من کو بہت بھاتی ہے۔ میوزک سننا اچھا لگتا ہے' پسندیدہ سنگرز اُدت' الکا' عاطف اسلم' راحت فتح ہیں۔ فیورٹ ایکٹرز عامر خان' ارجن رامپال اور سلمان خان ہیں۔ اداکارہ میں کرینہ کپور' کرشمہ اور مادھوری ہیں۔ ہابیز میں پینٹنگ کرنا' کوکنگ اور مطالعہ کرنا شامل ہیں۔ کھیلوں میں کرکٹ اور ٹینس پسند ہیں۔ فیورٹ کرکٹر محمد یوسف اور شاہد آفریدی ہیں۔ آنچل کی تمام رائٹرز اچھا لکھتی ہیں۔ موسٹ فیورٹ رائٹرز میں سعدیہ امل' سمیرا شریف' اقراء صغیر' نازیہ کنول اور نمرہ احمد ہیں۔ کچھ ایسے ناول بھی ہیں جو مجھے ہمیشہ یاد رہیں گے جن میں دشت آرزو' جب وہ پتھر موم ہوا' دل کے ایوان پر اور نمرہ احمد کا ناول جو مجھے بے حد پسند ہے'

جس کا نام قراقرم کا تاج محل ہے۔ دوستو تعارف ذرا لمبا ہوگیا ہے آخر میں ایک اچھی بات آنچل قارئین سے کہنا چاہوں گی، پھول کی زندگی مختصر سہی مگر خوب صورت ہے جو ہمیں پیغام دیتی ہے کہ جیو خواہ کم جیو۔ اللہ نگہبان۔

آصفہ ملک

السلام علیکم! اب میں اپنا تعارف بھی کرادوں، میں ضلع میانوالی کے ایک چھوٹے مگر بہت خوب صورت گاؤں کوٹ چاندنہ میں رہتی ہوں۔ چار بہنیں اور تین بھائی ہیں، ہمارے گھر کا ماحول کافی مذہبی ہے۔ چھوٹے بھائی ملک اسماعیل بڑے دونوں بھائیوں کے برعکس ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ کافی فری ہیں۔ میرا کوئی نک نیم نہیں ہے، کبھی کبھی اسماعیل بھائی پیار سے سنگی کہتے ہیں۔ میں میٹرک پاس ہوں (لیکن آج کل ریسٹ کررہی ہوں اچھی بات ہے نا!) اسکول کی دوستوں میں آمنہ نواز، رابعہ، راضیہ ہیں۔ راضیہ میری بیسٹ فرینڈ ہے، جس سے میں اپنے دل کی ہر بات شیئر کرتی ہوں۔ آپ لوگ بور تو نہیں ہورہے پلیز تھوڑا سا اور برداشت کرلیں۔ اوہ میں نے اپنی خامیاں اور خوبیاں تو بتائی ہی نہیں۔

خوبی! پانچ وقت کی نماز باقاعدگی سے پڑھتی ہوں، خامیاں تو مجھے نہیں پتا لیکن میری دوستیں کہتی ہیں کہ میں بہت کنجوس ہوں (کیا کروں بھئی زرداری کا دور ہے) اس کے علاوہ میں نے ایک خاص بات تو لکھی ہی نہیں، خاصا شاعرانہ مزاج رکھتی ہوں بھئی اپنا ایک لکھا ہوا شعر تحریر کررہی ہوں۔

اس سے ملنے کی چاہ میں سب کچھ گنوا دیا آمنہ
وہ ملے تو اک نظر دیکھنا بھی گوارا نہ کیا

سب آنچل قارئین بہت بہت اچھے ہیں، دعاؤں میں یاد رکھنا اللہ حافظ۔

فرخ فاطمہ اشرف

السلام علیکم مدیرہ آنچل! بہاروں کی نوید دیتی ہواؤں کے سنگ، یونہی آنچل پر نگاہ پڑی اور آنچل من کو بھا گیا۔ جب اس کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا سرورق دیکھ کر ڈائجسٹ کے متعلق جو اندازہ لگایا تھا وہ ہرگز غلط نہیں تھا۔ قبل ازیں میں خواتین ڈائجسٹ اور شعاع کا مطالعہ کرتی تھی۔ آنچل کا معیار ان رسالوں سے کم ہرگز نہیں ہے لہٰذا اب یہ بھی میرے پسندیدہ ماہناموں میں شامل ہوگیا ہے۔ ارے یہ کیا؟ میں نے اپنا تعارف تو کروایا ہی نہیں؟ چلیں آپا جان! سنیں......

میرا نام فرخ فاطمہ ہے۔ میں میٹرک (سائنس) کے ایگزام دے چکی ہوں، رزلٹ کا انتظار ہے۔ 9th کلاس میں نے 480 میں سے 454 نمبر حاصل کرکے 95 فیصد سے کامیابی حاصل کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم، رحمت اور مدد کی بدولت میری شہر بھر میں اوّل پوزیشن تھی۔ میری ماما اور پاپا دونوں ٹیچرز ہیں، بدولت کو رائٹر بننے اور شاعری کرنے کا بھی شوق ہے۔ میں نے چند افسانے لکھے ہیں، کیا میں آپ کو بھجوادوں؟ آنچل کے متعلق سنا ہے کہ نئے لکھنے والوں کی بے حد حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ کیا ہم بھی امید رکھیں کہ آنچل اب بھی اپنی روایت کو برقرار رکھے گا؟ میں اپنی کچھ غزلیں آپ کو بھجوا رہی ہوں۔ براہ مہربانی نوک پلک سنوار کر شائع کردیں۔ ہمارے علاقے میں شاعری کا کوئی استاد نہیں ہے لہٰذا میں آپا قیصر آراء صاحبہ کو اپنا استاد بنانا چاہتی ہوں۔ آپا جان! کیا مجھے اپنی شاگردی میں لینے کا اعزاز بخشیں گی اور آپ سے ایک گزارش ہے کہ میرے نام کے ساتھ میرے شہر کا پورا نام شائع کیا جائے یعنی ''حویلی لکھا ضلع اوکاڑہ''۔ آپا جان! ہمارا آنچل میں میں بھی اپنا تعارف بھیجنا چاہتی ہوں۔ کیا اس سلسلے کے لیے کچھ خاص سوالات ہیں یا اپنی مرضی سے ہی جو کچھ مرضی بھیج دیں؟ اور یہ بھی بتائیے گا کہ آنچل میں خط لکھنے اور مستقل سلسلوں میں شرکت کے لیے آخری تاریخ کیا ہے۔ اگر میرا نامہ آپ تک لیٹ پہنچے تو براہ مہربانی اس کو اگلے شمارے میں شامل کرلیجیے گا، دعاؤں میں یاد رکھیے گا اوکے جی اب اجازت اللہ حافظ۔

بہنوں کی عدالت

عشنا کوثر سردار

ادارہ

ساجدہ زید...... ویرووالہ چیمہ

سوال:۔ نئے لکھنے والوں کو کیا مشورہ دیں گی؟

جواب:۔ نئے لکھنے والوں کے لیے اتنا ہی کہنا چاہوں گی کہ اپنے آپ پر، اپنی صلاحیت پر بھروسا رکھیں۔ آپ جو بھی لکھیں پورے دل سے لکھیں۔ کامیابی ملے تو کبھی غرور مت کریں۔ کبھی ہمت مت ہاریں بس لگن سے لکھتے جائیں کامیابی ضرور ملے گی۔

سوال:۔ میرے خیال میں کہانیاں اور ناول یکسانیت کا شکار ہورہے ہیں۔ ہر دوسرا موضوع عشق ومحبت کا ہوتا ہے آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب:۔ محبت کا موضوع تو صدیوں سے چلا آرہا ہے۔ ہیر رانجھا، سوہنی ماہیوال، رومیو جیولٹ۔ یہ آج کی بات تو نہیں۔ آپ کو یہ موضوع اچھا نہیں لگتا؟ مجھے یہ موضوع بہت اچھا لگتا ہے۔ چاہے وہ فلم ہو یا ادب۔ مجھے بہت اچھا لگتا ہے موڈ فریش ہوجاتا ہے اور جیسے کوئی توانائی سی ملتی ہے۔ لڑکیاں بہت حساس ہوتی ہیں (میری طرح) انہیں محبت کا موضوع بہت متاثر کرتا ہے۔ موضوع تبدیل نہیں ہوسکتے مگر خیالات، بات کرنے اور بیان کرنے کے طریقے ضرور بدل سکتے ہیں۔ کوئی کہانی نئی نہیں یہ لکھنے والا ہے جو اسے نیا اسلوب دیتا ہے۔

مہر گل...... اورنگی ٹاؤن

سوال:۔ ''اے شمع کوئے جاناں'' بہترین تحریر تھی پھر ''افسون جاں'' کا تاثر بھی ایک عرصے دل و دماغ پر چھایا رہا مگر ''اور کچھ خواب'' حقیقت سے بہت دور اور ان نیچرل ہوگیا ہے آپ کے ذہن میں اس کی کیا تھیم ہے؟

جواب:۔ اے شمع کوئے جاناں اور افسونِ جاں پسند کرنے کے لیے شکریہ۔ ''اور کچھ خواب'' حقیقت سے دور بالکل نہیں۔ پارسا کی کہانی جیسی کئی کہانیاں اس معاشرے میں ہے۔ لڑکیاں چھوٹی عمر میں ایک غلط قدم اٹھالیتی ہیں یا کسی پر حد سے زیادہ اعتبار کرلیتی ہیں۔ اس کا اثر آگے کی زندگی پر پڑتا ہے۔ اسی طرح کئی لڑکے، لڑکیاں یونیورسٹی کے دور میں محبت میں مبتلا ہوجاتے ہیں جیسے دامیان اور انابیتا۔ معارج جیسے کئی لوگ ہیں جو بدلہ لیتے ہیں اور کسی کی غلطی نہ ہوتے ہوئے بھی اسے سزا دیتے ہیں۔ آپ نے ایسے نہیں دیکھے؟ مجھے ان تینوں کہانیوں میں ایک بھی کہانی حقیقت سے دور نہیں لگتی۔

صدف سلیمان...... شور کوٹ

سوال:۔ پاکستان کے حالات کی وجہ آپ کی نظر میں کون ہے؟

جواب:۔ ایک پاکستانی ہونے کی حیثیت سے جو جذبات قوم کے ہیں وہی میرے بھی ہیں۔ خدا پاکستان کی حفاظت کرے اور اسے بری نظر سے بچائے۔ مجھے سیاست بالکل پسند نہیں۔ میں کسی کو اس کے لیے الزام نہیں دے سکتی۔ مگر اتنا کہنا چاہوں گی کہ آپ باشعور ہیں ووٹ دینا آپ کا حق ہے۔ آنکھیں کھول کر اپنا لیڈر منتخب کریں۔

عارفہ سلیم...... حافظ آباد

سوال:۔ کیا کبھی کسی سے محبت ہوئی؟

جواب:۔ میں بہت پرانے زمانے کی لڑکی ہوں۔ میں نے طے کرلیا تھا کہ زندگی ایک بندے کے ساتھ گزاروں گی اور محبت بھی اسی سے کروں گی۔ وہ شخص میری زندگی میں دو سال پہلے آچکا ہے۔ وہ میرے منگیتر ہیں۔

سوال:۔ محبت کے لیے آپ کا نقطہ نظر کیا ہے؟

جواب:۔ محبت کا فلسفہ اکثر آپ میری کہانیوں میں پڑھتی رہتی ہوں گی۔ وہی میرا نقطۂ نظر ہے۔ محبت بہت خوب صورت احساس ہے۔ محبت ہر ایک کا اپنا تجربہ ہے۔ بغیر حساب کتاب اور مفروضات کے۔

لاڈو ملک...... دیپالپور

سوال:۔ آپ کو اپنے کس کردار میں اپنا عکس دکھائی دیتا ہے؟

جواب:۔ میرے ہر کردار کہیں نہ کہیں میرا عکس ضرور رکھتا ہے۔ چاہے وہ مژگان ہو یا میراب یا پھر تالیا ہو یا آئینہ۔ یہ کردار میرے اندر سے نکلے ہیں وہ میرا عکس ہیں۔

فرح وفا...... کراچی

سوال:۔ اپنی ذات کی خوبیاں، خامیاں وہ تعریفی جملہ جسے سن کر خوشی محسوس ہوئی؟

جواب:۔ فرح! تعریف سننا اچھا لگتا ہے۔ مگر جھوٹی تعریف ہضم نہیں ہوتی۔ PTV سے ینگ ڈائریکٹر اور ناول نگار کی حیثیت سے انٹرویو کے لیے مدعو کیا گیا تھا انہوں نے اچھے الفاظ میں سراہا تو خوشی ہوئی۔ اسی طرح میری شارٹ فلم One Step Closer کے سیٹ پر سب نے اسکرپٹ اور کام کی تعریف کی تو اچھا لگا۔ اے شمع کوئے جاناں اور افسونِ جاں کی تعریف میں بھول نہیں سکتی۔

ساریہ چوہدری...... ڈوگہ گجرات

سوال:۔ آپی آپ سے سوال ہے کہ کیا آپ محبت عشق پر یقین کرتی ہیں؟

جواب:۔ میں یقین رکھتی ہوں۔ دنیا کی دوسری سچائی کی طرح محبت بھی ایک بڑی اور طاقتور سچائی ہے۔

سوال:۔ کیا محبت سچ ہے یا فرصت کی کارستانی ہے فارغ دماغوں کا خلل ہے' کیا ہے؟

جواب:۔ یہ انحصار کرتا ہے محبت کرنے والوں پر۔ کسی کے لیے دنیا کی سب سے بڑی سچائی ہے اور کسی کے لیے ٹائم کی بربادی اور کسی کے دماغ کا خلل۔ ساری بات سمجھنے کی ہے۔ محبت کی اپنی کوئی شکل نہیں ہوتی۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

سوال:۔ آپ ایک مکمل ناول کتنے عرصے میں لکھ لیتی ہیں آپ کا فیورٹ ناول کون سا ہے؟

جواب:۔ موڈ کے اوپر ہوتا ہے۔ کبھی دو دن' کبھی تین دن اور کبھی کئی دن۔

ام کلثوم...... لیاری کراچی

سوال:۔ آپ کو کون سے ناول نے اتنی محبت دی لوگوں سے؟

جواب:۔ "اے شمع کوئے جاناں" بے پناہ عزت' شہرت' نام' مقام اسی ناول سے ملا۔

سوال:۔ اگر آپ رائٹرز نہ ہوتیں تو تب بھی

آپ کے دل میں لوگوں کے لیے محبت' عزت وہی ہوتی یا پھر کم ہوتی؟

جواب:۔ میرے لیے ہر انسان کی عزت' اس کا مقام اہم ہے چاہے وہ کسی بھی نسل' قوم ملک یا طبقے سے تعلق رکھتا ہو۔ میرے لیے اس کی عزت اس کے انسان ہونے سے ہے۔ میں انسان دوست ہوں بنا کسی تفریق کے۔

سوال:۔ آپ نے اب تک کتنے ناول وغیرہ لکھے ہیں؟

جواب:۔ تین لکھ چکی ہو' چوتھا آپ پڑھ رہی ہیں۔ پانچواں شاید جلد لکھوں۔

سوال:۔ کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟

جواب:۔ آپ میری دوست ہیں اور اس کے لیے آپ کو پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ آپ میرا فیس بک پیج جوائن کرسکتی ہیں۔

ماریہ قریشی...... لچھمن چونترہ

سوال:۔ عشنا آپی السلام علیکم جلدی سے یہ بتادیں آپ کا یہ اتنا خوب صورت نام کس نے رکھا ہے اس کے معنی کیا ہیں؟

جواب:۔ وعلیکم السلام ڈیئر ماریہ! میرا نام میرے بابا نے رکھا ہے۔ اس کے معنی "خوب صورت لڑکی" کے ہیں۔

سوال:۔ آپ کا بچپن میں کیا بننے کا خواب تھا؟

جواب:۔ انجینئر اینڈ آرٹسٹ (جو تھوڑی بہت اب بھی ہوں۔ میری بنائی گئی پینٹنگز UK.USA میں بک چکی ہیں)

سوال:۔ آپی آپ اپنے دل کی باتیں کس سے شیئر کرتی ہیں اور آپ کا بہترین دوست کون ہے اگر نہیں ہے تو' میں ہوں نا۔

جواب:۔ میں اپنے دل کی باتیں اپنی بہن مشی سے شیئر کرتی ہوں۔ کبھی کبھی دوستوں سے بھی شیئر کرتی ہوں۔ تم بھی میری بہترین دوست ہو۔ اس کے علاوہ نگہت' عشا اور ماہین ہیں اور جتنے لوگ مجھے جانتے ہیں (میرے الفاظ سے) اور سارے میرے بہترین دوست ہیں۔

سوال:۔ آپی آپ کو کون سا کھیل پسند ہے؟

جواب:۔ میں اسپورٹس مین بالکل نہیں ہوں۔ کبھی کبھی فٹبال میچ دیکھ لیتی ہوں۔

سوال:۔ کیا آپ پاک فوج کے لیے دعا گو ہیں؟

جواب:۔ کیوں نہیں' وہ ہماری سرحدوں کے پاسبان ہیں ہماری حفاظت کرتے ہیں۔ ہم سب کو ان کے لیے دعا گو ہونا چاہیے۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

سوال:۔ آپ کو اپنی کون سی کہانی سب سے زیادہ پسند ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب:۔ "افسونِ جاں" وجہ یہ ہے کہ یہ ناول شعور پوری طرح بیدار ہونے پر لکھا۔ پوری عقل سے لکھا اور لکھتے ہوئے بہت انجوائے کیا۔

سوال:۔ آنچل کا کون سا سلسلہ آپ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟

جواب:۔ مجھے "آئینہ" اور "در جواب آں" پسند ہیں۔ دونوں میں شوق سے پڑھتی ہوں۔

نامعلوم...... نامعلوم

سوال:۔ اپنے خاندان میں آپ کی فیورٹ

شخصیت؟

جواب:۔ میرے بابا اور میرے بھائی۔

سوال:۔ آپ کے دو فیورٹ نام؟

جواب:۔ معارج اور سبطغین۔

ای میل سے وصول شدہ سوال

انوشے قریشی

سوال:۔ آنچل کی رائٹرز میں سے آپ کی سب سے اچھی دوست کون ہیں۔

جواب:۔ فرحت آنٹی۔

رابعہ زبیر

سوال:۔ آنچل ڈائجسٹ میں آپ کی پسندیدہ رائٹر کون ہے؟

جواب:۔ سبھی بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ کسی ایک کا نام لینا ناانصافی ہوگی۔

سوال:۔ ''اور کچھ خواب'' آپ کی ایک بہترین کاوش اس ناول میں آپ کا پسندیدہ کردار؟

جواب:۔ تعریف کا شکریہ۔ معارج اور انائیا دونوں بہت پسند ہے۔

سوال:۔ آپ نے اب تک کتنے ناول لکھ لیے ہیں۔

جواب:۔ میں نے اب تک 4 ناول لکھے ہیں۔

فیس بک پر موصول ہونے والے سوالات:۔

فرح قریشی...... ملتان

سوال:۔ آپ کو اپنی تحریروں میں کون سی زیادہ پسند ہے؟

جواب:۔ مجھے سب ہی اچھی لگتی ہیں کیونکہ میں نے انہیں دل سے لکھا ہے۔ ''افسونِ جاں'' مجھے زیادہ پسند ہے۔

سوال:۔ آپ کو کب لگا کہ آپ لکھ سکتی ہیں؟

جواب:۔ بہت چھوٹی تھی جب لکھا تو وہی وقت تھا جب لگا کہ لکھ سکتی ہوں۔

سوال:۔ آپ کے ناول کے ہیرو، ہیروئن ایک دم شہزادی شہزادوں جیسے ہوتے ہیں آپ کیسے ان کو تحریر کر پاتی ہیں؟

جواب:۔ یہ سارے کردار کہیں میرے اندر موجود ہیں۔ مجھے لگتا ہے اگر میری کوئی پچھلی زندگی تھی تو اس میں شاید میں کسی ملک کی شہزادی ہوں۔

سوال:۔ کس رائٹر کو شوق سے پڑھتی ہیں۔ آنچل میں انٹری کیسے ہوئی۔ آنچل کی کوئی ناپسندیدہ بات؟

جواب:۔ فرح دیگر پرچوں کے ساتھ آنچل گھر میں آتا تھا۔ اس میں پہلی تحریر بھیج دی اور آنچل کی طرف مثبت جواب آیا۔ تو بس یہ سلسلہ چل نکلا۔ آپ کے دوسرے سوالوں کا جواب اوپر دے چکی ہوں۔

سدرہ صدیقی

سوال:۔ میں نے آپ کی دو کہانیاں پڑھی ہیں کرن میں اور دونوں ہی میں جو بات میں نے نوٹ کی وہ تھی ''محبت'' آپ محبت پر اتنا لکھتی ہیں آپ کی نظر میں محبت کیا ہے۔ اور آپ محبت پر ہی اتنا کیسے لکھ لیتی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں اور بھی کرنٹ ایشو اور پرابلم ہیں۔ اس پر بھی ٹرائی کریں۔

جواب:۔ میرے لیے محبت زندگی کا کل بھی

ہے اور جز بھی۔ محبت زندگی کا سب سے خوب صورت احساس ہے۔ میرا ناول ''ایک جنون خواب تراب'' سوشل ایشو پر تھا۔ جہاں فیملی میں بچوں کے نکاح ان کے بچپن میں کر دیے جاتے ہیں۔ بڑے ہو کر اس کا کیا اثر پڑتا ہے ایسا اس ناول میں بتایا گیا ہے۔

حور خان

سوال:۔ آنچل کی موسٹ فیورٹ کہانی ''اور کچھ خواب'' کی آخری قسط کون سے مہینے میں آئے گی؟

جواب:۔ پیاری حور بہت شکریہ آپ کو یہ ناول پسند ہے۔ اس کی صرف دو قسطیں اور ہیں۔ اس کے بعد یہ ناول کتابی شکل میں آجائے گا۔

آئینہ سویٹ

سوال:۔ عشناء میم ''اور کچھ خواب'' کا اب اینڈ ہونے والا ہے تو اگلا ناول پڑھنے کے لیے کب دے رہی ہیں؟

جواب:۔ آئینہ سویٹ تم مجھے آپی بلا سکتی ہو میم مت کہو۔ اگلے ناول کا خلاصہ میں نے آنچل کو کچھ عرصے قبل بھیج دیا ہے۔ دیکھتے ہیں ان کے پاس جگہ ہے کہ نہیں۔

نرمل خان

سوال:۔ آپ اگلا ناول ہمارے لیے کب لکھ رہی ہیں؟

جواب:۔ اچھی نرمل، کوشش کروں گی کہ کوئی گیپ نہ آئے اور جلد آپ ایک نیا ناول پڑھ سکیں۔

صلہ چوھدری

سوال:۔ اتنے اچھے ناول کیسے لکھ لیتی ہیں؟

جواب:۔ میں اتنے اچھے ناول لکھ پاتی ہوں کیونکہ آپ جیسے پڑھنے والے موجود ہیں۔ آپ سب جب تعریف کرتے ہو تو میرے لکھنے کی لگن اور بڑھ جاتی ہے۔ میں ہر ناول کو اپنا پہلا ناول سمجھ کر لکھتی ہوں اور پھر اس ناول کے ساتھ آہستہ آہستہ بڑھا کرتی ہوں۔

اس کے ساتھ ہی بہنوں کی عدالت کے تمام سوالات ختم ہوئے میں نے سارے سوالوں کے جواب دیتے ہوئے بہت انجوائے کیا اور کوشش کی کہ میں سب کو مطمئن کرسکوں۔ میں آپ سب سے بات کرکے بہت خوشی محسوس کرتی ہوں۔ یہ بات چیت بہت بھلی رہی۔ امید ہے پھر کسی سلسلے میں جلد ملاقات ہوگی۔ اپنا خیال رکھیے گا اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ میں آپ سے اجازت چاہتی ہوں۔ بہت شکریہ دعاؤں کی طالب

تاخیر سے موصول ہونے والے خطوط:۔

صنم ناز، گوجرانوالہ۔ نبیلہ خان مون، عبدالحکیم۔ رانی اسلام، گوجرانوالہ۔ رخسانہ اختر، شیر شاہ، کراچی۔ عروج فتح، کراچی۔

اگلے ماہ بہنوں کی عدالت میں پیش ہوں گی راحت وفا ان کے لیے سوالات وصول کرنے کی آخری تاریخ ۱۸ اگست ہے۔

آنچل کے ہمراہ

ادارہ

کومل رباب...... لاہور

۱:۔عید کے حوالے سے فرمائش کوئی عید کی غزل ہو آنچل میں۔

۲:۔اگر آنچل عید سے ایک دن پہلے ملے تو عید ایک دن پہلے ہوگی مزا دوبالا ہوجائے گا۔ عید کے دن بھی مزے کروں گی آنچل کے ساتھ۔

۳:۔عید کے دن چھوٹی بہن کو تیار کرنا سب کے کپڑے تیار کرنا وغیرہ اور سیوئیاں کھانا پسند ہے ناپسند سونا اور تیار نہ ہونا جو کہ سب سے ڈانٹ بھی پڑتی ہے بھئی کام بھی تو کرنا ہوتا ہے۔

۴:۔عید کے دن یا تو گفٹ اور سیوئیوں سے یا جادو کی جھپی سے کیونکہ اس سے اچھا کوئی طریقہ نہیں۔

۵:۔اگر مجھے موقع ملے تو آنچل اور اس کی تمام رائٹرز دوستوں کے ساتھ یا پھر اپنی پرانی دوستوں اور کزنوں کے ساتھ۔

کرن وفا...... کراچی

۱:۔عید کے حوالے سے ایک فرمائش ہے کہ فرح طاہر' صائمہ قریشی یا عالیہ حرا کا افسانہ ملے پڑھنے کو مزے دار سا تو مزا آجائے۔

۲:۔پھر تو کوشش ہوگی جلد سے جلد پڑھ لوں میں' کام تو بعد میں بھی ہوجائیں گے لیکن آنچل پاس ہو تو صبر نہیں ہوتا۔ (ہاہاہاہاہا)

۳:۔اک عادت ہے جو ناپسند ہے کہ میں تیار نہیں ہوتی نہ کپڑے وغیرہ پہنتی ہوں عید کے دن۔

۴:۔(آہم) کسی کو خوش کرنا ہو تو اسے ڈھیر ساری آئسکریم کھلا کر خوش کروں گی۔ یہ آسان طریقہ ہے۔ (ہاہاہاہا)

۵:۔ہائے اللہ آنچل نے تو میری دل کی بات کردی۔ ہائے اگر ایسا ہو تو جناب میں فرح جانو کے ساتھ گزارنا چاہوں گی عید پھر تو ہر لمحہ ہر پل ہر دن عید کا ہوگا میرے لیے۔ سب کو عید کی مبارک۔

عروج فتح...... کراچی

۱:۔میں آنچل سے فرمائش کروں گی کہ عید ملن پارٹی کریں اور ہمیں بھی انوائیٹ کریں پلیز تاکہ ہماری تمام رائٹر کے روبرو ہم ملاقات کرسکیں۔ (کیوں آنچل کچھ زیادہ مانگ لیا؟)

۲:۔اگر آنچل عید سے ایک دن پہلے ملے تو یقیناً عید کا پہلا دن بھی آنچل کے نام ہوگا۔ (یہ ہے ہماری محبت)

۳:۔عید کے دن سب کو خوش دیکھنا میری خواہش ہے اور یہ کہ میں کسی کی بات ٹال نہیں سکتی۔ خاص کر اپنے بھائیوں کی یہ میری عادت اچھی ہے یا بری پتا نہیں۔

۴:۔پھول دے کر کیونکہ مجھے بہت پسند ہیں اس پر کوئی فٹ ہوتا شعر کہہ کر۔

۵:۔عید کا دن میں جس ہستی کے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں وہ دنیا میں نہیں ہیں۔ ان کے بعد میرا سرمایہ میرے ابو اور بھائی ہیں اور بعد جو ہوں گے تو یقیناً ان کے ساتھ ہی گزاروں گی۔

صائمہ طاہر سومرو...... حیدرآباد، سندھ

۱:۔عید کے حوالے سے یہی فرمائش ہے کہ آنچل کے سب ناول افسانے عید کے حوالے سے ہونے چاہیے اور اشعار بھی اور آنچل تو ہر حوالے سے ہماری بنا کہے سنے ہی ہر فرمائش پوری کردیتا ہے۔

۲:۔میری تو ڈبل عید ہوجائے کاش ایسا ہوجائے عید اور آنچل کیونکہ آنچل ہمارا اپنا ہے اور اپنوں کے بغیر عید بھی ادھوری رہتی ہے۔

۳:۔عید کے دن میری یہ عادت ہے کہ کمرے سے باہر نہ نکلنا اور تیار ہونے پر سستی سے کام لینا بہت ناپسند ہے اور بے حد جو پسند ہے وہ یہ کہ سب فرینڈ کو یاد کرنا سب سے ملنے جانا۔

۴:۔سارا دن اس کے ساتھ گزار کر اور اس کی پسند کا عید گفٹ دے کر۔

۵:۔فیملی فرینڈ خاص کر اپنے منگیتر کے ساتھ۔

لاسٹ میں سب فرینڈز کو رمضان مبارک ہو اینڈ آنچل آئی لو یو سوچ۔

رابعہ بصریٰ ملک...... واہ کینٹ

۱:۔اس وقت جو فرمائش میرے ذہن میں ہے وہ تو ہرگز نہیں بتا رہی لیکن اتنا ضرور کہوں گی کہ ''عید نمبر آنچل'' کا ٹائٹل بہت اعلیٰ اور منفرد ہونا چاہیے۔

۲:۔''سرگوشیاں'' پڑھ کر رکھ دوں گی باقی مطالعہ عید سے فراغت کے بعد کرلوں گی نا۔

۳:۔اچھی یا بری عادت کا تو پتا نہیں لیکن عید کے روز فجر کے وقت چھت پر جانا مجھے بے حد پسند ہے۔ آسمان سے پھوٹتی روشنی اور پرندوں کی چہکار عجیب سا احساس پیدا کرتی ہے۔ وہ ایک گھنٹہ میں جی بھر کے اداس ہوتی ہوں پھر اس کے بعد سارا دن ایک دم خوش۔

۴:۔ Feast آئس کریم اور Lays کھلا کر...... یہ ہی دو چیزیں مجھے کھانے میں بہت پسند ہیں اور دوسروں کو بھی دینا اچھا لگتا ہے عید ہو یا روٹین کے دن۔

۵:۔جس کے ساتھ میری کمسٹری میچ کرتی ہو۔ ورنہ تو جھگڑا ہوجائے گا۔ سب مل جل کر اہتمام کے ساتھ اس کو مناتے ہیں جبھی تو عید کہلاتا ہے یہ دن۔

نبیلہ لیاقت سونو...... سرگودھا

۱:۔فرمائش تو کوئی نہیں ایک عرض ہے کہ نازی جی عید کے

حوالے سے ایک بہت ہی زبردست سا مکمل ناول آنچل کے لیے تحریر کریں۔

۲:۔میں وہ تمام ضروری کام جو عید کی تیاری کے حوالے سے کرنے ہیں ان کو چھوڑ کر آنچل پڑھنا شروع کردوں گی۔

۳:۔میری ایک عادت جو مجھے بہت پسند ہے وہ یہ کہ اگر عید کا دن آجائے اور کوئی مجھ سے ناراض ہو تو اسے بہت پیار سے منا لیتی ہوں۔ چاہے غلطی میری اپنی ہی کیوں نہ ہو۔

۴:۔اگر وہ ہستی میرے پاس موجود ہے تو اس کی پسند کی ڈش بناؤں گی اور اس سے ڈھیر ساری باتیں کروں گی اور اگر پاس نہیں ہے تو اس کے ساتھ فون پر لمبی سی گپ لگاؤں گی تاکہ وہ خوش ہوجائے۔

۵:۔میں عید کا دن عموماً اپنی فیملی کے ساتھ گزارتی ہوں اور خصوصاً ایک بہت ہی خاص ہستی کے ساتھ گزارنا چاہوں گی اگر وہ عید کے دن ساتھ ہو تو کیا ہی بات ہے۔ عید کا مزہ دوبالا بلکہ سہ بالا ہوجائے گا۔ آخر میں تمام آنچل پڑھنے اور لکھنے والیوں کو اور آنچل کی پوری ٹیم کو ایڈوانس عید مبارک قبول ہو۔

مدیحہ بتول گوندل...... شیخو پورہ

۱:۔عید پر آنچل مجھے ملے اس میں مکمل ناول کی صورت میں یہ چاہتیں یہ شدتیں میں آنچل میں دیکھنے کی فرمائش کروں گی۔ پلیز آنچل۔

۲:۔مجھے آنچل اس حد تک پسند ہے اگر مجھے آنچل عید سے ایک دن پہلے ملے تو شاید عید کے دن کپڑے بھی نہ پہنوں اور صرف آنچل ہی پڑھتی رہوں۔

۳:۔مجھے جو اپنی عادت پسند ہے وہ یہ کہ میں ہر کسی کو تیار کرنے بیٹھ جاتی ہوں۔ چاہے خود تیار ہوں یا نہ ہوں اس سے دوسرے لوگ جب میں انہیں تیار کرتی ہوں بہت خوش ہوتے ہیں اور ان کی خوشی میں میری خوشی ہے۔

۴:۔سب سے پہلے اس کو عید کی مبارک باد دے کر اور خوب صورت سا تحفہ دے کر۔

۵:۔میں عید کا دن اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ گزارنا چاہوں گی اور خاص طور پر بھائی مجاہد عباس کے ساتھ۔

غزل...... منگلا کینٹ

۱:۔فرمائش کیا عید پر یہی کوشش ہوتی ہے کہ ہمارے اپنے ہمارے درمیان ہوں اور اگر اپنے درمیان موجود نہ ہوں تو آنچل پیغام کے ذریعے یہ کمی پوری کردیتا ہے بس فرمائش کوئی نہیں۔

۲:۔اگر آنچل عید سے ایک دن پہلے ملے تو یہ بھی بھلا کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ ہماری تو ڈبل عید ہوگی ایک عید کی خوشی اور دوسرا آنچل ملنے کی خوشی۔

۳:۔ہم عید کا دن گھر میں گزار دیتے ہیں اور جو عادت پسند ہے وہ ہے عید کے دن کوشش کرتی ہوں کہ جو ناراض ہے تو انہیں راضی کروں یا پھر ایسا کام کرتی ہوں کہ روٹھا ہوا خوش ہوجائے۔

۴:۔اگر عید کے روز کسی کو خوش کرنا ہو تو دل کرتا ہے کہ کوئی اچھی سی ڈش بناؤ جو خوش کرنے والے کو پسند ہو کیونکہ عید کا اصل مزہ اپنوں کی خوشی ہی کا دوسرا نام عید ہے۔

۵:۔کوشش کروں گی کہ جو انسان دل کے قریب ہو وہ عید کے دن ہمارے ساتھ ہو اور جو انسان دل کے قریب ہوتے ہیں ان کے ساتھ گزارا ہوا ہر لمحہ یادگار ہوتا ہے۔

ام صبا الیاس...... گجرات

۱:۔اگر اس دفعہ عید پر میرا افسانہ یا ناولٹ شائع ہوجائے تو میری عید دوبالا ہوجائے گی اور اس عید کو میں ساری زندگی نہیں بھول پاؤں گی۔

۲:۔آنچل عید کے پہلے دن ملے تو بہت مزا آئے گا۔ عید کی خوشیاں دوبالا ہوجائیں گی۔ جہاں اپنے سب دوستوں سے ملنا ہے وہاں آنچل فرینڈز بھی شامل ہوجائیں گی تو سمجھیں ہماری تو ڈبل عید ہوگئی۔

۳:۔عید کے دن سب کو اٹھ کر کال یا میسج پر عید مبارک کہنا اور نئے کپڑے پہننا اور سب کے گھر جانا اور وہاں جو مجھ سے ناراض ہو ان کو منا لیتی ہوں چاہے ہاتھ باندھنے پڑیں اور بری عادت یہ ہے کہ عید والے دن بھی بہن بھائیوں سے نا چاہتے ہوئے بھی ''پھڈا'' ہوجاتا ہے اور پھر رو پڑتی ہوں اور پھر ابو جان مناتے ہیں اور پھر......!

۴:۔عید کے دن کسی کو خوش کرنا ہو تو صبح اس کو کال کروں گی۔ اس سے اچھی اچھی باتیں کروں گی اور پھر اس کی پسند کی کوئی بھی چیز اس کے گھر لے کر پہنچ جاؤں گی اور ہاں اسے چاند رات کو گفٹ کروں گی اور اگر گھر میں کوئی ہو تو اس کے سارے کام خود کروں گی اور ہر بات مانوں گی۔

۵:۔عید میں اپنی اسکول فرینڈز کے ساتھ گزارنا پسند کرتی ہوں۔ عید کے دن ہر جگہ جانے کی اجازت ہوتی ہے تو میرا دل کرتا ہے صبح صبح ہی سب کے پاس پہنچ جاؤں۔ ان شریر دوستوں کے نام جو میرے دل میں دعاؤں میں ہر وقت رہتی ہیں۔ اقراء' شاہین' زونی (ایدے بغیر تو میری عید ہو ہی نئیں سکدی) صبا شکر' اقصیٰ جاوید' حطیبہ شف اور عالیشہ احسان' مخدوم انعم عنایت۔ ان سب کو اور جو مجھ سے روٹھے ہوئے ہیں شمائلہ ابو مجھے معاف کردیں اور آنچل فرینڈز کو سب کو میری طرف سے عید مبارک مجھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

جمیعہ غضنفر...... گجرات

۱:۔آنچل میں ہر وہ چیز موجود ہے جو ہمیں پسند ہے۔ آنچل ہر لحاظ سے پرفیکٹ ڈائجسٹ ہے۔ کوئی خاص فرمائش تو نہیں ہے مگر

اتنا کہوں گی کہ ڈیئر آنچل تم سدا ایسے ہی رہنا۔ سب کے من پسند۔

۲:۔ جناب سارا آنچل ایک دن کے اندر اندر پڑھ کر ہی دم لوں گی۔

۳:۔ ویسے تو میں بہت کم گھر کے کاموں میں حصہ لیتی ہوں مگر عید کے دن میں کچن کا تمام کام سنبھال لیتی ہوں۔ جو کہ سب کی خوشی کا باعث بنتا ہے۔ مجھے اپنی یہ عادت بہت پسند ہے۔

۴:۔ اگر مجھے کسی کو خوش کرنا ہو تو میں اس کی من پسند ڈیش تیار کر کے اسے خوش کروں گی۔

۵:۔ میں عید کا دن اپنے گھر والوں کے ساتھ' اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ گزارنا پسند کروں گی۔

فضہ یونس...... گنگا پور

ا:۔ عید کے حوالے سے آنچل سے فرمائش کروں گی کہ وہ رمضان اور عید کے حوالے پر اچھی اچھی اسٹوریاں شائع کرے اور ڈش مقابلے میں مزے مزے کی ریسپی بتائے۔

۲:۔ پہلے آنچل پڑھوں گی بعد میں اور کوئی کام کروں گی۔

۳:۔ عید کے دن مجھے میری سب سے اچھی عادت یہ لگتی ہے کہ میں سب سے پہلے فجر کی نماز پڑھتی ہوں اور بری عادت یہ ہے کہ میں چپس بہت کھاتی ہوں۔ (بقول عروسہ کے ہاہاہاہاہا)

۴:۔ عید کے دن کسی کو خوش کرنے کے لیے اسے کوئی اچھا سا گفٹ دیں اور وہ گفٹ آپ کے میٹھے اور پیار بھرے بول بھی ہو سکتے ہیں۔

۵:۔ عید کا دن اپنے ماں' باپ' بہنوں' بھائیوں' دادا ابو اپنی دوستوں اور فیملی آنچل کے ساتھ گزارنا پسند کروں گی۔

ربیعہ اساور بٹ...... فیصل آباد

ا:۔ عید نمبر میں عمیرہ احمد یا کسی دوسری لکھاری بہن کا کوئی اور پرانا سا مکمل ناول پبلش کریں جو قارئین میں بہت پسند کیا گیا ہو اس کے علاوہ عید نمبر میں نمرہ احمد کا انٹرویو تصویر کے ساتھ پبلش ضرور کریں۔

۲:۔ آنچل اگر ایک دن پہلے مل جائے تو کیا ہی بات ہے عید کا مزا دوبالا ہو جائے گا۔ سب سے پہلے ایک نظر تسلی سے دیکھنے کے بعد جلدی سے کام ختم کروں گی یا پھر آنچل کو ایسی جگہ چھپاؤں گی کہ کوئی دوسرا لے کر شروع نہ کر لے۔

۳:۔ عید کے دن میری عادت ہے کہ میں اپنی فیملی سے عیدی سب سے پہلے بٹورتی ہوں خاص طور پر اپنے بی جان سے کیونکہ میں ان سے بہت زیادہ محبت کرتی ہوں یہی ایک وہ دن ہے جو خوشیوں سے بھرپور ہوتا ہے بہت مان اور محبت سے عیدی مانگنا اور ان سب سے لینا بہت پسند ہے۔

۴:۔ کسی کو اچانک جا کر یا پھر گفٹ پیش کر کے سرپرائز دوں گی تاکہ ان محبت کرنے والوں کے چہرے پر مسکان آجائے اور وہ خوش ہو جائے اور اس کے خوش ہونے پر مجھے بھی خوشی محسوس ہو۔

۵:۔ سب سے پہلے میں عید کا دن اپنی فیملی اور بھتیجے طلال کے ساتھ گزارنا پسند کروں گی جس کو میں بہت مس کرتی ہوں اس کے بعد کزن' فرینڈ طیبہ کے ساتھ اور اپنی سویٹ کیوٹ اینڈ کلوز فرینڈ سائرہ ثمر کے ساتھ گزارنا پسند کروں گی خدا ان کا ہر لمحہ خوشیوں سے بھرپور بنا دے۔ آمین

شمع مسکان...... جام پور

ا:۔ آنچل سے میری فرمائش ہے کہ پلیز چاکلیٹ بجی والا ڈیزرٹ کا طریقہ دوبارہ دے دیں مجھے عید پر بنانا ہے اور پلیز عید پر اسپیشل مکمل ناول دیا کریں جو کم از کم 28 یا 30 اوراق پر مشتمل ہو۔ تاکہ عید کا دن سکون اور مزے سے گزرے۔

۲:۔ میں کہوں گی سونے پر سہاگا۔ واقعی عید اور آنچل ساتھ ہوں تو کیا ہی بات ہے۔ دوست سنگ ہو تو عید کے دن میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ (تنہائی اور بوریت جو ہوتی ہے) اگر واقعی ایک دن پہلے ملے تو میں عید کیا چاندرات بھی اپنے کیوٹ' سویٹ بیسٹ فرینڈ کے ساتھ بتاؤں گی۔ عرصہ ہوا چاندرات میں مہندی لگانے کا شوق کوئی مجھ سے چرا لے گیا۔ ایسے میں آنچل کا ساتھ کتنا دلکش ہوگا۔

۳:۔ عید کا دن نہ جانے کیوں کئی سالوں سے ایک اداسی اور بے زاری کو اپنے ہمراہ لیے ہمارے گھر میں جلوہ افروز ہوتا ہے۔ صبح صبح سے ہی فضا بوجھل اور طبیعت مضمحل سی محسوس ہوتی ہے۔ کوئی چیز بھی اچھی نہیں لگتی۔ دل میں صحرا اور چشم میں سمندر اترا ہوتا ہے۔ عجیب حال ہوتا ہے۔ مجھے اپنی یہ عادت بری لگتی ہے کہ میں عید کے روز بھی اپنے مخصوص گوشہ تنہائی میں پورا دن گزار دیتی ہوں۔ گھر کوئی آئے جائے مجھے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ ہاں' اگر چچی' پھپھو وغیرہ آجائیں تو عید مبارک کہنے کے لیے ضرور آتی ہوں اس کے بعد پھر میں اور میری تنہائی اور کوشش کے باوجود میں اس سے نجات نہیں پا سکتی۔

۴:۔ بھئی میں کسی کو ناراض نہیں کر سکتی (میں تو خود ایک دنیا سے ناراض رہتی ہوں) صرف ایک یہی میرے ڈاکٹر بھیا (JPMC کراچی) جو خود مجھے ناراض کر کے بھی ناراض رہتے ہیں۔ اگر انہیں خوش کرنے کا سوال ہو تو بہت آسان میں ایک خوب صورت سا میسج کروں گی (جو کہ یقیناً وہ جواب نہیں دیں گے) پھر کال کروں گی جو O.K کر کے نگ آپی کو دے دیں گے اس کے بعد میں آپی سے کہوں گی آپی پلیز ڈاکٹر بھیا سے بات کرا دیں تب جا کر نخرے سے بات کریں گے مگر پانچ منٹ میں وہی دوستانہ انداز میں محو گفتگو ہوں گے۔

۵:۔ عید کا دن میں اپنے ڈاکٹر بھیا' نگ آپی اور تمام کزنز' رخسانہ' فرزانہ' سائرہ' عاصمہ (جو شادی کے بندھن میں بندھ گئی ہیں) میرے کیوٹ سے بھانجا' بھانجی اسپیشل کشف آفتاب کے ساتھ تو خوب خوب کھیلوں اور صبا جاوید' خدیجہ' جاوید کے ساتھ ہنسی مذاق گپ شپ کرتے ہوئے گزاروں۔ ڈاکٹر بھیا اس عید پر نہیں بخشوں گی (بھئی عید کی خرچی) سمجھ گئے۔

امرینہ خان امبر...... ملتان

ا:۔ ارے نہیں جی مجھے پتا ہے کہ ہمارے کہے بغیر ہی آنچل ہر فرمائش پوری کر دیتا ہے۔

۲:۔ ارے جناب عید سے ایک دن پہلے ملے یا عید کے دن ہم تو اسی ٹائم بیٹھ کر پڑھنا شروع کر دیتے۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

۳:۔ ہاں مجھے اپنی یہ عادت پسند ہے کہ نماز عید ادا کرنا اور ابو بھائی لوگوں کے آنے سے پہلے تیار ہو جانا اور ناپسند عادت' مجھے عید کے دن تیار ہو کر کچن میں جانا مجھے پسند نہیں۔ مگر جلد میں یہ عادت بدل لوں گی کیونکہ یہ میری عادت ہے فطرت نہیں۔

۴:۔ اگر چھوٹا کوئی ہوا تو عیدی دے کر اگر کوئی بڑا ہوا تو اچھی سی ڈش اس کے لیے بنا کر اور اسے کھلا کر۔

۵:۔ گھر والوں کے ساتھ گزار کر تو میں خوش ہوتی ہوں۔ ان کے علاوہ دوستوں کے ساتھ گزرا ہر لمحہ مجھے پسند ہے۔

عظمٰی شاہین رفیق...... جڑانوالہ

ا:۔ عید نمبر کے صفحات معمول سے بڑھا کر دگنا کر دیں میرے خیال میں ایک مرتبہ تو ڈبل قیمت ادا کی جا سکتی ہے اور ڈاکٹر عبدالقدیر خان کا انٹرویو کریں۔

۲:۔ تو یقیناً چاندرات آنچل پڑھنے میں گزرے گی۔

۳:۔ اپنی ایک عادت پسند ہے۔ صبح اٹھ کر پاکستان کے لیے خصوصی دعا کرنا اور بھانجے' بھتیجوں کو عیدی دینا۔

۴:۔ اس کے گھر جا کر عید وش کروں گی کیونکہ سہیلیاں اکثر بلاتی ہیں' میں بہت کم جاتی ہوں۔

۵:۔ راشد منہاس شہید کی قبر اور یہ میری اب تک کی گزاری گئی عیدوں میں سے سب سے اچھی عید ہوگی۔

عروسہ شہوار

ا:۔ عید کے حوالے سے میری آنچل سے یہی فرمائش ہے کہ ایک بڑا فنکشن منعقد کرایا جائے جس میں ملک بھر سے تمام آنچل دوست احباب' بہنیں اپنی اپنی پسندیدہ ذائقہ و خوش بو سے بھرپور ڈش بنا کر لائیں یوں ون ڈش پارٹی کا اہتمام خوب لطف دے گا۔ سچ بہت بہت مزہ آئے گا اور خوشی ہوگی۔ تمام اسٹاف و فرینڈز سے ملاقات کر کے۔

۲:۔ کوئی شک نہیں ایسا سو فیصد ہو سکتا ہے کیونکہ ماشاءاللہ سے آنچل کا تمام پیارا اسٹاف اتنا ایکٹیو ہے کہ اللہ نظر بد سے بچائے آمین۔ پوری توقع ہے کہ مل جائے گا اور ایسا ہو گیا تو اسی دن اپنے پسندیدہ سلسلہ وار ناول' ناولٹ پڑھ کر اس کو پیارے سے گلاب کے پھولوں والا کور چڑھا کر اچھے سے سنبھال کر رکھ دیں گے اور گھر میں پہلے میں دیکھوں گی اور عید کی مصروفیات سے فراغت پاتے ہی تفصیلی جائزہ لیں گے اور مزے لے لے کر پڑھیں گے دوسروں کو منہ چڑا چڑا کر۔ (ہاہاہاہاہاہا)

۳:۔ عید کے دن کی خاص عادت و روایت جو ہمیں پسند ہے وہ ہے روایتی انداز کا ناشتا جو ہماری دادی اماں کی جانب سے تمام اولاد' پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں سرشاری سے ناشتا کرتے ہیں۔ سرورو ممنون اگرچہ امی' تائی امی اور چچی جان بھی دادی جانو کا ہاتھ بٹاتی ہیں پھر بھی ذائقہ کی ساری تعریف دادو کو جاتی ہے ان لمحات میں ہر ایک کے چہرے سے پھوٹتی خوشی و طمانیت قابل دید ہوتی ہے اور ایسی طمانیت پھر شاید ہی ملتی ہو۔

ناپسند عادت کی بات کی جائے تو وہ یہ کہ تمام دن مہمانوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے ایسے میں گھر کو صاف رکھنے کی خاطر میرے ہاتھ میں جھاڑو پونچھا ہوتا ہے اور ہم ہوتے ہیں جناب جان رینبو بس گندگی برداشت نہیں ہے اور امی میری اس عادت سے نالاں رہتی ہیں اور میری یہ عادت عید سے خاصی وابستہ ہے۔

۴:۔ اف' کیا پوچھ لیا بھئی کس کو خوش کرنا ہے اب ایسا تو کوئی خاص...... ہے نہیں۔ ہاں' دوستوں' کزنز ہم ان کی فرمائشی ڈش یا جو وہ کہیں وہ کھلا کر خوش کریں گے اور اگر زیادہ ہی خوش کرنا مقصود ہوگا تو عیدی دے کر حاتم طائی کی قبر پر لات رسید کرنے کی کوشش کریں گے اور کوئی اگر پیاری ہستی جس کی خوشی ہم سے منسوب ہے تو اس کو اس کے پسندیدہ گفٹ کا ڈریس' چوڑیاں' بندے پہن کر دکھا دیں گے خود ہی ہر طرف بہاراں ہی بہاراں ہو جائیں گی۔

۵:۔ عید کا دن تو یقیناً میں اپنے گھر والوں کے ساتھ گزارنا چاہوں گی ایسے میں کزنز آجائیں تو خوشی دوبالا ہو جاتی ہے اور موقع ملنے کی بات ہے اگر ملے تو جاناں جانِ جاناں تصویر و تصور کے ساتھ گلاب لمحے خوشبو لمحے عید لمحے سارے لمحات گزار دوں۔ زندگی میں انسان کتنی خواہشوں کی تکمیل چاہتا ہے۔

عائشہ پرویز...... کراچی

ا:۔ عید کے حوالے سے فرمائش آنچل سے کرنا چاہوں تو سوچنا پڑے گا کیونکہ آنچل ایسا ڈائجسٹ ہے جو ہر وقت میں ہر لحاظ سے ہر معیار پر پورا اترتا ہے۔

۲:۔ اگر آنچل عید سے ایک دن پہلے ملے تو میں فوراً چھپا دوں گی عید میں آرام سے پڑھنا پسند کروں گی کیونکہ عید کا دن بہت بور گزرتا ہے۔

۳:۔ عید کے دن میری یہ عادت پسند ہے کہ ہر آنے والے مہمانوں کا خاص خیال رکھتی ہوں اور ناپسند عادت یہ ہے کہ عید میں تیار نہیں ہوتی ہوں۔

۴:۔ عید کے روز میں گلے مل کر ہر کسی کو خوش کر سکتی ہوں۔

۵:۔عید میں اپنی فیملی کے ساتھ گزارتی ہوں اور عید اپنے ایک دوست کے ساتھ گزارنا چاہوں گی جو سرحد پار رہتا ہے اور مجھے بے حد چاہتا ہے۔

ایمن وفا...... جھڈو

ا:۔ویسے تو آنچل میری ہر فرمائش بنا کہے ہی پوری کردیتا ہے لیکن ایک خواہش یا فرمائش کچھ بھی کہہ لیں۔ آئی لو یو آنچل' آنچل میری جان میری تم سے ریکوسٹ ہے کہ پلیز پلیز انٹرویوز کا سلسلہ شامل کرو مجھے انٹرویوز پڑھنا بہت پسند ہے۔

۲:۔آہ یار دل خوش کردیا۔ دو دو خوشیاں ایک ساتھ مل جائیں گی مزہ دوبالا ہوجائے گا کاش ایسا ہو تو ریئلی بہت خوشی ہوگی۔ آنچل میرا بہت اچھا دوست ہے۔

۳:۔عید کے دن مجھے ڈھیروں کام ہوتے ہیں۔ ممانی کے غصے کو نظر انداز کرکے بھی خوب تیاری کرتی ہوں ہر چیز میچنگ تیار ہونا بہت پسند ہے۔ ناپسند کہہ لیں یا کچھ بھی عید کے دن ممی بابا کو بہت مس کرتی ہوں کہ کاش وہ بھی ہوتے تو عید عید ہوتی انہیں یاد کرکے بہت روتی ہوں پھر سوچتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہے کہ خوشی کے دن روتی ہوں۔

۴:۔یہ تو اس بندے پر یا اس رشتے پر منحصر ہے کہ میں اسے خوش کرنے کے لیے کیا کروں ویسے میں کچھ بھی کرلوں چاہے عید والے دن یا عام دن کوئی خوش ہی نہیں ہوتا۔ ویسے کوئی مجھ سے ناراض ہوتا ہے تو بہت الجھن ہوتی ہے۔

۵:۔اگر ممی بابا' بہن بھائی ہوتے تو یقیناً ان کے ساتھ ہی گزار کر خوش ہوتی ان کے بعد تو اگر آنچل کی ٹیم اور تمام دوستیں جو آنچل سے وابستہ ہیں ہوں تو ان سب کے ساتھ عید منانا چاہوں گی اور مجھے بہت خوشی بھی ہوگی۔

صبا...... ٹنڈو الہیار

ا:۔عید کے حوالے سے میری فرمائش یہ ہے کہ آنچل میں ایسا نیا سلسلہ شروع کریں کہ آنچل دوگنا ہوجائے۔ (ہاہاہا)

۲:۔اگر آنچل عید سے ایک دن پہلے ملے تو بلے بلے ہوجائے گا واہ ایک عید کی خوشی دوجی آنچل۔ میں تو عید کو بھول کر آنچل اوڑھ کر سو جاؤں گی مطلب آنچل میری جان۔

۳:۔پسند تو یہ عادت ہے کہ صبح نماز قرآن پاک سے شروع کرتی ہوں اور ناپسند مجھے عید کے دن گھر گندہ بالکل پسند نہیں۔

۴:۔کیسے خوش کروں گی بہت سے طریقے سے اسے ہنسا کر' اسے منا کر اسے وش کرکے' یا چھپی دے کر۔

۵:۔ایک فرینڈ ہے اس کے ساتھ تو ہمیشہ ہی رہنا پسند کروں گی میری جان ہے وہ راز ہے سوری بتا نہیں سکتی۔

طیبہ سعدیہ عطاریہ...... سیالکوٹ

ا:۔بس یہی کہ ڈش مقابلہ میں اچھی اچھی ڈشز بتائی جائیں اور بیوٹی ٹپس میں مزے مزے کے ہیئر اسٹائل بتائے جائیں بس۔ آنچل ہر معیار پر پورا اترتا ہے۔

۲:۔آنچل اگر عید سے ایک دن پہلے ملے تو میں بہت خوش ہوں گی اور اس میں موجود بیوٹی ٹپس اور ڈشز پر عمل کرنے کی کوشش کروں گی۔

۳:۔میرے ذہن میں ایسی کوئی عادت نہیں ہے جو پسند ہو یا ناپسند کبھی غور ہی نہیں کیا۔ لیکن میری یہ ضرور کوشش ہوتی ہے کہ میں کسی کو ہرٹ ہرگز نہ کروں۔ جتنا ہوسکے اتنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کروں اور ان شاء اللہ عزوجل کامیاب بھی ہوں گی۔

۴:۔اگر عید کے دن کسی کو خوش کرنا ہو تو یقیناً اس کی خواہشات کو مدنظر رکھ کر اس پر عمل کرکے اسے خوش کروں گی۔

۵:۔اگر مجھے یہ کہا جائے کہ عید کا دن کسی کے ساتھ گزاریں تو میں آنچل ریڈرز آنچل اسٹاف اور پیاری مصنفین کے ساتھ گزارنا پسند کروں گی۔ کیونکہ مجھے بہت خوشی ہوگی۔ آخر میں آنچل کے لیے ڈھیروں نیک دعائیں اور ایڈوانس میں تمام آنچل اسٹاف اور آنچل کی قاری بہنوں کو بہت بہت میٹھی عید مبارک۔

اقرأ مہرین وشال...... عبدالحکیم

ا:۔ویسے تو آنچل کا ہر شمارہ لاجواب ہوتا ہے مگر عید کے حوالے سے میری آنچل سے فرمائش ہے کہ آنچل کا عید نمبر فرسٹ پیج سے لے کر لاسٹ پیج تک زبردست ہو کہ ہم مدتوں عید نمبر کو یاد کرتے رہیں اور مجھے یقین ہے کہ آنچل میری یہ خواہش ضرور پوری کرے گا۔

۲:۔سو سمپل دن میں عید کی ساری تیاری کرکے رات کو ہاتھوں پر مہندی لگا کر ساری چاندرات کے ساتھ رت جگا مناؤں گی اور چاندرات کا مزہ دوبلا کروں گی۔

۳:۔بھئی مجھے تو بس عید کے حوالے سے اپنی ایک ہی عادت پسند ہے کہ عید پر زبردست سی ڈریسنگ کرکے نینوں میں کاجل ڈال کر لبوں پر لائٹ سی لب اسٹک لگا کر بالوں کو ہلکے سے ہاتھوں سے کیچر میں مقید کرکے اپنی ڈھیر ساری فرینڈز اور کزنز کو زبردست سی مسکراہٹ کے ساتھ ریسیو کرنا اور ان کی جی بھر کر خاطر مدارت کرنا اور جی بھر کر ہنسنا۔

۴:۔سرخ ادھ کھلے گلاب کا پیارا سا بوکے لے کر لبوں پر پیاری سی مسکراہٹ سجا کر خوشی سے کھنکھتے ہوئے لہجے میں کہتے ہوئے گلے لگ جاؤں گی۔

۵:۔واہ زبردست کتنا مزے کا سوال ہے میں تو بھئی آنچل کی تمام ریڈرز اور رائٹرز کے ساتھ عید کا خوشیوں بھرا دن گزارنا چاہوں گی اور یقین جانیں اگر ایسا ہوا تو میری زندگی کا یہ ایک بھرپور اور یادگار دن ہوگا۔ آخر میں آنچل کی تمام ریڈرز اور رائٹرز کو میری طرف سے عید مبارک۔

شاہ زندگی...... پنڈی

ا:۔عید کے حوالے سے میں آنچل سے فرمائش یہ کروں گی کہ پلیز میری دوست کی ماں کہانی آنچل میں شائع ہوجائے۔

۲:۔خوشی سے پاگل ہوجاؤں گی۔

۳:۔سب کو صبح اٹھ کر عید مبارک کہنا' بری عادت آنچل میں نہیں بھیجوں گی۔

۴:۔آنچل دے کر یا اسے اس کی پسند کی خوش خبری سنا کر۔

۵:۔کوئی زندگی میں ابھی آیا تو نہیں جس کے ساتھ گزاروں لیکن آنچل ہو اور میرے خواب' میرے خواب۔

نیش نسیم شاہ...... خانپور

ا:۔اگر آنچل میری فرمائش پوری کرے تو میں بس یہی کہوں گی کہ مجھے اگست اور ستمبر کا آنچل ایک ساتھ ملے کیونکہ مجھے آنچل آنے کا انتظار بہت طویل لگتا ہے۔

۲:۔اگر ایسا ہوجائے تو کتنا اچھا ہو وہ تو پھر عید کے چاند کے برابر لگے گا اور پھر آنچل میں جتنی بھی ڈشز ہوں گی میں عید پر وہ سب بناؤں گی۔

۳:۔ایک عادت تو ہے اب پتا نہیں مجھے پسند ہے یا نہیں لیکن اس کو میں عادت ہی کہوں گی میں عید کے دن اپنے ابو کو یاد کرکے بہت روتی ہوں پتا نہیں کیوں وہ مجھے عید کے دن بہت یاد آتے ہیں۔

۴:۔اگر مجھے اپنی دوستوں کو خوش کرنا ہو تو میں انہیں آنچل گفٹ کروں گی اس سے بڑی خوشی ان لوگوں کے لیے اور کیا ہوگی۔

۵:۔میں عید کا دن صرف اور صرف اپنے شوہر ثاقب شاہ کے ساتھ گزارنا پسند کروں گی۔

اہلیہ ڈاکٹر عنایت الرحمان...... کھلابٹ کالونی

ا:۔عید کے حوالے سے فرمائش جو آنچل سے کرنا چاہوں' تو سوچنا پڑے گا کیونکہ اگست اور عید ساتھ آرہے ہیں۔ اپنا یہ آنچل ہر تقریب اور ہر تہوار کو مدنظر رکھتے ہوئے ترتیب پاتا ہے۔

۲:۔اگر آنچل عید سے ایک دن پہلے ملے تو میں خوش بھی ہوں گی اور خفا بھی کہ یا اللہ! اب میں میں کیا کیا کروں عید کی تیاری یا پھر آنچل کو پڑھوں۔

۳:۔عید کے دن میری عادت ہے کہ میں مہمانوں کا استقبال خندہ پیشانی سے کرتی ہوں کہ اس بڑے دن مجھ سے کوئی ناراض نہ ہوجائے اور کوشش کرتی ہوں کہ مہمان کچھ نہ کچھ کھا کر جائے۔

۴:۔اگر عید کے روز کسی کو خوش کرنا ہو تو میں تحفے کے طور پر آنچل عید نمبر پیش کروں گی کیونکہ آنچل سے عمدہ تحفہ کوئی بھی نہیں ہے۔

۵:۔عید کا دن میں اپنی فیملی کے ساتھ گزارنا پسند کروں گی کیونکہ خوشی کے موقع پر اپنی فیملی کے ساتھ ہی انسان اچھا لگتا ہے۔

فرزانہ...... قصور

ا:۔عید کے حوالے سے میں آنچل سے فرمائش کروں گی کہ عید کے آنچل کے ڈھیر سارے صفحات ہوں جو دو دن تک ختم نہ ہوں۔

۲:۔آنچل اگر مجھے عید سے ایک دن پہلے مل جائے تو وہ میں امی کو دے دوں گی کہ مجھے صبح عید کے روز دیں کیونکہ عید سے ایک دن پہلے بہت سے کام ہوتے ہیں۔ عید کے دن آنچل کے ساتھ خوب انجوائے کروں گی۔

۳:۔عید کے روز مجھے اپنی ایک عادت سخت ناپسند ہے کہ میں جتنی بھی جلدی کرلوں پھر بھی لیٹ ہوجاتی ہوں سبھی تیار ہو کر نماز کے لیے مجھے آوازیں دیتے ہیں۔

۴:۔اگر میں عید کے دن کسی کو خوش کرنا چاہوں تو اس کی پسند کی کوئی ڈش بنا کر بڑے پیار سے پیش کروں گی اگر خوش ہوگیا تو ویل نہیں تو نا سہی۔

۵:۔میں عید کا دن اپنی دوستوں اور بھانجی ناصرہ کے ساتھ گزار کر بہت خوش ہوں گی۔

ساریہ چوہدری...... ڈوگہ، گجرات

ا:۔آنچل سے فرمائش اور وہ بھی عید کے حوالے سے تو آپ سے ریکویسٹ ہے پھر نازی آپی کا انٹرویو کرلیں تو عید کا بھی مزہ آجائے گا ہم سمجھیں گے اس عید پر وہ بھی ہمارے ساتھ ہیں۔

۲:۔آنچل عید سے ایک دن پہلے ملے تو میں عید کا سارا دن آنچل پڑھ کر ہی گزار دوں گی۔

۳:۔عید کے دن مجھے "چنا چاٹ" بنانا بہت پسند ہے (صرف بنانا) اور دوسرا ٹی وی دیکھنا میرا دل چاہتا ہے ٹی وی لگا رہے اور میں سامنے بیٹھی رہوں کوئی آواز نہ دے نہ کوئی مجھے اٹھائے۔

۴:۔تو میں آنچل کے ذریعے اسے عید وش کروں گی اور عید کے دن آنچل گفٹ کروں گی یقیناً اپنا پیغام پڑھ کر وہ بہت خوش ہوگی۔

۵:۔آہ' کیسا سوال کیا آپ نے اگر ایسا حقیقت میں ممکن ہوتا تو کیا بات تھی مگر ہائے رے قسمت اگر ایسا ممکن ہوتا تو میں عید کا دن "ڈینیل ویٹوری" کے ساتھ مناتی جو کہ نیوزی لینڈ کرکٹ ٹیم کے کپتان تھے۔ میرے موسٹ فیوریٹ ہیں' وہ عید تو نہیں مناتے ہوں گے کیونکہ عید ہمارا تہوار ہے مگر پھر بھی میں عید کا دن ان کے پاس ضرور جاتی اور سارا دن اس سے باتیں کرنے اور ان کا انٹرویو لیتے گزار کر عید کا مزہ دوبالا کرلیتی۔

تاخیر سے موصول ہونے والے خط:۔

پروین افضل شاہین، بہاولنگر۔ لاڈو ملک' اریبہ شاہ، دیپالپور۔ عشرت سید محمد رمضان، حیدرآباد سندھ۔ فرح طاہر قریشی، ملتان۔ طیبہ نذیر، شاہیوال۔

تم میری عید پیا

نازیہ کنول نازی

> یہ عجیب ہے محبت کہ زمانہ جانتا ہے
> نا میں اس کی مانتی ہوں، نا وہ میری مانتا ہے
> کوئی اس سے جا کے پوچھے اسے کیا ملا بچھڑ کے
> میں بھی خاک چھانتی ہوں، وہ بھی خاک چھانتا ہے

وہ مجھے اس وقت ملا تھا جب
پہاڑوں پر برف پگھل رہی تھی
چیری کے درختوں پر اولین شگوفے پھوٹ رہے تھے
نوخیز خوشبو سے سارا باغ معطر تھا
بلبل نے بس ابھی چہکنا شروع کیا تھا
اپنے بازوؤں میں لیے وہ مجھے
پھولوں بھری وادی میں گھومتا رہا
ہم تتلیاں اور جگنو پکڑتے رہے
بارش اک پیاری دوست کی طرح ہمارا ہاتھ بٹاتی رہی
جس دن درخت سے پہلا پتا گرا
میں اسے اٹھانے کے لیے جھکی
پلٹ کر دیکھا تو وہ جا چکا تھا
اب میں ٹوٹے ہوئے پتوں میں اپنے آنسو جمع کررہی ہوں
مجھے جان لینا چاہیے تھا کہ میرا اور اس کا ساتھ
بس موسم بہار تک ہی ہے

"تم انتہائی گھٹیا اور ذلیل شخص ہو حماد!" وہ ڈرائیو کررہا تھا جب اس کے موبائل اسکرین پر آشنا نمبر سے یہ ایس ایم ایس شو ہوا' جواب میں وہ تپ اٹھا۔

"کیوں بھونک رہی ہو' کیا کیا ہے میں نے؟" ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ سنبھالے اس نے فوراً سے پیش تر جواب ٹائپ کیا تھا' دوسری طرف سارہ اذہان کی بصارتوں کو جیسے یقین ہی نہیں آیا' وہ شخص اتنی گھٹیا ٹائپنگ کرسکتا ہے' اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا۔

"کیا کیا ہے؟ تماشا بنادیا ہے تم نے مجھے اپنے دوستوں میں' کیوں......؟ کیا بُرا کیا تھا میں نے تمہارا صرف ایک اعتبار ہی تو کیا تھا ناں تم پر' اس کی اتنی بڑا سزا کیوں؟"

"بکواس بند کرو' جس دوست نے بے غیرتی کی ہے' اس کی بہن اس وقت بھی میرے ساتھ ہے' میں لاہور میں ہی ہوں۔"

"جسٹ شٹ اپ!" ایک پل میں بھر آئی آنکھوں کے ساتھ اس نے ٹائپ کیا تھا' تبھی اس کا جواب آ گیا۔

"اپنی اوقات میں رہ کر بات کرو' میرا دماغ خراب مت کرو۔"

"اپنی اوقات میں ہی رہتی ہوں میں لیکن کاش! تم بھی اپنی اوقات میں رہو۔" کپکپاتی انگلیوں سے ٹائپ کرتے ہوئے اس نے بائیں ہاتھ سے گال رگڑا تھا۔

"مجھے تمہاری اوقات کا پتا ہے اور تمہیں میری' ٹھیک ہے اب دوبارہ میسج مت کرنا۔" اگلے پل پھر اس کے الفاظ اس کی سماعتوں پر پہاڑ گرا رہے تھے۔ وہ رو پڑی۔

"تم نے میرا دل دکھایا ہے حماد! ایک بے لوث' بے غرض لڑکی کا اور جو کسی بے لوث بے غرض کا دل دکھاتا ہے

اسے خدا کی طرف سے سزا ضرور ملتی ہے' وہ بھی کبھی نہ بھولنے والی' تمہیں بھی سزا ملے گی کیونکہ تمہارا معاملہ بھی میں اپنے خدا کے سپرد کررہی ہوں۔ بے شک وہی بہتر جاننے اور انصاف کرنے والا ہے۔"

"میں کیسا ہوں' خدا جانتا ہے۔ اب دوبارہ میسج کیا تو اپنی بے عزتی کرواؤ گی۔" انتہائی فاسٹ ڈرائیو کے باوجود وہ برابر جواب ٹائپ کررہا تھا' سارہ کا دل کٹ کررہ گیا۔

"خدا تمہیں برباد کرے' اس سے بڑھ کر تمہارے لیے اور کوئی بددعا نہیں ہوسکتی۔"

"اور تم اپنی نیت سے ہی برباد ہو' اتنی اچھی نہیں ہو تم' تمہیں پتا ہے۔"

یہ وہ شخص تھا جسے اس نے اپنے لیے بچوں کی طرح بلک بلک کر روتے دیکھا تھا۔ مگر آج وہی شخص کھل کر اس کے سامنے آرہا تھا' سارہ سرد وجود کے ساتھ سن سی بیٹھی رہی' اسے جیسے یقین ہی نہیں آرہا تھا۔

بے ساختہ اسے چار ماہ قبل اپنی ماں کے کہے ہوئے الفاظ یاد آئے تھے۔

"خوب صورت لڑکا ہے' بھرپور مرد بھی ہے۔ مگر وہ تیرے معیار کا نہیں ہے سارہ! اس کی دنیا اور ہے' اس کی دنیا میں تیرے جیسی سادہ اور حساس لڑکی کی کوئی گنجائش نہیں' اسی لیے میری بات مان اسے چھوڑ دے۔"

اور وہ جو اپنی ماں کی رائے پر ساکت رہ گئی تھی' کس قدر ہمت کے ساتھ اپنے نفس کے بے قابو گھوڑے کو نکیل ڈالتے ہوئے اس نے اپنی ماں کے حکم پر سر جھکا دیا تھا۔ وہ شخص جو اس کا خواب' اس کی خوشی تھا۔ اس شخص کو اس نے چپ چاپ چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا مگر وہ اسے اپنی دعاؤں اور محبت کے حصار سے باہر نہیں نکال سکی تھی شاید اس شخص نے اس کی نگاہ میں اپنا مقام ہی ایسا بنا رکھا تھا کہ وہ نظر سے بہت کچھ دیکھنے کے باوجود اس شخص سے نفرت نہیں کرپائی تھی۔

یہ ماؤں کے دلوں کے سگنل آخر اتنے درست کیسے مل جاتے ہیں؟

دل میں اٹھتے رنج و غم کے طوفان کو دباتے ہوئے اب وہ لکھ رہی تھی۔

"میں نے آج تک تمہارا بُرا نہیں چاہا' اپنی کسی دوست کو تمہارے بارے میں نہیں بتایا' تمہاری ساری حرکتیں جانتے ہوئے کبھی تم سے نفرت نہیں کی لیکن تم نے...... تم نے کیا صلہ دیا؟ اپنے باپ کی قسم کھا کر بھی اپنے دوستوں میں کھیل بنادیا تم نے مجھے' کیوں؟ میں نے تمہیں دوسرے لڑکوں سے مختلف سمجھا تھا۔" اس کے لفظوں میں آگ کی لپٹیں تھیں' تبھی دوسری طرف سے جواب آیا تھا۔

"میں نے تمہارے ساتھ کچھ بُرا نہیں کیا' میرا خدا جانتا ہے۔"

"جسٹ شٹ اپ! میں اپنی ماں سے پیار کرتی ہوں' میں نے کبھی ان کی جھوٹی قسم نہیں کھائی' تمہارا کیسا پیار ہے اپنے باپ کے ساتھ کہ جن کی قسم کھانے کے باوجود تم نے میرا اعتبار توڑ دیا۔ کیا نقصان کیا تھا میں نے تمہارا؟ کیا عیش کیا تھا تمہارے ساتھ جو تم نے مجھ میں اور باقی عیش کرنے والی لڑکیوں میں کوئی فرق نہیں رکھا' مجھے آج تم سے نفرت محسوس ہورہی ہے حماد! بے حد نفرت...... اس محبت سے بھی زیادہ نفرت جو میں نے تم جیسے انسان کے ساتھ کی تھی' آج مر گئے ہو تم میرے لیے' حماد نام سے ہی نفرت ہوگئی ہے مجھے۔"

بند دماغ کے ساتھ جانے وہ کیا کیا ٹائپ کرتی گئی تھی' دوسری طرف یکلخت خاموشی چھا گئی' صد شکر کہ اس وقت اس کے پاس کوئی نہیں تھا ورنہ شاید وہ اپنے آنسوؤں کی وضاحت کبھی نہ کرسکتی۔

❁......✦✦......❁

حماد ایک روایتی جاگیردار تھا' جس کے والد کی وفات اس کے بچپن میں ہی ہوگئی تھی' بہت چھوٹی عمر میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے سبب وہ بھی بھٹک کر انہی رستوں پر چل نکلا تھا جو سوائے بربادی اور تباہی کے اور کہیں لے کر نہیں جاتے۔

اپنے گھر والوں پر اس کا کنٹرول تھا' باپ کے بعد بڑا ہوکر اس نے گھر کی کفالت سنبھال لی تھی تاہم اپنے نفس پر اسے کنٹرول نہیں تھا۔ روایتی جاگیرداروں کی طرح اگر اس کی بہن بنا دوپٹے کے گیٹ تک چلی جاتی تو اس کا خون رگوں میں ابلنے لگتا مگر نفس کی غلام اپنی جیسی دوسری پرائی لڑکیوں کو وہ صبح و شام یوں مسل کر پھینکتا تھا جیسے وہ گوشت پوشت کے وجود نہ ہوں کوئی بے جان کھلونے ہوں۔

سارہ اذہان کو نہ اس کی اصلیت کا پتا تھا' نا حسب نسب کا۔ وہ اپنی ہی دنیا میں رہنے والی ایک سادہ سی خاموش لڑکی تھی۔ جس کے خواب اس کے جینے کا حاصل تھے۔ ایم اے کرنے کے بعد اس نے تدریس کا شعبہ اپنالیا تھا اور یہیں ایک نئی کہانی شروع ہوئی تھی' اس کی اسٹوڈنٹس اس پر جان لٹاتی تھیں' انہی جاں نثار طالبات میں سے ایک لڑکی عائشہ تھی' جس کا بھائی حماد نامی اس شخص کا دوست تھا۔

اسی کے ذریعے صبح و شام سارہ اذہان کی تعریف سن سن کر اس نے اس کا رابطہ نمبر حاصل کیا تھا حالاں کہ اس کی اپنی چھوٹی بہن بھی سارہ کی طالبہ تھی اور وہ بھی گھر میں اس کا ذکر کرتی تھی مگر وہ اپنی بہن سے فرینک نہیں تھا۔

قدرت نے اسے اچھی شکل و صورت سے نوازا تھا پھر پیسے کی کوئی کمی نہیں تھی' ننھیال کی طرف سے اس کا خاندان سیاست میں بھی ملوث تھا' لہٰذا منہ زور گھوڑے کی طرح وہ زمانے کو پاؤں تلے روندتا آگے ہی آگے بڑھتا جاتا۔

شراب' شباب' سیاحت اور شکار اس کے بہترین مشاغل تھے۔ وہ دوستوں کا دوست اور دشمنوں کا دشمن تھا۔ پیسے کے بے دریغ ناجائز استعمال نے اس کے گرد خوشامدی اور مفاد پرست دوستوں کا جمگھٹا لگا دیا تھا اور یہی چیز اسے خوشی دیتی تھی۔ عورت کا اس کے نزدیک یہی مقام تھا کہ جیسے بھی ہوسکے پکڑو' مسلو اور پھینک دو۔

یہی وجہ تھی کہ اس کی زندگی میں لڑکیوں کی بھی کوئی کمی نہیں تھی' خوب صورت سے خوب صورت' طرح دار سے طرح دار لڑکی کو وہ چیلنج سمجھ کر قبول کرتا تھا اور بالآخر اپنا مقصد حاصل کرکے رہتا تھا۔ کالج کی لڑکیاں اس کے حسن اور دولت کی دیوانی تھیں اور وہ اس دیوانگی سے پورا پورا فائدہ اٹھاتا تھا۔ سارہ اذہان کی طرف اس کی پیش قدمی بھی شاید اسی نیت کے تحت تھی تاہم وہ نہ اس کے حسن کی دیوانی تھی' نہ دولت کی۔ اس کے اپنے ہی خواب اور ترجیحات تھیں' جن میں نہ کسی لالچ کا کوئی گزر تھا نہ

خواہش کا۔ وہ وقت اور حالات کی ڈسی ہوئی تھی‘ زندگی نے اس کے دل پر اتنے گھاؤ لگائے تھے کہ اسے جینے سے ہی نفرت ہوگئی تھی مگر پھر بھی وہ جی رہی تھی۔

حماد نامی اس شخص سے اس کا رابطہ چند ماہ قبل ہوا تھا۔ رات کا وقت تھا اور وہ اپنی ماں کے ساتھ گہری نیند سو رہی تھی جب اس شخص نے اسے مسلسل کال کرکے جگا دیا۔

”کون؟“ اسے گہری نیند سے بیدار ہونے کا غصہ تھا مگر پھر بھی وہ تحمل سے بولی تھی تاہم دوسری طرف خاموشی رہی‘ وہ ابھی کال کاٹ رہی تھی جب وہ بول اٹھا۔

”کاشف!“

”کون کاشف؟ میں کسی کاشف کو نہیں جانتی؟“

”نہیں جانتیں تو جان جائیں گی‘ میں تو آپ کو جانتا ہوں ناں۔“ اس کی آواز پُراثر نہیں تھی‘ وہ تپ گئی۔

”دیکھیے میں ابھی نیند میں ہوں‘ ابھی بات نہیں کرسکتی‘ پلیز دوبارہ ڈسٹرب مت کیجیے گا۔“

”جی ٹھیک ہے۔“

اس نے اس کی بات مان لی تھی‘ تاہم آگے آنے والے دنوں میں اس شخص نے اسے روزانہ ڈھیروں ایس ایم ایس اور ایم ایم ایس بھیجنے کا سلسلہ شروع کردیا تھا۔ ایم ایم ایس میں اسے صرف اپنی تصویریں بھیجنے کا شوق تھا۔

ایک ہی شہر میں رہنے کے باوجود سارہ اس سے قطعی انجان تھی مگر وہ اس سے انجان نہیں تھا اس کی شخصیت سے لے کر اس کے حالات زندگی تک سب اس کے علم میں تھے۔ عشق و عاشقی کے میدان کا وہ پکا کھلاڑی تھا۔

سارہ اذہان کے لیے اس کے ایس ایم ایس بھی غیر اہم تھے اور ایم ایم ایس بھی مگر وہ زیادہ دیر تک اسے نظر انداز نہیں کرسکی تھی۔

اس روز وہ عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر بستر پر آئی تھی جب اسے اس کے نمبر سے ایک چونکا دینے والا ایس ایم ایس پڑھنے کو ملا۔ اس میسج میں حماد نامی اس شخص کی موت کی اطلاع کے ساتھ اس کی نماز جنازہ اور تدفین کے بارے میں اطلاع دی گئی تھی۔ سارہ جانتی تھی وہ میسج حقیقت نہیں ہے اور یہ بھی کہ وہ ایسے میسج پہلے بھی پڑھ چکی ہے مگر پھر بھی وہ شاکڈ رہ گئی تھی۔ فطرتاً وہ حساس اور نرم دل لڑکی تھی‘ تبھی پہلی بار اس نے اسے رسپانس دیا تھا۔

”جسٹ شٹ اپ!“

اور دوسری طرف اس شخص نے اس کے جواب پر بے تحاشا خوش ہوتے ہوئے فوری میسج کیا تھا۔

”شکریہ! آپ بہت اچھی ہیں قسم سے۔“ وہ سر جھٹک کر رہ گئی مگر اس روز کے بعد وہ شخص اس کے حافظے میں فٹ ہوکر رہ گیا تھا۔ ایک مختصر سی کال کے بعد اس شخص نے اس سے اپنے میسج کے لیے معذرت بھی کی تھی‘ سارہ نے اسے معاف کردیا۔ اگلے روز پھر اس کا میسج آیا تھا۔

”میں اس وقت ایک کیس کے سلسلے میں عدالت میں ہوں‘ پلیز میرے لیے دعا کیجیے گا۔“ سارہ کو وہ شخص زندگی سے بے زار اور مشکلات میں گھرا ہوا محسوس ہوا تھا۔ تبھی اس نے لکھ دیا۔

”اللہ رحم کرنے والا ہے‘ میری کسی مدد کی ضرورت ہو تو بتائیے گا۔“

وہ ایل ایل بی کرچکی تھی‘ قانون کے داؤ پیچ کو باریکی سے سمجھتی تھی تبھی اس کی مدد کے خیال سے اس نے اسے آفر کی تھی جواباً وہ بے حد خوش ہوا تھا۔ اگلے دو روز کے بعد وہ اس سے دوستی کے لیے التجا کررہا تھا مگر سارہ بنا اسے جانے اس سے بات بھی کرنے کی خواہاں نہیں تھی تبھی اس نے فوری اسے سچ بتانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

سارہ کو اس کی سچائی اچھی لگی تھی پھر اپنی اسٹوڈنٹ کے بھائی کا حوالہ بھی قدرے معتبر تھا یہی وجہ تھی کہ اس نے اس سے بات کرنے کی ہامی بھر لی تھی۔ وہ شخص اس کے مان جانے پر خوش تھا‘ بے پناہ خوش۔ بالکل کسی چھوٹے سے بچے کی مانند اس کی خوشی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

سارہ اب اس کی تصویروں کو نظر انداز نہیں کررہی تھی‘ وہ شخص اپنی زندہ دل شخصیت کے سبب اسے دل میں اترتا محسوس ہوتا تھا۔ بات بے بات اس کی نہ رکنے والی ہنسی‘ شرارتیں اور پھر چھوٹی سی بات پر غصہ ہوجانا‘ سب بے حد

دلچسپ اور انوکھا تھا۔

سارہ کی ہر بات اس کے لیے حکم کا درجہ رکھتی تھی‘ اس سے بات کرتے ہوئے اس کا اپنا ملازمین کے ساتھ رویہ بھی بہت اچھا رہتا تھا۔ وہ دھیرے دھیرے اس کی شاندار اور دلچسپ شخصیت کی گرویدہ ہوتی گئی۔

سردیوں کے دن تھے اور وہ سونے کی تیاری کررہی تھی جب اس روز معمول کے مطابق اس کی کال آگئی۔ روز اس وقت وہ سڑکوں پر بے مقصد گاڑی گھماتے ہوئے اس سے بات کرتا رہتا تھا‘ کپاس کا سیزن تھا اور چنائی شروع ہوگئی تھی۔

”کیسی ہیں آپ؟“

سارہ کے کال پک کرنے پر اس نے پوچھا تھا۔ اس وقت اس کے لہجے میں پہلے سے زیادہ اپنائیت اور محبت تھی‘ وہ باتوں میں لگ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چپ ہوگیا تھا۔

”سارہ ایک بات کہوں‘ آپ ناراض تو نہیں ہوں گی؟“ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد بالآخر اس نے پوچھا تھا‘ وہ چونک اٹھی۔

”ناراض نہ ہونے والی ہوئی تو نہیں ہوں گی۔“

”نہیں...... پلیز آپ وعدہ کریں آپ ناراض نہیں ہوں گی۔“ اس کے لہجے میں بہت مٹھاس تھی‘ وہ مسکرا دی۔

”ٹھیک ہے نہیں ناراض ہوں گی‘ بتائیے۔“

”کہہ نہیں سکتا‘ میسج میں لکھ سکتا ہوں۔“ وہ خوش ہوا تھا‘ وہ پھر ہنس دی۔

”او کے!“ اسے اندازہ نہیں تھا وہ کیا لکھنے والا ہے مگر پھر بھی اس کا دل دھڑک اٹھا تھا۔ ایک منٹ کے بعد ہی میسج بیپ بج اٹھی۔

“I Love U Sooooo Much”

بہت شدت کے ساتھ اس نے لکھا تھا وہ حیران ہی تو رہ گئی‘ اتنے مختصر ٹائم میں اتنی جلدی محبت......؟

”کیا ہوا آپ چپ کیوں ہوگئیں؟“ اس نے اس کی خاموشی کو محسوس کیا تھا۔

”نہیں کچھ نہیں‘ شکریہ آپ کی بے لوث محبت کے لیے۔“

”کیا آپ مجھ سے محبت نہیں کرتیں؟“

”نہیں‘ مجھے محبت کرنی نہیں آتی۔“ بہت سنجیدگی کے ساتھ اس نے کہا تھا‘ دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔

”حماد!“ کچھ دیر کے بعد اس نے اسے پکارا تھا مگر وہاں ہنوز خاموشی چھائی رہی۔

”حماد! پلیز بات کرو۔“ وہ پریشان ہوئی تھی۔ تبھی اسے محسوس ہوا جیسے وہ رو رہا ہے۔

”حماد آپ رو رہے ہیں؟“ اب اس کے لہجے میں بے چینی اتر آئی تھی‘ جواب میں اس کے رونے میں شدت آگئی‘ وہ سچ مچ بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا تھا۔

”حماد کیا ہوا ہے‘ ایم سوری اگر آپ کو میری بات سے دکھ پہنچا۔“ تبھی کچھ دیر کے بعد وہ بولا تھا۔

”میں اس قابل ہی نہیں ہوں کہ آپ مجھ سے پیار کریں‘ بہت گندا انسان ہوں میں۔“

”نہیں‘ ایسے مت کہو پلیز۔“

سارہ کو اس کی دل آزاری سے تکلیف ہورہی تھی‘ بہت مشکل سے اس نے اسے چپ کروایا تھا‘ مگر یہ بات اس کے ذہن سے چپک کر رہ گئی تھی‘ بھلا کوئی مرد کسی عورت کے لیے یوں شدت سے کیسے رو سکتا ہے‘ بہت مشکل سے اس وقت اس نے اسے چپ کروایا تھا‘ آنے والے دنوں میں اس کا دل اس شخص کے لیے اور بھی گداز ہوتا گیا تھا‘ وہ دونوں ہر پل رابطے میں رہنے لگے‘ گھنٹوں باتیں کرتے رہتے‘ دونوں کی صبح ایک دوسرے کی یاد سے ہوتی تھی اور رات میں حماد اس کے ساتھ بات کرکے ڈرائیو کرتے ہوئے گھر پہنچتا اور پھر وہی اسے سلاتی۔

وہ اس سے اپنی چھوٹی سے چھوٹی بات شیئر کرتا تھا‘ خواہ وہ گھر کی ہوتی‘ زمینوں کی ہوتی دوستوں کی ہوتی یا پھر سیاست کی۔ وہ خود پسندی کا شکار تھا اور اس کی خود پسندی

سے اکثر وہ ہرٹ ہوکر رہ جاتی تھی' ان دنوں اس نے تمام دوستوں سے بھی کنارا کشی کی ہوئی تھی' سارہ کی کوشش سے اس کے دوستوں سے بھی اس کی صلح ہوگئی۔

روز بر روز وہ اس کی زندگی میں اہمیت اختیار کرتی جارہی تھی اور اب وہ اس سے شادی کی خواہش کا اظہار کرنے لگا تھا۔ ایک شخص جو آپ کی پسند کے عین مطابق ہو' اگر وہ محبت اور اہمیت کے ساتھ آپ کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کی خواہش کا اظہار کردے تو عورت کے لیے یہ بہت بڑی خوشی بن جاتی ہے' وہ بھی دنگ رہ گئی تھی۔

''حماد! کیا آپ کے گھر والے اس شادی کے لیے مان جائیں گے؟'' جانے کس خدشے کے تحت وہ پوچھ بیٹھی تھی' جب وہ بولا۔

''ہوں' میرے گھر والے مجھ پر انحصار کرتے ہیں' ان کو پتا ہے میرا کوئی فیصلہ کبھی غلط ہو ہی نہیں سکتا۔''

''فرض کرلیں اگر وہ نہ مانے تو؟''

''تو کیا میں آپ کے لیے سارے خاندان کو ٹھوکر مار سکتا ہوں' آپ ایک بار کہہ کر تو دیکھیں۔'' ہر بات میں وہ یہی کہتا تھا ''آپ ایک بار کہہ کر تو دیکھیں'' اور پھر واقعی جو وہ اسے آزمانے کے لیے کہہ دیتی تھی وہ اس پر عمل کرکے دکھاتا تھا' صرف اس کی وجہ سے وہ اپنے ملازمین پر سختی نہیں کرتا تھا' صرف اس کے لیے اس نے کبھی کبھار نماز پڑھنا بھی شروع کردی تھی گھر بھی جلدی آجاتا تھا' آئے روز گاڑی بھی اس کی پسند کی لیتا' ایک بار اسے ملک شیک پیتا تھا' سارہ نے شرارت سے کہہ دیا۔

''آپ چینی کی بجائے نمک ڈلوا کر پئیں تو مانوں۔''

اور جواب میں اس نے فوراً لڑکے کو بلوا کر چینی کی جگہ نمک ڈال لانے کا آرڈر جاری کردیا' وہ روکتی رہ گئی مگر اس نے نمک والا شیک ہی پیا۔ ایسی بہت سی باتیں تھیں' سارہ کی اسٹوڈنٹ کے بھائی نے بھی اس کی بہت تعریف کی تھی لہٰذا وہ اس کی شخصیت کے حصار میں کھنچتی چلی گئی۔

اپنے گھر والوں کو بھی اس نے اس کے بارے میں بتادیا تھا جواباً انہوں نے اس کی پرسنالٹی کی بہت تعریف کی۔

انہی دنوں حماد نے اسے بتایا کہ وہ فیس بک استعمال کرتا ہے' سارہ کو اس کی یہ بات پسند نہیں آئی تھی مگر وہ چپ کر گئی تھی۔ دونوں میں اگر بہت پیار تھا تو جھگڑے بھی بہت ہوتے تھے' بے بنیاد سی باتوں کو لے کر دونوں ایک دوسرے سے الجھ پڑتے۔

حماد نے اس کا ذکر اپنے خاص دوستوں سے کیا تھا اور اس کے خاص دوستوں کے لہجے میں بھی اس کے لیے بہت احترام تھا' اسی چیز نے اسے مزید متاثر کیا تھا۔ سارہ کے پاس حماد کی فیس بک آئی ڈی کا پاس ورڈ تھا اور وہ اکثر اسے چیک کرتی رہتی تھی مگر وہاں فیس بک پر اس کی آئی ڈی میں ایسا کچھ بھی نہیں تھا' جو اسے اس کی نظروں میں بد کردار ثابت کرتا۔

وہ دوستوں کا دوست تھا' گھر والوں پر اس کا رعب تھا' بھائیوں پر جان دیتا تھا' اپنے مرحوم باپ سے بے حد پیار کرتا تھا' اکثر ان کی باتیں کرتے ہوئے آبدیدہ ہوجاتا تھا۔ سارہ کے لیے اس کی یہ سب باتیں متاثر کن تھیں کیونکہ وہ بھی اپنے رشتوں پر جان دینے والی لڑکی تھی۔

ایک چیز جو اسے پسند نہیں تھی وہ اس کا غصہ اور آوارہ مزاجی تھی۔ غصے میں وہ لوگوں کے ساتھ بہت بدلحاظ ہوجاتا تھا اور مہینے میں تین چار بار اس کا لاہور کا چکر ضرور لگتا۔ سارہ کو اس وقت قطعی علم نہیں تھا کہ وہ آئے روز لاہور کیوں جاتا ہے۔

وہ اسے ایک نڈر سچا کھرا انسان سمجھتی تھی جس کی زندگی میں کسی جھوٹ کی گنجائش نہیں تھی مگر حقیقت اس کے الٹ تھی۔

حماد کے بقول وہ لڑکیوں کو لفٹ نہیں کرواتا تھا۔ پھر بھی لڑکیاں خود ہی اس کے نزدیک آکر پھر خود ہی اسے چھوڑ جاتی تھیں۔ اسے اس بات پر بھی بہت ناز تھا کہ اس کی گاڑی جب گرلز کالج کے گیٹ کے باہر رکتی ہے تو کالج کی لڑکیاں دل ہاتھ میں لیے اس کی صرف ایک جھلک دیکھنے کو بے تاب ہوجاتی ہیں' وہ اس کی اس بات کو جھٹلا نہیں سکتی تھی کیونکہ کالج کی پریوں کے ڈولتے ایمان اس نے خود اپنی

آنکھوں سے دیکھے تھے مگر لڑکیاں اس کے نزدیک آکر پھر اسے چھوڑ کیوں جاتی تھیں' یہ بات اسے الجھا دیتی تھی۔

دونوں کے درمیان نام نہاد محبت کا اڑتا پنچھی آسمان کو چھو رہا تھا۔ حماد کے بقول وہ اس کے لیے اس کی فیملی کا حصہ تھی اور وہ خود اس کو اس کی پسند کے سانچے میں ڈھالنے کو تیار تھا۔ ایک بار سفر کے دوران سارہ نے اس کے کسی دوست کی تعریف کردی تھی جس پر وہ بہت جذباتی ہوا تھا اس نے سارہ سے کہا کہ وہ اسے اپنی پسند کے قالب میں ڈھالنے کے لیے ایک لسٹ تیار کرکے دے دے جس میں وہ ساری خوبیاں ہوں جو وہ اس میں دیکھنا چاہتی ہے اور جواباً وہ ہنس پڑی تھی کیونکہ اسے وہ اپنی خامیوں سمیت بھی پیارا تھا۔

آئے روز دونوں کے درمیان چھوٹی چھوٹی بات پر جھگڑا ہوجانا معمول کی بات تھی مگر اس روز جب وہ دوستوں کے درمیان بیٹھا کھانا کھا رہا تھا اچانک اس کا موڈ بگڑ گیا اور اس کا لہجہ اتنا تلخ ہوگیا کہ سارہ حیران رہ گئی وہ کبھی اتنی پستی میں جاکر بھی بول سکتا ہے اسے گمان میں بھی نہیں تھا۔

پہلی بار اس روز وہ بہت روئی تھی اور اسی روز اس نے نماز میں اللہ رب العزت کے حضور دعا کی کہ وہ اسے ایک نیک اور اپنی پسند کا ہم سفر عطا کرے اس کے حق میں جو بہتر ہے وہ کرے اور اس کی دعا فوراً قبولیت کا درجہ پاگئی۔

اگلے ہی روز اس کی ماں کی ایک چچازاد بہن کے توسط سے اس کے لیے ایک بہترین رشتہ آگیا' پڑھا لکھا' سلجھا ہوا لڑکا تھا۔ جس کی شاندار جاب اور چارمنگ پرسنالٹی اضافی خوبیوں میں شمار ہوتی تھی۔ ایک بوڑھی ماں اور ایک چھوٹا بھائی تھا' بہنیں شادی شدہ تھیں' لڑکے کی ماں نے بہت امیر کبیر گھرانوں کی لڑکیاں بھی ری جیکٹ کردی تھیں مگر سارہ اذہان پہلی نظر میں ہی اس کے دل میں اتر گئی۔

ایک ہفتے بعد اس کی ماما نے لڑکے کو دیکھ کر او کے کردیا اور یوں سارہ کا باقاعدہ رشتہ طے ہوگیا۔ اس ایک ہفتے کے دوران اس کا حماد سے کوئی رابطہ نہیں ہوسکا تھا۔ بہترین رشتہ طے ہوجانے کے باوجود وہ خوش نہیں تھی کیونکہ اس کی نظر میں اپنے ہم سفر کے لیے حماد کا نقش ثبت ہوکر رہ گیا تھا۔ تقریباً پندرہ بیس روز گزر جانے کے بعد حماد کے قریبی دوست نے جسے وہ اپنا بھائی مانتی تھی اس سے رابطہ کیا تھا اور اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی مگر اس کا واسطہ تو حماد سے تھا' جسے نہ اپنی بات کا احساس تھا نہ تعلق ٹوٹ جانے کی پروا۔

اسی دوران سارہ نے اپنی منگنی کی خبر اپنی دوستوں کو دے دی۔ اس کی دوست نے جو اس کا فیس بک اکاؤنٹ استعمال کرتی تھی اس کی پروفائل میں اس کا ریلیشن شپ اپ ڈیٹ کردیا۔ ان کے لیے اپنی عزیز از جان دوست سے متعلق یہ خبر جھوٹی نہیں تھی تاہم حماد نے جب اس کی پروفائل میں یہ پڑھا وہ شاکڈ رہ گیا۔ اسے قطعی امید نہیں تھی کہ اتنے کم وقت میں ایسا کچھ ہوسکتا ہے۔ وہ اب سارہ سے رابطہ کررہا تھا مگر سارہ اپنے سیل سے اس کے تمام نمبر ڈی لیٹ کرچکی تھی تبھی اس نے اس سے کوئی بات نہیں کی۔

حماد جیسے خود پسند اور گھمنڈی شخص کے لیے یہ شکست بہت بڑی تھی' کسی حد تک شاید اس کے دل کو چوٹ بھی لگی تھی تبھی اپنا حلیہ بگاڑنے کے ساتھ ساتھ اس نے اپنے دوستوں کو سارہ کا نمبر دے کر یہ ہدایت کردی کہ وہ لڑکی کہیں جانے نہ پائے۔

اس کے انہی دوستوں میں ایک دوست کامران تھا' جو اس کی ٹکر کی کاسٹ سے تعلق رکھتا تھا۔ حماد کی اس کے ساتھ لڑائی ہوگئی' لہٰذا اس نے سارہ سے رابطہ کرکے حماد کی ساری حقیقت اس پر کھول دی۔ اس نے اسے بتایا کہ وہ اپنے تمام آوارہ دوستوں میں بیٹھ کر بڑے مزے کے ساتھ اس کی باتیں کیا کرتا تھا۔ یہی نہیں بلکہ اس نے اپنے تمام دوستوں کو اس کی تصویر بھی دکھائی ہے' اسی نے اپنے دوستوں میں اس کا نمبر بانٹا تاکہ اسے تنگ کیا جاسکے۔ مزید یہ کہ اس کی زندگی میں کوئی لڑکی کبھی نہیں ٹھہر سکتی' وہ بھونرا ہے اور لڑکیوں

کو پھول سمجھ کران کارس چوستا ہے‘ ان کا ایک دوست علیم تھا جو اکیلا رہتا تھا‘ اس کے گھر کی چابی حماد کے پاس ہوتی تھی اور وہ آئے روز جو لڑکی بھی اس کے ہاتھ چڑھتی اس کی عزت روندنے کے لیے اسے وہاں لے جاتا اور یوں اپنے جذبات ٹھنڈے کرتا‘ اپنی غلط حرکتوں کی وجہ سے ہی اس پر مختلف قسم کے کئی کیس بنے تھے‘ سارہ سنتی جاتی تھی اور شاکڈ سے روتی جاتی تھی۔

محبت کے نام پر یہ دھوکا نیا نہیں تھا مگر چوٹ ضرور نئی محسوس ہورہی تھی۔ اس کا سادہ سا دل کسی طور حماد کے دوست کی بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھا تبھی اس کے دوست نے اس کے یقین کے لیے اسے اس کی فیس بک آئی ڈی چیک کرنے کا مشورہ دیا‘ حماد اپنا سابقہ پاس ورڈ جو اس نے خود اسے دیا تھا‘ تبدیل کرچکا تھا‘ پھر بھی وہ اس کا نیو پاس ورڈ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی تھی‘ جس روز اس نے پہلی بار اس کا اکاؤنٹ چیک کیا اسے لگا جیسے کسی نے اس کا وجود بم سے اڑادیا ہو‘ کیا کچھ سامنے نہیں آیا تھا۔

جس شخص کو اس نے دوسرے لڑکوں سے مختلف سمجھا تھا‘ وہ صرف عیاش‘ شرابی اور زانی ہی نہیں مردہ ایمان کا حامل بھی نکلا تھا۔ اپنی دوست اور حسن کے بل بوتے پر اس نے جن لڑکیوں کا جسم حاصل کیا تھا ان کی تصویریں اپنی آئی ڈی میں خفیہ لگا کر ان پر نہایت گھٹیا کمنٹس بھی پاس کررکھے تھے۔ اپنی آئی ڈی میں ایڈ کتنی ہی ایسی لڑکیاں تھیں جن سے وہ گڑگڑا کر دوستی کی بھیک مانگ رہا تھا‘ مگر وہ لڑکیاں بولڈ ہونے کے باوجود اسے جوتے کی نوک پر نہیں رکھ رہی تھیں۔

سارہ کے جاننے والوں میں ایک لڑکی عفیفہ تھی‘ جس کی بڑی بہن سے اس کا خاصا جھگڑا چلا تھا۔ اس سے بھی اس کا پہلے معاشقہ اور پھر جھگڑا شروع ہوگیا تھا‘ اس کے پیچھے دن رات پاگلوں کی طرح وہ اس کے گھر کے چکر بھی لگا رہا تھا‘ وہ کب گھر سے نکلتی ہے‘ کہاں جاتی ہے‘ کیا پہنتی ہے‘ اسے سب پتا تھا اور وہ اسے بتا بھی رہا تھا۔

ایک لڑکی لاہور کی تھی نازیہ! جس کے لیے اس کی جان لبوں پر آئی ہوئی تھی‘ اس سے دوستی کو اس نے زندگی موت کا مسئلہ بنالیا تھا۔

اس کے دوست نے کہا تھا کہ وہ لڑکیوں کا شیدائی ہے‘ اس نے کبھی کسی شہر کی لڑکی نہیں چھوڑی مگر...... اس نے یقین نہیں کیا تھا‘ تاہم اب حقیقت اس کی آنکھوں کے سامنے تھی۔ اس کے اکاؤنٹ کے ان بکس میں‘ اس کے ایک دوست کے نام وہ اسی کے ہاتھوں سے ٹائپ لفظ پڑھ رہی تھی جس میں اس نے خود لکھا تھا کہ وہ چار روز کے بعد صبح کے چار بجے گھر واپس آیا ہے۔

اپنے دوست کے یہ پوچھنے پر کہ وہ کہاں تھا اس نے بتایا تھا کہ وہ اپنی ایک گرل فرینڈ کو لے کر شہر سے باہر گیا ہوا تھا۔ چار دن صبح و شام بہت مزے کیے ہیں۔ اس نے اس لڑکی کو دوبارہ کسی لڑکے کے استعمال کے قابل نہیں چھوڑا تھا‘ اس کا دوست اس کی قسمت پر رشک کررہا تھا اور ادھر سارہ کا دل تھا کہ ڈوبتا ہی جارہا تھا۔

وہاں کوئی ایک داستان تو نہیں تھی‘ اس شخص کی بدکرداری اور بے ایمانیوں کا پورا باب درج تھا‘ سارہ کو لگا جیسے اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا ہو‘ اسے اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہورہا تھا‘ اس روز وہ اپنی سادگی اور حماقت پر بہت روئی تھی اسے اب تک انسانوں کی پرکھ نہیں ہوسکی تھی۔

اگلے روز وہ اپنی اسٹوڈنٹ کے بھائی سے جھگڑا کررہی تھی اور وہ اسے بتارہا تھا۔

”میں اسے چھوڑ چکا ہوں‘ آپ کی طرح میں بھی اس کی اصلیت سے بے خبر تھا مگر لاہور وزٹ کے دوران میں نے جو دیکھا‘ اس کے بعد مجھے اس سے نفرت ہوچکی ہے۔ میں آپ کو بتانا چاہ رہا تھا مگر نہیں بتاسکا۔ آپ میرا یقین کریں میں نے اسے ہرگز آپ کا نمبر نہیں دیا بلکہ اس نے خود میرے سیل سے آپ کا نمبر لیا‘ پھر بھی میں بہت شرمندہ ہوں۔ خدا کے واسطے مجھے معاف کردیجیے گا۔“

اس نے اپنا معاملہ کلیئر کرلیا تھا مگر جو دھچکا سارہ کے دل کو لگا تھا‘ ابھی اس کا اثر زائل ہونے والا نہیں تھا۔ حماد

کے دوست اسے تنگ کررہے تھے‘ اس نے اپنا نمبر بدل لیا مگر پھر بھی سکون تھا کہ جیسے رخصت ہی ہوگیا تھا۔

❋......+ +......❋

رات کے سوا دو بجے کا ٹائم تھا جب وہ تھکن سے نڈھال گھر میں داخل ہوا۔ صدف اس وقت کچن میں مصروف تھی۔ وہ سرسری سی ایک نظر اس پر ڈالتا آف موڈ کے ساتھ اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ تقریباً آدھ گھنٹے کے بعد وہ کمرے میں آئی تو اشعر لباس تبدیل کرنے کے بعد ٹی وی کے سامنے بیٹھا جانے کون سی ڈاکو منٹری فلم دیکھ رہا تھا۔ وہ گیلے ہاتھوں کو دوپٹے سے خشک کرتی چپ چاپ بیڈ کے کونے پر ٹک گئی۔

”کھانا لاؤں آپ کے لیے؟“

”نہیں!“

”کیوں! میرا مطلب ہے آج میں نے آپ کی پسند کے چائنیز رائس بنائے ہیں۔“

”تو......؟ کھانا کھا کر آیا ہوں میں۔“

باہر بگڑے موسم کی طرح اس کا موڈ بھی بے حد خراب تھا۔ وہ دل برداشتہ سی اٹھ کر کمرے سے نکل آئی۔ باہر اب تیز بارش ہورہی تھی۔ وہ بھاگ کر صحن میں پھیلے کپڑے تار سے اتار کر سمیٹنے لگی تاہم اس کوشش میں خود اس کا پور پور بھیگ گیا تھا۔

”بھابی......!“ بُریرہ اب اس کی جگہ کچن میں تھی‘ صحن میں اس کی موجودی کی آہٹ پاکر وہ بھی صحن میں آ گئی۔

”بھائی آ گئے؟“

”ہوں!“

”دو بج گئے ہیں‘ پچھلے ایک ماہ سے وہ مسلسل لیٹ گھر آرہے ہیں‘ یہ ٹھیک نہیں ہے بھابی!“

”تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟“ وہ شاکڈ سے پلٹی تھی جواب میں بُریرہ نے نظر چرالی۔

”آپ کا قصور......؟ پتا نہیں!“

بات ادھوری چھوڑ کر وہ پلٹ گئی تھی‘ صدف وہیں صحن کے بیچ و بیچ کھڑی بھیگتی رہی۔ اس کی آنکھیں برسنے کو تیار تھیں مگر وہاں تیز بارش نے اس کے آنسو نگل لیے تھے۔ جانے کیسے وہ خود کو سنبھال کر دوبارہ کمرے میں واپس آئی تھی تب تک اشعر اپنے روزمرہ کی ڈیوٹی شروع کرچکا تھا۔ بیڈ پر اس کی طرف سے کروٹ بدلے وہ سیل فون کان سے لگائے اب ساری رات اپنی گرل فرینڈ سے معاشقہ جھاڑنے والا تھا۔

صدف سرسری سی ایک نظر اس پر ڈالتی باہر ٹیرس پر چلی آئی۔ بارش کی تیزی میں اب کمی آچکی تھی۔ ہلکی ہلکی بارش کے ساتھ یخ بستہ ہوا نے اس کے اندر کی گھٹن کو خاصی حد تک کم کردیا تھا۔ تبھی وہ پلٹی تھی اور دوبارہ کمرے سے ملحقہ اسٹڈی روم میں چلی آئی‘ کل اس کے ہاتھ اشعر علی احمد کی پرسنل ڈائری لگی تھی جسے مصروفیت کے باعث وہ پڑھ نہیں سکی تھی مگر آج رات اسے صبح تک اسی ڈائری کا مطالعہ کرنا تھا۔

❋......+ +......❋

آدھی رات کا وقت تھا۔

گاؤں کے قرب و جوار میں سوائے جھینگروں کے شور مچایا مینڈکوں کے ٹرانے کے سوا اور کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ تاہم پھر بھی وہ بے چین تھی‘ اس کی پیاسی ممتا کے کان کسی ننھے سے بچے کے بلکنے کی آواز پر لگے تھے اور وہ بے چینی سے کروٹیں بدل رہی تھی۔

ساتھ والی چارپائی پر اس کا مجازی خدا دن بھر کی تھکن کے بعد اب پرسکون نیند کے مزے لے رہا تھا مگر اسے سکون نہیں تھا‘ تبھی بے کل ہوکر وہ اپنے شوہر کی چارپائی پر جھکی تھی۔

”بشیرے...... او بشیرے!“

بشیرے کی آنکھ اس کی مسلسل پکار پر کھلی تھی۔

”کیا ہے؟“

”مجھے نیند نہیں آرہی‘ مجھے لگتا ہے جیسے پاس میں کوئی بچہ رو رہا ہے۔“

”وہ تو روز لگتا ہے تجھے‘ احمد کی مرگ کے بعد یہ بات تو معمول بن گئی ہے‘ سوجا چپ کرکے۔“

”نہیں بشیرے! اس بار یہ آواز میرا وہم نہیں ہے‘ کوئی بچہ تو ہے تو چل نا میرے ساتھ‘ دیکھ آتے ہیں۔“

”تو پاگل ہوگئی ہے زلیخا! عقل سٹھیا گئی ہے تیری اور کچھ نہیں۔“ بشیرا بڑبڑاتے ہوئے بستر پر اٹھ بیٹھا تھا‘ وہ مزید لجاجت سے کام لینے لگی۔

”میں کملی سہی پر تجھے سوہنے ربّ کا واسطہ‘ بس ایک بار میرے ساتھ چل۔“

وہ منت کررہی تھی بشیرا اتنے بڑے واسطے پر بادل نخواستہ اٹھ کھڑا ہوا۔ قریب ہی رسوئی کے آلے میں لالٹین جل رہی تھی۔ اٹھا کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھا‘ زلیخا اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ اس کا دل اس لمحے بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

آواز فصلوں کے اس پار قریبی مسجد سے آرہی تھی‘ وہ دونوں اسی طرف بڑھ گئے۔ کچھ ہی فاصلہ طے کرنے پر انہیں بچہ نظر آ گیا تھا۔ مسجد کے باہر سیڑھیوں پر پڑا بلکتا ہوا وہ ننھا وجود اس وقت کئی خونخوار کتوں کے حصار میں تھا جو بس اسے بھنبھوڑنے ہی والے تھے اس نے بے تابی سے اس ننگ دھڑنگ ننھے وجود کو اٹھا کر اپنی بانہوں میں بھرلیا تھا۔

کتے بشیرے کی للکار پر بھاگ گئے تھے‘ وہ رو پڑی۔

”دیکھا میں نے کہا تھا ناں بشیرے! میرے سوہنے ربّ نے میری بے چین ممتا کی تسکین کے لیے اپنا خاص کرم فرمادیا ہے‘ وہ زلیخا کو جانتا ہے اس کے اندر کو پہچانتا ہے‘ اسے زلیخا بُری نہیں لگتی۔“

ننگ دھڑنگ بچے کو سینے سے لگائے وہ روتی جاتی تھی اور بولتی جاتی تھی‘ بشیرا بالکل ساکت کھڑا اسے دیکھتا رہا۔

اگلے روز دن کے اجالے میں گاؤں میں خاصی ہلچل مچ گئی تھی۔

سب بچے کے بارے میں متجسس تھے مگر کوئی بھی اس بچے کی ماں کے بارے میں نہیں جانتا تھا کہ وہ ظالم عورت کون تھی اور کہاں گئی۔

بچہ ابھی صرف چند دنوں کا دکھائی دے رہا تھا‘ زلیخا کی خوشی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ اسے گھر کے سارے کام ہی بھول گئے تھے‘ بس وہ بچہ یاد رہا تھا‘ گورے چٹے رنگ اور خوب صورت نقوش کا حامل وہ بچہ اسے اپنی کوکھ سے پیدا ہونے والے بچے کی طرح ہی پیارا لگ رہا تھا۔ بشیرا اسے خوش دیکھ کر ہی خوش ہوتا رہا۔

اگلے روز اسے شہر میں ڈیوٹی پر واپس جانا تھا‘ وہ مسرور سا زلیخا کو اپنا اور بچے کا خیال رکھنے کی ہدایت دیتا شہر واپس پہنچ گیا۔ جس بنگلے میں اس کی چوکیدار کی نوکری تھی اس بنگلے کی مالکن بھی اس رات اسپتال میں داخل تھی‘ اس کی شادی کو بھی پندرہ سال ہوگئے تھے‘ پندرہ سال بعد جب اس نے ماں بننے کی امید چھوڑ دی تھی اللہ نے اسے باامید کردیا تھا۔ بنگلے میں اس رات صرف چند افراد رکے تھے باقی سب اسپتال میں تھے‘ وہ چپ چاپ اپنے کوارٹر میں آ کر لیٹ گیا۔

اگلے روز اس نے بنگلے میں کہرام دیکھا تھا۔ بنگلے کی مالکن زندہ بچے کو جنم نہیں دے سکی تھی‘ ہوش آنے کے بعد اس نے بچے کو دیکھنا چاہا تھا مگر...... ڈاکٹرز کے مطابق وہ خطرے سے باہر نہیں تھی‘ دوبارہ ہوش میں آنے کے بعد اس کے پاس کسی بچے کا ہونا لازمی تھا ورنہ اس کے اعصاب پر شدید دباؤ کے سبب اسے کسی بھی قسم کا خطرہ پہنچ سکتا تھا

بشیرے کے علم میں یہ بات آئی تھی اور وہ خاصی پریشانی میں دیر تلک خود سے الجھنے کے بعد بنگلے کے مالک کے پاس چلا آیا تھا۔

”سلام صاب!“

”وعلیکم السّلام بشیر احمد! آ گئے واپس؟“

”جی صاب! کل شام ہی واپسی ہوئی ہے‘ بیگم صاحبہ کے بارے میں پتا لگا تو آپ کے پاس چلا آیا۔“

”ہوں‘ ابھی وہ ہوش میں نہیں ہیں‘ جانے کب انہیں ہوش آجائے‘ اس سے پہلے پہلے کسی بچے کا انتظام ہونا ضروری ہے‘ نہیں تو وہ مرجائیں گی۔ میں بچہ ایڈاپٹ کرنے کی کوشش کررہا ہوں‘ مگر اتنا چھوٹا بچہ فوری ملنا مشکل ہے‘ کوئی ماں یہ قربانی نہیں دے سکتی۔“ وہ پریشان تھے‘ بشیرے نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا پھر نظر جھکالی۔

”آپ چاہیں تو میری بیوی یہ قربانی دے سکتی ہے صاب!“ اس کے منہ سے ایسی بات نکلی تھی کہ بنگلے کا مالک حیران رہ گیا تھا۔ بشیر احمد نے پرسوں رات والی ساری بات اس کے گوش گزار کردی‘ جسے سن کر وہ گہری سوچ میں ڈوب گئے تھے۔

”پتا نہیں کس کا بچہ ہو‘ جائز ہو کہ ناجائز ہو‘ پھر تمہاری بیوی بھی تو ممتا کی پیاسی ہے‘ وہ کیسے تمہیں یہ قدم اٹھانے دیں گی۔“

”اس کی آپ فکر نہ کریں صاب! وہ میری فرماں بردار ہے‘ بیگم صاحبہ کی زندگی کا سوال نہ ہوتا تو شاید میں ایسا کبھی نہ سوچتا۔“

”ہوں‘ مجھے تو اسی کی فکر ہے بشیر احمد! پندرہ سال کا ساتھ ہے ہمارا‘ میں کسی صورت اسے کھونے کا حوصلہ نہیں کرسکتا۔“

”تو پھر آپ اجازت دیں صاب! میں آج شام ہی بچے کو لے آتا ہوں۔“

بشیرے نے ایک مشکل کام کے لیے اجازت چاہی تھی اور اسے اجازت مل گئی تھی‘ بنگلے کے مالک نے کچھ دیر سوچ بچار کے بعد دھیرے سے سر ہلا کر اسے رخصت کردیا۔ وہ عصر سے کچھ پہلے گھر واپس آیا تو بچے کو دودھ پلا کر سلاتی ہوئی زلیخا حیران رہ گئی۔

”بشیر احمد تو...... سب ٹھیک تو ہے ناں؟“

مگر وہ چپ رہا تھا‘ اس نے زلیخا کے سوال کا جواب نہیں دیا۔

”کاکا کیسا ہے؟“

”ٹھیک ہے پر تو واپس کیسے مڑ آیا؟“

وہ ابھی تک اسے ان سمجھ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی‘ اس نے نظر پھیر لی۔

”تجھ سے کچھ لینے آیا ہوں زلیخا!“

”مجھ سے......؟ اللہ خیر کرے بشیرے! میں نمانی تجھے کیا دے سکتی ہوں؟“

”کاکا......!“ اس کے منہ سے نکلا تھا اور زلیخا کا دل دھک سے رہ گیا۔

”کاکا...... مگر کیوں؟“

”کیوں کہ وہ تیرا نہیں ہے۔“

”ایویں میرا نہیں ہے‘ میرے سوہنے ربّ نے دیا ہے مجھے‘ اس کے گھر کی سیڑھیوں سے اٹھا کر لائی ہوں میں اسے۔ اس نے سنی ہے زلیخا کے دل کی‘ کیسے میرا نہیں ہے وہ۔“

”پاگل پن کی باتیں مت کر زلیخا! وہ بیگم صاحبہ کا بیٹا ہے‘ ان کی ملازمہ اسے بنگلے سے چرا کر بھاگ آئی تھی مگر کتوں سے ڈر کر مسجد کی سیڑھیوں پر چھوڑ گئی۔“

ڈپٹ کر بولتے ہوئے اس نے وہ کہانی سنا دی تھی جسے وہ سارے رستے سوچتا آیا تھا۔ زلیخا کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

”میں نہیں مانتی کسی بات کو‘ میں نے اس کی پکار سنی تھی‘ اگر میں وقت پر اس تک نہ پہنچتی تو وہ کتوں کا نوالہ بن چکا ہوتا‘ جا جا کر کہہ دے اپنی مالکن سے‘ زلیخا ممتا پر سمجھوتا نہیں کرے گی۔“

”تو پھر ٹھیک ہے‘ تیرے لیے اس گھر میں بھی کوئی گنجائش نہیں ہے‘ میں تجھے طلاق دے کر ہمیشہ کے لیے شہر جارہا ہوں۔“

اس بار بشیرے کے منہ سے نکلے الفاظ نے اسے ساکت و جامد کردیا تھا۔ وہ ہلنے کے قابل بھی نہیں رہی تھی‘ پچیس سال کا ساتھ ایک لمحے میں داؤ پر لگ گیا تھا۔

اگلے بیس منٹ میں بشیر بچے کو پالنے سے نکال کر لے گیا‘ پیچھے وہ ساکت و جامد اپنی اجڑی گود کے ساتھ بیٹھی رہ گئی تھی۔

اگلے تین روز تیز بخار نے اس کی مت مار کر رکھ دی‘ خدا خدا کر کے بخار ٹوٹا تو لبوں پر مستقل چپ نے ڈیرہ ڈال لیا۔ بشیرا اسے دلاسہ دے کر سمجھانے کی کوشش کرتا مگر وہ کچھ سمجھتی اور سنتی ہی نہیں تھی۔ ایسے ہی ایک روز صبح بشیرے کی آنکھ کھلی تو زلیخا کو بستر میں دبکے پایا‘ وہ صبح خیز

تھی‘ نماز پڑھتی تھی‘ اس نے کبھی شدید مشکل اور تکلیف میں بھی نماز نہیں چھوڑی تھی‘ مگر اس روز وہ نہیں اٹھی تھی۔

بشیر احمد نے بستر سے نکل کر اسے آواز دی تھی‘ جگانے کی کوشش بھی کی مگر وہ نہیں اٹھی۔ لبوں پر دائمی چپ کا قفل لگائے‘ وہ اس کے آزاد کرنے سے قبل خود ہی اسے آزاد کر گئی تھی۔ کیسا ناقابل یقین منظر تھا۔

کیسی صابر اور خوددار عورت نکلی تھی وہ‘ اس نے چیخنا چاہا مگر آواز اس کے اندر ہی گھٹ کر رہ گئی‘ وہ چلی گئی تھی اور بشیر احمد کے لیے اب پیچھے صرف پچھتاوے تھے۔

❁......++......❁

شام کا وقت تھا‘ حماد اس وقت اپنے ایک قریبی دوست کے ڈیرے پر بیٹھا اسے نئی پھنس جانے والی لڑکی کی کہانی سنا رہا تھا‘ جب اس کے دوست نے کہا۔

”بہت ہوگئی یار! اب بند کر یہ کھیل اور کسی ایک کا ہو جا۔“

”ہاہاہا...... کوئی اس قابل تو ہو‘ یہ دو ٹکے کی کمزور ایمان والی لڑکیاں میری بیوی بننے کے قابل نہیں ہیں‘ میری شادی تو خاندان میں ہی ہوگی۔“

”جب تجھے پتا ہے کہ تُو نے خاندان میں شادی کرنی ہے تو پھر دوسری لڑکیوں کے ایمان کیوں خراب کر رہے ہو؟“

”میں تھوڑی کر رہا ہوں‘ لڑکیاں خود اپنا ایمان ہتھیلی پر لیے پھر رہی ہیں۔“ وہ ہنس رہا تھا اس کے دوست نے سر جھٹک دیا۔

اگلے چند دنوں میں واقعی اس کی بات اس کی پسند سے طے ہوگئی تھی‘ لڑکی صوم وصلوٰۃ کی پابند تھی اور پردے کے معاملے میں بہت سخت تھی‘ حماد نے اسے خاندانی تقریب میں ایک نظر دیکھا تھا اور بس اسے اوکے کر دیا تھا۔

اس کے دوستوں نے اس کی اس خوشی کو بہت دھوم دھام سے سلیبریٹ کیا تھا‘ اگلے دو ماہ کے بعد اس کی شادی کی تاریخ طے ہوگئی‘ وہ خوش تھا بے پناہ خوش......

شادی کی شاپنگ کرتے ہوئے اکثر سارہ اذہان کا خیال اسے پریشان کر دیتا تھا کیونکہ اس نے واقعی اس کے حوالے سے کچھ خواب دیکھے تھے‘ تاہم وہ اس کی نہیں ہوسکی تھی۔

قطعی غیر متوقع طور پر اس کی منگنی کی خبر نے اسے بہت ہرٹ کیا تھا‘ اسے ذہن سے جھٹکنے میں اسے وقت لگا تھا مگر بہرحال وہ اب اس کے خوابوں سے باہر نکل آیا تھا۔ پیسہ‘ وقت‘ تقدیر سب اس کی مٹھی میں تھے‘ وہ اپنی زندگی کو یادگار بنانا چاہتا تھا بالکل ویسے ہی جیسے اس کا پسندیدہ قلعہ دراوڑ اس کے لیے یادگار تھا۔

کیا کچھ نہیں کیا تھا اس نے اپنی شادی کے لیے مگر وہ بھول گیا تھا کہ بددعائیں جن کا پیچھا کرتی ہوں‘ وہ کبھی دنیا اور آخرت میں سرخرو نہیں ہو پاتے۔

ایک ماہ پہلے ہی اس کی شادی کی تیاری شروع ہوگئی تھی‘ دوست یار سب اس کی خوشی میں پاگل اپنا اپنا کردار ادا کر رہے تھے۔ خدا خدا کر کے شادی والا دن بھی آ گیا۔

حماد نے سوچ لیا تھا کہ اب آگے اسے اپنی زندگی کیسے لے کر چلنی ہے‘ اپنی بیوی کو کیا حقوق دینے ہیں اور کن سے محروم رکھنا ہے۔ اپنی شادی کے لیے اس نے ایک ایک چیز خود تیار کی تھی‘ دل کھول کر پیسہ خرچ کیا تھا۔

مہندی والے روز جو تقریب ہوئی تھی اس نے پورے شہر کی آنکھیں کھول کر رکھ دیں۔ شب عروسی کے لیے اس نے کرتا شلوار پر تلے دار کھسہ پہنا تھا۔ عورت ذات کو ہمیشہ مسلنے کچلنے کے باوجود اس وقت اس کے کمرے میں بیٹھی وہ لڑکی اس کے لیے ایک نیا دلچسپ باب تھی کیونکہ وہ اس کے خاندان سے تھی‘ پاکیزہ اور ان چھوئی تھی اس کے لیے‘ تبھی اس کا دل اس کے لیے دھڑک رہا تھا۔

خوب صورتی اور دلہناپے نے اسے حماد کے لیے اور بھی دلچسپ بنا دیا تھا۔ وہ دیر تک اس کا ہاتھ تھامے اس سے ڈھیر ساری باتیں کرتا رہا تھا۔ اس وقت اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس لڑکی کو جو پہلے اس کی کزن اور اب بیوی تھی‘ کھا جائے۔

رومینس میں اسے جنگلی انداز ہی پسند تھا۔ تبھی دھیرے دھیرے دونوں کے درمیان شرم وحیا کے پردے گرتے گئے‘ اس نے منہ دکھائی میں اپنی بیوی کو گولڈ کا

سیٹ‘ اسّی ہزار کا موبائل اور ایک ڈائمنڈ رنگ گفٹ کی تھی اور اب وہ اسے اپنا آپ گفٹ کرنے جا رہا تھا۔ وقت جیسے جیسے گزرتا جا رہا تھا اس کی بے تابیاں بڑھتی جا رہی تھیں اور پھر جیسے سب کچھ ختم ہوگیا۔

وہ بربادی جو وہ اپنی دولت اور حسن کے بل بوتے پر دوسروں کے نصیب میں لکھتا آیا تھا‘ اسی بربادی نے ایک زبردست شاک کی صورت اس کا استقبال کیا تھا۔ وہ دوسروں کی عزتیں حق سمجھ کر رولتا آیا تھا اور وہاں اس کی عزت جسے اس نے بڑی ہوشیاری سے چھان پھٹک کر پسند کیا تھا‘ کسی اور کے ہاتھوں بہت بے دردی کے ساتھ رولی جا چکی تھی۔ دو ماہ کے حمل کے ساتھ اس کی بیوی اس وقت اگر جذبات کے زیر اثر نہ ہوتی تو یقیناً شرمندہ ہوتی۔

ایک چال وہ تقدیر کے ساتھ چل کر آیا تھا اور اب ایک چال تقدیر بنانے والے نے اس کے ساتھ چلی تھی۔ اسے تو شاید گمان بھی نہیں تھا کہ انصاف کرنے والا ربّ بے خبر نہیں ہے۔ اس وقت اسے کمرے کی ہر چیز خود پر ہنستی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

اس کا گفٹ کیا گولڈ کا سیٹ‘ ڈائمنڈ کی رنگ‘ موبائل‘ قیمتی لباس‘ ہر چیز بے ساختہ اس وقت اس کا اپنا فخریہ لہجہ ہی اس کی سماعتوں میں گونجا تھا۔

”ہاہاہاہا...... کوئی اس قابل تو ہو‘ یہ دو ٹکے کی کمزور ایمان والی لڑکیاں میری بیوی بننے کے قابل نہیں ہیں‘ میری شادی تو خاندان میں ہی ہوگی۔“

اس نے زندگی بھر خود کو نفیس رکھا تھا‘ اس کے ہاتھوں پر اگر گرد بھی پڑ جاتی تھی تو جب تک وہ ہاتھ دھو نہیں لیتا تھا اسے چین نہیں آتا تھا۔ اپنی گاڑی کو وہ اتنا صاف رکھتا تھا کہ کبھی بھولے سے بھی اس پر گرد پڑی دکھائی نہیں دیتی تھی۔ وہ ہاتھ لینے کے لیے واش روم میں گھستا تو دو تین گھنٹے جسم پر پانی بہانے کے باوجود مطمئن نہیں ہوتا تھا اور اب...... وہ آئینے میں خود اپنا چہرہ دیکھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ کیا وہ تقدیر کے اس مذاق کو اپنے دوستوں کے ساتھ فخریہ شیئر کر سکتا تھا؟

تقدیر کا انصاف اور تمانچا اس سے بڑھ کر ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ رات کی تاریکی میں مسجد کی سیڑھیوں پر بچہ رکھ کر خود اندھیروں کی گود میں اتر جانے والی سفاک عورت کوئی اور نہیں اسی حماد کی خاندانی بیوی تھی۔

❁......++......❁

ڈائری ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی مگر اس کی آنکھیں ضرور جلنے لگی تھیں۔

اشعر علی نے یہ کس کی کہانی لکھی تھی‘ مسجد کی سیڑھیوں پر دھرے اس بچے سے اس کا کیا تعلق تھا‘ زلیخا کون تھی؟ بشیرے کا کردار کیا تھا؟ وہ ابھی گہری سچ میں ڈوبی انہی سوالوں کے سرے ڈھونڈ رہی تھی کہ اچانک وہ اسٹڈی میں چلا آیا۔

صدف کی گود میں اس کی پرسنل ڈائری تھی‘ تبھی شعلے برساتی نگاہوں کے ساتھ وہ آگے بڑھا اور جھپٹ کر ڈائری اس سے چھینتے ہوئے اس پر تھپڑوں کی برسات کر دی۔

”کس نے اجازت دی تمہیں میری پرسنل چیزوں کو ہاتھ لگانے کی‘ بولو؟“ پہلی بار وہ اس پر ہاتھ اٹھا رہا تھا۔ صدف پے در پے پڑنے والے تھپڑوں کے وار سے سنبھل ہی نہ سکی۔

ایسا کیا تھا اس ڈائری میں جس نے اس شخص کو اتنا جذباتی کر دیا تھا؟

وہ سوچ رہی تھی اور ادھر بھرپور تھپڑ کی ضرب نے اس کے نچلے ہونٹ کے کنارے کو زخمی کر دیا۔ اگلے روز وہ بنا کسی کو بتائے اپنا سامان سمیٹ کر میکے چلی آئی۔

شادی سے لے کر اب تک اس نے اشعر کی بے اعتنائی سہی تھی‘ پہلی رات سے لے کر اب تک وہ اس سے بیگانہ تھا۔ وہ جب بیاہ کر اس کے گھر آئی‘ وہ گھر کسی میدانِ جنگ سے کم نہیں تھا مگر یہ وہ تھی جس نے اپنی خدمتوں اور قربانیوں سے اس گھر کا نقشہ بدل کر رکھ دیا تھا۔

صبح سے لے کر رات گئے تک وہ اکیلی کام میں لگی رہتی تھی۔ صبح فجر کی اذان کے ساتھ بیدار ہو کر نماز او رقرآن پاک کا فریضہ ادا کرنے کے بعد وہ کچن میں گھستی

تھی اور پھر سب کی پسند کا علیحدہ علیحدہ ناشتہ تیار کر کے ان کے کمروں میں پہنچاتی۔

وہ سارہ اذہان کی بیٹی تھی اور اسے زندگی کو چیلنج سمجھ کر قبول کرنے میں مزا آتا تھا۔ اشعر علی کے گھر میں دو خاندان آباد تھے۔ ایک اس کا اپنا اور ایک اس کے تایا کا' دونوں گھرانوں کے افراد کی چونچیں آپس میں لڑتی رہتی تھیں۔

اشعر لوگ دو بھائی اور ایک بہن تھے۔ گھر میں اس کی ماں اور بہن دونوں کا پیار اس کے بھائی کے لیے تھا' وہ تو محض ایک ضرورت کی چیز سی اہمیت رکھتا تھا۔ باپ کا رویہ بھی بہت نارمل سا تھا۔ وہ اس چیز پر کڑھتی تھی مگر کچھ کر نہیں سکتی تھی۔

اشعر کی شادی سے پہلے اس کی تایازاد کزن نے جسے وہ دل ہی دل میں پسند کرتا تھا' اس پر ریپ کا الزام لگانے کی کوشش کی تھی۔ جس نے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا۔ بہت سالوں تک وہ گھر سے دور پرائے دیسوں کی خاک چھانتا رہا تھا۔ شادی کے بعد جب صدف اس کے گھر میں اپنا مقام بنا چکی تھی تب اسے پتا چلا تھا کہ اشعر کی تایازاد کزن نے صرف اشعر کے بھائی کو اپنانے کے لیے اس کی بے ضرر ذات پر یہ الزام لگایا تھا کیونکہ اس کا باپ اشعر کے ساتھ اس کی شادی کی بات کر رہا تھا جو وہ ہرگز نہیں چاہتی تھی۔ مگر اس نے اشعر کو یہ بات نہیں بتائی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس گھر میں اشعر کی حیثیت بہت ثانوی ہے مگر پھر بھی اسے اس سے محبت ہوگئی تھی' باقی گھر والوں کے ساتھ ساتھ وہ اشعر کی ضرورتوں کا بھی بہت خیال رکھتی تھی مگر وہ شخص اسے کبھی نہیں سمجھ سکا تھا۔

❁......✢✢......❁

صدف گھر چھوڑ کر جا چکی تھی۔

وہ کتنی ہی دیر ایک ہی پوزیشن میں ٹی وی کے سامنے بیٹھا' خالی خالی سی نگاہوں سے اسکرین کو تکتا رہا تھا جیسے روشن اسکرین پر حرکت کرتی تصویروں کے کام کو سمجھنا چاہتا ہو مگر وہ اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھیں۔ سارے کردار جیسے گونگے بہرے ہوگئے تھے۔

اسے یاد آرہا تھا' یاد کیا اسے کبھی بھولتا ہی نہیں تھا کہ جب اس نے ہوش سنبھالا تو کتنی محبتیں تھیں جو اس کے گرد خوشبو کی طرح پھیلی تھیں۔ اس کی ماں اس کے ناز اٹھاتے نہیں تھکتی تھی۔ باپ ہر فرمائش پلک جھپکنے میں پوری کرتا' گھر میں دولت کی فراوانی تھی' نوکر چاکر تھے۔ اسے اور کیا چاہیے تھا۔

ان دنوں وہ میٹرک میں تھا جب ایک روز اچانک تائی سے اس کی مڈبھیڑ ہوگئی' بات بہت معمولی تھی مگر وہ ہتھے سے اکھڑ گئی تھیں۔

''اپنی اوقات دیکھی ہے تُو نے' گندی نالی کا کیڑا ہے تُو۔ فیروزہ کے پیٹ سے جنم نہیں لیا تُو نے بلکہ کچرے کے ڈھیر سے ملا تھا بشیر احمد نے لاکر یہ گند کی پوٹلی فیروزہ کی جھولی میں ڈال دی' آیا بڑا میرے منہ لگنے والا۔''

حقیقتیں ہمیشہ تلخ ہوتی ہیں مگر کچھ حقیقتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو بدن سے سارا لہو نچوڑ کر رکھ دیتی ہیں' وہ بھی تائی ماں کے اس طعنے پر ساکت و جامد رہ گیا تھا۔ اس وقت نا اس کی سماعتیں کام کر رہی تھیں نہ بصارتیں......

اسے صرف اتنا پتا تھا کہ وہ گھر سے نکل گیا تھا اور گھر میں دوبارہ اس کی واپسی فیروزہ بی بی کے نروس بریک ڈاؤن کی اطلاع پر ہوئی تھی وہ زہر جو تائی نے اس کی سماعتوں میں انڈیلا تھا۔ اس کی مہربان ماں کی زندگی کو اس زہر نے چاٹ لیا۔ جس راز سے وہ اب تک بے خبر تھیں' وہ راز افشاء ہو کر ان کی زندگی کو نگل گیا تھا' فوراً سے پیشتر انہوں نے بشیرے کو بلایا تھا اور بشیرے نے ان کے غصے کے ڈر سے سب سچ اگل دیا۔

قیامت سی قیامت تھی' انہیں ابھی تک پتا نہیں چل سکا تھا کہ وہ زندگی میں دوبارہ ماں بننے کی صلاحیت کھو چکی تھیں۔ یہ دردناک انکشاف بھی تو ابھی ہوا تھا کہ وہ جس بچے کو اپنا خون سمجھ کر سینے سے لگا کر پالتی رہی تھیں وہ ان کا اپنا خون نہیں تھا۔

سچ کھل کر سامنے آجانے کے باوجود انہیں اشعر سے محبت تھی مگر...... ان کی زندگی وفا نہیں کر سکی تھی۔ نروس

بریک ڈاؤن کے ساتھ ہی ان کی موت ہوگئی تھی اور یہیں سے اشعر کی زندگی کے بُرے دن شروع ہوگئے۔

گھر میں سب نے اسے جیسے اچھوت سمجھ لیا تھا۔ انہی دنوں اس کے والد گاؤں سے اپنے دوست کی بیوی کو لے آئے۔ فیروزہ بیگم کی طرف سے اولاد کی نعمت سے مایوس ہوکر چند سال قبل ہی انہوں نے گاؤں میں خفیہ شادی کرلی تھی اور اب گھر میں ایک عورت کی کمی کو محسوس کرتے ہوئے وہ اس دوسری عورت کو گھر لے آئے۔ اشعر کے لیے یہ دوسرا بڑا صدمہ تھا تبھی وہ کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر اپنے باپ سے الجھ پڑا مگر ایک بار پھر اسے پاتال کی اتھاہ گہرائیوں میں گرنا پڑا' اس وقت جب اس کے باپ نے انتہائی تنفر سے انگلی اٹھا کر اسے وارن کیا۔

''اپنی اوقات میں رہو اشعر! میں تمہیں اپنے ذاتی معاملات میں مداخلت کی اجازت نہیں دوں گا۔'' ان کے الفاظ جتنے بُرے تھے اس سے بھی زیادہ بُرا ان کا لہجہ تھا۔ وہ ساکت کھڑا رہ گیا۔

اگلے چند روز میں وہ چپ چاپ ایبروڈ چلا گیا۔ زاہد صاحب (اشعر کے والد) کے دوسری بیوی سے دو بچے تھے ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ اشعر کے ایبروڈ آنے کے بعد ان کا تمام کاروبار ان کے دوسرے سگے بیٹے نے سنبھال لیا۔ اشعر دیارِ غیر میں تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنی محنت کے بل بوتے پر روزگار حاصل کرکے دولت کماتا رہا۔

صدف سے اس کی شادی زاہد صاحب کی پسند سے ہی ہوئی تھی۔

وہ اپنی اوقات سے اچھی طرح واقف تھا' تبھی اس نے کوئی احتجاج نہیں کیا تاہم اس نے صدف کی بھی کوئی حوصلہ افزائی نہیں کی تھی۔ وہ جانتا تھا ایک روز جیسے ہی صدف کو اس کی سچائی کا پتا چلے گا' وہ اس کے منہ پر تھوک کر چلی جائے گی اور یہی وہ نہیں چاہتا تھا۔

شب و روز کے ساتھ میں جائز حقوق کے ساتھ کسی کے حسین سراپا سے نظریں چرانا اتنا آسان بھی نہیں تھا مگر اسے خود پر ضبط تھا اور کوئی بھی انسان جب ضبط کے کڑے مراحل سے گزرتا ہے تو اس کے اندر کی دنیا میں توڑ پھوڑ شروع ہوجاتی ہے کچھ ایسی ہی توڑ پھوڑ آج کل اس کے اندر بھی ہورہی تھی۔

❁……++……❁

ماہِ رمضان کی آمد آمد تھی۔

وہ کافی دیر سے ٹیرس پر کھڑی بارش کی ہلکی ہلکی بوندوں کو انجوائے کرتی اشعر علی کے بارے میں سوچ رہی تھی' جب اس کی چھوٹی بہن آرزو دو کپ چائے اور کبابوں کے ساتھ وہیں چلی آئی۔

''السلام علیکم جناب! اتنے اچھے موسم میں یوں چپکے چپکے تنہا کسے سوچا جارہا ہے؟''

''کسے سوچ سکتی ہوں؟'' وہ مسکراتے ہوئے پلٹی تھی' آرزو بھی مسکرادی۔

''بہت گریٹ ہو آپی قسم سے ورنہ میرا ایسا سڑیل بندہ ہوتو میں کبھی اس سے پیار نہ کرسکوں۔''

''قبل از وقت کی باتیں ہیں یہ محترمہ! جب شادی ہوگی تب پوچھوں گی۔''

''ٹھیک ہے پوچھ لیجیے گا۔ ابھی تو یہ بتائیں رمضان شروع ہورہا ہے شاپنگ کا کیا کرنا ہے؟''

''وہی جو ہر سال کرتے ہیں' مطلب کل چلیں گے مارکیٹ' پرسوں مجھے گھر واپس جانا ہے۔''

''جی نہیں' اس بار جب تک اشعر بھائی آپ کو خود نہیں لے جاتے آپ نہیں جائیں گی۔''

''پاگل ہوئی ہو' وہ بہت مصروف ہوتے ہیں پھر تم نہیں جانتیں' اس گھر میں خضوع و خشوع سے رمضان کے اہتمام کا رواج نہیں ہے۔ صرف اشعر اور بریرہ (نند) روزہ رکھتے ہیں' وہ بھی جب میں سحری بنا کر ان کو زبردستی اٹھاتی ہوں تب' اشعر کو تو منہ بھی بیڈ پر ہی دھلواتی ہوں اور ساری چیزیں بھی وہیں بیڈ پر پہنچاتی ہوں' تب وہ سحری کرتے ہیں اور پھر نماز پڑھتے ہی سوجاتے ہیں۔''

''واہ' جی واہ! بالکل صحیح جگہ قسمت پھوڑی ہے مما نے آپ کی۔''

''چپ! مما کے لیے ایک بھی لفظ کہا تو بہت ماروں گی۔''

''اچھا جی' ایک تو آپ ہر وقت ہٹلر بنی رہتی ہیں۔ ویسے اشعر بھائی میرے جیجو ہیں' میرا دل چاہتا ہے آپا کہ وہ یہاں آئیں' ہنسی مذاق کریں' ہم مل کر گھومنے جائیں' شاپنگ کریں وغیرہ وغیرہ۔''

''وغیرہ وغیرہ کی بچی! ان کا ایسا مزاج نہیں ہے۔''

''بس رہنے دیں۔'' صدف چائے ختم کرچکی تھی تبھی موڈ بنا کر برتن اٹھا کر لے گئی تو وہ پھر سے سوچوں میں ڈوب گئی۔ اس شخص کا رویہ اب اسے بھی شدت سے محسوس ہونے لگا تھا۔ آخر وہ ایسا کیوں تھا؟ اسے کیوں اپنی زندگی میں کسی کے ہونے نہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا تھا؟ اس ڈائری میں ایسا کیا تھا جس نے اسے اتنا مشتعل کردیا تھا؟

وہ اس کی فرماں برداری' محبت اور توجہ کو خاطر میں کیوں نہیں لاتا تھا؟ آخر وہ شخص اتنا الجھا ہوا کیوں تھا؟

سوچوں کا ایک لامتناہی سمندر تھا' جس میں وہ ہمہ وقت غوطہ زن رہتی تھی۔

اگلے روز آرزو کی فرمائش پر وہ مارکیٹ چلی آئی تھی۔ صبح ناشتہ نہ کرنے کی بدولت چند چکروں کے بعد ہی اسے صحیح معنوں میں چکر آنے لگے تھے مگر آرزو آرام سے گھوم پھر کر ایک ایک چیز خوب چھان پھٹک کر قیمت کم کروا کر خرید رہی تھی' وہ لوگ شاپنگ سے فارغ ہوئیں تو اچانک صدف کی نظر دیدہ زیب چوڑیوں کے ایک سیٹ پر جا پڑی' چوڑیاں بہت خوب صورت تھیں مگر اس کے پاس پیسے ختم ہوگئے تھے' پرس میں اب صرف اتنے پیسے تھے کہ وہ ٹیکسی کا کرایہ ادا کرکے واپس پہنچ سکتیں۔ تبھی اس نے نظر چرالی تھی مگر آرزو ان چوڑیوں کے لیے اس کی پسندیدگی بھانپ چکی تھی تبھی اس کی بے تاب نظر پھر نیچے روڈ پر پھسلی اور اس بار اسے مایوس نہیں ہونا پڑا تھا' وہ آگیا تھا۔

شاپنگ پلازہ کے سامنے گاڑی کھڑی کیے وہ اب اسے لاک کررہا تھا' آرزو اطمینان سے مسکرادی۔

''السلام علیکم!''

صدف کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ وہاں آجائے گا۔ تبھی وہ حیران ہوئی تھی مگر آرزو کے مسکراتے لبوں نے اسے کچھ گڑبڑ کا احساس ضرور دلایا تھا۔

''وعلیکم السلام اشعر بھائی! کتنی دیر لگادی آپ نے ہم لوگ بس اب گھر واپس لوٹنے ہی والے تھے۔''

''سوری! میں نے آپ کا میسج لیٹ پڑھا تھا' میٹنگ میں مصروف تھا۔'' اچٹتی سی نظر صدف پر ڈالتے ہوئے وہ آرزو کے شکوے کا جواب دے رہا تھا' وہ رخ پھیر گئی۔

''چلیں شکر ہے آپ آتو گئے' مجھے لگا آپ آئیں گے ہی نہیں۔'' آرزو خوش لگ رہی تھی' اشعر مسکرادیا۔

''نہیں' اب ایسی بھی کوئی بات نہیں۔''

وہ شخص مسکراتا بھی تھا؟ صدف نے خاصی حیرانی سے اس کے مسکراتے لب دیکھے تھے۔

''کھانا کھانا ہے؟'' صدف کو نظر انداز کیے وہ آرزو سے ہی پوچھ رہا تھا۔

''نہیں۔''

''اور آئس کریم؟''

''وہ تو ضرور کھائیں گے۔''

''تو چلیں پھر......''

''ہوں...... مگر ایک بات ہے اشعر بھائی جو میں نے بس آپ کے کان میں ہی کہنی ہے۔''

صدف کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اس سے کیا بات کہنا چاہتی ہے تبھی وہ چپ رہی تھی تاہم آرزو اب اشعر کو سائیڈ پر لے جاکر اس کے کان میں کچھ کہہ رہی تھی اور وہ ذرا سا جھک کر اس کی بات سن رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد آرزو کے ساتھ جاکر اس نے صدف کی پسند کی چوڑیاں خرید لیں۔ صدف کے گھر واپس آنے تک اس کارروائی کا پتا نہیں چلا تھا۔ تاہم اسے ایک بات ضرور اچھی لگی تھی اور وہ یہ کہ جس وقت اس نے آئس کریم کا آدھا کپ بچا کر رکھ دیا تھا تب اشعر نے اپنا کپ چھوڑ کر اس کی بچائی ہوئی آئس کریم کھائی تھی۔

❁……++……❁

کوئی بھول نہ ہوجائے
تیری ڈاچی کے مڑنے تک
ہم دھول نہ ہوجائیں

وہ اپنے سسرال خود ہی واپس آ چکی تھی۔

اس روز آفس سے واپسی پر اشعر کو وہ کچن میں نظر آئی تو بے ساختہ ایک پُرسکون سا احساس اس کے اندر تک سرایت کرگیا۔ اگلے روز پہلی سحری تھی۔ صدف نے رات میں سونے سے قبل ہی ٹائم سیٹ کرکے الارم لگادیا تھا۔

الارم بجا تو اس کے ساتھ اشعر کی آنکھ بھی کھل گئی۔ اس کی خریدی ہوئی چوڑیاں اس وقت صدف کی کلائی میں تھیں۔ وہ اس کے پہلو سے اٹھنے لگی تو اشعر نے بے ساختہ اس کی کلائی پکڑلی۔

''کہاں جارہی ہو؟''

''کچن میں۔''

''کیوں؟'' وہ جانتا تھا پھر بھی پوچھ رہا تھا۔ صدف نے کلائی چھڑانے کی کوشش نہیں کی۔

''آج پہلا روزہ ہے' مجھے سحری بنانی ہے' تہجد کے نفل پڑھنے ہیں۔''

''ٹھیک ہے' مگر کل سے الارم مت لگانا پلیز۔''

''کیوں! کیا آپ روزہ نہیں رکھیں گے؟''

''نہیں!'' اس کی کلائی چھوڑتے ہوئے اس نے تکیہ اٹھالیا تھا۔

''کیوں...... کیوں نہیں رکھیں گے؟'' وہ ازحد حیران ہوئی تھی۔ اشعر نے پلکیں موندلیں۔

''میرے جیسے شخص کی عبادات سے کائنات کے مالک کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''استغفار! یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ عبادت تو ہم اپنے نفع نقصان کے لیے کرتے ہیں اللہ ربّ العزت کی ذاتِ پاک کو کیا فرق پڑنا' وہ تو بے نیاز ہے۔''

''اوکے' ابھی جاؤ پلیز۔'' پل میں وہ پھر تلخ ہوگیا تھا۔ صدف دل گرفتہ سی بیڈ سے اتر آئی۔ اس نے اکثر دیکھا تھا۔ اشعر سردیوں میں بھی گھنٹوں شاور کے نیچے کھڑا خود پر پانی بہاتا رہتا تھا۔ وہ اپنے آپ کو اپنی چیزوں کو اتنا صاف رکھتا تھا کہ معمولی سی گرد بھی اس سے برداشت نہیں ہوتی تھی۔ پھر بھی ایک عجیب سی بے چینی ہمہ وقت اسے گھیرے رہتی تھی۔

اس کے حلقہ احباب میں کوئی بھی قریبی دوست نہیں تھا۔ ایک ماہ پہلے اسے لڑکیوں سے بھی دلچسپی نہیں تھی' وہ فلموں کا بھی شوقین نہیں تھا اگر اتفاق سے کوئی مووی لگی ہوتی تب بھی بے زاری سے رخ پھیر لیتا۔ گھر میں بھی کسی کے ساتھ اس کی انڈرسٹینڈنگ نہیں تھی وہ کوئی ایسی بات نہیں کرتا تھا جس سے گھر میں کسی کو اس کے ساتھ الجھنے کا موقع ملے۔ بے حد محتاط رہتا تھا' زاہد صاحب اپنی پراپرٹی اور بزنس کا شیئر کرنا چاہ رہے تھے تب بھی اس نے بڑی سہولت سے ان کی جائیداد میں سے کچھ بھی لینے سے انکار کردیا تھا' صدف اس پر بھی بے حد حیران تھی۔

اشعر نے پہلا روزہ نہیں رکھا تھا۔ صدف نے بہت کوشش کی اسے اٹھانے کی مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ مجبوراً اسے بُریرہ پر محنت کرنی پڑی کیونکہ زاہد صاحب دل کے مریض تھے اور ان کی دوسری بیوی کو اپنی چہیتی بہو کے ساتھ چھوڑ کر دن میں پیٹ پوجا کرنے کی بیماری تھی' ایسے میں صدف سحری سے فارغ ہوکر نماز پڑھتی پھر دیر تلک قرآن پاک کا ترجمے کے ساتھ مطالعہ کرتی پھر تھوڑی دیر آرام کرکے گھر کے دوسرے کاموں میں لگ جاتی۔

اس روز پندرواں روزہ تھا۔ جانے اس کے من میں کیا آئی کہ وہ معمول کا کام نپٹا کر بشیر احمد کے کمرے کی طرف چلی آئی' جسے چند سال قبل قدرے بہتر کوارٹر اور بہترین تنخواہ دی جارہی تھی۔ وہ اشعر کی کہانی جاننا چاہتی تھی اس کہانی کا الجھا ہوا سرا ڈھونڈنا چاہتی تھی کیونکہ جتنی ڈائری اس نے پڑھی تھی اس کے مطابق بشیر احمد کا اشعر کی زندگی میں بڑا اہم کردار تھا۔

جس وقت وہ کمرے میں داخل ہوئی' بشیر احمد چارپائی پر نیم دراز تھا۔ اسے دیکھتے ہی جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''سلام بی بی جی!'' وہ اب کافی بوڑھا اور ضعیف ہوگیا

تھا۔ صدف سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیتی‘ دوسری چارپائی کے کونے پر ٹک گئی۔
”بشیر صاحب! میں آپ سے کچھ جاننے کے لیے آئی تھی وہ بات جو میں اس گھر کے کسی اور فرد سے نہیں پوچھ سکتی۔“ تھوڑی دیر کے بعد اس نے بات کا آغاز کیا تھا اور پھر اشعر کی ڈائری کی ساری کہانی ان کے گوش گزار کردی۔ بشیر احمد اسے کچھ بتانا نہیں چاہتا تھا مگر اس کی ضد پر مجبور ہوکر اس نے اشعر کی زندگی سے متعلق سارا سچ اسے سنادیا‘ جسے سن کر وہ شاکڈ رہ گئی تھی۔
بشیر احمد کے کوارٹر سے اپنے کمرے میں آنے تک اسے لگا جیسے اس کی ٹانگیں اس کا ساتھ ہی نہیں دے رہی ہوں۔ اشعر کے آفس سے آنے میں ابھی کافی ٹائم تھا‘ وہ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر‘ دونوں گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے دیر تک روتی رہی۔
وہ آفس سے آیا تو صدف افطاری میں مصروف تھی مگر پھر بھی اس کے چہرے سے اس کے رونے کا پتا چل رہا تھا۔ اس پر تھکن غالب تھی تاہم صدف کا چہرہ دیکھ کر وہ مزید الجھ گیا۔ کیا اس کی گھر میں کسی سے لڑائی ہوگئی تھی؟ مختلف سوچیں ذہن میں آرہی تھیں‘ وہ سر جھٹکتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ آیا۔
عشاء کی نماز کے بعد جب وہ ٹی وی دیکھ رہا تھا صدف اس کے پاس آئی تھی۔
”وہ...... مجھے آپ سے کچھ کہنا تھا۔“
”ہوں کہو۔“ فوراً سے بیش تر وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔
”مجھے آپ سے طلاق چاہیے۔“ رخ پھیر کر جانے کیسے اس نے کہہ دیا تھا۔ وہ اپنی جگہ ساکت رہ گیا۔
”کیا......؟“
”جی ہاں‘ مجھے لگتا ہے شاید میں آپ کی زندگی میں فٹ نہیں ہوں‘ سو پلیز مجھے خلع کے لیے عدالتوں کا رخ کرنے پر مجبور مت کیجیے گا۔“
”کیا گھر میں کچھ ہوا ہے؟“
”جی نہیں‘ نہ ہی گھر والوں کے کسی عمل سے مجھے کوئی فرق پڑتا ہے‘ میری ذات آپ سے وابستہ ہے اور میں آپ کے ساتھ خوش نہیں ہوں‘ بس۔“
”ٹھیک ہے۔“ صدف کے مضبوط لہجے پر بہت شکستگی کے ساتھ اس نے کہا تھا مگر اس کے ہاتھوں کی انگلیاں واضح کپکپا رہی تھیں۔ جس نقصان سے اسے ڈر لگتا تھا بالآخر وہ نقصان بھی ہوگیا تھا۔
وہ رات اس پر قیامت کی رات تھی۔ ساری رات اس کا تکیہ آنسوؤں سے بھیگتا رہا تھا۔ اگر وہ جائز اولاد نہیں تھا تو اس میں اس کا کیا قصور تھا؟ اس نے تو نہیں کہا تھا کسی سے کہ مجھے ناجائز پیدا کرو۔ وہ تو سارے وہی کام کررہا تھا جو دوسرے جائز پیدا ہونے والے لوگ کرتے تھے پھر ہر قدم ہر گام پر تکلیف اسی کے حصے میں کیوں آرہی تھی؟
قدرت نے تو اس کے ناجائز وجود کو اپنی کسی رحمت اور نعمت سے محروم نہیں کیا تھا تو پھر اس کے بنائے ہوئے انسانوں نے اس کے لیے اپنے دل کیوں سکوڑ لیے تھے۔ یہی سوچیں‘ یہی خیالات ہمہ وقت پاگل کیے رکھتے تھے۔
وہ ٹوٹنا نہیں چاہتا تھا
زندگی میں اس نے ہمیشہ ہر چھن جانے والی چیز کے لیے صبر کرلیا تھا مگر اس سے اس لڑکی کے لیے صبر نہیں ہورہا تھا جو اس کی پسندیدہ ہمسفر تھی۔
شادی کے بعد کتنی بار اس نے اسے چھونا چاہا مگر صرف اس خوف کے پیش نظر قریب نہیں آیا کہ کہیں وہ اس کا عادی نہ ہوجائے۔ کہیں وہ کانچ سا وجود اور سونے جیسا دل رکھنے والی لڑکی اس کی اصلیت جان کر اسے دھتکار نہ دے۔ وہ اپنا نفس مار کر رہ جاتا تھا اور بالآخر اگلے روز شام میں اس پر یہ حقیقت بھی کھل گئی کہ صدف اس کی ذات کے بارے میں سب جان گئی ہے تبھی اس نے علیحدگی کا فیصلہ کیا تھا۔
پورے دن آفس میں اس کا دماغ پھٹتا رہا۔ شام میں افطاری کے بعد صدف کمرے میں آئی تو اس کے مقابل آ کھڑا ہوا۔

”میں جانتا ہوں تم میری ذات کی سچائی کے بارے میں جان گئی ہو‘ اسی لیے بھاگ رہا تھا تم سے مگر ہونی کو کون روک سکتا ہے۔ تمہیں حق ہے کہ تم اپنی پسند کے شخص کے ساتھ زندگی بسر کرو‘ میں تمہیں زبردستی اپنی زندگی میں نہیں روکوں گا مگر ایک ریکویسٹ ہے اگر مان لو تو......“
”جی کہیے۔“ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر اس نے اس کی لہو رنگ آنکھوں میں دیکھا تھا۔ کتنی بے بسی‘ کتنا اضطراب تھا وہاں‘ وہ کٹ کر رہ گئی۔
”میرا ایک دوست وکیل ہے‘ وہ اس وقت ملک سے باہر ہے‘ اس کی واپسی تک انتظار کرلو‘ میں طلاق دے دوں گا۔“
اپنی بات مکمل کرنے کے بعد وہ وہاں ٹھہرا نہیں تھا مگر وہ ضرور ٹھٹک کر رہ گئی تھی۔ ایک سال ہوگیا تھا اسے اس شخص کی رفاقت میں رہتے ہوئے‘ اس ایک سال میں بہت سے موسم ان دونوں نے اکٹھے دیکھے تھے‘ بہت کچھ ایک ساتھ سہا تھا‘ کیا اس کے لیے اب یہ ممکن تھا کہ وہ اس کا ہاتھ چھوڑ دیتی (وہ تو صرف اس کا امتحان لینا چاہتی تھی‘ اسے آزما رہی تھی) اس شخص کا ہاتھ جسے زندگی نے سوائے ذلت اور اذیت کے اور کچھ نہیں دیا تھا۔ بھری دنیا میں کون تھا اس کا جو اس کے درد کو سمجھتا‘ جس سے وہ اپنے دل کی باتوں کو شیئر کرسکتا۔
بیڈ کی پشت گاہ سے ٹیک لگائے دونوں بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹے وہ سوچتی رہی تھی اور الجھتی رہی تھی جب کہ اس کے پہلو میں کروٹ بدل کر لیٹا اشعر علی ایک عجیب سی آگ میں جل رہا تھا وہ آگ جو اس نے کبھی دیکھی نہیں تھی مگر پل پل جسے اس نے شدت کے ساتھ محسوس ضرور کیا تھا۔

❁......✢✢......❁

رمضان کا آخری عشرہ تھا۔
بریرہ اس کی ساس اور یاسر کی بیوی کے روز بازار کے چکر لگ رہے تھے۔ ان لوگوں کے لیے روزے فرض نہیں تھے مگر عید پر پوری سج دھج اور شاپنگ ضرور فرض تھی‘ صدف نے محسوس کیا تھا اشعر بہت چپ ہوکر رہ گیا تھا۔
اس کی آنکھوں کے گوشے ہمہ وقت سرخ رہنے لگے تھے۔ وہ اس کے لیے کھانا بناتی تو وہ کھانے سے انکار کردیتا‘ چائے بناتی تو چائے پینے سے انکار کردیتا‘ اس کا کوئی سوٹ پریس کرنے کے لیے نکالتی تو وہ چھین لیتا‘ وہ اس کے ہاتھوں مسلسل ہرٹ ہورہی تھی مگر خاموش تھی۔
اس روز بھی ابھی وہ عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر لیٹی تھی جب وہ کمرے میں چلا آیا۔ بکھرے بکھرے سے رف حلیے میں بھی اس کی وجاہت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ صدف اسے دیکھ کر اٹھ بیٹھی تھی جب کہ وہ بیڈ کے کونے پر ٹک گیا تھا۔
”میں ایبروڈ جارہا ہوں ہمیشہ کے لیے یہ...... طلاق کے کاغذات میں نے بنوالیے ہیں‘ تم سائن کرکے رکھ دو‘ صبح میں بھی سائن کردوں گا۔“
بنا اس کی طرف دیکھے وہ اسے بتا رہا تھا‘ وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔
”کیا ایبروڈ جانا ہر مسئلے کا حل ہوتا ہے؟“
وہ چپ بیٹھا رہا تھا تبھی اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کی پیشانی کو چھوا تو وہ جل رہی تھا۔
”اتنا تیز بخار ہے آپ کو اور آپ نے بتایا بھی نہیں۔“
”میرا کیا واسطہ ہے تم سے جو میں تمہیں بتاتا پھروں۔“ درشتگی سے اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے وہ دہاڑا تھا۔
”مت لگایا کرو میرے وجود کو اپنا ہاتھ‘ اب تو پتا چل گیا ہے ناں تمہیں کہ میں کون ہوں؟ میری کیا حیثیت ہے؟ گند میں لتھڑا ہے میرا وجود‘ بے نام انسان ہوں میں‘ یہاں وہ لوگ جو روز زنا کرتے ہیں‘ شراب پیتے ہیں‘ لوگوں کا بیوپار کرتے ہیں‘ وہ معتبر ہیں کیونکہ ان کے پاس جھوٹ کا ہی سہی مگر کوئی نہ کوئی حوالہ ہوتا ہے‘ میرے پاس کسی کا کوئی حوالہ نہیں ہے‘ اس لیے جس کا دل چاہتا ہے مجھے ادھیڑتا ہے‘ میری زندگی میں آتا اور پھر چلا جاتا ہے۔“ اب اس کا لہجہ بھرا رہا تھا۔ صدف بیڈ سے اتر کر اس کے سامنے آ بیٹھی۔
”مگر میں اب آپ کی زندگی سے کہیں نہیں جارہی‘

مجھے طلاق نہیں چاہیے۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے مجھ پر احسان کرنے کی' سنا تم نے۔" ایک مرتبہ پھر وہ دہاڑا تھا۔ جواب میں صدف نے سائیڈ پر پڑے پیپرز اٹھا کر بنا دیکھے پھاڑ دیئے۔

"مجھے احسان کرنے کی عادت نہیں ہے' ہاں محبت کرسکتی ہوں' اگر کوئی یقین کرے تو۔"

"جسٹ شٹ اپ!" وہ ازحد بدگمان تھا۔ وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔

اسی رات جب وہ بے چین سا اس کے پہلو میں لیٹا تھا۔ اس نے کروٹ بدل کر اس کا بازو سہلایا تھا۔ مگر وہ لاتعلق سا لیٹا رہا' تبھی اس نے اٹھ کر جھجکتے ہوئے اس کی پیشانی چوم لی۔ کچھ دیر قبل اس نے اسے زبردستی دوا بھی کھلائی تھی' اسے معلوم تھا کہ وہ گلیشیئر فوری پگھلنے والا ہے' تبھی وہ دھیرے دھیرے اس کا اعتبار جیتنے کی کوشش کررہی تھی۔

اگلے روز اس نے اسے زبردستی اٹھا کر روزہ بھی رکھوا دیا تھا' وہ اب اس کا خیال یوں رکھ رہی تھی جیسے وہ کوئی چھوٹا سا بچہ ہو۔ عید کے آنے میں ابھی چھ روز باقی تھے۔ صدف یاسر کی بیوی یمنیٰ کے اصرار پر اس روز اس کے ساتھ مارکیٹ چلی آئی۔ یمنیٰ نے اپنے لیے ایک سوٹ پسند کیا تھا جو تیس ہزار سے کم سیل نہیں کررہا تھا دکان دار اس وقت اس نے چھوڑ دیا تھا مگر اب وہ ہی سوٹ لینے آئی تھی کیونکہ یاسر نے اسے پیسے دے دیئے تھے۔

صدف نے خود ابھی تک اپنے لیے کوئی شاپنگ نہیں کی تھی نا ہی اس کا دل چاہ رہا تھا۔ شاپنگ کے بعد یمنیٰ اسے قریبی ریسٹوران میں لے آئی تھی اور وہیں اس نے اشعر کو ایک لڑکی کے ساتھ دیکھا تھا' وہ دونوں بھی شاید شاپنگ کرکے آئے تھے کیونکہ ان کے قریب بھی بڑے بڑے شاپنگ بیگز تھے' صدف کی آنکھیں جل اٹھیں۔

اشعر کی نظر بھی اس پر پڑ چکی تھی' مگر وہ شرمندہ ہونے کی بجائے بے نیاز دکھائی دے رہا تھا' تبھی وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر اس کے پاس گئی تھی۔ اشعر فوری کھڑا ہوگیا' اس کے ساتھ والی لڑکی بھی چونک گئی تھی تبھی اس نے بنا کچھ کہے بھرپور شدت کے ساتھ اسے زور کا تھپڑ رسید کیا اور واپس پلٹ آئی۔

اشعر رات میں دیر سے گھر واپس آیا تو وہ جاچکی تھی۔ روح کو چھیدتی تنہائی پورے کمرے میں بکھری اس کا منہ چڑاتی رہی' وہ بے زار ہوکر کمرے سے نکل آیا۔ باہر بارش ہورہی تھی اور صدف بارش کی دیوانی تھی تبھی وہ دیر تک باہر بارش میں کھڑا بھیگتا رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اب صدف کی طرف سے طلاق کا مطالبہ ضرور ہوگا مگر...... ایسا نہیں ہوا تھا۔

❁ ...... + + ... ❁

افطاری کے بعد کا وقت تھا۔

وہ اداس سی ٹیرس پر کھڑی' سڑک کے اس پار جگمگاتی روشنیوں کے نظاروں میں گم تھی' جہاں لوگ عید کا چاند نظر آنے کی خوشی میں خوب شوروغل کررہے تھے۔ وہ چپ چاپ کھڑی آنسو بہاتی رہی۔ اسے اشعر علی سے عشق نہیں تھا مگر وہ اس سے محبت ضرور کرنے لگی تھی۔ اس کی عزت کی خاطر اس نے تاحال گھر میں کسی کو بھی اس کی ذات کی سچائی کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ نہ ہی بتانے کا ارادہ رکھتی تھی' بالکل ویسے ہی جیسے اشعر نے اسے نہیں بتایا تھا کہ زاہد صاحب نے اپنی جائیداد کی تقسیم کردی تھی اور اشعر کو انہوں نے یاسر کے برابر کا حصہ دیا تھا۔

اشعر کو قطعی ان کے اس فیصلے کا گمان نہیں تھا مگر جس وقت چاندرات کے شوروغل میں انہوں نے اسے گلے لگا کر اس کی پیٹھ تھپتھپائی اور یہ کہا کہ "تم میرے بیٹے ہو اشعر! میرا نام تمہارا حوالہ ہے میں نے اپنے رب کے مقدس گھر سے تمہیں پایا' تم نے ہم میاں بیوی کی زندگی میں خوشیوں کے رنگ بھرے بہت احسان ہیں تمہارے اس بوڑھے باپ کی زندگی پر' پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ تمہارا باپ تمہیں تمہارا حق نہ دے۔ میں نے فیصلہ کرلیا ہے تم صدف بیٹی کے ساتھ گاؤں کی حویلی میں رہو گے اور ساری زمینوں کا انتظام سنبھالو گے۔ یہاں شہر کی فیکٹری میں بھی تمہارے ففٹی پرسنٹ شیئرز ہیں' جب دل چاہے یہاں رہنا اور جب دل چاہے وہاں' کوئی پریشانی نہیں ہے' ہاں ایک گزارش ضرور کروں گا' صدف بہت اچھی لڑکی ہے اسے کبھی اپنی زندگی سے جانے مت دینا' بہت پیار کرتی ہے وہ تم سے' میں جانتا ہوں جاؤ لے آؤ اسے۔" اور تبھی اس کے دماغ میں صدف کی بات گونجی تھی۔

"مجھے احسان کرنے کی عادت نہیں' ہاں محبت ضرور کرسکتی ہوں اگر کوئی یقین کرے تو۔"

اور تبھی اس کے دل کی ایک بیٹ مس ہوئی تھی' اس وقت وہ زاہد صاحب کے گلے لگ کر دیر تک بچوں کی طرح بلک بلک کر روتا رہا تھا اور وہ اس کی پیٹھ سہلاتے ہوئے اسے تسلی دیتے رہے۔ آرزو چھت پر آئی تو وہ چپ چاپ کھڑی بے آواز رو رہی تھی۔

"چاندرات مبارک آپی! عید کا چاند نظر آگیا ہے' چلیں ناں مارکیٹ چلتے ہیں۔"

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے' تم مما کے ساتھ چلی جاؤ۔"

"کیوں' آپ کی طبیعت کو کیا ہوا؟" اب وہ اس کے برابر میں کھڑی اس سے پوچھ رہی تھی۔

"پتا نہیں۔" اس کا لہجہ بھرا رہا تھا' آرزو مسکرادی۔

"ٹھیک ہے' اگر میں آپ کے ڈاکٹر کو لے آؤں تو؟"

اس بار وہ چونکی تھی اور تبھی اس کی نظر پیچھے ہی کچھ فاصلے پر کھڑے اشعر علی پر پڑی تھی' جس کی آنکھیں اس لمحے چاند کی مانند ہی جگمگا رہی تھیں' وہ دیکھتی رہ گئی۔

"السلام علیکم' عید مبارک!" ستاروں سی روشن نگاہوں کے ساتھ وہ مسکرا رہا تھا۔ آرزو موقع دیکھ کر چپکے سے کھسک گئی۔

"وعلیکم السلام!" بمشکل وہ لبوں کو جنبش دے پائی تھی۔ اشعر آگے بڑھ آیا۔

صدف کی پلکوں سے آنسو ٹوٹ رہے تھے' اس نے ہاتھ بڑھا کر وہ آنسو سمیٹ لیے۔

"ایم سوری صدف! ان تمام دنوں کے لیے جو تم نے میری رفاقت میں اذیت اٹھاتے ہوئے بسر کیے۔ میں وہ سب کرنا نہیں چاہتا تھا مگر مجھے لگا شاید میں اس قابل نہیں ہوں کہ تم میرے ساتھ بھی رہو۔ میں خود کو تمہارا عادی ہی نہیں بنانا چاہتا تھا مگر...... مجھے کب تمہاری عادت ہوگئی پتا ہی نہیں چلا۔" سر جھکائے اس کے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"کل تک مجھے اس بات کا یقین نہیں تھا کہ تم میرے ساتھ زندگی بسر کرو گی' مگر آج جب پاپا نے کہا کہ تم مجھ سے پیار کرتی ہو تو...... مجھے لگا جیسے زندگی کو مجھ پر ترس آگیا ہو' میرا یقین کرو صدف! میں نے سوائے تمہارے کسی لڑکی کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا' اس روز تم نے ریسٹوران میں جس لڑکی کو میرے ساتھ دیکھ کر مجھے تھپڑ مارا' وہ میرے دوست کی بیوی تھی' میرا دوست اس وقت کھانا آرڈر کرکے واش روم میں گیا تھا' خیر مجھے برا نہیں لگا۔" اس کی نظریں اب بھی جھکی ہوئی تھیں' صدف شرمندگی سے سر جھکا گئی۔

"ایم سوری......!"

"نہیں کوئی سوری نہیں' یہ بتاؤ عید کی شاپنگ کرنی ہے کہ نہیں؟"

"نہیں!" وہ اب ہلکی پھلکی ہوکر اس کی طرف دیکھ رہی تھی' اشعر مسکرادیا۔

"کنفرم ہے ناں...... نہیں؟"

"جی نہیں!" نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ بھی مسکرائی تھی۔ اشعر نے گہری سانس بھرتے ہوئے سر اٹھا کر ایک نظر اوپر روشن آسمان کی طرف دیکھا پھر دھیرے سے صدف کا گال چھوتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ آیا۔

بے شک کائنات کے خالق نے اس عید پر بھی اسے ہمیشہ کی طرح اپنی بے شمار نعمتوں سے نواز دیا تھا۔

❁

قسط نمبر 14

بھیگی پلکوں پر

اقراٗ صغیر احمد

دکھ میں غم میں، تھکی ہوئی ہوں، پاؤں میں چھالے ہیں
ماں! کچھ دیر تیری گود میں سر رکھ کر سو جاؤں میں
جب بھی ساون کے بادل برسائیں، ڈھیروں اداسی
اتنا برسیں آنکھیں کہ ساون کو بھگو جاؤں میں

گزشتہ اقساط کا خلاصہ

پارس عرف پری عدم توجہی اور سوتیلے رشتوں کی بدسلوکی کا شکار ہے۔ دادی جان اس کے لیے گھر بھر میں واحد محبت کرنے والی شخصیت ہیں جبکہ اپنے والد فیاض صاحب سے اس کا رابطہ واجبی سا ہے۔ فیاض صاحب کی دوسری بیوی صباحت فطرتاً حاسد، فضول خرچ اور طمع پرست ہیں۔ ان کے یہی اوصاف ان کی بیٹیوں عادلہ اور عائزہ میں بھی بہ درجہ اتم موجود ہیں۔ البتہ پری اور دادی جان کی حیثیت گھر بھر میں مضبوط ہے۔

طغرل کی آمد خاصی ہنگامہ خیز ثابت ہوتی ہے۔ پری کے ذہن میں طغرل اور اپنی بچپن کی لڑائیاں تازہ ہیں۔ عادلہ، طغرل پر ملتفت ہے اس کی وجاہت اور اس کے اسٹیٹس کے سبب۔

پری کی والدہ فیاض صاحب سے علیحدگی کے بعد اپنے خالہ زاد صفدر جمال سے شادی کر چکی ہیں جو ایک کامیاب بزنس مین ہیں۔ پری کے لیے مثنیٰ کی محبت لازوال ہے مگر صفدر جمال کو پری کا ذکر بھی ناپسند ہے۔

رات کی تاریکی میں طغرل نے ایک سائے کو سوٹ کیس تھامے گھر سے فرار ہوتے دیکھا۔ طغرل کے خیال میں رات کے اندھیرے میں گھر سے فرار ہونے والی لڑکی پری ہے۔ جبکہ حقیقت مختلف ہے۔ صفدر جمال اور مثنیٰ کا بیٹا سعود غیر ملک میں کسی ہندو لڑکی سے شادی کا خواہاں ہے، جس کی مثنیٰ سختی سے مخالفت کرتی ہیں مگر اک روز صفدر جمال انہیں بتاتے ہیں کہ سعود، پوجا سے شادی کر چکا ہے وہ بھی ان کی اجازت اور شمولیت کے ساتھ...... مثنیٰ ششدر رہ جاتی ہیں اور ان سے برگشتہ ہو کر گھر چھوڑ دیتی ہیں۔

صفدر جمال مثنیٰ کو منانے کی بہت کوشش کرتے ہیں مگر وہ ہنوز غم و غصے کا شکار ہیں، جس پر صفدر جمال انہیں بتاتے ہیں کہ سعود نے پوجا سے شادی کرنے کے لیے خودکشی کی کوشش کی تھی جس پر انہیں ہتھیار ڈالنے پڑے۔ صفدر جمال کی منت سماجت پر بالآخر مثنیٰ واپس لوٹ آتی ہیں۔

جویریہ کے بھائی اعوان سے ماہ رخ کا ربط محبت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

پری کے سامنے طغرل کو ایک بار پھر لان کے اندھیرے میں وہی سایہ نظر آتا ہے تو وہ پری کے روکنے کے باوجود اس سائے کے پیچھے بھاگتا ہے۔ طغرل باہر نکل کر اس سایہ کا پیچھا کر کے اس کو پکڑ لا کر اس کا چہرہ بے نقاب کرتا ہے تو وہ عائزہ ہوتی ہے۔ جس کو دیکھ کر پری اور عادلہ حیران و پریشان ہو جاتی ہیں۔ کمرے میں شور کی آواز سن کے صباحت بیگم جب اندر آتی ہیں تو وہ کا منظر دیکھ کر ہکا بکا رہ جاتی ہیں اور طغرل کی زبانی عائزہ کا کارنامہ جان کر ان کے ہوش اڑ جاتے ہیں۔ طغرل کے جانے کے بعد صباحت پری کو سرزنش کر کے کمرے سے نکال دیتی ہیں باہر طغرل پری کا منتظر ہوتا ہے وہ عائزہ پر نظر رکھنے کی تاکید کرتا عائزہ صباحت سے ضد کرتی ہے کہ وہ صرف راحیل سے ہی شادی کرے گی تو صباحت اس کو سمجھا سمجھا کر مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوتی۔

ماہ رخ جب گھر پہنچتی ہے تو وہاں گلفام پہلے سے موجود ہوتا ہے، جس کو دیکھ کر وہ کچھ خوف زدہ سی ہو جاتی ہے وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پا کر اس سے باز پرس کرتی ہیں کہ گھر والے کہاں ہیں اور گلفام کا جواب سن کر وہ طیش میں آ کر اس کو صلواتیں سنا جاتی ہے۔ دوسری طرف وہ عون سے جھوٹ بول کر اس کو کورٹ میرج پر اکساتی ہے، جس پر عون تیار نہیں ہوتا، جس پر وہ عون سے ناراض ہو جاتی ہے۔

پری کے گھر پر نہ ہونے سے دادی کچھ کچھ پریشان اور بے زاری ہو جاتی ہیں تو طغرل ان کو پھوپو کے گھر لے جاتا ہے تاکہ ان کا کچھ دل بہل سکے۔ دادی کو یوں اچانک دیکھ کر ان کی بیٹی اور نواسیاں بے حد خوش ہو جاتی ہیں اور طغرل رات کو آ کر ان کو واپس لے جاتا ہے دادی کو ان کے کمرے میں چھوڑ کر اپنے کمرے میں آ کر فریش ہو کر جیسے ہی مڑتا تو اس کی نظر عادلہ پر پڑتی ہے، جس کو دیکھ کر وہ بھونچکا سا رہ جاتا ہے۔ طغرل عادلہ کو آڑے ہاتھوں لیتا ہے اور اس کو آئندہ رات کے وقت اپنے کمرے میں آنے سے روک دیتا ہے۔ دادی پری کے نانی کے

گھر جانے سے بے حد ڈسٹرب ہوجاتی ہیں جس سے ان کی طبیعت بھی کچھ خراب ہوجاتی جس کے باعث فیاض صاحب اور طغرل کچھ پریشان ہوجاتے ہیں جب پری کو دادی کی طبیعت کے بارے میں پتا چلتا ہے تو وہ واپس آنے کا ادارہ کر کے فیاض صاحب کو فون کر دیتی ہے اور فیاض صاحب اپنی مصروفیات کے باعث پری کو لینے طغرل کو بھیج دیتیں ہیں اور پری طغرل کو دیکھ کر موڈ خراب ہوجاتا ہے۔ پری گھر واپس آتے ہوئے گاڑی میں طغرل سے بیزار سی نظر آتی ہے یہ بات طغرل نوٹ کر لیتا ہے وہ اس سے باتیں کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ بے رخی سے جواب دیتی ہے جس پر طغرل چپ ہوجاتا ہے اور پری گھر آتا دیکھ دادی یک دم خوش ہوجاتی ہیں اور پری دادی سے گلے مل کر گلے شکوہ کرنے لگتی ہے۔ ادھر ماہ رخ کی بے چینیاں بڑھتی ہی جارہی ہے اس کا کسی بھی طرح عون سے رابطہ ہی نہیں ہو رہا اور اس کے گھر میں اس کی شادی کی تیاریاں شروع ہوجاتی ہیں جس وہ مزید بے گھبرا جاتی ہے۔ پری طغرل اور معید کی ساری باتیں سن لیتی ہے اور اس کو دکھ ہوتا ہے اپنی ذات کی نفی ہونے کا وہ خوب روتی ہے۔ دوسری طرف عادلہ ہر ممکن کوشش کرتی ہے طغرل کو اپنی طرف مائل کرنے کی مگر وہ اپنی ہر کوشش میں ناکام ہوجاتی ہے اور رات کچن میں عادلہ پری کو برا بھلا کہہ رہی ہوتی ہے کہ اچانک طغرل آجاتا ہے اور عادلہ کی باتیں سن کر وہ پری کو پرپوز کر دیتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❀……✦❀✦……❀

طغرل کی آواز اس خاموش ماحول میں کسی دھماکے کی طرح گونج اٹھی تھی' وہ دونوں اس کی طرف دیکھتی رہ گئی تھیں اور وہ بڑے اطمینان سے کھڑا پری کی طرف دیکھ رہا تھا۔

جس کے چہرے پر تیزی سے سرخی پھیل رہی تھی' آنکھوں میں ناگواری پھیلتی جارہی تھی۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا وائپر دور پھینکا تھا۔

"آپ کیا بکواس کر رہے ہیں آپ کو معلوم ہے……؟"

"ہاں! مگر یہ بکواس نہیں ہے میرے دل کی بات ہے۔" وہ اس طرح ہی اطمینان سے بولا۔

جب کہ وہاں موجود عادلہ کئی لمحوں تک گم سم کھڑی رہی تھی' اس کے دل میں طغرل کی بات نے آگ سی لگا دی تھی۔

اس نے اس کی بے رخی اور سرد مہری کے باوجود اپنے خیالوں میں اس کو بسایا تھا اور وہ بڑے فخر سے اس کے سامنے اس لڑکی کو پرپوز کر رہا تھا جو اس سے سخت بے زار تھی' نفرت کرتی تھی' پورا کچن گول گول گھومنے لگا تھا' اس کی نظروں کے سامنے اور وہ لڑکھڑاتے قدموں سے وہاں سے چلی گئی تھی۔

"دل کی بات؟" وہ اس کی طرف دیکھتی ہوئی استہزائیہ لہجے میں گویا ہوئی تھی' اس کے چہرے پر اذیت سی تھی۔

"معید بھائی نے آپ کو فورس کیا اور آپ تیار ہوگئے ترس کھا کر مجھ سے شادی کرنے کے لیے……" اس کی آواز دکھ کے ساتھ ساتھ غم و غصے سے لرز رہی تھی۔

"وہاٹ!" اس کے منہ سے نکلنے والی سچائی نے لمحے بھر کو طغرل کے حواس گم کر دیئے تھے کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا پری وہ بات جانتی ہے جو ان دونوں کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہ تھی وہ دم بخود سا کھڑا رہ گیا تھا۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" چند لمحے لگے تھے اسے خود پر قابو پانے میں۔ "میں بھلا تم سے کیوں ترس کھا کر شادی کروں گا؟ تم میں ترس کھانے والی کون سی ابنارملیٹی ہے پارس؟"

"مجھ میں ایسی اسپیشلیٹی بھی نہیں ہے جس سے انسپائیر ہو کر آپ شادی کے لیے تیار ہوجائیں۔"

اس کی بات طغرل کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گئی تھی۔

"میں سیریس ہوں طغرل بھائی!" اس کی مسکراہٹ چڑانے لگی تھی۔

"میں بھی سیریس ہوں پارس! مجھے نہیں معلوم تھا تم نے ہماری باتیں سن لی ہیں۔ میں بالکل سچائی سے کہہ رہا ہوں' جب معید نے مجھے کہا کہ تم کو پرپوز کروں تو اس وقت میں نے اسے انکار کر دیا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ میں ابھی اپنے بزنس میں الجھا ہوا ہوں' دراصل میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہتا تھا' ڈیڈی کی سپورٹ نہیں لینا چاہتا میں……"

"آپ کیا چاہتے ہیں اور کیا نہیں' مجھے اس میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔" وہ اس کی بات قطع کر کے گویا ہوئی۔ "میں آپ سے شادی نہیں کروں گی' یہ یاد رکھیے گا۔"

"تمہاری کہیں کمٹمنٹ ہے؟" وہ خاصا سنجیدہ تھا۔

"میں بتانا ضروری نہیں سمجھتی لیکن یہ یاد رکھیے گا میں ایسے کسی بھی شخص سے شادی نہیں کروں گی' جو ترس کھا کر مجھے اپنی زندگی میں شامل کرے۔" وہ کہہ کر چلی گئی اور وہ بڑبڑانے لگا۔

"ترس کھا کر کسی کی مدد تو کی جاسکتی ہے مگر شادی نہیں کی جاسکتی ہے۔"

❀……✦❀✦……❀

عادلہ کو حسد کی ان دیکھی آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا' وہ بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی اور بیڈ پر لیٹ کر رونے لگی۔

"روتے ہیں چھم چھم نین اُجڑ گیا چین رے
دیکھ لیا تیرا پیار ہائے دیکھ لیا

عائزہ جو اس کمرے میں موجود تھی جب خاصی دیر تک اس نے عادلہ کو اسی انداز میں روتے ہوئے دیکھا تو وہ گنگنانے لگی تھی۔

"تم! بھونکنا بند کرو ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔" عائزہ کی استہزائیہ گنگناہٹ نے اس کو تڑپ کر اٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"ہاہاہا……! تم سے بُرا اب بھی کوئی نہیں ہے مائی سسٹر!"

"کیسی بہن ہو تم عائزہ! اپنی بہن کو روتے ہوئے دیکھ کر تم خوش ہو رہی ہو' ہنس رہی ہو؟"

"تو کیا کروں' تم نے کب مجھے اپنی بہن سمجھا ہے' ہمیشہ میرے خلاف رہی ہو میری پریشانیوں پر خوش ہوتی رہی ہو۔" عائزہ اس کے قریب بیٹھ کر سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"تمہاری حرکتیں بھی ایسی ہیں' ایک لڑکے کے چکر میں تم ہم سب سے باغی ہوچکی ہو' محبت نے تمہارا دماغ خراب

کردیا ہے۔''

''تم کیوں رو رہی ہو؟'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی گویا ہوئی۔

''طغرل کی محبت میں۔''

''تم اس گھٹیا شخص کی محبت میں مت روؤ...... اس کے بیڈروم میں جا کر اس کو لبھانے کی سعی کرو وغیرہ وغیرہ‘ یہ سب کام تمہارے جائز ہیں؟''

''عائزہ! چپ ہو جاؤ میرے زخموں پر نمک پاشی مت کرو‘ میں پہلے ہی اذیت میں مبتلا ہوں‘ بہت بُرا ہوا ہے میرے ساتھ۔'' عائزہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر تسلی دینے والے انداز میں کہا۔

''کیا بات ہوئی ہے؟ تم بے حد اپ سیٹ لگ رہی ہو؟'' وہ کچھ دیر تک عائزہ کے شانے سے لگ کر روتی رہی اور وہ اس کو بڑے پیار سے تھپکتی رہی پھر جیسے جیسے اس کو سکون ملتا رہا وہ خاموش ہو گئی۔

''کیا ہوا عادلہ! کیوں رو رہی تھیں تم؟''

''تم جانتی ہو نہ کہ میں طغرل سے کتنی محبت کرتی ہوں‘ کتنا چاہتی ہوں‘ میں اس کو اس وقت سے چاہتی ہوں جب وہ پاکستان آیا بھی نہیں تھا۔''

''ہاں معلوم ہے مجھے‘ جانتی ہوں میں لیکن اب ایسا کیا ہوا ہے جو تم بالکل ہی حوصلہ ہار بیٹھی ہو؟''

''اس نے پری کو پرپوز کیا ہے‘ اس پری کو جو اس کو جوتی کی نوک پر رکھتی ہے ایک ٹکے کی عزت نہیں ہے جس کی نگاہوں میں طغرل کی۔ وہ اس کو چاہتا ہے اس سے شادی کرنے کے لیے مرا جا رہا ہے وہ۔'' وہ کہتی چلی گئی اس وقت اس کو عائزہ ہی اپنے جلے ہوئے دل پر مرہم رکھنے والی مسیحا لگ رہی تھی۔

''مجھے معلوم تھا ایسا ہی ہوگا ایک دن۔ طغرل کو تم نیک نہیں سمجھو‘ نا معلوم کیا کیا گل کھلا کر آیا ہے آسٹریلیا میں‘ اپنے ملک میں آکر سب ہی نیک و پارسا بن جاتے ہیں اور یہاں آکر دوسروں پر انگشت نمائی کرتے ہیں۔''

''اب کیا ہوگا عائزہ! ان دونوں کی شادی ہو جائے گی اور میں منہ تکتی رہ جاؤں گی۔'' عادلہ کے انداز میں بے چینی تھی جب کہ عائزہ کسی گہری سوچ میں گم تھی۔

❁......+❁+......❁

شدید سردی میں وہ گرم شال سے بے نیاز بالکونی میں چکراتی پھر رہی تھی‘ بار بار اس کی نگاہیں صحن کے اس حصے میں بنے کمرے کی طرف اٹھ رہی تھیں۔

وہ کمرہ چند دنوں قبل ہی تیار ہوا تھا اور بلاشبہ وہ اس گھر کے دوسرے کمروں میں بہت خوب صورت اور جدید دور کے تقاضوں سے مزین تھا۔ گلفام نے اس کمرے کو محل بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ مگر ماہ رخ کے خوابوں کی پرواز بہت بلندی پر تھی‘ وہ کمرہ اس کے خوابوں کی گرد بھی نہیں پا سکتا تھا‘ جس کو اس کی ماں اور چچی دن میں کئی کئی بار دیکھتی تھیں اور اس کے نصیب پر رشک کرتی تھیں۔ اب گھر میں اس کی اور گلفام کی شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں جیسے جیسے تیاریاں زور پکڑ رہی تھیں اس کا دل بے چین ہونے لگا تھا۔

خوابوں کی تتلیاں مٹھی سے نکلنے کو تھیں۔

خواہشوں کے گلاب کھلنے سے قبل ہی مرجھانے کو تھے۔

اعوان سے رابطہ ہونے کی کوئی سبیل دکھائی نہ دے رہی تھی۔ ساحر سے وہ کئی بار مل چکی تھی ہر بار یہی مایوس کن جواب سننے کو ملتا تھا‘ کہ ابھی رابطہ نہیں ہو پا رہا۔ اس بار وہ ملی تو ساحر نے پریشان اور روتے ہوئے دیکھ کر کہا تھا کہ وہ دو تین دن

میں اپنے فرینڈز کے ذریعے اعوان کا پتا معلوم کروائے گا اور اسے کنفرم رپورٹ دے گا۔ دو تین دن گزر چکے تھے اور اس کو موقع نہیں مل رہا تھا وہ ساحر سے جا کر معلوم کرے کہ اعوان کے بارے میں اس کو معلومات ملیں یا نہیں؟

''رخ! اتنی سردی میں تم بغیر شال اور سوئٹر کے یہاں موجود ہو' کیا ہوا ہے؟ کیوں اس قدر پریشان دکھائی دے رہی ہو؟'' گلفام کے بھاری لہجے میں بے حد محبت اور تفکر تھا۔

اس کی آواز پر وہ چونک کر اپنے خیالوں سے نکلی تھی۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ میں پوچھ رہا ہوں کیا ہوا ہے تمہیں؟'' اس نے اپنی گرم شال اس کے سر پر اوڑھاتے ہوئے استفسار کیا۔

''کتنی خوب صورت آواز ہے تمہاری۔ کاش! اتنے خوب صورت تم خود بھی ہوتے تو میں...... شاید دولت کی چاہ نہ کرتی اور خوشی سے تمہاری ہو جاتی کہ حسین ہم سفر کا ساتھ دل کو بڑا سکون دیتا ہے' مجھے حسن اور حسین چہروں سے بڑی محبت ہے مگر افسوس تمہارے پاس نہ صورت ہے اور نہ دولت۔ صرف محبت ہے اور محبت سے خواہشیں پوری نہیں ہوتی ہیں۔'' اس نے سوچتے ہوئے گہری سانس لی اور گویا ہوئی۔

''تم کو معلوم نہیں سیاہ فام! اس گھر میں مجھ پر پہرے لگنے لگے ہیں۔ میں اپنی مرضی سے کہیں جا بھی نہیں سکتی ہوں۔''

''یہ کیسے ہو سکتا ہے رخ! کون قید کرے گا تم کو یہاں؟''

''میری امی اور کون؟ ان کو ہی مجھ پر بھروسا نہیں ہے۔''

''نہیں...... نہیں رخ! تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ تائی جان تو تم سے بہت محبت کرتی ہیں' بھروسا کرتی ہیں۔'' وہ مسکرا کر پُراعتماد لہجے میں گویا ہوا تھا۔

''تم کو کیا معلوم؟ تم تو آرام سے گھر سے نکل جاتے ہو۔''

وہ شال کو اپنے گرد لپیٹتی ہوئی بولی۔ اس کے عمل کو گلفام نے بڑی پسندیدگی سے دیکھا تھا' یہ ٹھنڈک اسے بڑی پُرکیف حدت میں بدلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

''آج کل میں تمہارے لیے فون لگوانے کے لیے کوشش کر رہا ہوں' تم چاہتی ہو نا گھر میں فون ہو بس سمجھو دس پندرہ دنوں میں فون بھی لگ جائے گا گھر میں۔''

''دس پندرہ دن...... ہونہہ!'' وہ بے پروائی سے منہ بگاڑ کر گویا ہوئی اور گلفام بے چین ہو گیا۔

''کیا ہوا تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟ میں تو سوچ رہا تھا تم بے حد خوش ہو گی یہ خوش خبری سن کر۔''

''خوش ہوں مگر اصل خوشی اس وقت ہو گی جب امی مجھے اپنی دوستوں سے ملنے کی اجازت دیں گی۔''

''تمہاری ایک بھی دوست اس گھر میں نہیں آئی پھر تم کیوں ملتی ہو ایسی دوستوں سے جو تمہارے گھر آنا پسند نہیں کرتی ہیں۔''

''چھوڑو ان باتوں کو' پلیز امی سے اجازت لے دو نا۔''

❁ ...... ✦ ❁ ✦ ...... ❁
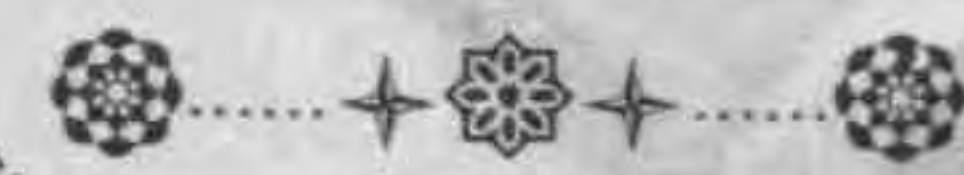
گرم آگ برساتے ہوئے موسم نے بڑی دعاؤں کے بعد کروٹ بدلی تھی' گرمی' حبس اور گھٹن میں اب ابر آلود موسم نے جان سی ڈالی تھی' شعلوں کی طرح لپکتی ہواؤں میں قدرے ٹھنڈک آ گئی تھی۔ جس میں کبھی کبھار ہلکی پھلکی پڑتی پھوار سکون دینے لگتی تھی۔

آج بھی موسم سہانا تھا ان سب کے ساتھ دادی جان بھی لان میں آ بیٹھی تھیں' چائے کے ساتھ سموسے اور پکوڑے موجود تھے۔

''آج تو بارش ہو گی اماں جان! محکمہ موسمیات نے پیشن گوئی کی ہے۔'' مذنہ نے گہرے بادلوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

''وہ لوگ تو گزشتہ دو ہفتوں سے پیشن گوئی کر رہے ہیں مگر بارش نہیں ہو رہی ہے' بادل آتے ہیں اور بن برسے چلے جاتے ہیں۔''

''دادی جان! یوں کہیں ناٹھینگا دکھا کر چلے جاتے ہیں۔'' عائزہ مسکرا کر گویا ہوئی تھی۔

''اس میں بادلوں کا کیا قصور بچی! سارا قصور تو ہمارے اعمالوں کا ہے' جیسے اعمال ہیں ویسے ہی حالات ہمارا مقدر بن رہے ہیں۔'' وہ ایک آہ بھر کر دکھی انداز میں گویا ہوئیں۔

''بات کوئی بھی ہو دادی جان! آپ اعمالوں کا ذکر لے کر بیٹھ جاتی ہیں۔'' عادلہ نے خاصے بے ادب انداز میں تیکھا سوال کر ڈالا تھا پہلے تو انہوں نے تیز نگاہ اس پر ڈالی تھی پھر گویا ہوتی تھیں۔

''ہماری زندگی کا دارومدار ایمان اور اعمال پر ہے ہم اپنی طرف نہیں دیکھتے' اپنے اعمال کا جائزہ نہیں لیتے کہ ہم کتنی نیکیاں کر رہے ہیں؟ کتنے گناہ ہم سے سرزد ہو رہے ہیں؟ سب سے زیادہ شرمناک بات تو یہ ہے کہ ہم گناہ اور نیکی کی تمیز کھو بیٹھے ہیں۔''

''اماں جان! خدا گواہ ہے ہم تو حتیٰ الامکان گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں' اللہ بچائے یہ دور تو بے حد خراب ہے۔'' صباحت دبے دبے لہجے میں گویا ہوئیں۔

''میں سوچتی اور لرز جاتی ہوں' شرم سے پانی پانی ہونے کو دل کرتا ہے' جب تاریخ ہمیں بتاتی ہے مختلف اقوام پر نازل ہونے والے عذابوں کے بارے میں کہ کون سی قوم کن اعمال کے سبب سزا میں گرفتار ہوئی' تو میں اپنے حال کو دیکھتی ہوں اور میرا دل خون کے آنسو روتا ہے لگتا ہے کہ کل ہم بھی تاریخ کا حصہ بنیں گے تو انگشت نمائی صرف اور صرف حکمرانوں کی طرف نہیں اٹھائی جائے گی بلکہ ہمیں بھی کہا جائے گا کہ ہم ایسے بداعمال اور گناہ گار لوگ تھے کہ جن کی بداعمالیوں کے باعث ان پر ایسے سخت دل اور بے مہر حکمران مسلط کیے گئے تھے۔'' دادی جان کے چہرے پر آنسوؤں کی لڑیاں بہہ نکلی تھیں' عادلہ اپنی بات کا یہ ردعمل دیکھ کر بھونچکا رہ گئی تھی۔

''ٹھیک کہہ رہی ہیں اماں آپ' ہم درحقیقت گناہ اور نیکی کا فرق بھولتے جا رہے ہیں اور تنزلی کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔'' مذنہ نے افسردہ لہجے میں کہا۔

''ماحول میں ایک بے معنی سی خاموشی طاری ہو گئی تھی جس کو صباحت کی چونکا دینے والی آواز نے مخدوش کیا تھا۔

''بہت بہت مبارک ہو اماں جان آپ کو اور بھابی جان آپ کو بھی۔'' عادلہ کے اشارہ کرنے پر معنی خیز لہجے میں گویا ہوئیں۔

''کس بات کی مبارک باد بہو؟'' اماں کو ان کا انداز چونکا گیا تھا۔

''یقیناً کوئی اچھی بات ہوئی ہے۔'' مذنہ مسکرا کر بولیں۔

''حیرت کی بات ہے اماں! یہ آپ مجھ سے پوچھ رہی ہیں؟ کیا آپ کو طغرل اور پری نے نہیں بتایا؟'' وہ خاصے ڈرامائی انداز میں محو گفتگو تھیں۔

''بہو! یہ کیا پہیلیاں بوجھ رہی ہو' جو بات ہے صاف صاف کہو' ایسی کیا بات ہے جس پر تم ہم سے کسوٹی کھیل رہی

ہو؟'' ان کے بارعب انداز پر وہ چونک کر سیدھی ہوئی تھیں۔

''طغرل نے پری کو پرپوز کیا ہے۔'' وہ مذنہ کی طرف دیکھتی ہوئیں کاٹ دار لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

''ارے یہ کب ہوا؟ مجھے تو خبر نہیں ہے تم نے کہاں سے سن لیا؟''

صباحت اور عادلہ کو ان کی خوش گوار حیرت دیکھ کر دکھ و غم کا جھٹکا سا لگا تھا' وہ سوچ رہی تھیں اماں جان کو شاید ہی افسوس ہو کہ ان کے لاڈلے نے ان کو بتانے کی زحمت بھی گوارا نہ کی مگر صباحت کس طرح وہ سب برداشت کر سکتی تھیں؟ یہ سب ان کی سوچوں کے برعکس ہوا تھا اور ان کے اندر حسد و رشک کی آگ زیادہ بھڑکنے لگی تھی' اسی دم چائے کی ٹرے اٹھائے پری بھی وہاں آ گئی تھی۔ صباحت نے چبھتے لہجے میں پری سے کہا۔

''پری! تم نے اماں جان کو بھی نہیں بتایا؟ اتنی بڑی بات ہضم کیے بیٹھی ہو۔ میں اور تمہارے پاپا اس قابل نہیں تھے تمہاری نظر میں تو کم از کم اپنی دادی کو تو بتا سکتی تھیں کہ تم کو طغرل نے پرپوز کیا ہے' شادی کرنا چاہتا ہے وہ تم سے۔'' مذنہ آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں سے اگر چائے کی ٹرے پکڑ نہ لیتیں تو وہ زمین بوس ہو چکی ہوتی اس بات کو وہ یاد رکھنا بھی نہیں چاہتی تھی جس کا وہ پروپیگنڈا کیے بیٹھی تھیں۔

''تم ماں ہو' بس ماں بن کر رہو' تھانیدارنی بننے کی قطعی ضرورت نہیں ہے تمہیں صباحت! اگر طغرل نے پری سے شادی کی خواہش کی ہے تو کوئی گناہ نہیں کیا ہے' ہمارا مذہب اجازت دیتا ہے مرد و عورت کو اپنی پسند سے شادی کرنے کی۔''

''یہ اجازت گھر والوں کو نہیں ہے کہ ان کو بھی بتایا جائے' ایسی بھی بے حیائی نہیں ہوئی ہے کہ سیدھے سیدھے لڑکا لڑکی ایک دوسرے سے ایجاب و قبول کرنے لگیں۔'' مارے غم و غصے کے صباحت چیخنے چلانے لگی تھیں جب کہ مذنہ بالکل خاموش بیٹھی تھیں۔ پری کی رنگت سپید پڑ گئی تھی۔

''یہ تو وہ ہی بات ہوئی' لڑکا لڑکی راضی......''

''بس! اب بہت بول چکی ہو تم' رائی کا پہاڑ بنانا تمہاری پرانی عادت ہے' کتنی بار سمجھایا ہے' بیٹیوں کے معاملے میں اس طرح حلق پھاڑ کر بیان نہیں کیے جاتے ہیں' نرمی اور احتیاط سے کام لیا جاتا ہے۔'' وہ ان کی بات قطع کر کے قدرے غصیلے لہجے میں بولی تھیں۔

''بیٹی؟ ہونہہ...... یہ میری بیٹی ہے اس کا یقین آ گیا ہے۔''

''صباحت! تم کو غصہ کس بات کا آ رہا ہے' پری کے نا بتانے پر یا طغرل کی شادی کی خواہش ظاہر کرنے پر؟'' اماں نے ان کی گویا دکھتی رگ چھیڑی۔

''یہ...... یہ کیا بات ہوئی بھلا؟ میں کیا حسد کروں گی پری سے؟''

''خوشی کے اظہار کے یہ طریقے تو نہیں ہوتے ہیں۔''

''دادی جان! آپ نے ہم بہنوں میں اور پری میں جو فرق رکھا ہے' اس کا یہی نتیجہ ہے جو آپ اس طرح کہہ رہی ہیں۔'' عائزہ اٹھتے ہوئے گویا ہوئی تھی۔

''پری جو کرے وہ جائز ہو جاتا ہے اگر ایسا ہم میں سے کوئی بہن کر لیتی تو آپ ہمیں معاف ہی نہیں کرتیں اور پاپا سے الگ ہماری شکایت کرتیں۔'' عادلہ بھی عائزہ کی طرح نڈر انداز میں گویا ہوئی تھی۔

''یہ سب کیا ہو رہا ہے عادلہ' عائزہ! مجھے فیل ہو رہا ہے آپ لوگ اماں کی طرف سے کسی بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں' ورنہ میں نے اماں کو آپ سے یکساں پیار کرتے پایا ہے۔''

''ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ بھابی! دراصل یہ عمر ہی ایسی ہوتی ہے' چھوٹی چھوٹی سی باتیں بھی بڑی بڑی محسوس ہوتی ہیں۔ چلو عادلہ' عائزہ! اماں جان سے سوری کرو۔'' صباحت کو دیر سے اپنے اور ان کے سخت رویئے کا احساس ہوا۔

''سوری دادی جان!'' وہ مسکراتی ہوئی ان کے قریب آ گئی تھیں۔

''اچھا ٹھیک ہے' بھئی' جاؤ معاف کیا میں نے۔'' اس وقت وہ کسی گہری الجھن کا شکار تھیں۔

''مذنہ! طغرل کو فون کرو وہ فوراً گھر آئے۔''

❀......✢❀✢......❀

طغرل نے وقتی جذبے کے تحت پری سے وہ سب کہہ دیا تھا جو شاید وہ کہنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا اور جواباً جو پری نے اس سے کہا وہ بھی بھولنے والی بات نہ تھی۔

جو بے ارادہ وہ کام کر چکا تھا اس نے اس کو بے چین کیا ہوا تھا' وہ بے مقصد سڑکوں پر کار دوڑاتا رہا تھا' سائٹ پر ہونے والی کنسٹرکشن پر بھی اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا جانے کو۔

جب وہ اس مشغلے سے بھی اکتا گیا تو اسے معید کے آفس کا خیال آیا اور وہ وہاں چلا گیا' معید نے اس کا استقبال بڑی گرم جوشی سے کیا۔

''چہرہ بتا رہا ہے کوئی فیصلہ بلکہ اچھا فیصلہ کر کے آئے ہو۔'' وہ اس کے قریب بیٹھتا ہوا بولا تھا۔

''یار! ہماری باتیں کل پری نے سن لی تھیں۔''

''وہاٹ! کس طرح سن لی تھیں؟'' وہ سخت حیران ہوا۔

''مجھے نہیں معلوم لیکن اس نے سن لی ہیں اور وہ مجھ سے شادی کرنے سے انکاری ہے۔'' طغرل اس وقت بے حد سنجیدہ تھا۔

''یہ تو بہت برا ہوا یار! اب تو وہ مجھ پر بھی یقین نہیں کرے گی' ناراض الگ ہو جائے گی۔ تم نانی جان سے بات کرتے یار!''

''اس نے انکار کر دیا مجھے اس کا اس طرح انکار کرنا ذرا اچھا لگا' وہ سمجھتی ہے میں اس پر ترس کھا رہا ہوں۔''

''وہ ہمیشہ سے ایسے ہی کمپلیکز کا شکار رہی ہے اس میں اعتماد کو صباحت آنٹی نے کبھی سروائیو ہونے ہی نہیں دیا ہے' اسے ہمیشہ یہ احساس دلایا ہے کہ وہ ایک نامکمل' ٹھکرائی ہوئی ادھوری لڑکی ہے۔'' معید کے لہجے میں پری کے لیے تڑپ اور محبت تھی۔

''اب ایسا بھی نہیں ہے کہ آنٹی نے بالکل اس کی برین واشنگ کر دی ہو' وہ اپنا برا بھلا اچھی طرح سمجھ سکتی ہے تم سارا الزام آنٹی کو نہ دو' وہ باشعور اور سمجھ دار لڑکی ہے معید!''

''میں نے کہا نا تم ابھی پری کو سمجھ ہی نہ سکے ہو' وہ کیا ہے؟ یہ میں جانتا ہوں۔'' اسی دم طغرل کا سیل بج اٹھا تھا۔

''کس کی کال تھی؟'' وہ کچھ دیر بعد بولا۔

''ممی کی' بلا رہی ہیں دادی جان کو معلوم ہو چکا ہے۔''

❀......✢❀✢......❀

چمکیلے بھڑکیلے شوخ کپڑوں کا ڈھیر اس کے آگے رکھا تھا وہ بت بنی ان کپڑوں کو دیکھ رہی تھی۔

''رخ! دیکھ لو ان کو اگر کوئی سوٹ پسند نہیں آئے تو بتا دینا ابھی تو دن میں میں جا کر دوسرے لے آؤں گی۔'' امی نے ایک ایک سوٹ کھول کر اس کے آگے رکھ دیا تھا۔

''یہ سب اتنی جلدی کرنے کی کیا ضرورت ہے امی! ابھی میرے امتحانات باقی ہیں، مجھے سکون سے تیاری تو کرنے دیں، جب سے شادی کرنے کی دھن آپ پر سوار ہوئی ہے میرا حال خراب ہو کر رہ گیا ہے۔''

''کیا حال خراب ہو کر رہ گیا ہے؟ میں دیکھ رہی ہوں جب سے تمہاری شادی کی تیاریاں شروع کی ہیں میں نے تمہارا دماغ کچھ زیادہ ہی خراب ہو گیا ہے، کمرے میں بند پڑی رہتی ہو۔'' حسب عادت فاطمہ نے اس کو کھری کھری سنائی تھی۔

''میں اتنی جلدی شادی کرنا نہیں چاہتی ہوں امی! کتنی دفعہ کہا ہے میں نے آپ سے، میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔'' وہ سخت اضطراب میں مبتلا تھی۔

''میں تمہاری اس بے جا ضد کو خاطر میں نہیں لاتی اور نا ہی تمہاری ایسی تعلیم سے مجھے کچھ دلچسپی ہے جو تمہیں اچھے بُرے کی تمیز سکھانے کے بجائے گستاخ اور ہٹ دھرم بنا دے اور......'' وہ کچھ توقف کے لیے رکی تھیں۔

''نا معلوم کیوں بہت عرصے سے میرا دل تمہاری طرف سے ایک عجیب بے چینی اور وسوسوں سے بھرا رہتا ہے، جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا ہے میرے دل میں وحشتیں بڑھنے لگی ہیں۔ رخ! اگر تم گلفام سے شادی نہیں چاہتی ہو تو مجھے بتاؤ؟ میں ماں ہوں تمہاری، تمہاری مرضی کے خلاف فیصلہ نہیں ہونے دوں گی۔ تم مجھ پر یقین کرو۔'' لمحے بھر کو وہ حیرانی سے ان کا چہرہ دیکھتی رہ گئی تھی۔ کتنی سچائی اور سادگی سے وہ اس کے دل کا حال بیان کر گئی تھیں۔

''میں امی کو سب سچائی بتا دوں تو...... شاید یہ شادی نہیں ہوگی مگر پھر میں اعوان کی بھی نہ ہو پاؤں گی۔ اعوان کے اور میرے مالی حالات میں، رہن سہن میں اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے، پھر اعوان سے جو میں نے جھوٹ بولے ہیں، وہ امی برداشت کر پائیں گی اور نا ہی اعوان، بہتر یہی ہوگا کہ اپنی کی گئی جھوٹی غلط بیانیوں کی پاسداری کروں۔''

''جو بات تمہارے دل میں ہے وہ مجھے بتا دو ماہ رخ!''

''ایسی بات نہیں امی! میں ایسا کچھ نہیں چاہتی ہوں۔''

''پھر شادی سے انکار کی وجہ کیا ہے؟''

''میں امتحان دینا چاہتی ہوں، میری سال بھر کی محنت ضائع ہو جائے گی۔ امتحانوں کے بعد مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔'' فاطمہ کی نگاہیں اس کے چہرے کو کھوج رہی تھیں، جہاں ایک طرح کی بے چینی و اضطراب پھیلا ہوا تھا، جوان کے دل کی دنیا کو زیروزبر کر دیتا تھا لیکن ہزار کوششوں کے بعد وہ ماہ رخ میں وہ بات محسوس ہی نہ کر سکی تھیں جو ایک بیٹی میں ہوتی ہے۔

''میرے سر پر ہاتھ رکھ کے بول یہی بات ہے، کوئی اور بات تو نہیں ہے؟ تُو کسی اور کو تو پسند نہیں کرتی؟'' پل بھر کو اس کا دل بند سا ہوا تھا ماں کے سر کی طرف بڑھنے والا ہاتھ لرز اٹھا تھا، بچپن سے آج تک ماں کی وہ ساری محبتیں، عنایتیں اس کے ہاتھ سے لپٹ گئی تھیں اور دوسری طرف خواہشوں کے انبار تھے، ایک خوش حال اور من پسند زندگی کی رعنائیاں تھیں۔

خوب صورتیاں و آسائشیں تھیں۔

گلفام کے ساتھ کیا مل سکتا تھا، وہ تو ایک سیکنڈ ہینڈ کار تک افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔ ساری زندگی وہ اسی گھر اور اسی علاقے میں گزارتا جہاں وہ رہنا نہیں چاہتی تھی۔

بہت سخت امتحان دینا تھا اسے ایک طرف گھر تھا، ماں اور باپ تھے، دوسری طرف خواہشیں تھیں، سنہری زندگی کی چاہ

تھی اور اس نے فیصلہ کر ڈالا تھا۔
''امی! میں آپ کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہتی ہوں اور کوئی بات نہیں ہے' میں کسی کو پسند نہیں کرتی۔'' اس نے ان کے سر پر ہاتھ رکھ کر اطمینان سے کہا تھا۔
''تم آرام سے تیاری کرو' شادی تمہارے امتحانوں کے بعد ہوگی۔''

❁ ...... + ❁ + ... ❁

وہ سب اماں جان کے کمرے میں موجود تھے' طغرل معید کے ہمراہ بیٹھا ہوا تھا۔ صباحت اور مذنہ ایک سوفے پر بیٹھی تھیں۔ پری اماں کے عقب میں بیٹھی تھی' اماں کے بگڑے مزاج کے باعث عائزہ اور عادلہ اندر نہ آئی تھیں مگر وہ کھڑکیوں سے چپکی کھڑی تھیں' چند لمحے طغرل کو برہم نظروں سے دیکھنے کے بعد وہ گویا ہوئیں۔
''میں نے کیا سنا ہے طغرل! تم نے اتنا بڑا فیصلہ کرنے سے قبل اپنی ماں یا دادی سے مشورہ لینا بھی ضروری نہیں سمجھا؟'' وہ اس سے سخت لہجے میں استفسار کرنے لگی تھیں۔
''نانی جان! اصل بات یہ ہے کہ اس سارے قصے کے پیچھے طغرل کا کوئی قصور نہیں ہے' یہ سب میں نے ہی اس سے کہا تھا پری کو پرپوز کرنے کے لیے' میں نے اس پر دباؤ ڈالا تھا۔'' طغرل کے بولنے سے پہلے معید بول اٹھا تھا۔
''تم کو کس نے یہ اختیار دیا کہ تم اس گھر کے فیصلے کرو؟''
''میں معافی چاہتا ہوں نانی جان! میرا مطلب یہ نہیں تھا۔''
''بہت اچھے فیصلے ہیں تمہارے' ایک فیصلہ کرتا ہے اور دوسرا فوراً اس پر عمل کرتا ہے نہ کسی کی اجازت کی پروا نہ کسی کے جذبات کا خیال ہوتا ہے تم لوگوں کو۔ شادی بیاہ کو تم لوگ کھیل سمجھتے ہو؟ پھر تم نے ہمت کیسے کی پری سے ایسی بات کرنے کی؟'' معید کو ڈانٹنے کے بعد وہ طغرل سے مخاطب ہوئی تھیں۔
''غلطی ہوگئی دادی جان! مجھے بعد میں احساس ہوا یہ سب مجھے آپ سے اور ممی سے ڈسکس کرنا چاہیے تھا بس۔ میں جذباتیت کا شکار ہوگیا تھا' مجھے معاف کردیں۔'' اس نے آگے بڑھ کر ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے شرمندگی سے کہا تھا' اس کے قریب آتے ہی پری دور ہوگئی تھی۔
''بھابی جان! قصور ان بچوں کا نہیں ہے' بات ساری یہ ہے کہ جب عورت بہکانے پر آئے تو مرد کیسے نہ بہکے گا؟'' صباحت معاملے کو ٹھنڈا پڑتے دیکھ کر چنگاری دکھانے لگی تھیں۔
''یہ کیا کہہ رہی ہو صباحت! مطلب کیا ہے اس بات کا؟'' ان کے لہجے پر وہ سب ہی چونک اٹھے تھے' مذنہ حیرانی سے گویا ہوئیں۔
''بات یہ ہے کہ میں نے کتنی مرتبہ پری اور طغرل کو باہر سے ساتھ آتے دیکھا ہے اور ایک دن تو حد ہی ہوگئی تھی اس دن صبح صبح ہی یہ دونوں ساتھ آئے تھے' پری بُری طرح رو رہی تھی' طغرل اپنے کمرے میں چلے گئے تھے اور یہ روتی ہوئی واش روم میں گھس گئی تھی۔ میں نے پری سے بہت معلوم کرنے کی سعی کی' پیار سے ڈانٹ سے معلوم کرنا چاہا کہ اس صبح ان کے درمیان کیا ہوا تھا؟ اس صبح ہی یہ لوگ گئے تھے یا رات بھر سے غائب تھے۔ یہ تو یہ لوگ جان سکتے ہیں یا اللہ! میں نے جو دیکھا وہ بتا رہی ہوں۔''
''بہت خوب بہو! گھر کا بھیدی ہی لنکا ڈھاتا ہے۔ اول تو مجھے اپنے بچوں کے کردار پر کوئی شک نہیں ہے' میں جانتی ہوں میرے بچے ایسا کوئی کام نہیں کرسکتے' جو ہماری عزت کو داغ دار کرے۔''
''اماں جان! آپ مجھے کیا بتا رہی ہیں یہ دونوں آپ کے سامنے موجود ہیں۔ ان سے معلوم کریں ابھی دودھ کا

دودھ پانی کا پانی ہوجائے گا۔'' وہ پری کو گھورتی ہوئی بولیں۔
طغرل بڑی حیرت سے میٹھے لہجے میں بات کرنے والی صباحت کا یہ جارحانہ انداز دیکھ رہا تھا جس میں نہ کوئی لچک تھی اور نا ہی تدبّر و لحاظ انہوں نے آسانی سے پری کے ساتھ اس کے کردار پر بھی کیچڑ اچھالی تھی۔ اس کا وجیہہ چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا تھا۔
''میں کیوں معلوم کروں؟ مجھے اپنے بچوں پر اعتماد ہے۔'' وہ دائیں ہاتھ سے پری کو سینے سے لگاتی ہوئی گویا ہوئیں۔ پری کی حالت غیر ہو رہی تھی۔
صباحت کے لفظوں نے اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ لی تھی۔ اس بات سے بے خبر کہ وہ ایک انگلی اس کی طرف اٹھا رہی ہیں اور دوسری انگلیاں از خود ان کی جانب اٹھی ہوئی ہیں۔
''بھابی! یہ آپ کے بیٹے کا معاملہ ہے آپ تو خاموش اس طرح بیٹھی ہیں' جیسے طغرل آپ کی نہیں کسی اور کی اولاد ہو۔'' مذنہ جو خاموشی سے سب سن رہی تھیں' سنجیدگی سے بولیں۔
''طغرل میرا ہی بیٹا ہے صباحت! میں جانتی ہوں تم کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ تم نے طغرل اور پری کو ساتھ آتے جاتے دیکھا ہے یہ کوئی معیوب بات نہیں ہے۔ آفٹر آل یہ لوگ کزنز ہیں اور کزنز کے درمیان اس طرح کی ریلیشن شپ چلتی ہے پھر یہ سب میری نالج میں ہے۔ طغرل نے ہر بات مجھ سے فون پر شیئر کی ہے یہ عموماً پری کو ان کی نانو کے ہاں سے پک کرتے رہے ہیں اور وہ بھی فیاض کے کہنے پر اور جس صبح کی تم بات کر رہی ہو وہ میں جانتی ہوں' کیا ہوا تھا ان دونوں کے درمیان۔'' وہ ایک کے بعد ایک دھماکا کرتی چلی گئیں صباحت کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا' وہ جس کو لاعلم سمجھ رہی تھیں وہ زیادہ باخبر ثابت ہوئی تھیں۔
''آپ کو معلوم ہے......؟''
''ہاں! اس صبح پری اور طغرل کہیں رات گزار کر نہیں آئے تھے بلکہ ان کے درمیان کوئی غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی اور پری کو طغرل اس کی نانو کے ہاں سے ہی لے کر آیا تھا۔'' ان کا انداز بے حد نرم تھا۔
''بس ہوگئی تمہاری تسلی؟ یا ابھی بھی کچھ گل کھلانے باقی ہیں؟ صباحت! اللہ کے قہر سے ڈرو' کیوں اس مظلوم بچی کے پیچھے پڑ گئی ہو؟ کیا بگاڑا ہے اس نے تمہارا؟''
''آپ کو تو میں ہی غلط نظر آتی ہوں۔'' وہ اٹھ کر چلی گئی تھیں۔

❁ ...... + ❁ + ... ❁

صباحت کو وہاں سے نکلتے دیکھ کر عائزہ اور عادلہ بھی اپنے کمرے میں آ گئی تھیں' عادلہ کے چہرے پر غم و غصے کے تاثرات تھے۔
''مذنہ آنٹی کتنی چالاک ہیں کس طرح انہوں نے طغرل کو بھی بچالیا اور پری پر بھی آنچ نہیں آنے دی حالاں کہ ممی نے ہر طرح سے ان کو گھیرنے اور نیچا دکھانے کی سعی کی تھی۔''
''ہوں' یہ بات تو ہے ممی نے فائٹ تو بہت کی مگر دادی اور آنٹی نے ایک بھی وار کامیاب نہیں ہونے دیا۔ ممی کو ابھی اور جنگ کرنی تھی ان سے' اتنی جلدی کیوں میدان چھوڑ کر بھاگ آئیں؟''
''تمہیں معلوم ہے پاپا کسی بھی ٹائم آسکتے ہیں اور وہ یہ سب برداشت کریں گے؟''
''ارے نہیں بابا! وہ تو خود دادی کے سامنے تیز لہجے میں بات نہیں کرتے۔ ممی کو بلند لہجے میں اور اسی طرح کی باتیں کرتے دیکھ کر بلامبالغہ وہ ممی کو شوٹ کرنے سے بھی گریز نہ کریں۔'' عائزہ نے جھرجھری لے کر تیز لہجے میں کہا۔

"ہم سے ممی کے علاوہ کوئی محبت نہیں کرتا ہے، سب کی محبت اور ہمدردی پری کے ساتھ ہوتی ہے، ہر کوئی نا معلوم کیوں اس کو ہی پسند کرتے ہیں؟ ایسی تو خوب صورت بھی نہیں ہے وہ۔"

"اچھا ان باتوں سے کچھ بھی حاصل ہونے والا نہیں ہے اب تم بتاؤ کیا چاہتی ہو؟" عائزہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی۔

"میرے چاہنے سے کیا ہوگا؟ کیا طغرل مجھ سے محبت کرنے لگے گا؟ کیا وہ مجھ سے شادی کی خواہش ظاہر کرسکتا ہے؟" وہ حسرت زدہ لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

"یہ سب تو ممکن نہیں ہے اور کچھ چاہا تو......؟" وہ معنی خیز لہجے میں کہہ کر چپ ہوگئی تھی۔

"اور کچھ...... کیا چاہا ہوں بتاؤ مجھے؟ طغرل کے بغیر تو میری زندگی موت ہے۔" وہ رونے لگی تھی۔

"موت! تم رونا بند کرو میں بتاتی ہوں تمہیں اگر وہ تمہارا نہیں ہوا تو تم اس کو پری کا بھی نہ ہونے دو۔"

"یہ کس طرح ہوسکتا ہے عائزہ؟" وہ حیرانی سے گویا ہوئی تھی۔

"میں بتاتی ہوں تمہیں۔" وہ سرگوشیوں میں گفتگو کرنے لگی تھیں۔

❀ ...... + ❀ + ... ❀

سب کچھ ہے پاس لیکن کچھ بھی نہیں رہا
اس کی ہی جستجو تھی اور وہ ہی نہیں رہا
کہتا تھا اک پل نہ رہوں گا تیرے بغیر
ہم دونوں رہ گئے وہ وعدہ نہیں رہا

"مثنیٰ! پری کو کال کرو اور بتاؤ ہم واپس آ گئے ہیں۔" عشرت جہاں کافی کے مگ لاتے ہوئے میگزین پڑھتی مثنیٰ سے مخاطب ہوئی تھیں۔

"ممی! میں نے میسج چھوڑ دیا ہے وہ شاید سوگئی ہے اس نے کوئی جواب نہیں دیا میں صبح کال کروں گی پری کو۔" وہ کافی کا مگ لیتی ہوئی گویا ہوئی تھیں۔

"صفدر جمال لندن جا کر ہی بیٹھ گئے ہیں، دو ماہ ہو چکے ہیں اور وہ آنے کا نام ہی نہیں لے رہے ہیں۔ معلوم تو کرو کوئی پرابلم تو نہیں وہاں؟ سعود تو خیریت سے ہے نا؟"

"ارے ممی! آج کل کی اولاد بھی والدین کے لیے سزا بن گئی ہے۔"

"ارے کیا ہوا؟ سعود نے اب ایسا کیا کیا ہے؟"

"وہ کل تک جس لڑکی سے شادی کرنے کے لیے باغی بن گیا تھا، وہ لڑکی پوجا اسے چھوڑ کر اپنے کسی بوائے فرینڈ کے ساتھ چلی گئی ہے اس نے سعود کو چھوڑ دیا ہے۔"

"وہ لڑکی تو مسلمان ہوگئی تھی پھر کس طرح یہ سب ہوا؟" وہ کافی بھول کر بے حد پریشانی سے گویا ہوئی تھیں۔

"مما! رشتے وہاں قائم رہتے ہیں جہاں اخلاص اور نیت صاف ہوتی ہے۔ جہاں شر پرستی اور بے راہ روی کی جڑیں مضبوط ہوں، وہاں وفا اور سچائی کی خوشبو بھی نہیں پہنچتی ہے ڈال ڈال منڈلانے والی تتلی کبھی ایک ڈال پر بیٹھتی ہے؟"

"اپنی من مانی کرنے والوں کے ساتھ ایسا ہی کچھ ہوتا ہے۔ تم صفدر کو کہو وہ سعود کو ساتھ لے کر آئے اب اسے وہاں چھوڑنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے، ہم یہاں خود کوئی بہترین لڑکی دیکھ کر اس کی شادی کریں گے۔"

"وہ تو اس لڑکی کا روگ لگا کر بیٹھ گیا ہے، یہاں آنے کو تیار ہی نہیں ہے، صفدر کوشش کررہے ہیں ساتھ لانے کی۔"

❀ ...... + ❀ + ... ❀

موسم نے ایک دم ہی تیور بدلے تھے اور گرج چمک کے ساتھ بارش شروع ہوگئی تھی۔ اماں جان نے گم صم بیٹھی پری کو ایک نظر دیکھا پھر اس کے قریب بیٹھ گئیں۔

"کب تک اس طرح بیٹھی رہو گی؟ تم نے کھانا بھی نہیں کھایا ہے، کیوں خود کو سزا دے رہی ہو اور ساتھ میں مجھے بھی؟"

"ایک سوال پوچھوں دادی جان آپ سے؟" رونے کے باعث اس کی آواز بھاری ہورہی تھی۔

"ہاں پوچھو؟"

"آپ نے مما کو اس گھر میں اس لیے نہیں رہنے دیا کہ وہ پاپا کی پسند تھیں، کیا میری مما کا رویہ بھی آپ کے ساتھ ایسا ہی سخت تھا؟ کیا وہ بھی اسی طرح بدکلامی کرتی تھیں آپ کے ساتھ؟" اس کے سوال پر ان کا چہرہ جھک گیا تھا۔

"بتائیں نا دادی! میری مما بھی ایسی ہی تھیں جھوٹ بولنے والی، بہتان لگانے والی، کسی کی بھی عزت نہ کرنے والی؟"

"نہیں!" ان کے منہ سے لرزتی ہوئی آواز نکلی تھی۔ "نہیں اس کی آواز تو بہتی ندی کی طرح دھیمی و مدھم تھی۔ اس نے کبھی بھی تیز لہجے میں بات نہیں کی تھی۔"

"پھر کیوں نکالا آپ نے ان کو اس گھر سے؟ میری زندگی سے پاپا کی زندگی سے، صرف اس وجہ سے کہ وہ مما سے محبت کرتے تھے اور اس خوف سے کہ وہ کہیں مما کو لے کر اس گھر سے نہ چلے جائیں، آپ کو بھول نہ جائیں، آپ نے ان دونوں کو ہمیشہ کے لیے جدا کردیا۔" وہ روتی ہوئی کہتی جارہی تھی اماں پر سکتہ طاری ہوگیا تھا۔

"پاپا آپ کو کبھی چھوڑ سکتے تھے، یہ آپ نے کیسے سوچ لیا تھا؟"

"اس وقت تو ایسا ہی لگ رہا تھا پری! فیاض اپنی حسین و جمیل دولت مند بیوی کی محبت میں ہمیں چھوڑ جائے گا، اماں نے کہا قبل اس کے کہ یہ ہم کو چھوڑ کر جائے، ہم ان کے رشتے میں دراڑ ڈلوا دیتے ہیں اور پھر سب بہت آسانی سے ہوتا چلا گیا یہ مجھے بہت بعد میں احساس ہوا کہ میں نے کیا کیا ہے؟" ان کو بھی ماضی کی یادیں رلانے لگی تھیں۔

"آج بھی فیاض میرے پاس ہے لیکن میں جانتی ہوں پاس ہو کر وہ بھی مجھ سے بہت دور ہو چکا ہے۔ یہ اس کی اعلیٰ ظرفی ہے جو وہ مجھے آج بھی پیار کرتا ہے، احترام دیتا ہے مگر جو ہم نے اس کے ساتھ کیا ہے وہ بہت برا ہے۔"

"آج آپ پچھتا رہی ہیں دادی جان! کل آپ تھوڑا سا اپنے دل کو وسیع کرتیں اور پاپا کی محبت پر بھروسہ رکھتیں تو آج کم از کم میری اور پاپا کی زندگی بہت اچھی ہوتی اور وہ دل سے آپ سے محبت کررہے ہوتے محض فرض نہیں نبھاتے۔ میں نے آج تک پاپا کو خوشی سے مسکراتے نہیں دیکھا، وہ کبھی مسکراتے بھی ہیں تو ان کی آنکھیں نم رہتی ہیں، بالکل اسی طرح میں مما کی آنکھیں بھی دیکھتی ہوں وہ بھی مسکراتی ہیں تو پاپا کی طرح ان کی آنکھیں بھی نم ہوجاتی ہیں اور اس نمی میں تنہائی رقص کرتی ہے۔"

"پری میری بچی! چپ ہوجا...... چپ ہوجا، تیری ماں اور باپ میں جدائی کرانے کا دکھ مجھے قبر تک بے چین رکھے گا۔"

❀ ...... + ❀ + ... ❀

مدنہ بیڈ پر نیم دراز تھیں معاً طغرل ڈورناک کرکے آیا تھا۔

"سوری مما! آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا ہے؟"

''ارے نہیں میری جان! آؤ بیٹھو میرے پاس۔'' بہت محبت سے انہوں نے اس کو جگہ دی تھی۔
''تھینکس مما!'' وہ قریب بیٹھ گیا تھا۔
''اپ سیٹ لگ رہے ہو؟ صباحت کی باتوں سے ڈسٹرب ہوئے ہو۔''
''آف کورس مما! میں یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوں اگر میں آپ سے تمام باتیں شیئر نہ کرچکا ہوتا تو شاید کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہتا' کتنی غلط بیانی اور جھوٹ سے کام لیتی ہیں وہ۔''
''کیوں سیریس لے رہے ہو؟ میں صباحت کی نیچر جانتی ہوں' جب کوئی کام اس کی مرضی کے مطابق نہیں ہوتا ہے پھر اسی طرح کی باتیں کرتی ہے' یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔''
''کیا کام ان کی مرضی کے مطابق نہیں ہوا مما!'' انہوں نے ایک نظر اسے مسکرا کر دیکھا پھر بولیں۔
''آپ نے عادلہ کی جگہ پری کو پرپوز جو کردیا ہے۔''
''یہ کیا بات ہوئی مما! پھر میں عادلہ کو بالکل بھی پسند نہیں کرتا۔''
''اچھا' پری کو پسند کرتے ہو؟'' وہ شوخ لہجے میں استفسار کرنے لگیں وہ سنجیدگی سے بولا۔
''بات پسند ناپسند کی نہیں ہے مما! میں نے کسی بھی لڑکی کو اپنی لائف پارٹنر کی نیت سے نہیں دیکھا تھا' میں ابھی اپنا بزنس اسٹیبلشڈ کرنا چاہتا ہوں' بزنس ورلڈ میں اپنا نام بہت ٹاپ پر دیکھنا چاہتا ہوں' جس کے لیے میں اتنی اسٹریگل کررہا ہوں۔''
''پھر پری کو پرپوز کیوں کیا' جو اتنے ہنگامے کی وجہ بنا؟''
''مما! یہ بات میں نے بہت عرصے قبل فیل کی تھی کہ پری کو یہاں اسٹرونگ سپورٹ کی ضرورت ہے اور یہ بات تو آج بالکل ہی واضح ہوگئی ہے کہ سچ مچ اس کو اسٹرونگ سپورٹ کی ضرورت ہے جو میں اسے دوں گا۔'' وہ ایک عزم سے بولا۔

❁......+❁+......❁

عائزہ نے جو اس کے اندر کا آتش فشاں بھڑکایا تھا۔ اس کی تپش میں محبت کے وہ تمام پھول' آرزوؤں کی وہ ساری کلیاں جل کر راکھ بن چکی تھی' اس نے عائزہ کو منع کردیا تھا' وہ سب کچھ گوارا کرسکتی تھی مگر طغرل کی ابدی جدائی اسے گوارا نہ تھی' حسب عادت عائزہ مسکرا کر چپ ہوگئی تھی۔
مگر اس کے اندر ایک خیال کنڈلی مار کر بیٹھ گیا تھا وہ تصور کی آنکھ سے پری اور طغرل کو ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے محبت بھرے انداز میں گھومتے ہوئے دیکھ رہی تھی اور ان کی یہ محبت بھری قربت اس کے دل کو تڑپانے لگی تھی اور بالآخر اس نے فیصلہ کرلیا تھا۔ اگر طغرل اس کا نہیں تھا تو وہ اسے پری کا بھی نہیں بننے دے گی۔
''تم نے اچھی طرح سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے نا؟'' عائزہ اس کی طرف دیکھ کر گویا ہوئی تھی۔
''ہاں ہاں' میں نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے طغرل میرا نہیں ہے تو پری کا بھی نہیں ہوگا خواہ وہ مرجائے یہ بہتر ہے۔'' اس کے انداز میں بلا کا اعتماد و یقین تھا۔
''یہ بتاؤ' یہ سب ہوگا کس طرح سے؟''
''راحیل کروائے گا یہ کام کسی سے' تم فکر مت کرو۔''
''راحیل! تمہارا دماغ خراب ہے پھر تم اس سے مل رہی ہو؟'' راحیل کے نام پر وہ اچھل پڑی تھی۔
''شش...... آہستہ' آواز باہر چلی گئی تو جانتی ہو ہمارا حشر کیا ہوگا۔ اس لیے اپنی زبان بند رکھو۔'' عائزہ بالوں میں

رمضان کو کیسے قیمتی بنایا جائے؟

ٹھہریئے صرف ایک منٹ! رمضان المبارک کا ایک منٹ کتنا قیمتی ہے؟ آپ اندازہ لگائیں کہ ماہ مبارک کے صرف ایک منٹ میں ہم کیا کچھ کرسکتے ہیں۔
ایک منٹ میں اپ سورۃ فاتحہ جتنی سورت بآسانی تلاوت کرسکتے ہیں اور قرآن کریم کے ہر حروف پر کم از کم دس نیکیاں تو یقینی ہیں۔ اس طرح ایک منٹ میں سینکڑوں نہیں' ہزاروں نیکیاں جمع کی جاسکتی ہیں۔
آپ کوشش کرکے ایک چھوٹی آیت کریمہ ایک منٹ میں زبانی بھی یاد کرسکتے ہیں۔
آپ ایک منٹ میں کئی مرتبہ باسہولت **لا الہ الا اللہ وحد لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئٍ قدیر**
ایک منٹ میں آپ بآسانی درجنوں مرتبہ یہ کلمہ پڑھ سکتے ہیں۔ **سبحان اللہ وبحمدہ**
ایک منٹ میں آپ بآسانی بیس سے پچیس مرتبہ ان الفاظ کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھ سکتے ہیں' **صلی اللہ علیہ وسلم**
بشریٰ ملک' مائرہ ملک...... فیصل آباد

ربن باندھتے ہوئے خفگی سے گویا ہوئی۔
''لیکن تم راحیل پر اتنا بھروسا کس طرح کرسکتی ہو؟ وہ پہلے ہی ساری جیولری لے کر بھاگا ہوا ہے اور طغرل کا مرڈر کروا کر وہ ہم کو بلیک میل نہیں کرے گا؟''
''ایسا کچھ نہیں ہوگا' وہ مجھ سے بے حد محبت کرتا ہے اور میری خاطر جان دے بھی سکتا ہے اور جان لے بھی سکتا ہے۔ محبت کتنی ظالم شے ہے یہ تم بھی جان چکی ہو۔'' اس کے لہجے میں اطمینان ہی اطمینان تھا۔
''کل تک تم طغرل کو دل و جان سے چاہتی تھیں نا۔''
''میں اب بھی طغرل سے محبت کرتی ہوں۔'' وہ روہانسی ہوکر گویا ہوئی تھی۔
''ہاں' محبت خود غرض ہوتی ہے' جو ہمارا نہیں ہوتا وہ کسی کا بھی کیوں ہو؟ یہی جذبہ محبت کہلاتا ہے عادلہ!''
''طغرل! راحیل سے بے حد مختلف ہے تم اس سے کمپیئر مت کرو' راحیل چور' بدمعاش اور فراڈی آدمی ہے وہ ہمیں دھوکا دے گا میں اس پر بھروسا نہیں کرسکتی عائزہ! تم یہ سب بھول جاؤ۔ جو میں نے تم سے کہا ہے ورنہ ہم کسی مصیبت میں پھنس جائیں گے۔''
''تم بار بار راحیل کی بے عزتی کررہی ہو' جو میں برداشت کررہی ہوں' یہ خیال کرکے تمہارے دل پر محبت کی چوٹ ابھی تازہ ہے اور تمہیں درد زیادہ ہورہا ہے مگر اب تم نے ایک لفظ بھی راحیل کے خلاف کہا تو ٹھیک نہیں ہوگا۔'' وہ اسے گھورتے ہوئے سخت لہجے میں بولی تھی۔ ''تم نے طغرل سے محبت کی ہے تو میں نے راحیل کو چاہا ہے اور وہ بھی مجھے چاہتا ہے' تمہاری طرح یک طرفہ محبت نہیں کی میں نے۔''

❁......+❁+......❁

وہ ہوٹل کے ہال میں ساحر کے ساتھ موجود تھی' ٹیبل لوازمات سے بھری ہوئی تھی اس کے انکار کے باوجود اس نے بہت کچھ آرڈر کردیا تھا اور بڑے اصرار سے اسے ہر ڈش پیش بھی کی تھی اور خود بھی بڑی سخاوت کے ساتھ اس کا ساتھ دیتا رہا تھا۔
''ساحر صاحب! بتایئے نا اعوان سے آپ کے فرینڈز کی ملاقات ہوئی؟ انہوں نے اعوان کو ڈھونڈ لیا ہے؟'' وہ فکر

مند لہجے میں اس سے مخاطب ہوئی تھی۔

''جی ہاں' میری ملاقات ہوئی ہے اس سے۔'' وہ سنجیدہ تھا۔

''کیا بات ہوئی ہے؟ وہ کیسے ہیں؟ کب آ رہے ہیں واپس؟'' فرطِ مسرت سے اس کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔

''آپ کافی پئیں نا۔'' وہ عجیب انداز میں گویا ہوا۔

''میں یہاں کافی پینے نہیں آئی ہوں ساحر! یہ سب میں نے اس لیے کھایا ہے کہ آپ کہہ رہے تھے کہ کھانے کے بعد آپ مجھے اعوان کے بارے میں بتائیں گے پلیز مجھے بتائیں وہ کب آ رہے ہیں؟ میں بہت مشکل میں ہوں۔'' وہ خفگی سے گویا ہوئی تھی۔

''آپ ناراض مت ہوں' میں نے یہ سب آپ کو اصرار کر کے اس لیے کھلایا ہے' ابھی جو میں آپ کو حقیقت بتاؤں گا اس کے بعد آپ شاید کھانا پینا چھوڑ دیں گی۔'' اس کے لہجے میں نرمی اور اپنائیت تھی' مگر ماہ رخ کا پریشانی سے چہرہ زرد ہو گیا تھا' دل کی دھڑکن رکنے لگی تھی۔

''کیا حقیقت ہے ساحر! آپ صاف صاف بتائیں' اعوان وہاں خیریت سے تو ہیں؟ پلیز جھوٹ مت کہیے گا مجھ سے۔''

''ارے آپ تو زرد ہو گئی ہیں پلیز کول ڈاؤن۔'' وہ اس کی طرف دیکھ کر پریشانی سے بولا۔

''پلیز ساحر بتائیں میں ہر بات سننے کا حوصلہ رکھتی ہوں۔''

''مجھے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی ہے پہلے ڈاکٹر......''

''آپ مجھے صرف اعوان کے بارے میں بتائیں آپ نے نہیں بتایا تو میں اس کھڑکی سے چھلانگ لگا دوں گی۔'' وہ جس کھڑکی کے قریب بیٹھے تھے وہ اس کی طرف اشارہ کر کے ہذیانی انداز میں گویا ہوئی تو ساحر کو اس کی ذہنی کیفیت کا احساس ہوا اور وہ دھیرے سے مسکرا کر گویا ہوا۔

''وہ ٹھیک ہے' زندہ ہے' انجوائے کر رہا ہے۔''

''نہیں کوئی بات ہے جو آپ مجھ سے چھپا رہے ہیں۔''

''پہلے آپ میرے ساتھ باہر چلیے وہاں چل کر بتاتا ہوں۔'' وہ اس کے ساتھ پارک میں آ گیا تھا کیونکہ شام ابھی ہوئی نہیں تھی اور سردی کے باعث وہاں اکّا دُکّا لوگ ہی موجود تھے وہ ایک بنچ پر اس کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔

''اب بتا بھی دیجیے کیوں میرے صبر کا امتحان لے رہے ہیں؟'' چند لمحے وہ اس کی طرف دیکھتا رہا پھر گویا ہوا۔

''وہ آپ سے شادی کرنے کا وعدہ کر کے گیا تھا؟''

''ہاں' وہ اپنے والدین کو راضی کرنے گئے تھے اور اعوان کو یقین تھا وہ اس کی بات مان جائیں گے۔ ہماری شادی میں رکاوٹ نہیں بنیں گے۔'' وہ خشک ہوتے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

''اعوان نے ......وہاں شادی کر لی ہے۔'' وہ آہستگی سے بولا۔

''جی نہیں! ایسا نہیں ہو سکتا ہے اعوان میرے علاوہ کسی اور لڑکی سے شادی نہیں کر سکتے' ساحر...... آپ کو غلط انفارمیشن ملی ہے۔ اعوان ایسا نہیں کر سکتے' مجھے یقین ہے ان پر۔'' اتنی سخت سردی میں پسینہ پسینہ ہو گئی تھی' بہت ابتر حالت تھی اس کی جیسے سب لٹا بیٹھی ہو۔

''ریلیکس ماہ رخ! میں آپ کی دلی حالت سمجھ سکتا ہوں' جب میں نے سنا تھا بے حد کنفیوژ ہو گیا تھا پھر آپ کی تو بات ہی اور ہے' محبت کی ہے آپ نے اس بے وفا سے۔'' وہ بھی بے حد شرمندہ و نادم دکھائی دے رہا تھا۔

پردے کے احکامات

شرعی پردے کے تین درجے ہیں:

قرآن مجید کی مختلف آیات پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شرعی پردے کے تین درجے ہیں۔ مختلف عورتوں کے مختلف حالات کی صورت میں ہر عورت کسی نہ کسی درجے پر عمل پیرا ضرور ہو سکتی ہے۔ شرع شریف نے انسانی حالات کی وجہ سے اس میں وسعت رکھی ہے۔ پردے کا مدار فتنے پر ہے اور فتنے سے بچنے کے لیے جتنی احتیاط ہو سکے اتنا ہی زیادہ پردہ ہے۔

بہترین درجہ: حجاب بالبیوت! ارشاد بالی تعالیٰ ہے۔

''اور تم اپنے گھروں میں قرار پکڑو۔''

لٰہذا عورت کے لیے پردے کی سب سے اعلیٰ صورت یہی ہے کہ گھر کی چار دیواری میں وقت گزارے' اپنے گھر کو ہی جنت سمجھے۔ اس درجے پر عمل کرنے والی عورت ولایت کا درجہ پانے والی اور قربِ الٰہی کو حاصل کرنے والی ہوتی ہے۔

درمیانہ درجہ: حجاب بالبرقعہ! ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''اپنے اوپر چادر اوڑھ لیں۔''

اگر بامِ مجبوری عورت کو گھر سے نکلنا ہی پڑے تو برقعہ یا چادر میں خوب اچھی طرح لپٹ کر نکلے۔ اس درجے پر عمل کرنے والی عورت تقویٰ پر عمل کرنے والوں میں شمار ہوتی ہے۔

آخری درجہ: حجاب بالعذور: ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

''اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھلائیں' مگر وہ جو خود ظاہر ہو جائے۔

پردے کا آخری درجہ یہ ہے کہ عورت مجبوری کی وجہ سے گھر سے نکلے اور چادر یا برقعہ اس طرح پہنے کے اس کے ہاتھ پاؤں آنکھیں وغیرہ کھلی ہوں۔

عورت کے لیے اپنی زینت کسی چیز کو مردوں کے سامنے ظاہر کرنا جائز نہیں' بجز اس کے جو خود بخود ظاہر ہو ہی جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد ہتھیلیاں اور چہرہ ہے مگر یہ اس وقت جب فتنے کا خوف نہ ہو' اگر فتنے کا ڈر ہے تو فقہائے امت کا اجماع ہے کہ عورت کے لیے چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنا بھی درست نہیں۔

نازسلوش فتے...... میرپور آزاد کشمیر

''میری خود بات ہوئی تھی اعوان سے' جب میں نے اسے آپ کے حوالے سے باتیں سنائی تو وہ مجھ سے بھی جھگڑنے لگا تھا اور کہہ رہا تھا میں آپ سے کہہ دوں' اس کو بھول جائیں آپ۔''

''اوہ! میں کیسے یقین کر لوں؟ کس طرح خود کو یقین دلاؤں؟'' جلتی ہوئی خواہشوں کا ڈھیر تھا جو اس کی آنکھوں سے بہنے لگا تھا۔ گلفام کا سیاہ چہرہ' قدیم طرز کا بنا وہ عام سا گھر اور وہ ہی خواہشوں کی چادر میں ملفوف روتی' سسکتی زندگی اسے دکھائی دے رہی تھی اور وہ سسک سسک کر رونے لگی تھی' کیا کچھ نہیں کیا تھا اس نے عالی شان زندگی حاصل کرنے کے لیے اور ہاتھ کیا آیا تھا؟

''پلیز...... پلیز ماہ رخ! آپ روئیں مت' آپ کے آنسو مجھے تکلیف دے رہے ہیں۔ اعوان کریکٹر لیس شخص تھا میں جانتا ہوں اس کو بچپن سے' آپ کو اس لیے نہیں بتایا تھا کہ آپ کو جب یقین نہیں آتا۔''

''یقین تو مجھے اب بھی نہیں آ رہا ہے۔''

''میں ایک بات کہوں آپ سے؟'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''کیا کہیں گے آپ ساحر صاحب! آپ کے دوست نے میرے سارے خواب بکھیر دیئے' میری خواہشوں کو بے رنگ کر ڈالا ہے۔'' اس کے اندر ماتم ہو رہا تھا۔ حسرتیں نوحہ کناں تھیں۔

''میں آپ کی خواہشوں میں سچائی کے رنگ بھرنا چاہتا ہوں' میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا تھا۔

''آپ اعوان کی بے وفائی کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں؟''

''نہیں' مجھے آپ سے پہلی نظر میں ہی محبت ہو گئی تھی۔''

❁ ❁ ❁

صباحت کو عادلہ سے حقیقت معلوم ہوئی تھی پھر کچھ عادلہ نے اس طرح رو رو کر پری کو پرپوز کیے جانے کی خبر سنائی تھی کہ بیٹی کے آنسوؤں نے ان کے اندر کی سوتیلی ماں کو پوری طرح بیدار کر دیا تھا۔ انہوں نے بھی سوچ لیا تھا اپنی بیٹی کے آنسوؤں کا بدلہ وہ پری کو خوب ذلیل و خوار کر کے لیں گی اور اس کو اتنا زچ کریں گی کہ وہ یہاں سے بھاگتی نظر آئے گی۔

آغاز وہ کر چکی تھیں گو کہ ان کی سازش ناکام ہو گئی تھی۔ مذنہ اور اماں جان نے ہر بات کلیئر کر دی تھی مگر وہ ہار ماننے والی نہ تھیں۔ ان تمام باتوں کو خوب بڑھا چڑھا کر عامرہ اور آصفہ کو فون پر بتا چکی تھیں اور یہاں کی طرح وہ بھی اپنی بیٹیوں کے لیے طغرل کی طرف سے آس لگائے بیٹھی تھیں۔

اس خبر نے ان کو بھی حواس باختہ کر ڈالا اور وہ فوراً اماں کے پاس چلی آئی تھیں اور آتے ہی گلے شکوے شروع کر دیئے تھے۔

''اماں! یہ کیا سنا ہے ہم نے' طغرل پری سے شادی کر رہا ہے؟'' آصفہ کشنز پر کور چڑھاتی پری کو گھورتے ہوئے بولیں۔

''اچھا یہ خبر تم تک بھی پہنچ گئی؟ جب ہی دوڑی دوڑی آئی ہو ورنہ ماں کی یاد تو تم کو کبھی نہیں آتی ہے۔''

''ارے اماں جان! آپ کو ہماری ضرورت ہی کیا ہے آپ کی ساری محبتیں سمیٹنے کے لیے یہ پری ہی کافی ہے' آپ کو ہماری یاد کیا آئے گی۔'' آصفہ کی خونخوار نظریں پری پر ہی جمی تھیں۔

''جب وہ بلا اس گھر سے جا رہی تھی' تب ہی کہا تھا آپ سے اماں کہ اس فتنے کو مت روکیں' دفع کریں اس کو بھی اس کی ماں کے ساتھ مگر آپ نے ہماری ایک نہ سنی اور روک لیا اس فتنے کو اور دیکھ لیں' آج یہ کس طرح ہماری بیٹیوں کے حق پر ڈاکہ ڈال رہی ہے اپنی ماں کی طرح۔''

''اپنی زبانوں کو لگام دو تو بہتر ہے تم دونوں' ورنہ مجھ سے پھر شکایت مت کرنا کہ اس عمر میں میں نے تم پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ حد ہوتی ہے الزام تراشیوں کی بھی' کیوں تم سب اس بے چاری معصوم بچی کے پیچھے پڑ گئی ہو؟'' اماں کا جاہ و جلال جاگ اٹھا تھا۔

''رہنے دیں اماں! رہنے دیں' نواسیوں کی فکر نہیں ہے آپ کو صرف اور صرف اس کی فکر رہتی ہے آپ کو۔ گھر میں اور بھی پوتیاں ہیں آپ کی' کبھی ان سے آپ نے اتنی محبت نہیں کی۔''

''تم کون ہوتی ہو مجھ سے یہ سب پوچھنے والی؟ ارے میری پری کی جیسی بن کر تو دکھائے کوئی' دن و رات خدمت کرتی ہے میری۔'' اس دوران پری شاکڈ بیٹھی تھی۔

''بس اماں! آپ کو اس کی اچھائیاں ہی نظر آتی ہیں۔ وہ جو طغرل کے ساتھ منہ کالا کر کے آئی تھی صبح کے ٹائم' وہ بھی اچھی بات ہے؟ ہمارے خاندان میں ایسا ہوا ہے کبھی؟''

''آصفہ! اللہ کے قہر سے ڈرو کیا اول فول بک رہی ہے' تجھے معلوم ہے کتنا بڑا بہتان لگا رہی ہے تو؟'' اماں حیرت و صدمے سے بیٹیوں کی طرف دیکھتی رہ گئی تھیں اور اس لمحے پری کے جسم میں بھی برق سی دوڑی تھی اور وہ وہاں سے اٹھی تھی اور بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل گئی تھی۔

طغرل جو ابھی آفس سے آ کر اپنے کمرے میں جانے ہی والا تھا جب اس نے پری کو تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بھاگتے ہوئے دیکھا تو لمحے بھر کو یہ سمجھ ہی نہیں سکا کہ وہ کیوں بھاگ رہی ہے مگر پھر دوسرے لمحے ہی اسے کسی خطرے کا احساس ہوا تھا۔

وہ ہاتھ میں پکڑا بریف کیس وہیں رکھ کر سیڑھیوں کی طرف بھاگا تھا' وہ سیڑھیاں چھت کی طرف جا رہی تھیں۔

وہ چھت پر گیا تو بارش بہت تیز ہو رہی تھی دھواں دھواں سا بارش کی شدت سے بکھرا ہوا تھا۔

وسیع و عریض چھت پر اس نے دیوانہ وار نظریں دوڑائی تھیں اور سائیڈ کی باؤنڈری وال پر چڑھتی پری کو دیکھ کر وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا تھا۔

''کیا کر رہی ہو تم؟ وہاں کیوں چڑھ رہی ہو' گر جاؤ گی؟''

''چلے جائیں آپ یہاں سے' یہ سب کچھ میں آپ کی وجہ سے ہی کر رہی ہوں' میری موت کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔'' وہ روتے ہوئے اوپر چڑھنے کی کوشش کے دوران چیخی تھی اور طغرل کو اس بھری برسات میں تارے نظر آنے لگے تھے۔

''پاگل ہو گئی ہو تم؟ خودکشی کا مطلب سمجھتی ہو۔'' اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا جو اس نے جھٹکے سے چھڑا لیا تھا۔ باؤنڈری وال خاصی اونچی تھی جس پر چڑھنا اس دھواں دار بارش میں مشکل لگ رہا تھا' مستزاد اس پر طغرل اسے روکنے کی کوشش کر رہا تھا اور وہ اس سے بچنا چاہ رہی تھی۔

''آپ جب سے پاکستان آئے ہیں میری زندگی آپ نے سزا بنا دی ہے۔''

''او کے میں واپس چلا جاؤں گا' مگر تم یہ حرام موت مرنے کا ارادہ کینسل کر دو' میں جلد واپس چلا جاؤں گا۔''

وہ دونوں ہاتھوں سے اسے اوپر چڑھنے سے روکنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ دوسرے لمحے وہ اس کے مضبوط بازوؤں کی گرفت میں تھی وہ اس طرح تھامے ہوئے اسے باؤنڈری وال سے دور لے گیا تھا۔

اسی لمحے ہانپتی کانپتی اماں جان وہاں آئی تھیں اور ان کے پیچھے عامرہ' آصفہ' صباحت تھیں۔ جو آنکھیں پھاڑے ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ)

زندگی کی حسین رہگزر

سمیرا شریف طور

کبھی نہ ہاتھوں سے ہاتھ چھوٹے خیال رکھنا
کبھی نہ چاہت کا مان ٹوٹے خیال رکھنا
جو ہو محبت تو رنجشوں سے گریز کرنا
کسی کا نازک سا دل نہ ٹوٹے خیال رکھنا

اس کے پاؤں کی پٹی اتر چکی تھی۔ پاؤں کی مالش جاری تھی۔ ابھی ڈاکٹر صاحب نے پاؤں پر بوجھ ڈالنے سے منع کیا تھا سو وہ ابھی تک بستر پر تھی۔ وہ کتاب لیے منہمک سی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

''آجاؤ بھئی......'' اس کا خیال تھا کہ صبا ہوگی' اسے اپنے گھر میں چین نہیں پڑ رہا تھا آج کل مگر عمر کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر اس کا منہ بن گیا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ ایک منٹ بھی سامنے نہ ٹھہرتی اس نے خاصی بے چارگی سے اپنے پاؤں کو دیکھا' جسے مالش کر کے امی نے کچھ دیر قبل کپڑے میں لپیٹا تھا۔

''سلام مسنون......مزاج بخیر......!'' وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔

''بخیر......بخیر......'' منہ بنا کر اس نے کہا تو وہ ہنس دیا۔ عیادت کرنے والوں کے لیے رکھی کرسی گھسیٹ کر وہ بیٹھ گیا تھا۔

''حساب چکانے میں تو تمہارا کوئی ثانی نہیں۔ کسی اور معاملے میں بھی یہ روایت برقرار رکھ لیا کرو۔''

''مثلاً......؟'' اب وہ نازل ہو ہی چکا تھا تو بھگتے بنا کوئی چارہ نہ تھا۔ کتاب بند کر کے وہ سیدھی ہو بیٹھی۔

''مثلاً یہ کہ کبھی محبت کا جواب محبت سے بھی دے لیا کرو۔'' اس نے غصے سے گھورا۔

''امی اور آمنہ باہر نہیں تھیں کیا؟'' دوسرے معنوں میں اس کی موجودگی پر اعتراض کیا تھا۔

''کوئی خاتون آئی بیٹھی ہیں ایک دو رشتے لے کر آمنہ ان کی خاطر تواضع کر رہی ہے جب کہ فوزیہ پاس بیٹھی سن رہی ہے۔''

''اچھا......'' رشتے کا سن کر وہ ایک دم پُرجوش ہوئی۔ ''کیسے رشتے لے کر آئی ہیں؟''

''ماشاء اللہ! تم لڑکیاں صرف رشتوں کا سن کر ہی خوش ہو جاتی ہو۔ کوئی مطلب کی بات کرو تو سر سے ہی گزر جاتی ہے۔''

''مائنڈ یو...... یہ صرف ہم لڑکیوں کا ہی خاصہ نہیں جہاں ایک دو لڑکیاں کھڑی دیکھ لیں' آپ مردوں کی بھی رال ٹپکنے لگتی ہے۔ کوئی گھاس ڈالے یا نہ ڈالے لسوڑے کی طرح لیس ہو جانا فرض سمجھتے ہیں۔'' لڑاکا عورتوں کی طرح اس نے فوراً حساب بے باق کیا تھا۔

''تو پھر مانتی ہو نا کہ کچھ نہ کچھ ذہنی مطابقت پائی جاتی ہے ہم دونوں میں۔'' وہ چڑانے سے باز نہ آیا تھا۔

''ہونہہ......!'' اس نے سر جھٹکا۔

''زیادہ ناامید ہونے کی ضرورت نہیں ہے' رشتے والی
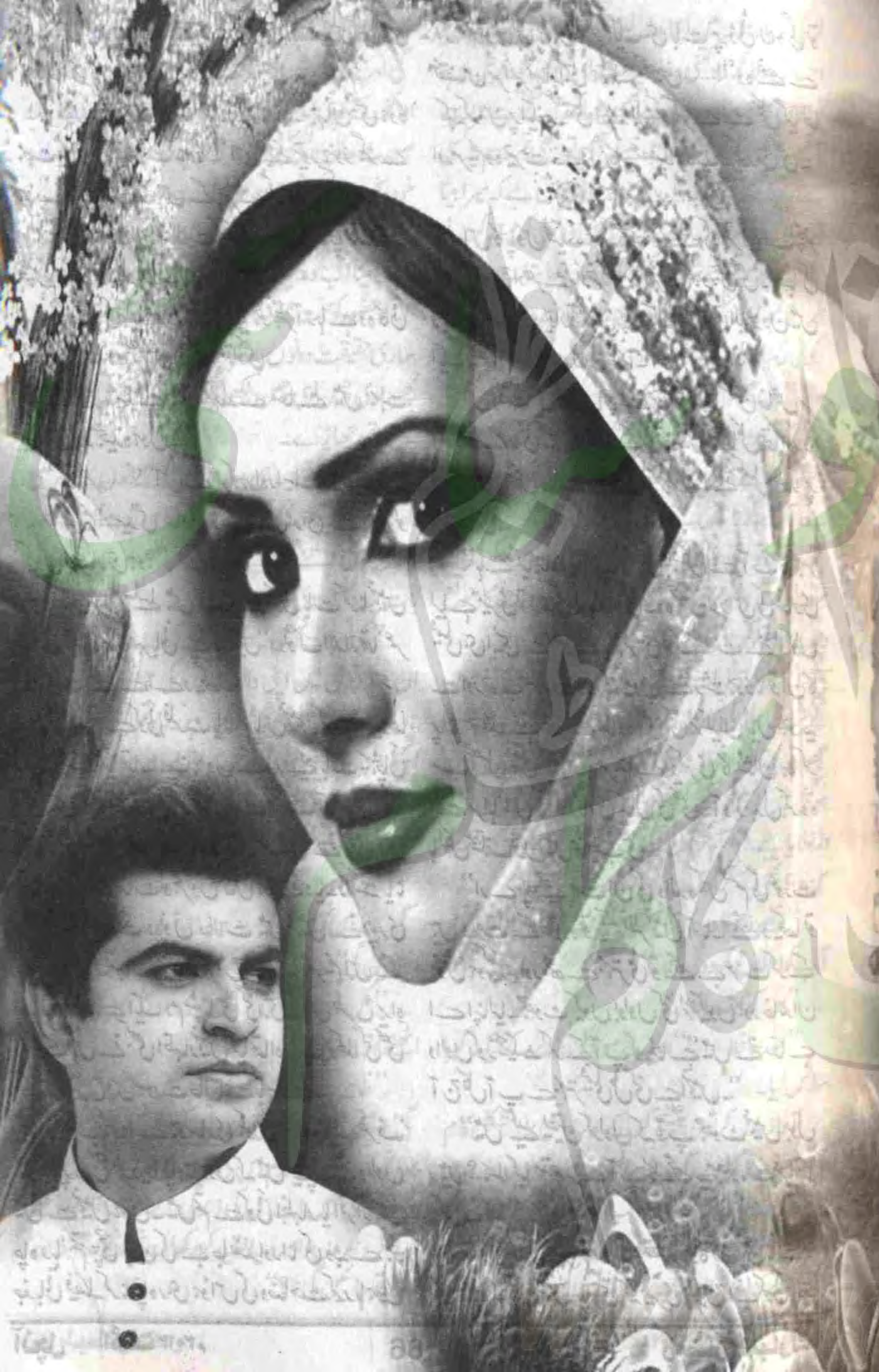
ایک نہیں پورے دو رشتے لے کر آئی ہے۔ کہیں نا کہیں تمہارا بھی کام بن جائے گا۔"

"میں کبھی خود سے ناامید نہیں ہوئی۔ جہاں بھی ہوگا بہت بہتر اور پرفیکٹ ہوگا۔" اس کے تیور ہنوز بگڑے ہوئے تھے۔ عمر نے اس کے چہرے کی سرخی دیکھی۔

"تمہارے ان خیالات کو کیا سمجھوں؟" اچانک بے چین سا ہو کر پہلو بدلا۔

"سمجھنے کی کیا ضرورت ہے؟ جو نظر آ رہا ہے وہ کافی نہیں ہے۔" وہ مطمئن اور پُراعتماد تھی۔

"تمہیں پتا ہے میں تمہارے معاملے میں بہت سیریس اور سنجیدہ ہوں۔"

"تو پھر......؟" اس نے عمر کو براہ راست دیکھا۔

"مریم! سیدھی سادی زندگی چل رہی ہے اس کو کیوں الجھا رہی ہو؟"

"میں اس سلسلے میں آپ سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتی' آپ براہ مہربانی چلے جائیں۔" دوٹوک انداز تھا' عمر نے بہت غصے سے اسے دیکھا۔

"میں تم سے کوئی فلرٹ یا ٹائم پاس نہیں کر رہا' سیدھا راستہ اختیار کیا تھا۔ اپنے بڑوں کے ذریعے بات پہنچائی تھی' میں تھرو آؤٹ پراپر چینل سے تم تک آنا چاہتا تھا' ہلکی پھلکی چھیڑ چھاڑ اور بات ہے مگر میں نے قطعی کبھی تمہارے احساسات کو مجروح نہیں ہونے دیا۔ دانستہ یا نادانستہ بہر صورت دونوں حالات میں' میں نے پوری کوشش کی کہ تمہارا احترام مجروح نہ ہو۔" مریم اس کے انداز گفتگو سے ایک دم سٹپٹا سی گئی تھی۔ اس طرح براہِ راست اس نے کبھی اظہار نہیں کیا تھا اور اب بوکھلا گئی تھی کہ کس طرح اس صورت حال سے باہر نکلے۔

"تم نے ردا سے جو ساری بکواس کی وہ ایک طرف' میں تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ میں تم سے کوئی اظہار یا اقرار نہیں چاہ رہا' تم چچی جان کی بے جا ضد اور انا کی وجہ سے جو جذباتی فیصلہ کرنا چاہ رہی ہو' اس کی وضاحت کر رہا ہوں کہ احمقوں کی طرح اگر ایک ہی بات پر ڈٹی رہو گی تو نقصان سراسر تمہارا ہی ہوگا۔ سمجھیں......!" وہ غصے سے کہہ کر اس پر ایک غصیلی نگاہ ڈال کر کمرے سے نکل گیا تھا اور مریم وہ حیرت سے اس کا یہ غصیلا روپ دیکھ رہی تھی۔

❁......× ×......❁

اس کا پاؤں ٹھیک ہو چکا تھا وہ پہلے کی طرح اب پھر بلی کی طرح ادھر سے اُدھر گھومنا شروع ہو چکی تھی۔ صبا کی وجہ سے وہ اب دیوار تو نہیں پھلانگ رہی تھی البتہ دن میں ایک چکر اُدھر کا ضرور لگاتی تھی۔

اس وقت بھی دونوں چھت پر بیٹھی اپنا مشن خاص سر انجام دے رہی تھیں۔ صبا کے ہاتھ میں موبائل تھا اور وہ بڑی غمزدہ شکل بنائے مصنوعی آنسو بہاتے مکمل طور پر افسردہ تھی۔

"ہائے کیا بتاؤں آپ کو' کتنی مشکل سے آپ کا نمبر لیا ہے' میری تو زندگی برباد ہوگئی۔ وہ شخص اور اس کی ساری فیملی ہی ایسی ہے' دھوکے باز فریبی لوگ۔ نت نئے لوگوں سے اور خوب صورت امیر لڑکیوں سے رشتہ جوڑنا تو ان کا پرانا مشغلہ ہے' میرے علاوہ بھی کئی لڑکیاں ہیں جو یہ سب جھیل چکی ہیں۔" مریم نے وکٹری کا نشان بنا کر اسے سراہا' اس کی اداکاری کمال کی تھی۔ آواز بدل کر وہ بالکل مختلف ٹون میں مخاطب تھی۔

"ارے پوچھیے مت ان کی والدہ کس قسم کی عورت ہیں' دولت کے علاوہ تو کچھ نظر نہیں آتا۔ مجھے دیکھا تو خوش ہوگئیں اور مجھ سے بہتر ملی تو مجھے بے عزت کر کے اسے اپنا لیا۔ جھوٹ کیوں بولوں کئی لڑکیوں اور خاندان والوں کو ریجیکٹ کر کے آپ کو چُنا ہے' میں نے سنا ہے آج کل آپ سے بہتر فیملی مل گئی ہے انہیں۔"

"میں کیسے یقین کرلوں کہ آپ جھوٹ نہیں بول رہیں؟ بھلا کیا مقصد ہے آپ کا مجھے یہ معلومات فراہم کرنے کا؟"

"بھئی واقعی میرا بھلا کیا مقصد ہوگا مگر سچی بات تو یہی ہے کہ میں نہیں چاہتی کہ میری طرح اب کوئی اور

لڑکی برباد ہو۔ میں اپنا بدلہ لینا چاہتی ہوں اس عورت کو احساس دلا کر وہ کتنی مفاد پرست لالچی اور خود غرض ہے اور اس کا وہ بیٹا وہ ماں سے بھی دو ہاتھ آگے ہے۔ اپنے آفیسرز کی بیٹیاں پھنساتا ہے۔ تبھی تو کبھی تم سے یا کسی سے رابطہ نہیں کرتا۔ ماں بہانے بناتی رہتی ہے کہ میرا بیٹا شرمیلا ہے' شریف ہے۔ اصل میں وہ کسی کو پسند کرنے لگا ہے وہ تم سے شادی کرنا ہی نہیں چاہتا۔ ورنہ جس طرح تم سے منگنی کو ایک سال ہو چکا ہے وہ رابطہ تو کرتا کوئی رسپانس دیتا۔"

"مائی گاڈ! ایسی سچویشن ہے دوسری طرف۔"

"تو اور کیا اس سے بھی خراب ترین حالات ہیں۔ پھر آپ نے اپنی مرضی کرنی ہے۔ میرا فرض تھا حالات سے آگاہ کرنا میں نے بتا دیا۔ اگر میری باتوں کا یقین نہیں آتا تو اپنی خالہ کے گھر آ کر چند دن رہ کر دیکھ لیں۔ سب واضح ہو جائے گا۔" وہ آخر میں اسے سوچنے کا موقع دینے کو جتا کر بولی۔

"اگر ایسی بات ہے تو میں کل ہی چکر لگاتی ہوں کرشمہ عام لڑکی نہیں ہے جسے وہ دھوکا دے لیں۔ اتنا بڑا جھوٹ اتنا بڑا فراڈ میری مام تو بہن کی محبت میں پاگل ہوگئی ہیں انہیں کچھ کہوں گی تو وہ کہیں گی مجھے کسی نے ورغلایا ہے۔" اسپیکر آن ہونے کی وجہ سے مریم بھی سب سن رہی تھی' مسکرا دی۔

"مجھے دھوکا دینا اتنا آسان نہیں۔ میں وہاں پہنچ کر آپ کو اطلاع کر دوں گی۔"

"او کے' اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ......!" صبا نے موبائل بند کر کے ایک گہرا سانس لیا۔

آواز بدل کر ٹون چینج کر کے بولنا واقعی بڑا مشکل کام تھا۔ اس نے گہرے گہرے سانس لیے۔

"زبردست! اس کا مطلب ہے ہمارا پلان کامیابی سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ اب تم نے یہ کرنا ہے کہ اپنی والدہ ماجدہ کو پمپ کرنا ہے۔ کرشمہ کی وہ خامیاں بھی اٹھتے بیٹھتے گنوانی ہیں جو اس میں نہیں ہوں گی اور جب کرشمہ ادھر آئے گی تو تم نے بی جمالو کا کردار ادا کر کے اپنی ماں اور اس کو اکٹھا نہیں بیٹھنے دینا بلکہ صورت حال ایسی پیدا کر دینی ہے کہ تمہاری والدہ صاحبہ خود بخود اس کی عادات و اطوار سے بدظن ہو جائیں۔ رہ گئی کرشمہ بی بی اس کی بھی برین واشنگ خاصی ہو چکی ہے یقیناً اب وہ ساری حرکات سرانجام دے گی جو تمہاری والدہ حضور کو سخت ناپسند ہیں۔ دور کے ڈھول سہانے اب ساری حقیقت دونوں پارٹنر اپنی آنکھوں سے دیکھیں گی تو پھر راوی چین ہی چین لکھے گا۔" اس نے نقشہ کھینچتے آخر میں ہاتھ جھاڑے۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ ویسے اتنے دنوں سے فرضی ماریہ بن کر یہ جھوٹ بولنا بڑا مشکل کام رہا ہے' اپنے نامہ اعمال میں اتنے گناہ پہلے کبھی نہیں لکھوائے۔" صبا کی بات پر وہ ہنس دی۔

"کوئی بات نہیں۔ اللہ معاف کر دے گا' ویسے تم نے ان چند دنوں میں اپنی والدہ ماجدہ کی جو خوبیاں بیان کی ہیں اسے سن کر دل خوش ہو گیا ہے۔ یار تم اپنی والدہ کو کتنی اچھی طرح سمجھتی ہو۔" آخر میں شرارت سے چھیڑا تو صبا نے گھور کر اسے تھپڑ کھینچ مارا۔

"بکومت!"

"چلتی ہوں' امی کو شک ہو گیا کہ میں اس وقت اپنے کمرے میں نہیں تو وہ ہر وقت ادھر آنے کے جرم میں الٹا لٹکا دیں گی۔" وہ جانے کو اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"کل ردا کی منگنی پر چل رہی ہو؟" مریم نے بھی اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ظاہر ہے امی ابو جی جا رہے ہیں تو میں بھی جاؤں گی' اور تم؟ ویسے بڑی زیادتی کر رہی ہو تم' ردا بہت ناراض ہو رہی تھی کہ تم اس کی کزن ہی نہیں عزیز از جان دوست بھی تھیں اب اس کی زندگی کے اتنے اہم موقعے پر بالکل غیروں والا رویہ اختیار کر رکھا ہے تم نے۔ آمنہ اور فوزیہ تو جائیں گی نا؟"

’’ہوں وہ وقار کے ساتھ کل ہی چلی گئی ہیں۔ میں صبح امی جی کے ساتھ ہی جاؤں گی‘ کل آمنہ کا آخری پیپر تھا‘ دے کر آتے ہی وہ تایا ابو کے ہاں فوزیہ کو لے کر روانہ ہوگئی تھی۔ نجانے اتنے دن کیسے رکی ہوئی تھی۔‘‘ اس نے مسکرا کر کہا تھا۔

صبا نے اسے دیکھا کچھ کہنا چاہا مگر پھر کبھی پر ٹال کر سر جھٹک گئی۔

’’اچھی بات ہے پھر صبح میں تمہارے ساتھ ہی چلی جاؤں گی۔ امی جی اور ابو لوگ خود ہی بعد میں آجائیں گے۔‘‘ اس نے فوراً پلان کیا تھا تو مریم نے اس کے فیصلے پر صاد کرتے گردن ہلادی تھی۔

❀......× ×......❀

اگلے دن وہ دونوں صبح ہی آگئی تھیں ردا اس سے بہت سخت خفا تھی۔ اسے منتیں کرنا پڑیں تو تب کہیں جا کر وہ مانی مگر موڈ پھر بھی آف رکھا۔

تایا نے خاصا انتظام کر ڈالا تھا۔ اسلام آباد سے رمشا باجی اپنی ساس اور نند کے ساتھ کل ہی آگئی تھیں۔ ردا کے ماموں اور خالہ کی فیملی بھی آچکی تھی‘ اس کے علاوہ ان دونوں کی مشترکہ پھوپیاں بھی آگئی تھیں۔ تایا کے گھر میں خاصی رونق تھی۔ کھانے پینے کا انتظام ریڈی میڈ تھا۔ تین بجے کے قریب لڑکے والے بھی پہنچ گئے تھے۔ مریم کو وہ فیملی اچھی خاصی لگی۔

ردا دلہن بن کر بہت نچ رہی تھی۔ رسم کے بعد کھانے کا دور چلا تھا‘ یہ ہنگامہ شام تک جاری رہا تھا۔ چونکہ ردا کے سسرال والے دور سے آئے تھے‘ سو رات نو بجے کے قریب رخت سفر باندھا تھا‘ اپنی گاڑیاں تھیں سو تایا لوگوں کے رات رک جانے کے مشورے کو ٹال گئے تھے اور ان لوگوں کے رخصت ہوتے ہی باقی رشتہ دار بھی جانا شروع ہوگئے تھے۔

صبا کی والدہ اور والد چلے گئے تھے جب کہ صبا کو ردا نے زبردستی روک لیا تھا ادھر سے یہ تینوں ہی رک گئی تھیں جب کہ وقار امی اور ابو چلے گئے تھے۔ مریم نے کئی بار جانا چاہا تھا مگر ردا کی دھمکیوں باقی لوگوں کے اصرار کے آگے اس کی ایک نہ چلی تھی۔

اور اس وقت وہ سب ردا کے کمرے میں دھما چوکڑی مچائے ہوئے تھے۔ ہر کوئی ردا کے سسرال والوں پر کمنٹس پاس کررہا تھا اور ردا شرمائی لجائی سب کی باتیں سن رہی تھی۔

’’ویسے سسرال تو بہت اچھی ہے‘ مجھے بہت پسند آئی ہے تمہاری سسرال۔‘‘ صبا جو اتنا سارا کھانا دیکھ کر کچھ بھی نہ کھا پائی تھی اب پلیٹ تھامے قورمہ اور بریانی تناول فرما رہی تھی۔

’’لڑکا تو اس سے بھی زیادہ اچھا ہے۔ تصویر تو دیکھی تھی نا۔‘‘ رمشا باجی نے کہا۔

’’ہوں کمال کی شخصیت ہے۔‘‘ آمنہ نے فوراً سر ہلایا تھا۔

’’کمال کی نہیں امجد صاحب کی شخصیت کہو۔‘‘ کھاتے ہوئے صبا نے لقمہ دیا۔ آمنہ نے ’’ہونہہ‘‘ کہہ کر سر جھٹکا۔

’’مجموعی طور پر فنکشن بہت اچھا اور شان دار تھا خصوصاً منگنی کا کھانا۔ یار! قورمہ تو بہت ہی لذیذ ہے اور بریانی کی کیا بات ہے۔‘‘ صبا نے پھر ٹانگ اڑائی تھی۔

’’تمہیں کیا ہوا ہے؟ بڑی چپ بیٹھی ہو مریم صاحبہ! تمہاری کسی سے لڑائی ہوگئی ہے کیا؟‘‘ رمشا باجی کا بالکل خاموش بیٹھی مریم کی طرف دھیان ہوا تو ٹوکا۔

’’اس نے آج کل چپ شاہ کا روزہ رکھا ہوا ہے اسے مت چھیڑیں۔ یہ منگنی پر آگئی ہے یہ بھی بڑا غنیمت سمجھیں۔‘‘ ردا نے ناراضی سے جتایا۔

’’ہیں یہ کیا معاملہ ہے۔‘‘ رمشا باجی نے تعجب سے اسے دیکھا۔

’’کوئی معاملہ نہیں۔ بس یونہی موڈی ہورہی ہے آج کل۔‘‘ فوزیہ جو مریم کے احساسات سے باخبر تھی اس نے ٹالا۔

’’پھر بھی کوئی وجہ تو ہونا؟‘‘

’’موڈ نہیں ہے محترمہ کا اور موڈ ایک منٹ میں بناتی ہوں میں آپ ڈھولک منگوائیں اگر ہمیں زبردستی روکا ہے تو اب بور مت کریں۔ آج رت جگا منائیں گے۔‘‘ صبا جو کھانے سے فارغ ہوچکی تھی وہ فوراً قالین پر فوزیہ آمنہ کے درمیان آبیٹھی تھی۔

’’زبردست‘ آئیڈیا اچھا ہے۔ ڈھولکی کا کیا ہے ابھی منگوا لیتے ہیں۔‘‘ رمشا باجی فوراً تیار ہوگئی تھیں۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد سکندر نے کہیں سے ڈھولک لادی تھی اور اب سب چھوٹے بڑے کمرے میں بیٹھے ڈھولک کے جائز ناجائز استعمال سے لطف اندوز ہورہے تھے۔ ایسے ماحول میں مریم خود کو بہت دیر لاتعلق نہیں رکھ پائی تھی۔ صبا ڈھولک بجارہی تھی‘ آمنہ چمچہ اور باقی لوگ تالیاں پیٹ رہے تھے۔ سکندر فارم میں آکر بھنگڑا ڈال رہا تھا جب کہ باقی سب کے قہقہے چھت پھاڑ تھے۔ دادی دونوں پھوپیاں ان کے بچے تایا‘ تائی‘ عمر سبھی ادھر ہی تھے۔

ڈھولک میں تال ہے پائل میں چھن چھن
گھونگھٹ میں گوری ہے سہرے میں ساجن
جہاں بھی یہ جائیں بہاریں ہی چھائیں
خوشیاں ہی پائیں میرے دل نے دعا دی
میری دوست کی شادی ہے
ہماری دوست کی شادی ہے

صبا اور مریم کی مشترکہ آواز نے گیت کا حسن دوبالا کردیا تھا اور سب نے تالیاں پیٹ پیٹ کر خوب داد دی۔

’’اچھا وہ والا گاؤ نا؟‘‘ رمشا باجی کی نند نے گانا مکمل ہونے پر کہا۔

’’کون سا؟‘‘ اس نے صبا کے کان میں کہا تو اس نے ڈھولک کی لے بدلی۔

’’تجھ کو ہی دلہن بناؤں گا
ورنہ کنوارہ مرجاؤں گا‘‘

دونوں نے مل کر تان اڑائی تو سکندر مریم کو دھکیل کر درمیان میں آبیٹھا۔

’’کیا ہے؟‘‘

’’یہ گانا میں بھی گاؤں گا۔‘‘ مریم کی گھوری پر کہا گیا۔

’’یہ منہ اور مسور کی دال۔‘‘ اس نے لتاڑا۔

’’جا کے جوگن بن جاؤں گی
سنگ تیرے نہ میں آؤں گی
سب سے میں یہ کہہ جاؤں گی
تجھ کو نہ دولہا بناؤں گی
چاہے کنواری مرجاؤں گی

دوسریلی آوازوں میں ایک مردانہ آواز سے گیت درمیان میں ہی رہ گیا تھا اور سب ہنس دی تھیں جب کہ عمر مریم کے جھلملاتے چمکتے چہرے کو تکنے گیا۔

’’سکندر باز آجاؤ ورنہ مار کھاؤ گے۔‘‘ رمشا باجی نے ٹوکا۔

’’نہ جی میں دلہن کا برابر کا بھائی ہوں۔ ساتھ ساتھ گاؤں گا۔‘‘

’’کوئی بات نہیں رمشا باجی! بیٹھنے دیں ابھی اس کی بھی شامت لے آتے ہیں۔‘‘ مریم جس کا موڈ بہت فریش ہوچکا تھا‘ رمشا باجی سے کہہ کر صبا کے کان میں کچھ کہنے لگی اور پھر دونوں ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسی تھیں۔

’’یہ سازش میرے خلاف ہوئی ہے نا؟‘‘ اس نے پوچھا جب کہ ادھر کون متوجہ تھا۔

’’نہیں دلہن کے بھائیوں کے خلاف۔‘‘ صبا نے ڈھولک بجائی تو مریم نے شرارت سے سکندر کو دیکھا۔

’’وہ تو عمر بھائی بھی ہیں۔‘‘ اس نے دہائی دی مگر سنتا کون؟

ہم سب منگنی پر آئے شاوا
یہاں پر لڑکے دیکھے شاوا
کچھ تھے کالے کلوٹے شاوا
کچھ تھے لنگڑے لولے شاوا
ہم نے جو غور سے دیکھا شاوا
وہ تو لڑکی کے بھائی نکلے شاوا

شاوا بھئی شاوا، شاوا بھئی شاوا

چاروں طرف سے ہنسی کا ایک فوارہ پھوٹ پڑا تھا عمر بھی بے اختیار ہنس دیا۔

''عمر بھائی دیکھ رہے ہیں۔'' سکندر نے عمر کو مخاطب کیا۔

''یہ زیادتی ہے میں اپوزیشن کی طرف سے شدید احتجاج کرتا ہوں۔'' سکندر دہائیاں دے رہا تھا مگر ادھر پروا کسے تھی۔

''ہم منگنی پر آئے شاوا
یہاں پر لڑکے دیکھے شاوا
کچھ تھے غنڈے لوفر شاوا
ہم نے غور سے جو دیکھا شاوا
وہ تو اپوزیشن والے نکلے شاوا
شاوا بھئی شاوا، شاوا بھئی شاوا

عمر تو ایک طرف سکندر خود بے اختیار ہنس دیا تھا۔ اس کے بعد رات گئے تک ڈھولک بجتی رہی تھی، عمر نے کئی بار مریم کے ہنستے مسکراتے چہرے کو دیکھا اور پھر مسکرا دیا اور رات بہتی چلی گئی۔

⁂

ابھی ردا کی منگنی سے فراغت ہی نصیب ہوئی تھی کہ ٹھیک تین دن بعد رشتہ کروانے والی کا فون آ گیا کہ وہ چند لوگوں کو لے کر آنے والی ہے۔ لڑکا نیک تھا، معقول لوگ تھے امی جی کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ گھر میں امی نے فوراً ایمر جنسی نافذ کر ڈالی تھی، صفائی ستھرائی کھانے پینے کے انتظامات وقار کی بازار اور بیکری دوڑ فوزیہ سخت اکتائی ہوئی تھی تو مریم اس نئی افتاد پر بے چین تھی، آج کل صبا کی کزن کرشمہ صاحبہ خالہ کے گھر آئی ہوئی تھی اور اس کی انٹری ادھر منع تھی، بقول صبا کے کھیل وائنڈ اپ ہونے والا تھا، وہ دونوں طرف سے بھرپور انداز میں کھیل رہی تھی۔ کرشمہ بی بی اور صبا کی والدہ کی اپنی اپنی جگہ دونوں کی ایک دوسرے سے ٹھن چکی تھی۔ وہ ایک منہ پھٹ بدتمیز بگڑی ہوئی کرشمہ کو دیکھ کر حیران و پریشان ہو رہی تھیں تو دوسری طرف کرشمہ صاحبہ نامعلوم ماریہ نامی لڑکی کی فون کالز سے ملنے والی ہدایات پر عمل کرتے اپنے امیر کبیر ہونے کا رعب و دبدبہ جمانے کے چکر میں خالہ کی اصلیت ظاہر کرتے کرتے ان کی نگاہوں سے آؤٹ ہوتی جا رہی تھی۔ بس فائنل راؤنڈ رہ گیا تھا آج کل سیمی فائنل چل رہا تھا اب جب کہ کامیابی کے امکانات روشن تھے ایسے میں رشتہ...... مریم کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔

شام کو وہ مہمان آ گئے تھے فوزیہ بددلی سے امی کی ہدایت پر تیار ہو گئی تھی جب کہ مریم کے دل کی رفتار تیز تر ہو چکی تھی۔

امی نے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی آمنہ اور مریم کو مہمانوں کے سامنے آنے پر کرفیو نافذ کر دیا تھا جب کہ اس نے دل ہی دل میں کوئی اور پلان بنا رکھا تھا۔

امی جی مہمانوں کے پاس تھیں آج ابو جی بھی جلدی آ گئے تھے، کچھ دیر بعد وقار امی کا پیغام لیے چلا آیا کہ فوزیہ چائے لے کر اندر چلی جائے۔

''فوزیہ باجی! لائیں میں لے جاتی ہوں۔'' اس نے کہا تو فوزیہ نے حیرانی سے دیکھا۔

''امی سے جوتیاں کھانی ہیں۔ امی کی ہدایت بھول گئی ہو کیا؟''

''جوتیاں کھانی ہیں نہ کچھ بھولی ہوں۔ کچھ نہیں ہوتا، آپ بعد میں آ جائیے گا میں ذرا دیکھ کر آؤں کیسے لوگ ہیں، پلیز......'' اس نے مسکین سی صورت بنالی۔

''اگر امی خفا ہوئیں تو مجھے مت کہنا۔''

''نہیں کہوں گی۔'' وہ ٹرالی گھسیٹتے باہر نکل آئی تھی جب کہ فوزیہ کے ہاتھ پیر بھول گئے۔

''مریم...... مریم......'' اس نے روکنا چاہا مگر اب بے سود تھا۔ مریم بی بی اپنے پلان پر عمل درآمد کر چکی تھیں۔

''السّلام علیکم!'' وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو امی کا حیرت سے منہ کھلا رہ گیا۔

''تم......؟''

''وعلیکم السلام!'' مہمان خواتین مکمل طور پر متوجہ ہو چکی تھیں اب امی کچھ نہیں کر سکتی تھیں اور اسے پروا بھی نہ تھی، امی سے نظریں چرا کر مسکرا کر مہمانوں کو دیکھا اور پھر آگے بڑھ کر نہایت سلیقے سے برتن ٹیبل پر سجانے لگی۔ سب اسے ہی دیکھ رہے تھے ابو جی بھی حیران ہوئے تھے مگر ٹال گئے کہ شاید فوزیہ بعد میں آئے۔ اس نے باری باری چائے کپوں میں انڈیل کر سب کو دیئے لوازمات پیش کرنے کے بعد امی کو دیکھا وہ کینہ توز نظروں سے گھور رہی تھیں، اس نے سوچا اب بھاگ لے اس سے پہلے کہ اپنی سوچ پر عمل درآمد کرتی سامنے بیٹھی خاتون نے روک لیا۔

''کیا نام ہے بیٹا آپ کا؟''

''جی مریم!'' وہ رک گئی تھی۔

''ماشاء اللہ! کیا ایجوکیشن ہے آپ کی۔'' اگلا سوال تھا خواتین خاصی معقول اور شائستہ اطوار کی مالک لگ رہی تھیں، اس کا اعتماد بحال ہوا۔

''جی میں بی ایس سی کے ایگزیمز دے کر ابھی فری ہوں۔ ایم ایس سی کرنے کا ارادہ ہے۔'' دونوں خواتین نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

''معافی چاہتی ہوں مگر ہمیں تو بتایا گیا تھا کہ لڑکی ایم اے انگلش ہے۔'' پہلی خاتون نے سنبھل کر پوچھا۔

ان خاتون کی یادداشت کمال کی تھی، اس نے ستائشی نظروں سے انہیں دیکھا شاید یہ ہی لڑکے کی والدہ تھیں۔

''جی وہ فوزیہ آپی ہیں میری بڑی بہن۔''

''کیا؟'' وہاں موجود ہر فرد چونکا تھا، امی نے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

وہ ایک ایسی بدشگونی کی مرتکب ہو چکی تھی جو ناقابل معافی تھی۔

''جاؤ مریم! فوزیہ کو بھیجو۔'' ''معاف کیجیے گا یہ میری چھوٹی بیٹی ہے۔'' امی جی کا ضبط بھی یہیں تک تھا اسے اشارہ کر کے معذرت کی۔

کچھ دیر بعد مہمان رخصت ہوئے تو لڑکے کی والدہ نے امی جی کے ہاتھ تھام کر کہا۔

''بہن! ماشاء اللہ آپ کی دونوں بچیاں ہی بہت پیاری اور سلجھی ہوئی ہیں۔ ہم جلدی ہی فیصلہ کر کے جواب دیں گے۔'' اور امی ''دونوں بچیاں'' سن کر ہی بھول گئی تھیں، ان لوگوں کے جانے کے بعد امی اس کے سر ہو گئی تھیں۔

''یہ کیا حرکت تھی، جب میں نے کہہ دیا تھا کہ فوزیہ کے علاوہ کوئی ادھر بھٹکے گا بھی نہیں تو تمہیں ہمت کیسے ہوئی ادھر آنے کی۔'' امی جی کا غصے سے برا حال تھا، وہ فوراً ابو کے کندھے سے جا لگی۔

''میں نے کچھ غلط تو نہیں کیا، میں مہمانوں کو دیکھنا چاہتی تھی۔'' ایک دم آنکھوں میں آنسو بھر لائی تھی، امی جی نے اپنا ماتھا پیٹ لیا۔

''کیوں خفا ہوتی ہو، بچی ہے۔ ویسے بھی کوئی نامعقول حرکت نہیں کی اس نے کہ تم اتنا شور مچاؤ۔'' ابو جی نے ہمیشہ کی طرح اس کی طرف داری کی۔

''آپ کے اسی لاڈ پیار نے اسے خودسر اور ضدی بنا ڈالا ہے۔'' وہ ابو جی پر بھی گرم ہوئیں۔

''امی جی کیا ہو گیا ہے، کیوں پریشان ہو رہی ہیں۔'' فوزیہ بھی اس کی حمایت میں بولی تھی۔

''خوامخواہ پریشان نہیں ہو رہی، اس لڑکے کی ماں کی نیت بدل گئی ہے، وہ جس طرح جاتے ہوئے دونوں بچیاں کہہ کر گئی ہے میرا دل ہول رہا ہے...... میں صاف کہہ رہی ہوں کہ اگر ایسا واقعی ہوا نا تو پھر میں صاف انکار کر دوں گی۔ اگر مجھے چھوٹی کا ہی کرنا ہے تو عمر برا ہے کیا؟'' امی شروع ہو چکی تھیں۔

⁂

کرشمہ ادھر آ چکی تھی وہ آزاد خیال کی مالک خاصی منہ پھٹ آؤٹ آف اسپوکن لڑکی تھی۔ آج کل تو ویسے ہی خالہ کے خلاف ثبوت ڈھونڈنے آئی تھی۔ اوپر سے نامعلوم ماریہ نامی لڑکی کی کالز اور خصوصی بریفنگ سونے پر سہاگہ تھا۔

ان چند دنوں میں ہی خالہ پر اس کے جوہر کھلنا شروع

ہوگئے تھے۔
ان چند دنوں میں ہی کرشمہ کے طور طریقے دیکھتے انہیں ہول اٹھنے لگے تھے۔ کہاں وہ بہت ماڈرن بننے کی کوشش کے باوجود شلوار قمیص سے ہٹ کر ساڑھی جیسے لباس تک نہیں آسکی تھیں اور کہاں محترمہ کرشمہ صاحبہ کا لباس ہی جینز شرٹ' ٹی شرٹ' لانگ شرٹ کے علاوہ ٹراؤزر تھا۔
ایک دن انہوں نے ٹوک دیا کہ انہیں ایسا لباس پسند نہیں' خیال تھا کہ بہو ابھی اس کے لباس کی طرف سے اپنی پسند ناپسند واضح کردی جائے مگر کرشمہ کو ناگوار گزرا۔
''آپ اتنی دقیانوس ہیں آنٹی! آپ جانتی ہیں یہ لباس تو میرا فیورٹ ہے' آپ مجھے شلوار قمیص پہننے کو کہہ رہی ہیں ایسا پینڈو لباس تو میں مر کر بھی نہ پہنوں۔''
امیر کبیر لائق فائق پڑھی لکھی بہو کا یہ صاف جواب' ان کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے تھے۔ آج تک ان کی اولاد کی مجال نہ ہوئی تھی کہ انہیں پلٹ کر جواب دے دے اور بھانجی صاحبہ اٹھتے بیٹھتے ان کے پینڈو پن پر طنز فرما رہی تھیں۔
بات یہاں تک رہتی تو ٹھیک تھا کھانے پینے' سونے جاگنے تک کے معمولات تک ان لوگوں سے متضاد تھے خاور ان کا اکلوتا بیٹا تھا' انہیں اپنا بڑھاپا عذاب اور گھر کا مستقبل تاریک ہوتا لگ رہا تھا۔ محترمہ کو کچن کے کاموں میں چائے تک بنانا نہیں آتی تھی اور گھریلو امور میں اس کی معلومات صرف اس حد تک تھی کہ کام والی کو پیسے دے کر گھر چمکا لو بھلے وہ کام والی صفائی کے ساتھ ساتھ گھر کا ہی صفایا کر جائے۔
اس دن تو حد ہوگئی وہ کرشمہ کے کمرے کے دروازے سے کان لگائے اندر کی صورت حال کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھیں۔
صبا مریم کے ہاں گئی تھی کرشمہ گھر پر ہی تھی۔ ایسے میں اس کی ٹوہ کرنا اچھا موقع تھا۔
''دیکھنا اس بوڑھیا کو کیسے مزا چکھاتی ہوں۔ وہ سمجھتی کیا ہے خود کو' نجانے کس چیز کا غرور ہے۔ میری ڈریسنگ پر تنقید کرتی تھی ماریہ! تو میں نے بھی سیدھا جواب منہ پر مارا۔ نوکروں والے کاموں کی مجھ سے توقع کرتی ہے میں نے بھی مزانہ چکھایا تو میرا نام بھی کرشمہ نہیں۔ بس میرے ہاتھ پرانی منگنیوں یا چند لوگوں سے متعلق ثبوت لگ جائیں پھر دیکھنا میں ماما پاپا کے سامنے کیسے سارا کچا چٹھا کھولتی ہوں۔'' کرشمہ خاصے جوش سے کہہ رہی تھی' انہوں نے تھوڑے سے کھلے دروازے سے دیکھا' وہ بستر پر دراز تھی' دروازے کی طرف پشت تھی۔ اپنے متعلق نادر خیالات سن کر ان کا جلالی غصہ ایک دم ان کی عقل پر حاوی ہوا۔ جی چاہا کہ ابھی اندر جائیں اور اس کی چوٹی پکڑ لیں۔
''مجھے کون سا رشتوں کی کمی ہے' رشتوں کی لائن ہے جو حاضر ہے۔ ماما کو بھی بس بہن کی محبت کا بخار چڑھا تھا' اب واپس جا کر ان کی اصلیت بتائی تو دیکھنا کیسے صاف انکار کرتی ہیں میری ماما۔'' وہ حیرت سے گنگ تھیں یہ ان کی پسند ان کی بھانجی تھی جس کی دولت و جائیداد کے لالچ میں اپنے انتہائی فرماں بردار ہیرے جیسے بیٹے کے دل کا خون کر کے اپنی من مانی کی تھی' ان کا غرور ان کو منہ چڑا رہا تھا۔
''بس ڈراپ سین باقی ہے یار! بہت اچھا کیا تم نے مجھے گائیڈ کیا اگر میں اپنے اصلی حلیے میں اس عورت کے سامنے آتی تو اس کی اصلیت کب کھلنی تھی؟ تمہاری ہدایت پر عمل کیا تو اس عورت کا اصل روپ بھی سامنے آ گیا۔ میں نے اپنے گھر میں کبھی ہل کر پانی کا گلاس نہیں پیا اور یہ بڑی بی کہہ رہی تھیں کہ شادی کے بعد مجھے نا صرف گھر بار سنبھالنا ہوگا بلکہ کچن بھی دیکھنا ہوگا اور دیکھو ماما نے مجھے یہ لالچ دیا تھا کہ ان کی بہن ان سے مرعوب ہے' انہیں دولت کا لالچ دے کر شادی کر لیتے ہیں' اکلوتا بیٹا ہے' نند کی تو شادی ہو جائے گی کون سا وہ میری ذمہ داری ہوگی کبھی کبھار آئے گی' لڑکے کو گھر داماد بنا لیں گے۔ ماں نے زیادہ شور کیا تو مہینے کے مہینے خرچہ دے دیا

کریں گے‘ اب آ کر ماما اپنی ڈکٹیٹر بہن کو دیکھیں تو کانوں کو ہاتھ لگائیں اور کبھی پلٹ کر ادھر کا رخ نہ کریں۔ میرا حوصلہ ہے جو میں یہ سب برداشت کررہی ہوں محض اس عورت کی اصلیت ظاہر ہونے تک۔“

ان کا حوصلہ بس یہیں تک تھا ایک دم دھڑام سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تھیں۔

”اے لڑکی! کیا ہے اصلیت میری‘ ذرا بتاؤ مجھے بھی۔ یہ میرا حوصلہ ہے جو اتنے دن تمہیں برداشت کرلیا۔ جس میں حیا نہ شرم۔ میں نے دولت لے کر چاٹنی ہے خالی۔ تم جیسی لڑکی پر میں لاکھ بار لعنت بھیجتی ہوں‘ میرا ہیرے جیسا بیٹا تمہاری جیسی منہ پھٹ بدلحاظ‘ بدتمیز‘ جاہل لڑکی کے بھلا قابل ہی کب ہے۔ یہ تو میری عقل گھاس چرنے چلی گئی تھی‘ جو تم جیسی لڑکی کے متعلق سوچا۔ میں سو بار تم پر لعنت بھیجتی ہوں۔“ ان کے الفاظ دوسری طرف صبا اور اسپیکر آن ہونے کی وجہ سے مریم نے بھی سنے تھے۔

”ہاں تو آپ کیا لعنت بھیجیں گی بڑا ادب لحاظ کرلیا میں نے آپ کا۔“ یہ کرشمہ کا زہریلا لہجہ تھا‘ صبا نے فوراً موبائل آف کیا۔

”باپ رے! لگتا ہے فائنل اوور چل رہا ہے‘ کون جیتتا ہے آن ائیر چل کر دیکھتے ہیں۔ چلو جلدی کرو۔“ اس وقت وہ دونوں حسب معمول مریم کے گھر کی چھت پر ایک طرف بنے برآمدے میں بیٹھی کرشمہ سے بات کررہی تھیں۔

”پہلے یہ سم تو بدل لو۔“ اسے اس طرح بھاگتے دیکھ کر مریم نے ٹوکا تو اس نے فوراً سم نکالی۔

”مجھے لگتا ہے اب اس سم کی ضرورت نہیں رہی‘ سنبھالو اپنی سم یا ضائع کردو اس سے پہلے کہ راز فاش ہو۔ میں چلتی ہوں بلکہ تم بھی ساتھ آؤ۔ میں دونوں کو اکیلے نہیں سنبھال پاؤں گی ایک عدد تمہارے جیسے سپورٹر کی ضرورت بہر حال ہے۔“

”چلو......!“ مریم نے بھی سم لے کر اس کے دو ٹکڑے کر کے گھر کے عقب میں خالی احاطے میں اچھال کر اس کے ساتھ چل دی تھی۔ ان کا منصوبہ مکمل ہوچکا تھا اب بس آخری ضرب باقی تھی جو وہ دونوں روبرو جا کر سرانجام دے سکتی تھیں‘ ایسے میں اب اس سم کی کوئی ضرورت نہ رہی تھی‘ یہ سم کئی سال سے اس کے پاس فالتو پڑی ہوئی تھی۔ جو انہوں نے ایک لوکل شاپ سے خریدی تھی‘ اس سم کو استعمال کرتے ہوئے دونوں مطمئن تھیں کہ یہ سم رجسٹرڈ نہ تھی اور خریدتے وقت شاپ کیپر نے شناختی کارڈ مانگا تھا‘ مگر اس وقت پاس نہ تھا۔ لڑکیاں سمجھ کر اس نے سم تو دے دی تھی مگر اس تاکید کے ساتھ کہ کل آ کر شناختی کارڈ کی کاپی جمع کروا کر رجسٹرڈ کروالیں پھر نہ کبھی اس دکان پر جانا ہوا اور نا ہی کاپی دی۔

یہ سم بُرے وقتوں میں کام آنی تھی۔ اب وہ دونوں دیوار پھلانگتے صبا کے ہاں تھیں‘ نیچے سے دونوں خواتین کی زور زور سے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ اب ان بولتی خواتین میں یہ دونوں لڑکیاں بھی شامل ہوگئی تھیں۔

❁......× ×......❁

ان کا فائنل کامیاب رہا تھا۔ ایک گھمسان کا رن پڑا تھا‘ دونوں فریقین میں۔ جواباً کرشمہ اسی دن اپنے گھر روانہ ہوئی تو اسی شام اس کی والدہ کے فون نے تمام کسر پوری کردی۔ انہوں نے وہ باتیں سنائیں کہ...... نصرت بیگم بھی ادھر کون سا ٹھنڈے مزاج کی خاتون تھیں‘ جو آرام و سکون سے سہہ جاتیں۔ بہن کو ایک کی بجائے دس سنائیں اور کرشمہ کے اندر وہ وہ خامیاں نکالیں جو اس میں تھی ہی نہیں جواباً دونوں نے نا صرف رشتہ دینے لینے سے انکار کردیا بلکہ آئندہ ملنے ملانے کا سلسلہ بھی بند کردیا۔

وہ اٹھتے بیٹھتے آہیں بھر رہی تھیں اور صبا جلتی پر تیل کا کام کررہی تھی۔

”کتنی بار تو آپ کو ابو جی بھائی سب نے کہا تھا کہ ہم اپنے جیسے لوگوں میں سے لڑکی لائیں گے‘ مگر آپ کو بھی شوق تھا اونچے امیر گھرانے کی بہو لانے کا۔ اب اس کا انجام بھی دیکھ لیا۔ شکر ہے شادی سے پہلے کرشمہ کی اصلیت کھل گئی‘ شادی کے بعد نجانے کیا ہوتا۔“ وہ اب ہر وقت اسی کی باتیں کرتی رہتی تھی۔ ایسے میں نصرت بیگم اسے گھور کر رہ جاتیں مگر اب کہنے کو کچھ نہ بچا تھا۔

”ہائے کتنی خواہش تھی میری فوزیہ آپی ہماری بھابی بنیں۔ آج کل ان کا رشتہ چل رہا ہے کہیں‘ مگر ہماری کون سنتا ہے یہاں؟ پتا نہیں خاور بھائی کس کو پسند کرتے تھے کتنا انکار کیا تھا انہوں نے ان کی پسند ہی دیکھ لیتیں۔“ کن انکھیوں سے ماں کو دیکھتے رقت آمیز انداز میں کہا تو انہوں نے آنکھوں سے بازو ہٹا کر دیکھا‘ بات کچھ دل پر لگی تھی۔

”تم چپ ہوگی یا میرے سر پر اسی طرح نازل رہو گی؟“ وہ اس وقت بستر پر دراز اپنی غلطی پر ماتم کناں تھیں۔ صبا کو ان پر ترس آیا۔ مگر اس وقت ذرا سی کمزوری نقصان دہ تھی وہ انہیں مکمل طور پر شرمندہ دیکھنا چاہتی تھی۔

”ہاں مجھے چپ کروالیں‘ بھائی کو بھی چپ کروالیا۔ ابو نے بھی فوزیہ آپی کے لیے کہا مگر آپ نے کبھی ان کا نام لینا بھی پسند نہ کیا۔ کرشمہ سے تو لاکھ درجے بہتر تھیں فوزیہ آپی!“ وہ آج کل بار بار فوزیہ کا نام لے رہی تھی‘ ان کے دل سے ہوک اٹھی۔

”اب کیا ہوسکتا ہے بھلا‘ اس کا تو رشتہ طے ہورہا ہے؟“ غرور ٹوٹا تو نیچے کا منظر بھی نظر آنے لگا‘ بس گردن جھکا کر نیچے دیکھنے کی دیر تھی۔

”ابھی ہوا تو نہیں نا‘ دیکھیں امی کتنے فائدے تھے فوزیہ آپی کے‘ ساری عمر آپ کی خدمت کرتیں‘ مجھے تو بیاہ ہی دینا تھا نا آپ نے۔ ہمیشہ آپ کی رائے کو اہمیت دیتیں۔ خصوصاً خاور بھائی کو چھین کر کہیں لے جانے کا ڈر تو نہ رہتا۔ کوئی امیر کبیر آتی تو ہمیں دبانے کی کوشش کرتی جب کہ فوزیہ آپی تو سب کو ملا کر رکھنے والی ہستی ہیں۔“ لوہا گرم دیکھ کر اس نے فوراً چوٹ لگائی تھی۔

نصرت بیگم کے اندر ملال گہرا ہوا۔ صبا ان کو نفسیاتی طور پر کمزور کررہی تھی۔ خاور کتنا ناراض تھا۔ کتنی بار اپنی پسند ظاہر کی‘ باقاعدہ نام لیا‘ مگر انہوں نے کیا کہا؟ اس نے ضد سے‘ غصے سے‘ منت سے منوانے کی کوشش کی مگر انہوں نے اپنی عقل پر لالچ کا پردہ ڈال رکھا تھا بہن کی محبت سے زیادہ امیر کبیر بہو لانے اور سوسائٹی میں گردن اکڑا اکڑ کر چلنے کے زعم میں مبتلا تھیں اور اب کیا ہوا؟ اس لڑکی نے انہیں دھڑام سے زمین پر گرا ڈالا تھا یوں کہ اپنے لالچ کی بدولت خود ہی سے شرمندہ تھیں۔

”کہاں بات چل رہی ہے فوزیہ کی؟“ پچھلے دنوں سے وہ صرف کرشمہ کے مسئلے میں الجھی ہوئی تھیں ارد گرد کی صورت حال سے قطعی بے خبر‘ اب خود کو سنبھال کر پوچھا۔ صبا فوراً ان کے قریب ہو کر بیٹھی۔

”لڑکا بینک منیجر ہے‘ چچا جان اور چچی جا کر لڑکا دیکھ آئے تھے لڑکے کی والدہ بھی دیکھ گئی ہیں۔ چچا نے تحقیقات تک کروالی ہیں‘ فیملی اچھی اور سلجھا ہوا خاندان ہے اگر ان لوگوں کی طرف سے مثبت جواب ملا تو ان کا ارادہ فوراً بات طے کرنے کا ہے۔“ ان کا دل ڈوب گیا۔

”اچھا......!“ ایک اچھا رشتہ ان کی دسترس میں تھا اپنی انا‘ ضد اور لالچی فطرت کی بدولت گنوا ڈالا تھا۔ ان کے اندر ملال کے بادل گہرے ہونے لگے۔ اپنے زعم میں وہ فوزیہ اور اس کی ماں بہنوں کو نجانے کیا کچھ کہتی رہتی تھیں‘ اپنے سامنے تو وہ کسی کو کچھ گردانتی ہی نہ تھیں‘ اب واپس پلٹیں تو بھی کیا گارنٹی تھی کہ وہ لوگ اچھا سلوک کریں گے۔ ماضی میں جو رویہ وہ ان لوگوں کے ساتھ روا رکھے ہوئے تھیں اس کے پیش نظر تو انہیں بُرے سے بُرے سلوک کی توقع رکھنی چاہیے تھی۔

”امی پلیز مجھے فوزیہ آپی بہت پسند ہیں۔ آپ چل کر باتیں کریں نا ابو جی اور بھائی سے بھی کہیں‘ وہ لوگ انکار نہیں کریں گے۔ ایک دفعہ میری بات مان لیں۔“ بھائی کا نام لیے بغیر وہ کہہ رہی تھی۔

”اور اگر انہوں نے انکار کردیا تو؟“ انہوں نے دل کا خدشہ بیان کیا‘ اب تو ساری اکڑ سارا غرور مٹی میں مل چکا تھا بس یہی خواہش تھی کہ ایسی لڑکی کو بہو بنالیں جو نا صرف بڑھاپے میں ان کی خدمت کرے بلکہ ان کا بیٹا

کہیں بھی لے کر نہ جائے اور فوزیہ ہر لحاظ سے معقول تھی اس کے لیے۔

''وہ تو بعد کی بات ہے۔ ایک دفعہ پروپوزل تو دیں نا۔'' صبا نے ماں کی ہمت بندھائی تو انہوں نے گہرا سانس لیتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا۔

❁......× ×......❁

اس بینک منیجر کے رشتے کی طرف سے مثبت جواب مل گیا تھا۔ امی جی ان لوگوں کا جواب سن کر پہلے تو حیران ہوئیں پھر ان لوگوں کو خواب سنائیں اور آخر میں منہ پر کپڑا لپیٹ کر لیٹ گئیں۔

''پتا تو کرو ادھر سے آخر کیا جواب ملا ہے جو امی اتنے صدمے سے لیٹ گئی ہیں۔'' آمنہ فری ہونے کے بعد پُر جوش تھی۔

''انکار ہو گیا ہوگا۔'' اس نے اپنی سابقہ کارکردگی کی روشنی میں اندازہ لگایا۔

''تمہارے منہ میں خاک۔'' فوزیہ خاموش تھی' آمنہ نے دہل کر کہا۔ پھر بار بار اس کے اصرار پر وہ امی کے پاس آ بیٹھی۔

''امی کیا ہوا ہے؟'' اس نے بڑی محبت سے پوچھا۔ انہوں نے دوپٹہ ہٹا کر خونخوار نظروں سے اسے دیکھا۔

''یہ سب تیرا کیا دھرا ہے' کتنا منع کرتی رہی کہ کوئی مہمانوں کے سامنے نہیں آئے گی۔ تم کو تو ماں کی نصیحت اچھی نہیں لگتی۔ جس بات سے منع کیا وہی کام کیا۔'' وہ فوزیہ کے لیے انکار کر کے تمہارے لیے کہہ رہے ہیں۔ پیچھے کھڑی فوزیہ اور آمنہ دونوں حیران ہو گئیں۔

''کیا واقعی؟'' فوزیہ کی بات نہ بننے پر ایک دم خوشی ہوئی مگر امی کا زوردار ہاتھ اس کی کمر پر نشان چھوڑ گیا۔

''تجھے اتنی خوشی کس لیے ہو رہی ہے؟ سوچا تھا ایک کا مسئلہ ہے ہو جائے باہر' پھر باقیوں کا بھی کروں گی۔ مگر تمہارے جیسی منحوس بہن جس کی ہو وہاں ایسے ہی بنا بنایا کھیل بگڑتا ہے۔'' امی جی کے اب آنسو بہہ رہے تھے' مریم اس صاف الزام پر بگڑ گئی۔

''تو مجھ کو الزام کیوں دے رہی ہیں' ان لوگوں کی ہی نیت خراب تھی اس سے پہلے بھی تو کئی بار میں مہمانوں کے سامنے گئی تھی۔''

''تم میرے سامنے سے ہٹ جاؤ' ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا۔'' اس نے بے بسی سے بہنوں کو دیکھا' آمنہ اور فوزیہ کے اشارے پر وہاں سے ہٹ تو گئی مگر دل سے بہت خوش تھی' صبا کو اپنی کارکردگی کی رپورٹ دی تو وہ بھی حیرت زدہ تھی۔

''ہائے واقعی؟'' وہ خوشی سے بولی۔

''آرام سے سکون سے۔'' اس نے آنکھیں دکھائیں۔

''ہائے مریم مجھے بڑی ٹینشن تھی کہ کہیں امی کے راضی ہونے تک تم لوگ ہاں نہ کہہ دو۔ اب سمجھو ایک دو دن میں امی تم لوگوں کے ہاں چکر لگا رہی ہیں۔'' اس نے اپنی بھی کارکردگی سے آگاہ کیا۔

''اگر تمہاری ماں جی کو پتا چل جائے کہ کرشمہ کا رشتہ ختم کرنے کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے تو سمجھو وہ شام سے قبل ہی اوپر پہنچا دیں گی۔'' وہ دونوں اس وقت اپنی میٹنگ پلیس یعنی چھت پر بیٹھی ہوئی تھیں۔

''ایویں پتا چل جائے گا' ہم نے بھی کوئی نشان تک نہیں چھوڑا اور جب تک منہ سے بھاپ تک نہ نکالیں گی خاک پتا لگے گا۔ ویسے چچی جی کا کیا ری ایکشن ہے۔''

''سر منہ لپیٹے لیٹی ہوئی ہیں۔ امی کو واقعی گہرا صدمہ پہنچا ہوا ہے۔''

''چلو نیچے چل کر دیکھتے ہیں۔'' وہ دونوں نیچے اتر آئی تھیں' امی نے دوپٹا ہٹا کر کھا جانے والی نظروں سے خراماں خراماں سیڑھیاں اترتی دونوں لڑکیوں کو دیکھا۔ دونوں کسی بات پر زور سے ہنس رہی تھیں۔ ان کا جی اور جل کر خاک ہوا۔

''تمہیں اپنے گھر میں چین نہیں پڑتا؟'' برآمدے میں آتے ہی گولہ بارود کی بارش ہوئی تھی' مریم کی ہنسی نکل گئی۔ صبا نے شکایتی نظروں سے انہیں دیکھا۔

''پڑتا ہے' مگر کیا کروں یہاں دل زیادہ لگتا ہے۔'' وہ بھی ڈھیٹ تھی' دانت نکوسے کہہ رہی تھی۔ امی جی کا ماتھا ٹھنکا۔ لڑکی جوان' خوب صورت اوپر سے چالاک اور ہوشیار بھی تھی۔ کہیں وہ ان کا وقار تو نہیں پھنسا رہی۔ انہوں نے اسے نگاہوں ہی نگاہوں میں یوں تولا گویا قصاب بھینس کو تولتا ہے۔ وقار تو جب یہ آتی تھی گھر میں نہیں ہوتا اس وقت گھر میں تھا۔ انہوں نے کونے میں پڑی چارپائی پر لیٹے بیٹے کو دیکھا۔ جو صبا کو دیکھ کر اٹھ بیٹھا تھا اور اسے دیکھ بھی رہا تھا۔

''چلو اندر چلتے ہیں آمنہ اور فوزیہ ادھر ہی ہیں۔'' وہ ماں کے اگلے جواب سے پہلے ہی اس کا بازو گھسیٹ کر اپنے مشترکہ کمرے میں لے آئی تھی۔

فوزیہ الماری درست کر رہی تھی اور آمنہ پیپرز کی فراغت ملنے پر رسالوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

''ہیلو ایوری باڈی!'' صبا بستر پر آ بیٹھی۔

''ہیلو......!'' دونوں نے مسکرا کر ویلکم کہا۔

''فوزیہ باجی بینک منیجر والے رشتے سے انکار پر دلی صدمہ ہوا۔'' اس نے آغاز کیا فوزیہ مسکرا دی۔ وہی مخصوص دھیمی مسکراہٹ جو اس کی ذات کا حصہ تھی۔

''کوئی بات نہیں یہ پاکستان ہے۔ یہاں یہ چھوٹے موٹے ہارٹ اٹیک ہفتے میں دوبار ہر لڑکی والے برداشت کرتے ہیں۔ صبر' ہمت...... حوصلہ!'' آمنہ نے بڑی دلگیری سے اماں جی والے انداز میں کہا۔ فوزیہ ہنس دی۔

''زبردست! یعنی آپ سے کوئی ہمدردی نہ کی جائے۔''

''بالکل!'' قمیص استری کر کے ہینگر پر لٹکا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''ویری گڈ!'' اس نے سراہا۔

''ویسے مریم سوچنے کی بات ہے تمہارے اس اول جلول حلیے میں لڑکے کی ماں کو آخر نظر کیا آ گیا تھا۔'' رسالہ ایک طرف ہٹا کر آمنہ نے سنجیدگی سے پوچھا جواباً اپنے حلیے پر اس تنقید پر اس نے اسے گھورا۔

''مطلب کیا ہے تمہار؟''

''مجھے تو لڑکے کی والدہ کا دماغی توازن ہی خراب لگتا ہے۔'' صبا نے بھی جلتی پر تیل کا کام کیا۔

''صبا؟'' مریم نے دانت پیسے تبھی وقار نے بھی کمرے میں انٹری دی۔

''ویسے رشتہ ہر لحاظ سے معقول ہے۔ اگر لڑکے کی والدہ کی خواہش پر سنجیدگی کے ساتھ غور کیا جائے تو......؟'' فوزیہ نے بھی چھیڑا تو مریم نے منہ بنا لیا۔

''کیا خیال ہے مریم! امی کو راضی کریں پھر......'' وقار بھی کبھی کبھار ان تینوں بہنوں کی محفل میں جب اتوار کو چھٹی والے دن فارغ ہوتا تو شامل ہو جاتا تھا آج بھی چھٹی تھی' وہ ان کے درمیان آ بیٹھا تھا جب کہ کچھ دیر قبل دل میں پیدا ہونے والے خیال سے گھبرا کر امی جی نے ایک دوبار اندر جھانکا جہاں ان سب کے قہقہوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

''نہیں! یہ نہیں ہو سکتا؟'' مریم نے اداکاری کرتے ہوئے کانوں پر ہاتھ رکھ کر ایکشن سے کہا۔

''زیادہ ہیروئن بننے کی ضرورت نہیں۔'' صبا نے کشن مار کر اس کی ساری اداکاری نکال دی تھی۔

''ویسے حرج بھی نہیں کافی معقول لوگ ہیں۔'' آمنہ بھی متفق ہو چکی تھی' مریم نے مجبوراً گھورا۔

''میں کیوں بھلا کسی سُود خور سے شادی کرنے لگی۔''

ہیں...... یہ سود خور کون ہے؟'' وقار کو حیرت ہوئی۔

''بینک میں کام کرتا ہے لڑکا! سودی کاروبار میں برابر کا شریک' اللہ معاف کرے۔ ہمیں بچائے۔'' اس نے فوراً دونوں گال پیٹتے کانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ کی' سب ہنس دیئے۔

''اسے کہتے ہیں دور کی کوڑی لانا' جیتی رہے میری بہن! تم تو خاصی عقل مند ہو۔''

''آپ کی کمزور اطلاع کے لیے ضروری ہے کہ ہم پہلے ہی عقل مند ہیں۔'' اس نے فرضی کالر کھڑے کیے۔

"بے وقوفوں کی عقل مند۔" وقار کے جملے پر ایک بار پھر بے ساختہ قہقہہ پڑا تھا۔

"بے وقوف سے یاد آیا میں نے سنا ہے آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کے برادر محترم کی منگنی اپنی بھانجی صاحبہ سے ختم کردی ہے۔" اچانک وقار نے یاد آنے پر پوچھا' صبا چونکی۔ جب کہ فوزیہ اور آمنہ بھی متوجہ ہوگئی تھیں اور باہر بار بار نظر ڈالنے کے بعد امی جی خود ہی ادھر چلی آئی تھیں اور وقار کے منہ سے انکشاف سن کر ٹھٹک گئی تھیں۔

"تمہیں کس نے بتایا؟" ابھی تو یہ خبر صرف ابو جی تک ہی پہنچی تھی۔

"معاذ نے......!" اس نے ہمسایوں کے لڑکے کا نام لیا' مریم بھی چپ ہوکر دیکھنے لگی۔

"اسے کیسے پتا چلا؟"

"تمہارے گھر کام کرنے والی ملازمہ ان لوگوں کے ہاں بھی کام کرتی ہے میرے خیال سے۔" صبا نے ایک گہرا سانس لیا۔

"ہاں میرے پیارے بھائی...... اس سانحے کو آج تیسرا دن ہے۔" صبا نے بتایا۔

"ویسے یہ ہوا کیسے؟" اس نے ازراہِ ہمدردی استفسار کیا۔

"دونوں پارٹنر کو احساس ہوگیا تھا کہ دونوں ہی بے جوڑ تعلق باندھنے کی کوشش میں ہیں۔ دونوں طرف سے دھاگہ کھینچے کی ضرورت میں ٹوٹنا ہی تو تھا۔"

امی جی کے چہرے پر ایک بھرپور مسکراہٹ مچل گئی۔ وہ بڑے سکون سے بغیر اندر کی رپورٹ لیے واپس پلٹ گئیں اور اندر ان سب کی گفتگو ایک نئے موضوع میں داخل ہوگئی تھیں۔

⁂
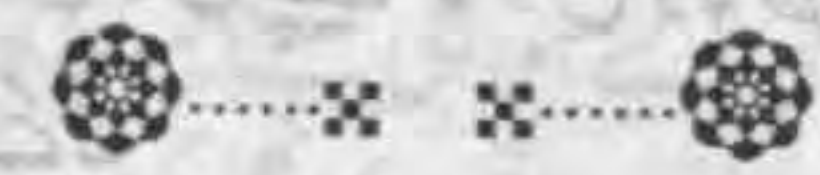
نصرت بیگم چند دن سوچنے کے بعد ساتھ والے گھر میں چلی آئی تھیں۔ مریم کی والدہ انہیں اپنے ہاں دیکھ کر ٹھٹکی تھیں۔ دونوں کی بظاہر کبھی لڑائی نہیں ہوئی تھی مگر دونوں ہی ہمیشہ دل ہی دل میں ایک دوسرے خائف اور بدظن رہی تھیں اور اس کدورت کا اظہار اپنی اپنی اولادوں کے سامنے برملا کرتی تھیں۔

نصرت بیگم نے جب سے خاور بھائی کی منگنی کرشمہ سے کی تھی ادھر امی جی کا بھی رویہ ان سے بہت بدل گیا تھا۔ پہلے جو کدورت دل میں رہتی تھی وہ اب اکثر طنز کی صورت لبوں پر رہتی تھی۔ اب خاور کا رشتہ ختم ہونے کے بعد ان کی گھر آمد پر وہ حیرت زدہ تھیں۔

امی انہیں لے کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں اور مریم جو ان کی آمد کے مقصد سے باخبر تھی۔ اس کے کان امی کے کمرے کی کھڑکی سے جا لگے تھے۔

"یہ کیا کررہی ہو؟" فوزیہ اور آمنہ نے اس کی حرکت کو گھورا۔

"دیکھ نہیں رہیں۔" اس نے آمنہ کو گھورا۔

"ہر وقت دوسروں کی ٹوہ لینے والوں پر آخرت میں آگ کے گولے مارے جائیں گے۔"

اس نے پلٹ کر اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔ ایک تو اندر نجانے کیا مذاکرات چل رہے تھے کہ کان لگانے کے باوجود کچھ پلے نہ پڑ رہا تھا اوپر سے آمنہ کی باتیں۔

چند دنوں میں روزے شروع ہونے والے تھے آمنہ اور فوزیہ گھر کی صفائیوں میں مگن تھیں۔ اُدھر کھڑے کچھ پلے نہ پڑا تو وہ اندر چلی آئی' امی جی نے اسے دیکھ کر گھورا۔

"کیا ہے؟" وہ بگڑے تیور سے بولیں۔

"کچھ نہیں یونہی ادھر آ گئی۔" وہ مسکرا کر کہتے ماں کے تیوروں کو نظر انداز کرتی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ امی جی نے پہلے اسے گھور کر پھر نصرت بیگم کو دیکھا۔

"چلیں جو ہونا تھا ہوگیا' آپ کو کون سا رشتوں کی کمی ہے۔ ماشاءاللہ کھاتے پیتے لوگ ہیں' دولت کی کمی نہیں۔ بھائی صاحب کا اپنا کاروبار ہے۔ خاور میں کون سی کمی ہے۔ کہیں اور دیکھ لیں۔" امی جی کا وہی طنزیہ انداز تھا جو نصرت بیگم کے لیے ان کا ہو جاتا تھا۔

"ہاں اس لیے تو آج آئی ہوں۔" انہوں نے کہا تو امی جی کے ماتھے کے بل گہرے ہوگئے جب کہ مریم ماں کے تیور دیکھ رہی تھی۔

"میں سمجھی نہیں۔"

"میں فوزیہ کے لیے آئی ہوں۔ خاور گھر کا بچہ ہے آپ کا دیکھا بھالا ہے' ادھر اُدھر بھی تو دیکھ رہی ہیں' خاور کے بارے میں بھی سوچ لیں۔" مریم نے دیکھا امی کے چہرے کی سرخی بڑھی تھی۔

"فوزیہ کے لیے تو میں پچھلے تین سالوں سے ادھر اُدھر دیکھ رہی ہوں' خاور کی منگنی کو تو صرف سال کا عرصہ ہوا ہے۔ پہلے خیال نہ آیا؟" نصرت بیگم ٹھٹکیں' تو مریم کا سانس اٹکا۔

"کیا مطلب؟"

"آپ ہم غریبوں کے گھر کیوں دیکھ رہی ہیں رشتہ کہیں اور دیکھ لیں۔ ویسے بھی میں تو خود فوزیہ کو کسی چھوٹے موٹے گھر میں نہیں دینے لگی۔ تین سال سے دیکھ رہی ہوں رشتہ ماشاءاللہ سے اب ہمارے خود پہلے والے حالات نہیں رہے۔ پہلے ان کا باپ تنہا کمانے والا اور اتنے لوگ کھانے والے مگر جب سے عبید نے باہر جا کر کمانا شروع کیا ہے' حالات بہت بہتر ہوگئے ہیں۔ میں نے اگر چھوٹے موٹے لوگوں میں رشتہ کرنا ہوتا تو بہت پہلے فوزیہ کے فرض سے نبٹ چکی ہوتی' لوگوں کی خواہش ہوتی ہے دولت مند بہو ہو' تو میری بھی خواہش ہے کہ دولت مند سسرال ہو بیٹی کا۔ نوکر چاکر ہوں' گاڑی ہو' اچھا کاروبار یا ملازمت ہو۔" امی کہہ رہی تھیں اور مریم حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ ان تین سالوں سے امی جی یہیں کام تو کر رہی تھیں صرف امیر کبیر دولت مند گھر میں ہی رشتہ دیکھنے جاتی تھیں یا بات چلاتی تھیں تو کیا وہ کسی کمپلیکس کا شکار تھیں۔

"تم انکار کررہی ہو؟" نصرت بیگم کی گھمنڈی' مغرور فطرت بھرپور انگڑائی لے کر بے دار ہوئی' ایک دم غصے سے کہا۔

"جو مرضی سمجھ لو۔" امی جی کا انداز بڑا عجیب سا تھا۔ مریم کا حلق تک خشک ہوگیا۔ اس نے اور صبا نے اتنی محنت کی تھی اس سارے مسئلے کے حل کے لیے اور اب۔

"امی جی......" وہ آہستگی سے بولی مگر وہ متوجہ ہی نہ ہوئیں۔

"دیکھو میں بچوں کی خواہش پر یہاں چلی آئی' تم یہ نہ سمجھو کہ میں مجبور ہوں یا بے بس ہوں۔ میرے بیٹے کو رشتوں کی کمی تو نہیں۔" نصرت بیگم فوراً اپنے اصل مزاج میں لوٹ گئی تھیں غصہ تو انہیں ویسے بھی بڑا آتا تھا۔

"ہاں میں نے کون سا دعوت دی تھی۔ کہیں بھی جا کر دیکھ لو میری فوزیہ بھی ہیرا ہے۔ ابھی تک میں نے صرف اسی لیے لٹکا رکھا تھا کہ مجھے تم لوگوں سے بہتر کوئی رشتہ نہیں مل رہا تھا۔ یہ جو بینک منیجر کا رشتہ آیا تھا یہ لوگ ہر لحاظ سے بہتر ہیں۔ چند دنوں میں ادھر فائنل کرنے والی ہوں۔" مریم نے خاصا الجھ کر ماں کا چہرہ دیکھا۔

"مگر میں نے تو سنا تھا کہ انہوں نے مریم کے لیے کہا تھا اور تم نے انکار کردیا تھا۔ نصرت بیگم بھی حیران ہوئی تھیں۔

"مگر اب ان لوگوں کا ارادہ بدل گیا ہے۔" امی جی کا اطمینان قابل دید تھا۔

"مگر امی جی......" اب بولنا ناگریز ہوگیا تھا مگر امی جی نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔

"تم جاؤ' کتنی بار منع کیا ہے کہ بڑوں کی باتوں میں مت الجھا کرو۔ تمہارے مطلب کی کوئی بات نہیں جاؤ یہاں سے۔" انہوں نے بڑے غصے سے ٹوک دیا تو اس نے لب بھینچ لیے۔

"تو تم صاف انکار کررہی ہو؟" نصرت بیگم اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

امی جی کا انداز ہنوز وہی تھا۔ انہیں نصرت بیگم کو اس میدان میں شکست دے کر عجیب سی خوشی ہو رہی تھی۔

"ہاں! صاف اور واضح انکار' میں فوزیہ کو کہیں بھی بیاہ دوں مگر تمہیں بیٹی نہیں دوں گی۔" مریم کو لگا انہوں نے

نجانے کس ذلت کا بدلہ لیا ہے' مارے ہتک و ذلت کے نصرت آنٹی کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔

''بہت پچھتاؤ گی' میں نے تو سوچا تھا کہ چلو خیر سے گھر کی بچی ہے' سلجھی اور سمجھدار ہے مگر اندازہ نہیں تھا کہ ماں کے مزاج ہی نہیں مل رہے۔'' وہ غم و غصے سے کہہ کر فوراً کمرے سے نکل گئی تھیں اور مریم بنا بنایا کھیل مکمل طور پر بگڑا دیکھ کر حیرت سے گنگ رہ گئی تھی۔

''امی جی! آپ نے ایسا کیوں کیا؟'' غم و غصے سے پوچھ رہی تھی۔ امی جی کی آنکھوں میں سال پہلے کا ایک منظر پوری آب و تاب سے جگمگا اٹھا۔

❋ ❋

وہ کسی کام سے نصرت کے ہاں آئی تھیں' خاور عبید کا ہم عمر اُن کو شروع سے ہی بہت پسند تھا' وہ ماں تھیں خاور کی اپنے گھر مسلسل آمد اور فوزیہ میں دلچسپی دیکھ کر چونک گئی تھیں مگر فوزیہ کے نارمل پُرسکون انداز دیکھ کر مطمئن ہو گئی تھیں۔

اچھے اور خوش حال گھرانے میں بیٹی بیاہنا ہر ماں کی خواہش ہے انہیں بھی خاور اس لحاظ سے موزوں لگا مگر ایک دن سنا کہ نصرت اپنی بھانجی لانا چاہتی ہیں۔ اس دن یونہی کسی کام سے ادھر آئی تھیں اور خاور کے کمرے میں اس کی ماں اور باپ کے علاوہ خاور کے بولنے کی بھی آوازیں آ رہی تھیں' صبا حسب عادت ان کے ہاں تھی۔

وہ لوگ کسی بحث میں الجھے ہوئے تھے ان کا ارادہ واپس پلٹنے کا تھا مگر نصرت بیگم کی اونچی آواز میں لیا گیا فوزیہ کا نام سن کر وہ ٹھٹک گئی تھیں۔

''فوزیہ کا اب دوبارہ نام مت لینا' ایسا نہیں ہونے والا۔''

''آپ اسے سمجھالیں کرشمہ کے علاوہ میں کسی اور لڑکی کو بہو بنا کر نہیں لانے والی۔ آپ ایک لاحاصل بحث مت کریں۔'' آواز اتنی اونچی ضرور تھی کہ وہ صاف سن سکیں۔

''اور فوزیہ کو بہو بنانا' میں مر کر بھی نہیں سوچ سکتی۔'' یہ ان کا مخصوص مغرور انداز تھا۔

''کیوں آخر کیا حرج ہے؟ کیا کمی ہے فوزیہ میں؟ پڑھی لکھی ہے' خوب صورت اور سلیقہ مند ہے اور سب سے بڑھ کر میرے مزاج سے میچ کرتی ہے۔'' یہ خاور تھا۔

''بحث مت کرو خاور! ایک کم حیثیت لڑکی کو میں اپنے گھر کبھی نہیں لانے والی۔ کرشمہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہے' آپا اور بھائی صاحب کی ساری جائیداد و دولت کی تنہا وارث جب کہ یہ فوزیہ اپنے ساتھ کیا لائے گی' چند جوڑے کچھ زیور اور وہی مخصوص جہیز میں نے کاٹھ کباڑ سے گھر نہیں بھرنا اور اپنے سے کم تر لوگوں میں سے لڑکی لانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کسی اور کے متعلق کہتے تو میں شاید سوچتی بھی۔'' امی جی نے اس دن نصرت بیگم کے منہ سے اپنے خاندان' حیثیت کے متعلق سنا تھا' پہلی بار ان کے اندر بیٹیوں کی ماں ہونے کا بوجھ بڑھا اور پھر یہ بوجھ ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھتا ہی چلا گیا۔

''نصرت! حرج تو کوئی نہیں' خاور ایک جائز بات کہہ رہا ہے' ہمیں تو اپنے بیٹے کی خوشی عزیز ہے نا۔'' بھائی صاحب اپنی بیگم کو سمجھا رہے تھے۔

''آپ بھی اس کی باتوں میں آ گئے' میں صاف کہہ رہی ہوں فوزیہ آمنہ تو کیا میں نبیلہ کی کسی لڑکی کے لیے ہامی نہیں بھروں گی۔ اگر میری مرضی کے بغیر خود کچھ کرنا چاہتا ہے تو کر لے اور نبیلہ کی لڑکیوں کو بھی میرا گھر ملا تھا آگ لگانے کے لیے۔ میرا جی چاہ رہا ہے کہ ابھی جاؤں اور جا کر نبیلہ اور اس کی بیٹیوں کی اچھی طرح خبر لوں۔'' یہ اگلے الفاظ تھے جنہوں نے ان کے دل سے خاور کے لیے تمام احساسات ختم کر ڈالے تھے۔

''امی! مجھے دولت و جائیداد سے قطعی کوئی دلچسپی نہیں رہی کبھی۔ ہمارے گھر میں کیا کمی ہے' ہر چیز میسر ہے۔ اس کے باوجود مزید کی طلب یہ تو سراسر لالچ ہوا۔'' خاور بھی غصے سے کہہ رہا تھا' نجانے نصرت بیگم نے جواب میں کیا کہا تھا وہ سنے بغیر پلٹ آئی تھیں۔

چند دن وہ پریشان رہی تھیں اور پھر ایک دن انہوں نے فوزیہ کو بٹھا کر اس کے دل کی بات جاننا چاہی تھی۔ فوزیہ خاور کے جذبات و احساسات سے قطعی لاعلم تھی ان کے سامنے تو اس نے لاعلمی کا ہی اظہار کیا تھا اور پھر انہیں تو شاید ضد سی ہو گئی تھی لاشعوری طور پر وہ فوزیہ کے لیے صرف وہی رشتہ دیکھنے پر تیار ہوتی تھیں جو نصرت جیسے لوگوں کی مالی حیثیت سے بلند ہو۔ ان کے دل میں یہ خیال ضد پکڑ چکا تھا کہ وہ فوزیہ کو ایک بہت اچھے اور امیر گھرانے میں بیاہیں گی تا کہ نصرت بیگم کے سامنے گردن اکڑا کر چل سکیں مگر وقت نے گویا الٹی چال چل دی تھی۔ وہی نصرت بیگم جو فوزیہ سے انکار کے بعد اب اپنی بھانجی کی طرف سے ناامید ہو کر ان کے گھر آئی تھیں تو ان کو انکار کر کے وہ مطمئن تھیں کہ انہوں نے عرصہ پہلے کی جانے والی اپنی تذلیل کا بدلہ لے لیا ہے۔

❋ ❋

مریم کا غم و غصے سے بُرا حال تھا۔ ابو جی اس کی پہلے ہی کافی سنتے تھے اس نے ان سے جا کر سب کہہ ڈالا۔ دوسری طرف نبیلہ بیگم کے انکار پر نصرت بیگم کی بھی انا بلند ہو چکی تھی وہ اب دوبارہ کسی بھی سلسلے میں اس گھر میں نہیں آنا چاہتی تھیں۔ صبا تمام صورت حال بگڑنے پر ازحد پریشان تھی۔ اس نے مریم کے مشورے پر خاور بھائی کو کال کر دی تھی۔ خاور تو اس سارے سلسلے سے ہی بے خبر تھا حتیٰ کہ کرشمہ سے رشتہ ختم ہو جانا ہی ایک شاکنگ نیوز تھی اوپر سے نصرت بیگم کا فوزیہ کا رشتہ لے کر جانا اور نبیلہ چچی کا انکار وہ اسی شام لوٹ آیا تھا۔

رات کے کھانے کے بعد امی ابو کے کمرے میں وہ چاروں موجود تھے۔ بحث وہی مسئلہ تھا۔

''آپ لوگ مجبور مت کریں اب اس گھر میں دوبارہ نہیں جانے والی۔'' امی اپنی تذلیل نہیں بھول رہی تھیں اور ابو جی کی عدالت میں مقدمہ تھا خاور نے بے چین ہو کر ابو جی کو دیکھا انہوں نے آنکھ کے اشارے سے چپ رہنے کو کہا۔ صبا مطمئن تھی اسے امید تھی کہ ابو جی امی کو منا کر ہی اب اٹھیں گے۔

''چلو تم نہ جانا میں جا کر بات کر لیتا ہوں' بھائی صاحب اور بھابی بیگم سے۔ بھئی ہمیں اپنے بچوں کی خوشی دیکھنی ہے۔ کرشمہ کے لیے تم نے زور دیا اور پھر منگنی کر دی میں نے خاموشی اختیار کی' اب تم نے خود ہی وہ رشتہ ختم کیا ہے تو دو تین بار تمہیں جا کر بات تو واضح کرنا چاہیے تھی نا۔ اس نے انکار کر دیا تو کیا' غرض تو ہمیں ہے نا۔'' ابو جی رسانیت سے کہہ رہے تھے۔

''اس نے میری صاف بے عزتی کی ہے۔ میرے بیٹے کو رشتوں کی کمی نہیں ہے۔ ایک سے بڑھ کر ایک مل جائے گی۔ میں نہیں وہاں جا کر دوبارہ ناک رگڑنے والی' ہے کس بات کا غرور ہے اسے۔ میں بھی اب فوزیہ سے بہتر لڑکی ڈھونڈ کر دکھاؤں گی۔'' ان کا وہی ہٹیلا انداز قائم تھا۔ ابو جی کے چہرے کے زاویے بگڑے۔

''یعنی پہلے کی طرح تم اب پھر لوگوں کے گھر جا کر ان کی بچوں میں خامیاں نکالا کرو گی۔''

''اپنے اکلوتے لائق فائق کے لیے اسی کے جوڑ کی لڑکی ڈھونڈوں گی' جو بھی دیکھے حیران ہو جائے ایسی ہی بہو لاؤں گی۔'' امی جی کی خواہش پھر ابھر آئی تھی۔

''مجھے یہ لگا تھا کہ شاید کرشمہ کے رشتے سے انکار کے بعد تم سنبھل گئی ہو گی۔ صد افسوس تمہاری ذہنی حالت تو پہلے سے بھی خراب ہے۔ بہت عرصہ میں خاموش رہ لیا۔ تم اکلوتے لائق فائق بیٹے کی ماں ہو اللہ کا شکر ادا کرو کہ کسی بدتمیز جاہل اور اپنی من مانی کرنے والے بیٹے کی ماں نہیں ہو' اس نے پہلی بار جب اپنی خواہش کا اظہار کیا تم نے اپنی خود پسندی میں انکار کر دیا' تمہارا بیٹا خاموش ہو گیا' کوئی ہوتا ایسا ویسا تو اپنی ضد پوری کرتا۔ ماں کے انکار کو ایک طرف کر کے خود شادی کر لیتا' اب بھی وہ صلح صفائی سے دوبارہ جانے کو کہہ رہا ہے' اگر تم چلو گی تو ٹھیک ورنہ میں صبا اور خاور ایک فیصلہ کر چکے ہیں' میں کل صبح جا کر بھائی صاحب سے بات کرنے والا ہوں' تمہاری ضد میں میں اپنے بیٹے کی خوشیاں

نہیں قربان کرنے والا۔“

”اور...... اور میری جو نبیلہ نے بے عزتی کی ہے انکار کر کے......؟“ وہ شوہر کے دوٹوک انکار پر صدمے سے بے حال ہو رہی تھیں۔

”اور تم پچھلے کئی سالوں سے بھابی بیگم‘ ان کے بچوں کے ساتھ جو سلوک کرتی آ رہی ہو‘ شکر کرو بھابی بیگم نے صرف انکار کیا ہے وہ اگر اپنی ساری پچھلی بے عزتی کا بدلہ لینے لگتیں تو تم اپنے ساتھ ساتھ ہمیں بھی ذلیل کرواتیں۔“ خاور نے حیرانی سے باپ کو دیکھا وہ انہیں جتنا لاعلم سمجھ رہا تھا‘ وہ اتنے ہی باخبر تھے۔

”میں اب وہاں نہیں جانے والی۔“ انہوں نے اب کے جھنجلا کر انکار کیا تھا۔

”سوچ لو تمہیں اپنے بیٹے کی خوشی سے بڑھ کر اگر اپنی انا عزیز ہے تو بے شک مت جاؤ۔ میں تو کل ہی جاؤں گا۔“

”اور اگر اب پھر انکار ہوا تو؟“ شوہر کا دوٹوک انداز دیکھ کر ان میں بھی ذرا نرمی آئی۔

”تو کیا حرج ہے۔ غرض ہمیں ہے اگر ہاں کروانے ہمیں بار بار بھی جانا پڑے تو جاؤں گا کیونکہ اس میں ہی میرے گھر اور میرے بیٹے کی خوشیوں کا سوال ہے۔“ اب کے امی مکمل لاجواب ہو کر رہ گئی تھیں۔ صبا نے ایک گہرا سانس لے کر بھائی کو دیکھا خاور کے چہرے پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

❁......⁂ ⁂......❁

ابو جی نے چچا سے بات کی تو انہوں نے بیگم سے بات کر کے جواب دینے کو کہا اور جب انہوں نے نبیلہ بیگم سے بات کی تو انہوں نے فوراً انکار کر دیا۔

”میں انکار کر چکی ہوں۔ وہ بات ختم‘ بار بار دہرانے کا فائدہ نہیں......“ مریم ہمیشہ کی طرح اب بھی اس اہم موضوع پر موجود تھی‘ اس نے فوراً ابو جی کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

”دیکھا ابو جی امی نے پہلے بھی ایسے ہی انکار کیا تھا۔“

امی نے گھور کر بیٹی کو دیکھا۔

”تمہیں کتنی دفع کہا ہے کہ بڑوں کے معاملے میں مت دخل اندازی کیا کرو۔ جاؤ دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔“

”بُری بات ہے نبیلہ! جوان بیٹیوں کو ایسے نہیں جھڑکتے۔“ ابو نے فوراً ٹوک دیا۔

”شکر کرو ہمارے بچے بڑے سمجھ دار ہیں۔ بڑے اگر غلط فیصلہ کر رہے ہوں اور بچے مشورہ دیں تو ان کی بات سننے میں کوئی حرج نہیں۔“ مریم نے ایک دم گردن اکڑائی۔

”تمہیں کس بات پر اعتراض ہے؟“ ابو جی نے بڑے پُرسکون انداز میں پوچھا۔

امی جی نے ایک گہرا سانس لیا اور دل میں تکلیف دیتا راز اگل ڈالا‘ ابو جی سکون سے سنتے رہے اور مریم خاموش رہی۔

”ہوں تو یہ بات تھی۔“ ساری بات سن کر وہ بولے۔

”ہاں اب نصرت کو جب اس کی بھانجی کی اصلیت واضح ہوئی ہے تو اسے میری فوزیہ نظر آ گئی۔ میں جذباتی ہو کر ہاں کہہ بھی دوں تو کیا گارنٹی ہے کہ وہ فوزیہ کو دل سے مان کر وہی اہمیت دے گی جو بہو کی حیثیت سے وہ حق رکھتی ہے۔ گلے میں پڑا ڈھول تو ہر کوئی بجاتا ہے‘ اگر وہ دل سے راضی ہوتی تو میرے انکار پر اٹھ کر کیوں چل دیتی‘ بار بار آتی بات کرتی۔ میں ماں ہوں اور ہر ماں کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی اولاد اپنے سسرال میں خوش اور عزت کی زندگی گزارے۔“ امی جی نے دل کی بات کہی۔

”دیکھو نبیلہ! یہ چھوٹی چھوٹی باتیں دل میں کدورت پیدا کرتی ہیں۔ خاور بہت اچھا اور سلجھا ہوا لڑکا ہے۔ صبا اور مریم میں‘ میں کوئی فرق نہیں سمجھتا اور سب سے بڑھ کر ہماری بیٹی ہماری آنکھوں کے سامنے ہوگی۔ فوزیہ گھر بنانے کا فن جانتی ہے‘ رہ گئیں نصرت بہن تو جب دونوں کو اکٹھے رہنے کا موقع ملے گا تو سب اعتراض ہوا ہو جائیں گے۔“

”اور نصرت کی وہ لمبے چوڑے جہیز‘ مال اسباب کی خواہش۔“

”خاور اور اس کے باپ نے کہہ دیا کہ انہیں جہیز کا لالچ نہیں ہے۔ وہ بغیر جہیز کے فوزیہ کو بیاہنا چاہتے ہیں مگر ہم بھی بیٹی والے ہیں کچھ دے دلا کر ہی رخصت کریں گے۔ میرا خیال ہے اپنی بھانجی کی طرف سے انکار پر نصرت بہن کی سوچ کسی حد تک بدل گئی ہے‘ رہ گئی فطرت بدلنے کی بات تو وہ تو نہیں بدل سکتے‘ اب ایک بندے کی وجہ سے تم اتنا اچھا رشتہ ہاتھ سے جانے دو گی؟“ ابو جی اب کے سوالیہ نظروں سے اپنی شریک حیات کو دیکھ رہے تھے اور امی جی کوئی جواب نہ پا کر بے بسی سے مسکرا دی تھیں۔

❁......⁂ ⁂......❁

عندلیب بھابی پاکستان آ گئی تھیں۔ فوزیہ اور خاور کی بات طے ہو چکی تھی۔ صبا اور مریم کی وہی حرکتیں تھیں۔ نصرت بیگم دھوم دھام سے منگنی کرنا چاہ رہی تھیں‘ رمضان شروع ہو چکا تھا۔ بازاروں کے چکر اور اوپر سے روزے کی حالت ایسے میں ردا‘ عمر اور سکندر بھی چکر لگا لیتے۔ تایا ابو نے لگے ہاتھوں آمنہ اور مریم کا بھی رشتہ مانگ لیا تھا۔

امی کے دل میں ایک پھانس اٹکی ہوئی تھی کہ تایا ابو نے فوزیہ کو چھوڑ کر مریم کا نام لیا اگر وہ ان کے حقیقی خیر خواہ ہوتے تو فوزیہ کے سلسلے میں انہیں باہر کیوں چکر لگانے پڑتے۔ اپنے گھر میں ہی بات طے ہو جاتی اور مریم کا بھی کہیں ہو جاتا۔ اس وقت بھی تایا ابو‘ نانی امی اور دادی سمیت آئے بیٹھے تھے۔ وہ جو ہر وقت ادھر اُدھر کی سن گن لیتی رہتی تھی‘ اب صبا‘ ردا‘ آمنہ اور فوزیہ کے نرغے میں گھری کافی حواس باختہ سی ہو رہی تھی۔ اوپر سے خاور بھائی‘ وقار‘ سکندر کے علاوہ عمر کی موجودگی۔

”تمہارا بھائی کیوں آیا ہے؟“ وہ ردا کے کان میں منمنائی۔ یہ سب لوگ اس وقت مریم کے گھر کی چھت پر بیٹھے تھے‘ لڑکے خاور کے گھر کی دیوار پھلانگ کر آئے تھے۔

”تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میرا صرف ایک بھائی نہیں دونوں یہاں موجود ہیں اور معاملہ صرف ایک کا طے نہیں ہو رہا دونوں کا زیر غور ہے۔“

”زیادہ خوش فہمی کی ضرورت نہیں‘ میری امی ہامی بھرنے والی نہیں۔“ خاور بھائی کی کسی بات پر ہنستا عمر اسے جی بھر کر زہر لگا۔

”کوئی بات نہیں‘ میرے بھائی میں لڑکی بھگانے کے گٹس موجود ہیں۔“ ردا کون سا کسی سے کم تھی اور اگر بات ہو اس کے چہیتے بھائی کی تو وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیتی تھی۔

”ہائے...... ہائے! بڑی خوش فہمیاں ہیں۔“

”ارے کوئی نیچے تو جائے‘ خیر خبر لائے۔“ آمنہ نے دہائی دی۔

”تمہیں بڑی جلدی ہے۔“ سکندر نے ٹکڑا لگایا۔

”ظاہر ہے تم جیسے انسان کے ساتھ مستقبل برباد ہو جانے کا خطرہ لاحق ہے موصوفہ کو۔“ فوزیہ نے ہنس کر کہا‘ سکندر نے آنکھیں دکھائیں۔

”یہ مجھ جیسے سے کیا مراد ہے آپ کی؟“

”وہی جو سمجھ لو۔“ صبا کھلکھلائی۔

”میں پتا کرتی ہوں۔“ صبا کہہ کر نیچے بھاگ گئی تھی۔ نیچے امی کے کمرے میں محفل جمی ہوئی تھی اور نقشہ چینج تھا‘ صبا کو شدید جھٹکا لگا۔ نبیلہ بیگم کے ساتھ ایک اور نیا چہرہ بلکہ چند نئے چہرے وہاں موجود تھے۔

”دیکھیں میں بار بار سوالی بن کر آ رہی ہوں‘ مجھے نا امید مت کریں۔ آپ کے گھرانے میں رشتہ جوڑنا میری خوش قسمتی ہوگی۔ آپ کی ماشاء اللہ دونوں بیٹیاں دل کو بھائیں‘ چھوٹی کا اس لیے کہا کہ میرا بیٹا بہت شرارتی مزاج اور ہنس مکھ طبیعت والا ہے مگر اب آپ بتا رہی ہیں کہ آپ نے بڑی کی بھی بات طے کر دی ہے اور چھوٹی بچی ہے اب......“ صبا حیرت سے کھڑی تھی۔ نجانے یہ کیا ماجرا تھا۔ کہیں یہ بینک منیجر کی والدہ تو نہیں؟ اس نے کھڑکی میں مزید سر گھسایا۔

”آپ کا گھرانہ مجھے خود بڑا پسند آیا تھا مگر بچوں کی قسمت۔“

”ہماری تو شروع سے ہی مرضی تھی بس فوزیہ کی بات طے ہوجانے کا انتظار تھا مجھے‘ ہم آج اپنے دونوں بچوں کا رشتہ مانگنے آئے ہیں۔“ یہ تائی بیگم کہہ رہی تھیں۔

صبا نے سر تھام لیا۔ یعنی یہاں ایک نہ شد دو شد والی کیفیت تھی۔

”پلیز مجھے انکار مت کریں۔“ بینک منیجر کی والدہ کہہ رہی تھیں۔

”ہم خاندان سے باہر رشتہ نہیں کرتے۔“ یہ دادی جان کا بیان تھا۔ اس سفید جھوٹ پر صبا کو لگا اس کا سر گھوم گیا ہے۔

”حرج تو کوئی نہیں‘ آمنہ کا بھائی رشتہ مانگ رہی ہیں اس کی ادھر کردیتے ہیں اور مریم کی اُدھر۔“ یہ نبیلہ خاتون کی آواز تھی اور صبا کو لگا کہ اس کا ہارٹ اٹیک ہونے والا ہے۔

”کیا کہہ رہی ہو۔“ دادی جان فوراً بولیں۔

”مریم......!“ صبا باہر بھاگی تھی اور اندھا دھند بھاگی تھی اور یہ دیکھے بغیر کہ دروازہ کھول کر ایک لڑکا اور لڑکی اندر داخل ہوئے تھے اور اس کا وجود سوٹڈ بوٹڈ وجود کے ساتھ جا ٹکرایا۔

”اللہ......!“ اس کے منہ سے بے ساختہ چیخ نکلی تھی اور دھڑام سے چکنے فرش پر گری تھی۔

”ارے آپ ٹھیک تو ہیں۔“ وہ لڑکا اور لڑکی پریشان ہوکر اس کی طرف بڑھے تھے بلکہ اندر موجود میٹنگ میں مصروف حضرات بھی باہر لپکے تھے اور وہاں صبا کو گرے دیکھ کر سبھی چونکے تھے اور صبا نے چکراتے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

❀......× ×......❀

”نہیں یہ نہیں ہوسکتا......بالکل نہیں ہوسکتا۔ میں مرجاؤں گی‘ زہر کھالوں گی مگر اس سود خور کی ڈولی میں نہیں بیٹھوں گی۔“ مریم کے ڈائیلاگ نقطہ عروج پر تھے مگر کسی پر اثر نہیں ہو رہا تھا۔

بھوک ہڑتال‘ احتجاج‘ انکار سب کر دیکھا تھا مگر امی کا فیصلہ پتھر پر لکیر تھا گویا قصہ مختصر یہ تھا کہ اس دن اچانک اس بینک منیجر کی والدہ محترمہ تشریف لے آئی تھیں نبیلہ خاتون کو فوزیہ والے قصے سے ہٹ کر مریم کے لیے یہ رشتہ مناسب لگا تھا چونکہ آمنہ اور سکندر کے لیے راضی تھیں اور خاور کے لیے بھی مان گئی تھیں تو جہاں اتنے لوگ ایک طرف تھے وہ تنہا اس رشتہ پر راضی تھیں اور پھر اس دن نانی‘ دادی‘ تائی اور باقی سب لوگ بڑے غم زدہ رخصت ہوئے تھے۔ وہیں بینک منیجر کی والدہ صاحبہ بڑی خوش خوش رخصت ہوئی تھیں اور امی جی بہت مطمئن تھیں‘ امی جیا کیا باقی سب بھی بہت مطمئن تھے بلکہ اسی شام تایا کے گھر سے مٹھائی آئی تھی۔ پورے محلے میں بانٹی گئی تھی اور رمضان میں ہی افطار کے بعد ایک دن منگنی کا طے تھا۔ مریم کی رمضان میں روزہ کی حالت میں بھوک ہڑتال کسی کام نہ آئی تھی آج کل وہ خاموش تھی پر کسی کو پروا ہی نہ تھی۔ اوپر سے ردا اور عمر کی کالز‘ طعنے جذباتی ڈائیلاگز دو دن تو وہ خاموش رہی مگر جوں جوں منگنی کے دن قریب آرہے تھے اس کو رونا آرہا تھا۔ اوپر سے صبا کی دل جلادینے والی باتیں۔

”اور عمر بھائی کا دل دکھاؤ......انہوں نے دل سے بد دعا دی ہوگی اب بھگتو۔“

”ہاں ساری بددعائیں مجھے ہی دینی تھیں موصوف نے اور ہر بار میں ہی بھگتوں۔ میں نے کون سا غلط کیا تھا ان کی بھی حوصلہ افزائی نہیں کی‘ اپنی ذات سے مطلب رکھا اور الٹا مجھے ہی الزام۔“

”محبت کرنے لگی ہو ان سے۔“ وہ یہ سوال پوچھ کر اور زچ کرتی۔

”مر بھی جاؤں تو کبھی ان کا نام نہیں لوں گی‘ مگر اس سود خور سے بھی شادی نہیں کروں گی۔ بے شک زہر کھانا پڑے۔“ فوزیہ دہل کر اسے بازوؤں میں لے کر بہلاتی جب کہ عندلیب بھابی مسکرادیں۔

”اس وقت بھی وہ سب کی چھیڑ چھاڑ سے عاجز ہوکر اوپر گئی تھی۔ نجانے کیوں دل بار بار بھر آتا تھا۔ افطاری میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا‘ نیچے سبھی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔ وہ خاموشی سے زمین پر ٹک گئی گرم زمین تھی مگر اسے پروا ہی نہیں تھی۔

عمر نے گھر میں قدم رکھا تو آمنہ اور عندلیب کچن میں تھیں جبکہ فوزیہ مشین پر کچھ سلائی کر رہی تھی سلام دعا کے بعد عمر نے ادھر ادھر جھانکا۔

”چچی کہاں ہیں؟“ وہ کچن کی ہی طرف آگیا تھا۔

”صبا کے ہاں گئی ہیں نصرت چچی نے بلوایا تھا۔ چچا کام پر اور وقار اکیڈمی۔ آنے والے ہیں یہ لوگ بھی۔ تم بیٹھو۔“ عندلیب نے بھائی کو جواب دے کر کہا اور ساتھ اسٹول بھی کھسکایا۔

”اور وہ باگڑ بلی نظر نہیں آرہی؟“ آمنہ ہنس دی۔

”توبہ کریں‘ بہت موڈ خراب ہے آج کل اس کا۔ اس وقت بھی ہم سے لڑ کر چھت پر گئی ہے۔“ عندلیب نے بھی ہنس کر کہا۔

”اس کا مطلب ہے مزاج خراب ہے۔“

”جی ہاں اگر آپ سامنے گئے تو پھر گولہ باری کی بھی توقع رکھیں۔“ آمنہ نے ڈرانا چاہا مگر وہ سنی ان سنی کرتا تیزی سے اوپر کی طرف چلا گیا۔

وہ برآمدے میں زمین پر گھٹنوں پر بازو لپیٹے سر گرائے بیٹھی ہوئی تھی۔

”مریم۔“ کچھ پل سرکنے کے بعد اس نے پکارا تو اس نے سرعت سے سر اٹھایا۔

بھیگی پلکیں اور سرخ ناک شاید وہ روئی تھی عمر کے دل کو کسی نے مٹھی میں لے لیا تھا۔

”آپ......آپ ادھر کیوں آئے ہیں۔ آپ کو اپنے گھر میں چین نہیں پڑتا۔“ جواب حسب توقع تھا۔ عمر کا خوش فہم دل ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔ وہ بھیگی پلکیں بے دردی سے دوپٹے سے رگڑتے کھڑی ہوگئی تھی۔

نجانے اس لڑکی کے دل میں کیا تھا کاش وہ اس کے دل کا حال جانتا تو وہ سب کے سامنے ڈٹ جاتا محض اپنی خواہش کے بل بوتے پر وہ یک طرفہ کارروائی کرتا بھی تو کیسے؟

”رو کیوں رہی تھیں؟“ اس نے دھیمے سے پوچھا۔

”ہنسنے کی بھی کوئی خاص وجہ نہیں بنتی۔“

”خیر یہ تو مت کہو‘ بینک منیجر سے منگنی کرنے جارہی ہو‘ ہنسنے اور خوش ہونے کے لیے یہ تو بہت معقول وجہ ہے۔ سنا ہے خاصی اسٹرونگ فیملی ہے۔“ مریم کا جی چاہا کہ کوئی چیز اس کے سر پر دے مارے اس وقت عمر اسے اتنا ہی زہر لگ رہا تھا۔

”شٹ اپ۔“ وہ پھنکاری تھی جواباً وہ ہنس دیا پھر تھوڑا سا جھک کر مسکرا کر کہنے لگا۔

”وہ کہتے ہیں نا کہ رسی جل گئی پر بل نہیں گیا۔ میں تو مبارک باد دینے آیا تھا پھر سوچا دیکھتا چلوں کہ مستقبل قریب میں سود خور ایم سوری بھئی بینک منیجر کی بیگم بننے جارہی ہو کوئی فرق شرق ہی پڑ گیا ہوگا۔“ مریم نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

”اگر آپ کی بکواس بند ہوگئی ہے تو اب جاسکتے ہیں۔“ وہ رخ بدل کر کھڑی ہوگئی تھی۔ آنکھیں ایک دم بھر آئیں ناحق وہ رو رہی تھی اس شخص کو تو کوئی خاص فرق ہی نہیں پڑا تھا۔ پہلے ہی کی طرح مطمئن اور پرسکون انداز تھا۔ اس کا دل جل کر خاک ہونے لگا۔ یہ لڑکے ہوتے ہی ایسے ہیں فلرٹی دھوکے باز۔ اس کا دل بھی بھر آیا۔

عمر اسے چند پل دیکھتا رہا۔ وائٹ پاجامے پاؤں کو چھوتی بلیک قمیص اور سر پر جما دوپٹا جو بہت سلیقے سے گردن کندھوں اور سینے کو ڈھانپے نیچے تک آرہا تھا۔

یہ لڑکی زبان کی جتنی بھی کڑوی تھی مگر جانتا تھا کہ دل کی اتنی ہی اچھی اور کردار کی مضبوط ہے۔ وہ بارہا اس کی طرف آیا تھا بڑے واضح الفاظ میں دل کا راز آشکارا کیا تھا مگر نجانے کیا چیز تھی جو یہ لڑکی ابھی تک چٹان کی طرح اپنی جگہ جامد تھی۔ ورنہ وہ اس قابل تو تھا کہ کوئی بھی لڑکی رد کرنے سے پہلے سوچے گی تو ضرور۔

''سیانے کہتے ہیں کہ وقت پر دل کی بات کہہ دینا فائدہ مند ہوتا ہے ابھی بھی وقت تمہارے ہاتھ میں ہے۔ صلح کا پرچم لہرادو، ہم محاذ جیتنے کو تیار ہیں جناب! اگر تم ہاں کردو تو......'' وہ گھوم کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا اور مسکرا کر کہا۔ مریم نے خاموشی سے اسے دیکھا۔

''آپ کو شاید میری کوئی بات سمجھ نہیں آئی۔ یہ ہمارے بڑوں کا فیصلہ ہے وہ جو مرضی کریں میں کیوں انکار کروں۔''

''تو رو کر اس طرح ماتم کیوں کررہی ہو؟'' عمر نے ایک اہم پوائنٹ کی طرف نشاندہی کی تھی۔

''کم از کم آپ کے لیے تو نہیں رورہی اس خوش فہمی سے نکل آئیں آپ۔'' خاصا چیخ کر جتانا چاہا تھا، عمر ہنس دیا۔

''تو پھر وہ کون ذات شریف ہے، جس کے لیے بھر پور احتجاج کیا گیا ہے۔'' مریم کو لگا اس کی پیشانی جل اٹھی تھی احساس توہین سے۔

''آپ مجھ پر الزام تراشی کررہے ہیں؟''

''نہیں ویسے ہی احساس دلانا چاہ رہا ہوں کہ اگر کوئی وجہ بھی نہیں تو پھر یہ رونا دھونا بھی کیوں؟'' عمر کا انداز سنجیدہ تھا اس نے بہت غصے سے اسے دیکھا۔

''کم از کم آپ کے لیے نہیں رو دھو رہی اور خبردار آئندہ میرے سامنے آ کر ان الفاظ میں مجھ سے بازپرس کی تو میں بہت لحاظ کرچکی آپ کا اب کے مجھ سے کچھ کہا تو سیدھا ابو جی کے پاس جا کر بات کروں گی۔'' اس نے ہمیشہ والی دھمکی دہرائی۔

''بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا۔'' وہ عمر کی اس گنگناہٹ پر پاؤں پٹختے وہاں سے پلٹی اور عمر پر ایک کھا جانے والی غصیلی نگاہ ڈالتے تیز تیز قدم اٹھاتے سیڑھیاں اترتی چلی گئی تھی۔

عمر چند ثانیے تک بڑی سنجیدگی سے سینے پر ہاتھ رکھے کچھ سوچتا رہا۔

❀......✕ ✕......❀

وہ جو ہر چیز سے حد درجہ بے زار تھی خاموش ہوگئی۔ گھر میں ایک نہیں کل تین منگنیاں تھیں۔ فوزیہ کی خاور کے ساتھ آمنہ کی سکندر کے ساتھ اور اس کی اس بینک منیجر ثوبان احمد کے ساتھ اور حیرت کی بات یہ تھی منگنی کی تمام تیاریاں ثوبان احمد کی والدہ ہر روز آ کر صبا اور اس کی والدہ کو ساتھ لے جا کر کررہی تھیں اور ہر روز شاپنگ سے واپسی پر آ کر صبا خریداری کی تفصیل بتاتے مریم کا دل جلاتی رہتی تھی۔

ابو جی، تایا ابو، خاور بھائی کے والد اور ثوبان سب کا مشترکہ فیصلہ تھا کہ منگنی کا فنکشن ایک ہی جگہ اور ایک ہی دن طے پا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا آخری عشرہ چل رہا تھا تیسوئیں روزے کی افطاری کے بعد دن طے ہوا تھا۔ دونوں طرف کے فنکشنز ایک ہی دن تھے۔ گھر کے ساتھ کا خالی پلاٹ خاصا وسیع اور صاف ستھرا تھا خاور بھائی کے ابو نے کئی سال پہلے خریدا تھا اب وہ لاکھوں کی مالیت کا تھا۔ کھانے پینے کا خرچہ مل کر کرنا تھا جب کہ باقی کی تیاری خاور بھائی کے والد صاحب نے اپنے ذمہ لے لی تھی۔

صبح سے گھر میں خاصی افراتفری تھی۔ کچھ روزے کی حالت میں یہ بھاگ دوڑ، مریم خاموشی سے سب کی کارروائی دیکھ رہی تھی۔ عندلیب بھابی نے بیوٹیشن کا کورس کر رکھا تھا۔ وہ بہت اچھی بیوٹیشن تھیں۔ فوزیہ اور آمنہ کو تیار کرنے کے بعد جب صبا کو انہوں نے کرسی پر بٹھایا تو مریم چونکی۔ صبا کا لباس انداز چہرے کی خصوصی تیاری کچھ نیا پن تھا۔ وہ ابھی نہا کر نکلی تھی۔ عصر کے بعد کا وقت تھا، مہمان آنا شروع ہوچکے تھے۔ باجی باہر امی کے ساتھ لگی ہوئی تھیں اور عندلیب اندر ان کے ساتھ مصروف تھیں۔ فوزیہ اور آمنہ پیاری لگ رہی تھیں۔ رات ہی نصرت آنٹی تائی بیگم اور ثوبان کی والدہ آئی تھیں دلہنوں کے خصوصی لباس لے کر وہ صرف سلام دعا کر کے کمرے میں گھس گئی تھی اس نے اپنے لیے آنے والا لباس تک دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''اسے کیوں تیار کررہی ہیں اس کو کس پاگل کے لیے باندھنا ہے؟'' بالوں کو سلجھاتے اس نے غصے سے کہا۔ آج کل جس طرح اپنے بھائی کا کام سیدھا ہوجانے کے بعد صبا نے طوطے کی طرح آنکھیں پھیر رکھی تھیں۔ اسے اس بات کا بھی بہت دکھ تھا۔

صبا کے چہرے پر بیس بناتے بھابی ہنس دیں اور صبا بھی آنکھیں بند کیے مبہم سا مسکرادی۔

''ہوسکتا ہے کوئی بینک منیجر اسے بھی مل ہی جائے۔'' بھابی کا انداز ذومعنی تھا۔

''ہاں مفت جو بٹ رہے ہیں۔'' برش ٹیبل پر پھینک کر وہ الماری میں سر دے کر کھڑی ہوگئی۔ آمنہ اور فوزیہ بے ساختہ ہنس دیں۔

صبا کے تیار ہونے کے بعد اس کی باری تھی۔ عندلیب کے دیے ہوئے لباس کو لے کر وہ باتھ روم میں گھس گئی تھی۔

صبا بھی تیار ہو کر آمنہ اور فوزیہ کے ساتھ ہی بیٹھی تھی اور اس کی یوں سج دھج خصوصاً دلہنوں والا روپ دیکھ کر مریم کو پریشانی ہورہی تھی۔

ان تینوں بہنوں کی تیاری تو موقع محل کے مطابق تھی مگر صبا کا اس قدر اہتمام اسے ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ عندلیب اسے تیار کرنے لگی تو اس کی نظریں صبا پر ٹھہر گئیں۔

''تم اس قدر کیوں تیار ہوئی ہو اور تمہیں یہ کپڑے آج ہی پہننے تھے کیا؟'' اس کے سوال پر صبا ہنس دی۔

''کیا پتا تم لوگوں کے ساتھ میری بھی کہیں بات بن جائے۔'' اب کے مریم واقعی چونکی۔ صبا کے لہجے میں واقعی کچھ تھا۔

''مطلب؟'' اس نے بھابی اور اپنی بہنوں کو دیکھا۔

''آج کے فنکشن میں صبا کی بھی منگنی ہے۔'' بھابی نے ہنس کر بتایا بلکہ انکشاف کیا۔

''کیا......؟ مگر کس سے؟'' وہ حیرت زدہ رہ گئی تھی۔

''سرپرائز ہے خصوصاً تمہارے لیے۔ کچھ دیر اور انتظار کرلو۔'' وہ سب کی ہنسی اور بھابی کے الفاظ پر دیکھتی رہ گئی۔

بھابی نے اسے تیار کر کے جیولری پہنائی۔ آخر میں دوپٹا سیٹ کر کے بغور اسے دیکھا۔

''ماشاء اللہ! بہت پیاری لگ رہی ہو۔'' بھابی نے اس کی پیشانی چوم لی تبھی ان کا موبائل بجنے لگا۔

''ایک تو اس لڑکے کو بھی چین نہیں۔'' موبائل دیکھتے ہی بھابی ہنسیں۔

''کون عمر بھائی ہیں؟'' وہ صبا کے الفاظ پر سر جھکا گئی۔

''ہاں! عمر ہے۔''

بھابی کال اٹینڈ کرچکی تھیں ایک دو باتوں کے بعد بھابی نے موبائل مریم کی طرف بڑھایا۔

''عمر تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔''

''مجھ سے؟'' اس وقت عمر کی کال آنے پر وہ خاصی ڈسٹرب ہوگئی تھی۔ صبا نے معنیٰ خیز نظروں سے گھورا جب کہ فوزیہ اور آمنہ مسکرادی تھیں۔

''وہ کوئی ضروری بات کرنا چاہتا ہے۔'' بھابی اسے موبائل تھما کر بکھرا سامان سمیٹنے لگی تھیں ابھی تو انہوں نے خود بھی تیار ہونا تھا۔

''ہیلو!'' صبا اور بہنوں کو نظر انداز کرتے اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''مبارک ہو! سنا ہے سارے اعتراضات بھلائے بڑی نیک بی بی بلکہ خاموش بی بی بن گئی ہو۔ عام حالت میں تو محترمہ کے یوں بھی مزاج نہیں ملتے مگر آج تمہارا خصوصی دن ہے یقیناً بہت خوب صورت لگ رہی ہوگی۔'' وہ آج بھی دل جلانے سے باز نہیں آیا تھا اور مریم کا دل واقعی جل کر خاک ہوگیا۔

''شٹ اپ۔'' آواز آہستہ ہی رکھی تھی کمرے میں وہ تنہا نہیں تھی۔

''شاباش! تمہارا یہی انداز تو سننا چاہ رہا تھا اب جناب کی پل پل کی رپورٹ مل تو رہی تھی مجھے امید تھی

منگنی کا جوڑا پہنے خوب واویلا مچاؤ گی مگر اس قدر شرافت ہضم نہیں ہورہی۔ میں نے سوچا طبیعت ٹھیک ہو۔ مزاج دشمناں بہتر ہو۔ بس تمہارا حال چال پوچھنے کو دل چاہ رہا تھا۔''

''کیا بکواس ہے یہ۔'' وہ اب اپنے لہجے پر واقعی قابو نہیں رکھ پائی تھی۔

دوسری طرف وہ کھل کر ہنسا۔

''بکواس نہیں بلکہ نیک فرمودات کہو۔ ویسے میں منگنی میں آ تو رہا ہوں باقی باتیں آمنے سامنے ہوں گی۔ بہت سے حساب باقی ہیں جو بے باق کرنے ہیں اور ساتھ یہ بھی دیکھنا ہے کہ سود خور سودی میرا مطلب ہے کہ بینک منیجر کے نام کی انگوٹھی پہن کر کیسی لگتی ہو تم؟''

عمر کے الفاظ ایسے تھے کہ اس کا دل ایک دم بھر آیا۔ غصے سے موبائل آف کر کے بستر پر پھینکا اور خود دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر ایک دم رو دی۔

''ارے...... ارے یہ کیا کر رہی ہو؟ کیا کہہ دیا عمر نے؟'' بھابی اور باقی تینوں فوراً پریشان ہو کر اس کی طرف لپکی تھیں۔

❁......✕ ✕......❁

افطاری اور کھانے کے بعد رسم کا شور اٹھا تھا۔ اچھے خاصے مہمان تھے۔ کبھی بھی کسی بھی حال میں نہ گھبرانے والی مریم اس وقت اچھی خاصی کنفیوژ ہو چکی تھی۔ وہ مسلسل سر جھکائے ہوئے تھی۔ باہر مخصوص پلاٹ میں بہت اچھا انتظام کیا گیا تھا لائٹنگ کھانے کا بھرپور انتظام کے علاوہ اسٹیج بڑی خوب صورتی سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔

بڑوں کے کہنے پر رمشا اور عندلیب ان سجی سنوری دلہنوں کو لے کر اسٹیج پر چلی آئی تھیں۔ کمبائن فنکشن تھا۔ ویسے یہ خاندان کا یادگار فنکشن تھا جس میں بڑے اپنے خیالات بدلتے لڑکا لڑکی کی ایک ہی جگہ منگنی کر رہے تھے۔

''میرا دل بڑا گھبرا رہا ہے۔'' عندلیب نے جب لا کر اسے بٹھایا تو اس نے روہانسے لہجے میں کہا۔ عندلیب نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔

''کیا ہوا ہے؟ جوس منگوا دوں۔ افطاری کے بعد تو تم نے کچھ کھایا بھی نہیں۔ کمزوری ہو رہی ہو گی۔'' اس کے سرد ہاتھ کی کپکپاہٹ بڑی واضح تھی مریم کی آنکھوں کی نمی گہری ہوئی۔

''میری طبیعت خراب ہو رہی ہے' بس جلدی سے کمرے میں لے جائیں۔'' عندلیب نے گھبرا کر دیکھا تو اپنی اپنی ماؤں کے پہلو میں چاروں دولہا اسٹیج پر آ رہے تھے۔

''تھوڑی دیر بیٹھ جاؤ' رسم ہوتے ہی میں لے جاتی ہوں۔'' عندلیب تسلی دے کر نیچے اتر گئی تھی۔ مریم نے سر مزید جھکا لیا۔ آنکھوں میں آئی نمی سے کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

پہلے خاور نے فوزیہ کو انگوٹھی پہنائی تھی پھر سکندر نے آمنہ کو اب اس کی باری تھی۔ اس کے سرد ہاتھ مزید سرد ہوئے۔

''مریم ہاتھ آگے کرو۔'' ثوبان انگوٹھی تھامے اس کی طرف ہاتھ بڑھائے بیٹھا تھا مگر اس کے وجود میں ذرا بھی ہلچل نہ ہوئی تو کہیں سے آواز آئی تھی مگر اس کی کنڈیشن اتنی خراب ہو رہی تھی کہ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے ہاتھ میں پکڑے کلچ (پرس) پر اس کی گرفت مزید سخت ہوئی تھی۔

''دلہن شرما رہی ہے۔'' کہیں سے شوخ آواز گونجی اور پھر قہقہے' اس کا وجود مزید سرد ہوا۔

''محترمہ ہاتھ آگے کر دیں انگوٹھی پہنانی ہے' آپ کے بعد ابھی کسی اور کی بھی باری ہے۔'' شوخ آواز پر وہ چونکی مگر یہی سمجھی کہ آواز کہیں اور سے آئی ہے۔

یقیناً وہ ارد گرد ہی تھا۔ اب اس نے لب بھینچ لیے اور سر مزید جھکا لیا اب صرف سجدہ کرنے کی کسر رہ گئی تھی۔

''دلہن سجدے میں چلی گئی ہے۔'' پھر وہی شوخ آواز۔

''ہو سکتا ہے دلہن کو دلہا پسند نہ آیا ہو۔'' یہ سکندر کی شوخ آواز تھی اس کے آنسو بہہ نکلے۔

''ہو سکتا ہے بینک منیجر کا ڈر سر پر سوار ہو۔ محترمہ ہاتھ دیں انگوٹھی پہنانی ہے ورنہ ہمارے بڑے ابھی پہنچ جائیں گے کہ میں خوامخواہ لیٹ کروا رہا ہوں۔''

اب کے وہ الفاظ' لہجے اور آواز پر چونکی تھی۔ یہ تو عمر کی آواز تھی اور کہیں دور سے نہیں بلکہ اس کے انتہائی قریب سے ابھری تھی۔ اس نے یکدم سر اٹھا کر دیکھا۔

وہ واقعی عمر تھا۔ اپنی مسکراتی آنکھوں میں ڈھیر ساری چمک لیے وہ انگوٹھی تھامے منتظر تھا۔

''تم......!'' جھلملاتی آنکھوں سے وہ کچھ بھی نہ سمجھ پائی تھی کہ یہ کیا قصہ ہے۔ عمر کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

''جی جانب میں عمر! بذات خود بنفس نفیس آپ کے سامنے حاضر ہوں۔ کیا اب انگوٹھی پہنا سکتا ہوں۔'' خاصا شریر مسکراتا لہجہ تھا۔ مریم کو لگا اس کے حواس ساتھ چھوڑنے والے ہیں۔

''مریم جلدی کرو ہاتھ دو۔'' رمشاء نے عقب سے جھک کر اس کا ہاتھ تھام کر اپنے بھائی کے آگے کر دیا تھا۔ وہ بُت بنی ساکت سی عمر کو دیکھ رہی تھی۔ عمر نے انگوٹھی پہنا دی تھی۔ مبارک سلامت کی آواز بلند ہوئی تو مریم کو لگا کہ بس وہ کسی بھی لمحے گرنے والی ہے۔ اس نے اپنا چکراتا سر تھام لیا۔

''امی......'' آنکھوں کی تاریکی گہری ہوئی تو اس کے لب پھڑپھڑا کر رہ گئے۔

اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھتا وہ بے دم سی ہو کر ایک طرف لڑھک گئی تھی۔

❁......✕ ✕......❁

اس کی آنکھیں کھلیں تو خود کو آرام دہ بستر پر لیٹے پایا۔ اردگرد سبھی چہرے تھے متفکر پریشان وہ خالی الذہنی سے سبھی کو دیکھے گئی۔ آمنہ' فوزیہ' صبا' سادہ لباس میں ملبوس تھیں۔ خاور بھائی' عمر' سکندر' وقار' عندلیب بھابی' رمشا اور بھی چند چہرے تھے۔ امی ابو' تائی بیگم اور تایا ابو کے علاوہ خاور بھائی کے والدین تھے۔ اس کی نگاہیں ثوبان کے چہرے پر پڑیں تو وہ چونکی۔ ذہن نے ایک دم کام کرنا شروع کر دیا۔

''مریم! کیسی طبیعت ہے اب؟'' اسے ہوش میں آتے دیکھ کر امی جی نے فوراً پوچھا وہ اس کے سرہانے بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی۔

''لیٹی رہو طبیعت ٹھیک نہیں ہے تمہاری۔ اتنا تیز بخار ہے اوپر سے یہ مسلسل بے ہوشی پورے تین گھنٹے بے ہوش رہی ہو تم۔'' فوزیہ بھی قریب آ گئی تھی۔ تو رونے لگی۔

''رونا نہیں اب' بالکل ٹھیک ہو تم۔'' یہ تائی بیگم کی شفیق آواز تھی۔ امی نے اس کے آنسو صاف کیے مگر رونا کم ہی نہیں ہو رہا تھا۔ مسکارا اور لائنر بہہ نکلا تھا۔ فوزیہ نے ٹشو سے اس کا چہرہ صاف کیا۔ کچھ دیر رونے کے بعد جی ہلکا ہوا تو بغیر کسی کی طرف دیکھے اس نے آنکھوں پر بازو رکھ لیے۔

''شکر ہے اللہ کا ہوش آ گیا' اب یہ ٹھیک ہے تم لوگ بھی اب ادھر سے ہٹو باہر کئی کام ہیں وہ دیکھو' مہمان تو رخصت ہو ہی گئے ہیں۔ ہوٹل سروس والے بیٹھے ہیں ان کو بھی فارغ کرنا ہے۔'' ابو جی' تایا ابو کا ہاتھ تھام کر چل دیے تو باقی لوگ بھی مطمئن ہو کر باہر نکلتے چلے گئے تھے جب کہ ینگ جنریشن ابھی بھی ادھر موجود تھی۔

''مریم۔'' یہ صبا کی آواز تھی۔ ساتھ ہی اس نے اس کا بازو بھی آنکھوں سے ہٹا دیا۔

''ایم سوری یار! یہ سب ڈراما تھا۔ محض تمہیں سرپرائز دینا تھا۔ دیکھو اس میں کسی کا کوئی قصور نہیں' یہ عمر بھائی کا ڈرامہ ہے' ان سے پوچھو۔'' صبا کہہ رہی تھی اس نے خاموشی سے سب کو دیکھا اور پھر عمر کو اس کے ساتھ کھڑے ثوبان کو' عمر اس کے دیکھنے پر مسکرا کر آگے بڑھا۔

''ناراض ہو۔'' اس نے لب بھینچ کر آنکھیں میچ

لیں۔ وہ اس شخص سے بات تک نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ پچھلے کئی دنوں سے کس قدر اذیت میں رہی تھی کاش کوئی اندازہ لگا سکتا اور خصوصاً یہ صبا اور عمر تو ہر وقت اسے اذیت دیتے طعنے بازی کرنے کو تیار رہتے تھے۔

"مریم۔" یہ خاور بھائی کی پرشفقت آواز تھی۔ "گڑیا آنکھیں کھولو پلیز۔" اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"ایم سوری یار! ڈراما سارا یہ ہے کہ تم نے جس طرح پرخلوص ہو کر میرے اور فوزیہ والے معاملے میں صبا کی مدد کی تھی اس نے تمہاری امی کے انکار کے بعد مجھے فون پر سب بتا دیا اور پھر میں گھر چلا آیا۔ ادھر امی مانیں تو ادھر تمہاری والدہ صاحبہ ہماری اور فوزیہ کی بات طے ہوئی تو صبا نے بتایا کہ عمر کا پرپوزل تمہارے لیے آیا ہے۔ مگر تم انکاری ہو۔ وجہ کوئی خاص نہ تھی مگر جس طرح ثوبان کی امی تمہارے لیے چکر لگا رہی تھیں عین ممکن تھا کہ چچی جان ثوبان کے لیے ہاں کر دیتیں مگر اسی دن جب عمر کی امی اور دادی آئے ہوئے تھے تو تمہیں یاد ہوگا کہ اسی دن ثوبان کی والدہ بھی آ گئی تھیں۔" خاور بھائی بتاتے بتاتے رکے تو وہ آہستگی سے اٹھ بیٹھی۔ وہ ابھی تک منگنی والے لباس میں ملبوس تھی۔ میک اپ بہہ چکا تھا مگر مٹے مٹے نشان تھے۔

"اور آنٹی سے رشتہ مانگ رہی تھیں۔ تائی بیگم اپنا حق جتا رہی تھیں اور چچی جان انا کی وجہ سے انکاری تھیں۔" اب صبا بول رہی تھی۔

"انہوں نے تائی بیگم کے حق جتانے پر خاصے غصے سے کہا۔ ہم فوزیہ کے لیے اتنا عرصہ پریشان رہے۔ آپ کے سامنے ہی تھا آپ نے تب بھی مریم کا ہی نام لیا۔ جب فوزیہ کا کر دیا ہے تو آپ کو بھی ہمارے گھر چکر لگانا یاد آ گیا ہے۔ اب میری مرضی ہے کہ میں اپنی بیٹی کو کہاں بیاہتی ہوں۔" چچی خاصے غصہ سے کہہ رہی تھیں اور بھی تائی بیگم نے کہا مجھے تو کوئی اعتراض نہیں میرے لیے تینوں لڑکیاں ایک جیسی ہیں۔ ہم بار بار مریم کے لیے اس لیے کہہ رہے تھے کہ میرا بیٹا عمر اسے چاہتا ہے۔ وہ مریم کو پسند کرتا ہے اور اس کی خواہش پر بار بار مریم کا نام لیا۔ تمہیں پہلے کبھی اس لیے نہ کہا کہ لڑکیوں کی ماں ہو کہیں کچھ غلط نہ سمجھ بیٹھو۔" صبا کہہ کر خاموش ہوئی۔

"چچی کی کنڈیشن خاصی پریشان کن تھی یہ انکشاف سن کر۔ عمر اور مریم وہ بار بار پوچھ رہی تھیں میٹنگ روم میں یکدم خاموشی چھا گئی تھی۔ نتیجہ نجانے کیا نکلنے والا تھا اور میں خوف زدہ ہو کر وہاں سے بھاگی کہ تم سب لوگوں کو آنے والے خطرے سے آگاہ کرتی ہوں۔" صبا چپ ہو گئی تو ثوبان مسکرا کر آگے بولا۔

"تبھی انٹری ہوئی ہماری یعنی بینک منیجر صاحب کی۔" وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔ مریم نے محض اس شخص کی تصویر دیکھ رکھی تھی اب روبرو پہلی ملاقات تھی۔

"اور صبا جس طرح کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح بھاگی ہم سے ٹکرائی ہم تو وہیں گم سم ہو گئے۔ ہماری والدہ کو کون سی لڑکی پسند ہے ہم بھول گئے اور یہ بھی بھول گئے کہ ہم یہاں کیوں بلوائے گئے ہیں۔ بس اپنی بہن صاحبہ کو دل کی بات بتائی اور اسی شام امی اور باقی گھر والوں کے ہمراہ ہم خاور کے گھر پر موجود تھے۔"

"کیا؟" وہ اب تک بالکل خاموش تھی اب حقیقتاً چونکی۔

"صبا ثوبان کی امی کو بھی بہت پسند آئی اور یوں آناً فاناً یہ رشتہ طے پا گیا۔" یہ فوزیہ تھی۔ مریم کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"اور اسی شام امی جی نے ہتھیار ڈال دیے سکندر اور آمنہ کے ساتھ ساتھ تمہارے اور عمر کے پرپوزل کو بھی قبول کر لیا۔" فوزیہ مزید مسکرا کر انکشاف کر رہی تھی۔

"تبھی عمر بھائی نے ہم سب کو اپنا پروگرام بتایا۔ پہلے تو ہم میں سے کوئی بھی نہ مانا اگر بڑوں تک بات پہنچ جاتی تو خاصی کھنچائی ہو جاتی تھی مگر عمر کے بار بار اصرار پر ہم لوگ راضی ہو گئے۔" صبا ہنس کر کہہ رہی تھی۔

"عمر بھائی تمہیں سرپرائز دینا چاہتے تھے نا۔" آمنہ بھی ہنس کر بولی۔

"اور ساتھ یہ بھی چیک کرنا چاہتے تھا کہ عمر بھائی کی طرف سے برتی جانے والی بے پروائی اور نو کیئر والا انداز محض اوپر سے ہے یا حقیقتاً تمہیں ان سے کوئی لگاؤ نہیں۔" یہ سکندر تھا۔ اس نے کھا جانے والی نظروں سے عمر کو دیکھا جو اس سارے وقت میں سینے پر ہاتھ باندھے سب کو بولتے دیکھ کر محض مسکرا رہا تھا۔

"اور نتیجہ میری توقع کے مطابق نکلا۔ اب کوئن میرے کورٹ میں تھی۔" وہ پہلی بار بولا تھا۔ مریم نے ایک دم غصے سے ہاتھوں میں پڑا گجرا نوچ کر اسے دے مارا تھا جسے اس نے کیچ تو کر لیا تھا مگر باقی سبھی ہنس دیے تھے۔

"تم سب لوگ انتہائی جھوٹے، ڈراما باز اور فسادی ہو۔" وہ سخت غصے میں تھی۔ واقعی سب نے کس طرح مل بھگت کر کے اسے ہینڈل کیا تھا اس کے احتجاج بھوک ہڑتال، غم و غصہ کی ہوا بھی امی یا ابو کو لگنے نہ دی تھی۔ اس نے جب بھی امی سے انکار کرنا چاہا تو یہ سب اسے آ پکڑتی تھیں اور امی ابو تو اب بھی بے خبر تھے کہ وہ بے ہوش کیوں ہوئی ہے۔

عندلیب نے یہی کہہ کر سب کو ہینڈل کیا تھا کہ "منگنی کی تیاریوں کی بھاگ دوڑ میں اور روزے کی حالت میں کمزوری ہو گئی ہے۔ اسی لیے بے ہوش ہو گئی ہے۔" اور امی نے بھی فوراً یقین کر لیا تھا کہ بہرحال دو دن سے ہلکی سی حرارت اسے پہلے بھی محسوس ہو رہی تھی صبح بھی بخار تھا۔

"دیکھو تمہیں ہمارا شکر گزار ہونا چاہیے کہ تمہیں تمہاری محض جھوٹی انا کا شکار ہونے سے بچا لیا۔ میرے بھائی سے بڑھ کر تمہیں کوئی نہیں چاہنے والا اور یہ ثوبان بھائی تو پہلے ہی صبا کی پہلی نگاہ بلکہ ٹکر کا شکار ہو چکے ہیں۔ تمہاری بے ہوشی کے دوران محترمہ کو انگوٹھی پہنا کر بات پکی کر چکے ہیں۔ بے شک دیکھ لو۔" ردا نے صبا کا ہاتھ پکڑ کر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا تو وہ بے دم سی ہو کر واپس بستر پر سیدھی ہو گئی۔

اس کے دل و دماغ ایک دم خاصے پرسکون اور مطمئن ہو گئے تھے۔ سب ہنس رہے تھے۔ باتیں کر رہے تھے۔ اس کے گزشتہ دنوں کی حالت مرچ مسالا لگا کر بیان کر رہے تھے۔ قہقہے تھے، شوخیاں تھیں، اس نے ایک گہرا سانس لیتے عمر کی طرف دیکھا۔

وہ مسکرا رہا تھا گہری روشن مسکراہٹ تھی اس کے لبوں پر۔ اس کے دیکھنے پر وکٹری کا نشان بنایا تو گھبرا کر اس نے خاور بھائی کی طرف چہرہ پھیر لیا وہ اس کا اور صبا کا کارنامہ حاضرین محفل کو سنا رہے تھے اور عمر مزے سے گنگنا رہا تھا۔

زندگی کی حسین رہ گزر
ڈھونڈتی ہے کوئی ہم سفر
جس کو پانے کی ہے آرزو
آ ملے گا کسی موڑ پر
زندگی کی حسین رہ گزر

مریم کو اپنا چہرہ بلش ہوتا محسوس ہوا۔ عمر کا دھیما سلجھا لہجہ بڑا دل نشیں تھا۔

ہم سفر کا اگر ساتھ ہو
راہ آسان ہو جائے گی
مل کے دھڑکیں گے جس گھڑی
جگمگانے لگے گی ڈگر
زندگی کی حسیں رہ گزر
ڈھونڈتی ہے کوئی ہم سفر
جس کو پانے کی ہے آرزو
آ چلے گا کسی موڑ پر

مریم نے مسکراتے ہوئے تکیے سے سر ٹکا کر پوری توجہ خاور بھائی کی طرف مبذول کر لی تھی۔

نیا سویرا

مریم فضل عباسی

عجیب بات ہے وہ مجھ سے خفا بھی رہا
وہ دوستوں سے میرا حال پوچھتا بھی رہا
عجیب رنگ میں کی اس نے گفتگو مجھ سے
لبوں پہ چپ تھی نگاہوں سے بولتا بھی رہا

''ماہی...... ماہی! پھوپھو کا فون ہے۔'' وہ کچن میں تھی جب مہرو نے صدا لگائی۔ اس نے جلدی جلدی چنے کھکر میں ڈال کر بند کیے اور فون کی طرف چل دی۔ امی پھوپو سے بات کر رہی تھیں سو وہ انتظار کرنے کے لیے سوفے پر بیٹھ گئی۔ کافی دیر بعد انہوں نے ماہی کو ریسیور تھمایا۔

''السلام علیکم! پھوپو کیسی ہیں آپ؟'' اس نے فون کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

''وعلیکم السلام! ٹھیک ٹھاک ہوں میں' تم سناؤ' کیا مصروفیات ہیں آج کل ہماری بھتیجی کی؟'' ثمینہ پھوپو کی فریش اور شوخ سی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

''کچھ خاص نہیں' بس یونیورسٹی اور گھر پھر رمضان المبارک بھی آ رہا ہے اس کی بھی تیاریاں جاری ہیں۔'' ماہی نے اپنے مخصوص ٹھہرے ہوئے لہجے میں پُرسکون انداز میں جواب دیا۔

''ہاں یار! رمضان میں دو تین دن ہی رہ گئے ہیں' سچ پوچھو تو مجھ سے تو کوئی تیاری ہو ہی نہیں سکی۔ بھابی لوگ اوپر شفٹ ہوگئی ہیں' میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟' اب کے پھوپو کی آواز میں خاصی تشویش تھی۔

''کیوں ایسا کون سا محاذ کھل گیا ہے جو آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہا' بھئی سیدھی سی لسٹ تیار کریں ان تمام چیزوں کو جو رمضان میں استعمال ہوتی ہیں۔ انکل سے منگوائیں پھر مینو بنائیں' سب کی پسند کو مدِنظر رکھیں اور جو ڈشز زیادہ ٹائم ٹیکنگ ہیں اور ان کی کچھ چیزیں آپ ابھی سے تیار کر کے رکھ سکتی ہیں وہ تیار کر کے فریز کر لیں مثلاً چنا چاٹ کے لیے چنے یا پھر کباب وغیرہ۔'' ماہی نے لمحوں میں ان کی مشکل آسان کی۔

''نہیں ماہی! مجھ سے یہ سب نہیں ہوتا۔ سترہ سال ہوگئے ہیں میری شادی کو۔ میں اور بھابی تب سے ساتھ ہیں۔ یہ ساری منصوبہ بندی وہی کرتی تھیں اور مجھے صرف ان کی مدد کرنی ہوتی تھی۔ یار پلیز! تم آ جاؤ نا؟'' ثمینہ پھوپو نے صورت حال اس پر واضح کر کے آخر میں اس کی منت کی۔

''اُف پھوپو! آپ بھی حد کرتی ہیں' کوئی اتنا مشکل کام نہیں ہے۔ انکل کو اور روحان اور عفان کو بھی ساتھ لیں۔ دیکھیے گا بالکل پتا نہیں چلے گا اور کام بھی ہو جائے گا۔'' ماہی نے انہیں ایک بار پھر مشورے سے نوازا۔

''آخر تم کیوں نہیں آتی ہو؟ پھر تم جانتی ہو مردوں کی عبادت بھی مسجد تک محدود ہے۔ وہ نماز' تراویح' نوافل وغیرہ سب مسجد میں ادا کریں گے۔ سچی میں رمضان میں اکیلے عبادت کا مزا بالکل بھی نہیں آتا۔'' انہوں نے اس کا مشورہ رد کر دیا۔

’’اچھا آپ آجائیں‘ اس دفعہ فیملی سمیت رمضان ہمارے ساتھ گزاریں۔ خوب رونق ہوگی اور عبادت کا بھی خوب مزا آئے گا۔ آپ‘ میں‘ امی‘ مہرو سب مل کر عبادت بھی کریں گے‘ افطاری اور سحری میں نت نئی ڈشز بنائیں گے۔ بہت مزا آئے گا۔‘‘ اس نے انہیں سمجھانے کی ایک اور کوشش کی۔

’’نہیں یار! عفان (ثمینہ پھوپو کے شوہر) بالکل بھی نہیں مانیں گے‘ پھر بھائی لوگ کون سا دور ہیں اوپر والے پورشن میں ہی تو ہیں۔ شاید انہیں بھی اچھا نہ لگے۔ بس تم آجاؤ اور تم اتنی بحث کیوں کررہی ہو؟ میں ابھی فون کرکے بھائی جان سے اجازت لے لیتی ہوں۔ تم پیکنگ کرلو‘ محسن کل تمہیں میرے ہاں چھوڑ جائے گا۔‘‘ انہوں نے پھر عذر تراش کر اسے پابند کیا۔

’’اچھا ٹھیک ہے‘ آجاؤں گی۔‘‘ ماہی نے بھی ہار مان لی۔

’’ویسے یار بھتیجی! سب خیریت تو ہے‘ یہ اس بار اتنی ضد کیوں کررہی ہو؟‘‘ اب کے انہوں نے خاصے رازدارانہ اور مشکوک انداز میں پوچھا تو وہ ہنس دی۔

’’پھوپو جانی آپ بالکل بھی فکر مند نہ ہوں‘ سب خیریت ہے۔‘‘ ماہی نے انہیں یقین دلانے کی کوشش کی۔

’’پھر ملکۂ عالیہ کے دربار میں حاضری کے لیے پس وپیش سے کیوں کام لیا جارہا تھا؟‘‘ ثمینہ پھوپو نے اب شوخ انداز اپنایا۔

’’اف پھوپو! آپ بھی حد کرتی ہیں‘ آجاؤں گی کل۔‘‘ ماہی نے پھر ہنستے ہوئے جواب دیا۔

’’اچھا اگر کل آپ نے ملکۂ عالیہ کے دربار میں حاضری نہ دی تو ملکہ کا نازک مزاج بگڑ بھی سکتا ہے اور آپ ملکہ کے غضب کا شکار بھی ہوسکتی ہیں؟‘‘ انہوں نے اسے شوخ انداز میں تنبیہ کی۔

’’نہیں...... نہیں...... شہزادی صاحبہ‘ ملکۂ عالیہ کی ہدایت عین کے مطابق ان کے دربار میں حاضری کا شرف گردانتے ہوئے مقررہ وقت پر پہنچے گی۔‘‘ اس نے بھی اب شوخ انداز اپنایا۔

’’ٹھیک ہے پھر ملکۂ عالیہ دیدہ و دل فرش راہ کیے بیٹھی ہیں اب ملکۂ عالیہ اجازت لیں گی‘ ان کے آرام کرنے کا وقت ہوا چاہتا ہے۔‘‘ پھوپو نے اسی شوخ انداز میں اجازت چاہی۔

ماہی نے بھی ’’خدا حافظ‘‘ کہہ کر فون کردیا۔ واپس کچن کی طرف مڑتے ہوئے اس کے لبوں کی تراش میں دھیمی سی مسکان تھی۔

’’کیا کہہ رہی تھی ثمینہ؟‘‘ امی نے پوچھا۔

’’کہہ رہی تھیں کہ رمضان میں ان کی طرف آجاؤں۔‘‘ ماہی نے آہستگی سے جواب دیتے ہوئے دال کی تھالی اٹھالی جو کہ صاف کرکے مختلف ڈبوں میں ڈالنی تھی۔

’’ہاں! آمنہ بھی اوپر شفٹ ہوگئی ہے‘ بے چاری اکیلی تنگ ہوگئی۔ تم چلی جانا۔‘‘ امی نے اپنی طرف سے اجازت دے دی۔

بابا سے پھوپو نے پہلے ہی خود اجازت لے لی تھی۔ رات کے کھانے پر انہوں نے ماہی کو لے جانے کی ذمہ داری محسن کو سونپی۔ جس پر وہ خاصا جھلاّ گیا۔ وجہ یہ نہیں تھی کہ اسے ماہی کو لے جانا ناگوار گزر رہا تھا بلکہ یہ تھی کہ وہ ماہی سے بہت کلوز تھا۔ اپنی ہر بات اس سے شیئر کرنے کا عادی تھا۔ اب اتنے دن اس کا پھوپو کے گھر جاکر رہنا اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا کیونکہ اس کے بعد گھر میں بابا‘ امی اور مہرو ہی بچتے تھے۔ بابا کا زیادہ تر وقت اپنے اسٹڈی روم میں گزرتا تھا۔ ماہی کے بعد امی کو بھی کچن میں اور گھر کے دوسرے کاموں میں مصروف ہوجانا تھا اور رہ گئی مہرو تو اس سے محسن کی بنتی ہی نہیں تھی۔ ہر وقت دونوں چونچ لڑاتے رہتے لیکن تمام تر ناگواری کے باوجود وہ بابا سے انکار نہ کرسکا۔ بابا بالکل بھی سخت نا تھے بلکہ وہ سب سے بہت نرمی اور محبت سے پیش آتے۔ ان کی ہر وہ خواہش پوری کرتے جو ان کے حق میں بہتر ہوتی اور اگر جو خواہش ان کے لیے نقصان دہ بھی ہوتی اس کے لیے بھی انہوں نے کبھی سختی سے منع نہیں کیا تھا بلکہ بہت نرمی سے اس انداز میں اس کا منفی پہلو بیان کرتے کہ بات خود بخود بچوں کی سمجھ میں آجاتی پھر پوچھتے۔

’’کیا خیال ہے بیٹا! اب بھی آپ کو چاہیے؟‘‘ وہ بہت پُر یقین لہجے میں پوچھتے تو وہ لوگ مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلادیتے۔

بابا کے اس عمل کی وجہ سے ان کے دل میں بابا کے لیے بے حد محبت اور احترام تھا۔

❀......❀......❀

سارا راستہ محسن ماہی کے کان کھاتا آیا۔

’’آپی! پھوپو سے جلدی جان چھڑالینا۔‘‘ گویا وہ پھوپو نہ ہوئی جن ہوئیں اور اب ان کے گیٹ پر آکر اندر جانے کو تیار نہ تھا۔ یہ اس کی ناراضگی کا اظہار تھا جو کہ اس کو پھوپو سے تھی۔ ماہی نے سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ کسی بھی طرح مان کر نہیں دے رہا تھا تو وہ بولی۔

’’اچھا ٹھیک ہے نہ چلو‘ میں بھی نہیں جارہی۔ بابا پوچھیں گے تو ساری بات انہیں بتادوں گی۔‘‘ اور اس ایک جملے نے اتنا اثر کیا تھا کہ اس نے کچھ بھی کہے بغیر بائیک سے اتر کر بیل بجادی۔ ماہی بھی مسکرا کر اس کے پاس آکھڑی ہوئی۔ تو اسے اس کے مسکرانے پر سخت غصہ آیا۔

’’مت نکالو دانت‘ مجھے نہیں پتا تھا کہ تم بلیک میلر بھی ہو۔‘‘ محسن نے سخت جھلاتے ہوئے اسے ٹوکا تھا مگر ادھر کوئی اثر نہ ہوا۔

’’بھئی تم کل کے بچے مجھے جانتے ہی کتنا ہو۔ رفتہ رفتہ ہی ہمارے جوہر کھلیں گے۔‘‘ اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا‘ پھوپو نے گیٹ کھولا اور ساتھ ہی ماہی کو اپنے ساتھ لپٹالیا۔ محسن الگ تھلگ کھڑا رہا۔ اندر آکر بھی اس کا منہ پھولا رہا۔

’’ارے محسن! تمہیں کیا شہد کی مکھیوں نے کاٹا ہے؟ یہ منہ تمہارا اتنا پھولا ہوا ہے؟‘‘ اب وہ محسن پر حملہ آور ہوئی تھیں لیکن اس نے ان کی بات کا جواب دینے کے بجائے فقط ’’خدا حافظ‘‘ کہہ کر قدم بڑھادیئے۔

’’ارے ارے! ماں صدقے‘ کیا بچہ ناراض ہے مجھ سے؟‘‘ ثمینہ پھوپو فوراً اس کے پیچھے بھاگی تھیں اور اسے دروازے تک پہنچنے سے پہلے ہی جالیا تھا اور جب دوبارہ وہ باہر نکلا تو اس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ چپکی ہوئی تھی۔

❀......❀......❀

رمضان میں فقط ایک دن رہ گیا تھا۔ اس نے پھوپو کے ساتھ مل کر ساری تیاری کی۔ اس کے نرم مزاج کی وجہ سے روحان اور عفان بھی اس سے فرینک تھے۔ ان کی کوئی بہن نہیں تھی اور نا ہی تایا کی کوئی بیٹی تھی۔ ماہی اور مہرو کو وہ بہت عزیز رکھتے تھے اور خاص طور پر ماہی سے ان کی خوب بنتی تھی جب کہ مہرو خاصی نٹ کھٹ سی تھی۔ ابھی بھی وہ دونوں ماہی کے ساتھ تمام کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے اور ساتھ ساتھ اسے دنیا جہاں کے قصے بھی سنا رہے تھے۔ وہ لبوں پر دھیمی سی مسکان لیے بڑی دلچسپی سے انہیں سن رہی تھی اور جہاں ضرورت محسوس کرتی انہیں نصیحت بھی کرتی۔

رات کو وہ دونوں عدنان انکل کے ساتھ تراویح پڑھنے چلے گئے تو وہ بھی پھوپو کے ساتھ نماز کی تیاری کرنے لگی۔ اتنے میں بابا کا فون آگیا‘ وہ ان سے بات کرکے باہر نکلی تو آمنہ آنٹی بھی نیچے آگئی تھیں۔ ان کے تینوں بیٹے بھی والد صاحب کے ہمراہ تراویح پڑھنے نکل گئے تھے۔ آمنہ آنٹی بھی خاصی ملنسار اور محبت کرنے والی خاتون تھیں۔ مل کر عبادت کرنے‘ تسبیح پڑھنے‘ ایک دوسرے کے ساتھ دینی معلومات شیئر کرنے کا اپنا ہی لطف تھا۔

ہر طرف رمضان کی رحمتیں برکتیں نازل ہورہی تھیں۔

ماہی نے یہ عادت بابا سے لی تھی کہ رمضان میں سحری

سے کچھ پہلے اٹھتی اور تہجد ادا کرتی۔ رات کے اس پہر عبادت کا اپنا ہی مزا تھا۔ جب ساری مخلوق سوئی ہوئی ہوتی اور وہ اپنے ربّ کے سامنے سر بسجود تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا وہ اس کے دل کی ہر بات‘ اس کے منہ سے نکلنے والا ہر لفظ بہت توجہ سے سن رہا ہے۔ جب ہر طرف سکون تھا‘ خاموشی تھی‘ تنہائی تھی تو وہ اس سے مخاطب تھی‘ اس وقت اس سے باتیں کرنا‘ اپنے دکھ درد کہنا‘ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا بہت اچھا لگ رہا تھا۔ ایک پاکیزہ خیال دل وروح میں جاگزیں تھا‘ وہ اپنے بے حد قریب محسوس ہو رہا تھا۔

پھوپو نے اس کے دروازے پر دستک دی تو وہ تھوڑی دیر بعد باہر آ گئی۔ پھوپو کچن میں جا چکی تھیں۔ اس نے بھی کچن کا رخ کیا۔ اس کے قدموں کی آہٹ پر پھوپو نے مڑ کر دیکھا‘ چند لمحوں کو ان کی نظریں اس کے چہرے پر ٹکی رہ گئیں۔ سیاہ دوپٹے کے ہالے میں اس کا پُرنور چہرہ بلاشبہ چاند کی مانند وہ بہت خوب صورت نہ تھی‘ مگر اس وقت جو کشش اس کے چہرے میں تھی وہ حسین سے حسین تر چہرے میں بھی کم ہی دکھتی تھی۔

”اس طرح کیا دیکھ رہی ہیں پھوپو؟ ماہی کی آواز نے انہیں چونکایا۔

”ماشاء اللہ! بہت اچھی لگ رہی ہو۔“ انہوں نے بے ساختہ تعریف کی‘ ان کے اس انداز پر وہ بے ساختہ جھینپ گئی تھی پھر ان کے ساتھ مل کر سحری بنائی۔ پھوپو انکل کو جگانے گئیں اور وہ روحان‘ عفان کو۔ خاصا مشکل امر تھا ان کو جگانا۔ اس نے الارم کلاک بالکل روحان کے کان کے ساتھ لگائی‘ جیسے ہی کرخت سی آواز اس کے کانوں میں پڑی اس نے بیڈ سے جمپ لگائی اور اب وہ نائٹ ڈریس میں حیرت سے آنکھیں ملتا اسے دیکھ رہا تھا۔

”بیٹا جی! سحری ہوگئی ہے۔“ ماہی نے اسے مطلع کیا۔

”بڑی جلدی ہوگئی آج۔“ اس نے کہتے ہوئے باتھ روم کا رخ کیا اور ماہی نے یہی ترکیب عفان پر آزمائی چند لمحوں میں وہ بھی بستر سے اتر آیا تھا۔ روحان باتھ روم سے نکلا تو اس نے عفان کی شرٹ پہنی ہوئی تھی‘ عفان جو کہ نیند میں ادھر اُدھر جھومتا بمشکل آنکھیں کھول رہا تھا۔ اپنی نئی شرٹ روحان کے بدن پر دیکھ کر اس کی نیند اڑنے میں پل بھر لگا۔ روحان تھا تو اس سے دو سال بڑا مگر ٹھیک ٹھاک صحت مند تھا۔ بمشکل عفان کی شرٹ اس نے کسی ہوئی تھی۔ بڑی مشکل سے کھینچ تان کر اس نے بٹن بند کیے ہوئے تھے اور تھی بھی چھوٹی شرٹ‘ اس کے حلیے پر ماہی کی ہنسی بھی نکل گئی جب کہ عفان روہانسا ہو کر چیخا تھا۔

”روحان کے بچے‘ میری شرٹ اتارو۔“

جب کہ روحان کی نظر شرٹ پر پڑی تو اسے بغور دیکھتے ہوئے حیرت سے بولا۔

”اچھا یہ تمہاری ہے‘ تبھی میں سوچ رہا تھا یہ شرٹ ایک رات میں اتنی چھوٹی کیسے ہوگئی۔“ روحان کبھی خود کو موٹا یا بڑا نہیں کہتا تھا ہمیشہ کپڑوں پر الزام دھرتا تھا کہ وہ چھوٹے ہوگئے ہیں۔

”آپی! اسے کہہ دیں شرافت سے میری شرٹ اتار دے۔“ عفان نے مقدمہ ماہی کی عدالت میں پیش کیا۔

”روحان! شرافت سے اس کی شرٹ اتار دو۔“ ماہی نے بمشکل ہنسی دباتے ہوئے عفان کا جملہ دہرایا۔

”بڑے بدتمیز ہوگئے آپ لوگ۔“ روحان نے تاسف کے ساتھ اس کی طرف دیکھتے ہوئے قدم باہر کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

”یہ...... یہ میری شرٹ پہن کر کہاں جا رہے ہو؟“ عفان اس کے پیچھے لپکا۔

”شرافت انکل کو بلانے جا رہا ہوں۔“ روحان نے رک کر بڑی سنجیدگی سے جواب دیا جب کہ ماہی اور عفان نے بڑی حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

”مگر وہ کیوں؟“

”آپ دونوں جو کہہ رہے ہیں کہ شرافت کے ساتھ

شرٹ اتارو۔ وہ ساتھ ہی رہتے ہیں شرافت انکل! ان کے گھر جا کر انہیں ساتھ لاؤں گا اور ان کے ساتھ ہی اتاروں گا۔“ روحان کی سنجیدہ وضاحت پر ان دونوں کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ اسے واش روم کی طرف دھکیل کر وہ باہر آ گئی۔

سحری کے دوران بھی روحان اور عفان کی نوک جھونک جاری رہی۔ سحری کے بعد وہ نماز پڑھنے روانہ ہوئے۔ برتن سمیٹ کر اس نے بھی پھوپو کے ساتھ نماز ادا کی پھر تلاوت اور اس کے بعد روحان عفان کا اسکول اور انکل کے آفس جانے کا ٹائم ہو چکا تھا۔ انہیں رخصت کرنے کے بعد وہ دونوں صفائی میں لگ گئیں۔ صفائی اور پھر دوسرے چھوٹے موٹے کاموں سے فارغ ہو کر وہ سو گئیں۔

”ویسے ماہی کے ساتھ رہنے کا فائدہ یہ ہے کہ بندہ اتنا مصروف رہتا ہے کہ جھوٹ غیبت اور دوسری برائیوں سے بچا رہتا ہے۔ آج بڑا اچھا روزہ گزرا۔“ ثمینہ پھوپو نے ماہی کی تعریف کی۔ واقعی دن بڑا اچھا گزرا تھا۔ آمنہ آنٹی نے کہا تھا افطاری سب اوپر ہی کریں گے تو وہ بھی ان کے ساتھ اوپر ہی آ گئی تھی۔ سب نے مل کر ٹیبل سیٹ کی جس میں لڑکوں نے بھی حصہ لیا۔ آمنہ آنٹی کے تین بیٹے تھے‘ سب سے بڑا ارسل جو کہ کسی ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کرتا تھا پھر احمر جو کہ گریجویشن کا اسٹوڈنٹ تھا۔ محسن کا ہم عمر ہونے کے ساتھ کلاس فیلو اور دوست بھی تھا اور سب سے چھوٹا اشعر جو کہ 8th کلاس کا اسٹوڈنٹ ہونے کے ساتھ روحان کا ہم عمر اور کلاس فیلو تھا۔ جب کہ عفان گھر میں سب سے چھوٹا تھا اور 6th کلاس میں تھا۔ روحان‘ عفان‘ اشعر اور احمر نے ان کی مدد کی جب کہ ارسل نظر نہیں آ رہا تھا۔

ارسل افطاری سے تقریباً دس منٹ پہلے پہنچا اور اس کے ساتھ کوئی اور لڑکا بھی تھا جو کہ پہلی نظر میں ہی بالکل فارنر لگتا تھا۔ آمنہ آنٹی اس کو کئی مرتبہ کال کرنے کی کوشش کر چکی تھیں مگر اس کا سیل بند جا رہا تھا۔ اب اس کے ساتھ اس لڑکے کو دیکھ کر باقی تو سب حیران تھے جب کہ آمنہ آنٹی آبدیدہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

”ارے حدید......!“ انہوں نے آگے بڑھ کر بے ساختہ اس کا براؤن بالوں والا سر چوم لیا جب کہ حدید صاحب نے کوئی خاص گرم جوشی نہیں دکھائی تھی۔

”مما! اسی نے مجھے لیٹ کرایا ہے‘ کب سے اسے کہہ رہا ہوں‘ آ ہی نہیں رہا تھا۔ میرا نام بھی ارسل ہے اسے ساتھ لے کر ہی آیا ہوں۔“ وہ مسکراتے ہوئے اپنا کارنامہ بیان کر رہا تھا۔

”بیٹا! دو چار منٹ رہ گئے ہیں‘ جلدی کرو۔“ عثمان انکل نے کہہ کر ان کا دھیان دوسری طرف لگا دیا۔ وہ سنجیدگی سے دعا مانگنے لگی۔ سب نے خاموشی سے افطاری کی۔ افطاری کرنے کے بعد جب سب نماز کے لیے اٹھے تو حدید نے چھت کی طرف قدم بڑھائے۔ ماہی کے لیے یہ سب کچھ نہایت حیران کن تھا۔ وہ اس سے پہلے حدید سے صرف نام کی حد تک واقف تھی۔ وہ آمنہ آنٹی کا بھتیجا تھا۔ پہلے امریکہ میں اپنے والدین کے ساتھ مقیم تھا‘ اس نے اکثر حدید کا ذکر آمنہ آنٹی یا ان کے بیٹوں کے منہ سے سنا تھا مگر اس کے ذہن میں حدید کا خاکہ ارسل جیسے نوجوان کا ہی تھا‘ اسے حدید کو دیکھ کر بلکہ جان کر جھٹکا سا لگا تھا۔

”اچھا جو بھی ہے‘ جیسا بھی ہے‘ مجھے کیا؟“ وہ سر جھٹکتے ہوئے نماز پڑھنے چل دی۔ وہ نماز پڑھنے کے بعد تسبیح پڑھتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئی۔

”دعائیں تقدیر بدل دیا کرتی ہیں۔“ اس کے آس پاس ہی مدہم‘ بھاری‘ دلکش سا لہجہ مہکا تھا۔ بے ساختہ وہ ادھر اُدھر دیکھنے لگی پھر خود ہی شرمندہ ہو کر دھیان تسبیح کی طرف لگانے کی کوشش کرنے لگی لیکن دھیان کا سرا کہیں اور الجھ گیا تھا۔

”پتا نہیں مجھے کیا ہوتا جا رہا ہے‘ اس طرح تو بالکل پاگل ہو جاؤں گی میں۔“ اس نے تسبیح سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر سر صوفے کی پشت پر رکھ کر آنکھیں موند لیں۔ کئی منظر فلم

کی مانند اس کے ذہن کی اسکرین پر چلنے لگے۔

''اس شخص کو تو شاید یاد بھی نہ ہو۔'' دل نے دکھڑا سنانا چاہا۔

''تو نہ یاد ہو مجھے کیا؟'' دماغ نے بُری طرح اسے جھڑک دیا۔

وہ پانچ سالوں سے اس عذاب سے گزر رہی تھی۔ دل ایک طرف تو دماغ دوسری طرف سفر میں گامزن تھا۔ پانچ سال سے اس کا دماغ اس کی عقل اسے ایک راستہ دکھارہے تھے تو دل دوسرا۔ اس کا دل چاند کا تمنائی تھا۔ وہ اس چاند کو اپنے آنگن میں اتارنا چاہتا تھا جو کہ اس کے اختیارات کی حدود سے باہر تھا۔

ان پانچ سالوں میں فقط ایک سال وہ نہایت اضطراب اور کرب میں مبتلا رہی۔ دل اور دماغ کا مخالف سمتوں میں سفر کرنا بڑی تکلیف دہ بات تھی' پھر وہ انسان تھی جس کی عقل محدود ہے جو اپنا اچھا بُرا نہیں جان سکتا اور اللہ اپنے بندوں سے ستّر ماؤں سے بڑھ کر پیار کرتا ہے۔ جو اپنے بندے کا اچھا بُرا جانتا ہے اور اس کی عقل لامحدود ہے۔ وہ جو کرتا ہے بندے کی بہتری کے لیے کرتا ہے۔ ''اللہ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے۔'' وہ اس بات پر ایمان لے آئی۔ اسے اپنی زندگی کے تمام سوالات کو حل کرنے کے لیے بطورِ فارمولا استعمال کیا تو زندگی آسان سے آسان تر ہوتی چلی گئی۔

پھر آہستہ آہستہ وہ اس مصلحت کو بھی جانتی چلی گئی تھی کہ اللہ نے اس کے دل میں اس بندے کی محبت کیوں ڈالی؟ وہ رفتہ رفتہ اس شخص کی پسند کے سانچے میں ڈھلتی چلی گئی تھی' اس نے وہ تمام خوبیاں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی جو اس شخص میں تھیں پھر آہستہ آہستہ وہ ہر دلعزیز بنتی گئی۔ اس نے بے پناہ محبت پائی تھی' ان خوبیوں کو اپنا کر۔ اس نے دل و دماغ کے فیصلوں پر توجہ دینا اور ہلکان ہونا چھوڑ دیا۔ سب اللہ پر ڈال دیا تھا لیکن وہ جب بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتی۔

''اے خدایا! اس شخص کو صحت' سلامتی' خوشیاں عطا فرما۔'' یہ جملہ اس کے دل کی گہرائیوں سے نکلتا ہوا لبوں سے پھسل جاتا اور پھر دوسرا جملہ ہوتا۔

''اے اللہ! اس شخص کے لیے وہ کرنا جو اس کے حق میں بہتر ہو اور میرے لیے وہ کرنا جو میرے حق میں بہتر ہو۔'' اور اسے یقین تھا وہ جو شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے' اپنے در پہ آئے ہوئے سوالی کو خالی نہیں لوٹاتا۔ وہ ہمیشہ اپنے بندے کی دعا قبول کرتا ہے مگر اس صورت میں جو اس کے بندے کے لیے بہتر ہو۔

❁ ❁

افطاری کے بعد وہ لوگ ڈنر کچھ دیر کے بعد کرتے تھے۔ کھانا لگانے میں عفان' روحان اور اشعر نے اس کی مدد کی۔ کھانے کی ٹیبل پر جب سب بیٹھے تو ارسل اور حدید ایک بار پھر غائب تھے۔ آمنہ آنٹی انہیں بلانے کے لیے جانے لگیں تو وہ انہیں روک کر خود اٹھ کھڑی ہوئی' ساتھ ہی عفان' روحان اور اشعر کو بھی ناراض سی نظروں سے دیکھا جو آرام سے بیٹھے باتیں کررہے تھے اور ارسل کے کمرے کی جانب قدم بڑھائے۔ جیسے ہی اس نے دستک کے لیے ہاتھ اٹھایا تو اس کی سماعتوں سے اپنا ہی نام ٹکرایا چند لمحوں کے لیے اس کا ہاتھ فضا میں ہی معلق رہ گیا۔

''یار! میں اچھی طرح جانتا ہوں' ان ماہی ٹائپ لڑکیوں کو' دوسروں کو تو نصیحتیں کررہی ہوتی ہیں مگر خود اندر سے پوری ہوتی ہیں۔ لڑکیاں ہی کیا میں نے بہت سے مسلمان لڑکوں بلکہ مذہبی لوگوں کی اصلیت کو اپنی آنکھوں سے کھلتا دیکھا ہے نفرت ہے ایسے دغاباز اور دھوکے باز لوگوں سے' منافق کہیں کے...... اونہہ!'' اس سے پہلے کہ ارسل کچھ کہتا اور حدید مزید گوہر افشانی کرتا اس نے دروازے پر دستک دی اور انہیں کھانے کا کہہ کر بے تاثر چہرے کے ساتھ کمرے سے نکل آئی تھی جب کہ ارسل اس کی اچانک آمد سے گڑبڑا گیا تھا مگر اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر مطمئن ہوگیا جب کہ حدید کے اطمینان میں پہلے بھی کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ کچھ دیر

بعد وہ دونوں بھی ٹیبل پر موجود تھے۔

❁ ❁

وہ کسی کام سے اوپر آئی تھی جب اس نے حدید کی آمد کے بارے میں سنا۔ وہ کپڑے لینے چھت پر گئی تو وہ وہاں پڑے پرانے سے پلنگ پر لیٹا نجانے خلاؤں میں کیا تلاش کررہا تھا۔

''السلام علیکم!'' ماہی نے آتے ہی اس پر سلامتی بھیجی اور الگنی سے کپڑے اتارنے لگی۔

مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا تھا' اس کی پوزیشن میں ذرّہ برابر فرق نہ آیا تھا' ایک اچٹتی سی نظر اس پر ڈال کر وہ دوبارہ اپنے مشغلے میں منہمک ہوگیا تھا۔

''سلام کا جواب دینا چاہیے۔'' وہ اب کپڑے بازوؤں میں لیے اس کی طرف مڑی۔ ''خیر! میں آپ سے ایک بات شیئر کرنا چاہوں گی؟'' اس نے بہت اعتماد سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''مجھ سے......؟'' حدید کے انداز میں حد درجہ حیرت تھی۔ ''میں نے تو سنا تھا آپ خاصی دین دار خاتون ہیں' مجھ گناہ گار سے بات کرکے اپنا ایمان کیوں خراب کریں گی؟'' اس کا لہجہ تمسخرانہ تھا۔

''بے فکر رہیں' میرا ایمان آپ سے بات کرکے خراب نہیں ہوگا پھر خدا بہت غفور و رحیم ہے' بڑے سے بڑا گناہ بھی معاف کردیتا ہے اور یہ بھی نہیں معلوم کون خدا کو جانے کتنا عزیز ہو؟ اور کسے کب ہدایت کی راہ پر ڈال دے؟'' بات کرتے ہوئے ہمیشہ کی طرح اس کا لہجہ بہت پُرسکون اور ٹھہرا ہوا تھا۔

''اچھا آپ فرض کریں کہ ایک بہت بڑا جنگل ہے جس میں آپ بھٹک گئے ہیں۔ آپ کے ساتھ وہاں کچھ اور لوگ بھی ہیں۔ وہ بھی آپ کے ساتھ بھٹک رہے ہیں۔ ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جن کو منزل کا پتا معلوم ہے مگر وہ کم ہمت ہیں' منزل تک پہنچنے کے لیے راہ کی کٹھنائیوں کا مقابلہ وہ نہیں کرسکتے۔ وہ جنگل بیابان میں خار دار جھاڑیوں کے درمیان بھٹک رہے ہیں اور دوسروں پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ سیدھے راستے پر چل رہے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ لوگوں کو منزل کا پتا بتاتے ہیں۔ راہ میں آنے والی کٹھنائیوں اور اونچ نیچ سے آگاہ کرتے ہیں۔ وہ یہ خیال دل میں نہیں لاتے اگر ہم منزل پر نہیں پہنچ سکتے تو دوسرے کیوں پہنچیں تو پھر ایسے میں جو لوگ بلند حوصلہ' جواں ہمت ہوتے ہیں اگر وہ یہ سوچ کر ان لوگوں کی باتوں پر عمل نہ کریں کہ اگر ان کو پتا معلوم ہے تو یہ خود کیوں بھٹک رہے ہیں؟ تو وہ یقیناً بے وقوفی کریں گے۔'' اس نے اتنا کہہ کر سانس لیا تو حدید فوراً بولا۔

''کیسے؟ میں نہیں مانتا؟''

''میں نے بات ختم نہیں کی' عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ جو لوگ جواں ہمت اور بلند حوصلہ ہیں وہ ان کے کردار پر غور و فکر کرنے کے بجائے ان کے بتائے ہوئے راستے پر غور کریں اور اگر ان کو ان کا بتایا ہوا راستہ ٹھیک لگے یا کوئی دوسرا بھی اس راستے سے منزل تک پہنچا ہو تو وہ بے جھجک اس راستے پر قدم بڑھائیں۔ ایک شاعر کا کہنا ہے نا کہ:

''نا دیکھ کہ کوئی خطاکار ہے کتنا
یہ دیکھ کہ تیرے ساتھ وفادار ہے کتنا

تو حدید صاحب ناصح کے کردار کے بجائے اس کی نصیحت کو دیکھنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے اس میں اتنی ہمت نہ ہو کہ وہ سیدھے راستے پر چل سکے اور آپ میں دشواریوں کا مقابلہ کرنے کی سکت ہو اور آپ منزل تک پہنچ جائیں۔ کیا خیال ہے آپ کا؟'' ماہی نے اپنی بات ختم کرنے کے بعد سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''پتا نہیں۔'' وہ الجھا ہوا تھا' اٹھ کر بیٹھ گیا اور اب بالوں میں انگلیاں پھنسائے نجانے کیا سوچ رہا تھا۔

''تھوڑا سا سوچیں گے نا تو پتا چل جائے گا۔ ویسے بہترین ناصح وہ ہے جس کے قول و فعل میں تضاد نہ ہوا اور ایسی ہی نصیحت کا اثر بھی ہوتا ہے۔'' اس نے آہستگی کے

ساتھ کہہ کر نیچے کی طرف قدم بڑھا دیے جب کہ حدید ابھی تک اسی پوزیشن میں بیٹھا ہوا تھا۔

❁.....().....❁

عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد وہ تسبیح پڑھتی ہوئی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی' کافی دیر وہ آنکھیں بند کیے پورے دھیان سے ذکر الٰہی میں مصروف رہی۔ انگلیوں پر تسبیح پڑھتے' اس کی آنکھیں اپنے ہاتھوں کی لکیروں پر ٹھہر گئیں۔

''پتا نہیں میری قسمت میں کیا ہے؟ کیا وہ شخص میری قسمت ہے' جو میرے خانۂ دل کا مکین ہے؟ نہیں...... شاید نہیں۔ جتنی خوبیاں اس شخص میں ہیں وہ مجھ میں قیامت تک پیدا نہیں ہو سکتیں۔''

وہ ڈیز رو کرتا ہے کہ اسے اس جیسی ہی پرفیکٹ لڑکی ملے۔ خیر مجھے کیا ضرورت ہے ان باتوں پر دھیان دینے کی اگر وہ میری قسمت میں ہوا تو دنیا کی کوئی طاقت اسے مجھ سے نہیں چھین سکتی اور اگر وہ میری قسمت میں نہ ہوا تو دنیا کی کوئی طاقت اسے میرا نہیں کر سکتی اور جو بھی فیصلہ خدا کرے گا' وہ میرے حق میں بہتر ہوگا۔ میں نے اپنا معاملہ اس کے سپرد کیا' اپنے دل میں پنہاں اس راز کو صرف اس کے ساتھ شیئر کیا ہے' فقط اس پر اعتماد کیا ہے وہ میرے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتا۔

''کتنی عجیب بات ہے ناں ہمارے ہی ہاتھوں پر ہماری ہی تقدیر لکھی ہے مگر ہم اسے بدل نہیں سکتے۔'' اس کے پاس ہی آواز ابھری تھی جو اسے دوبارہ حقیقت کی دنیا میں لے آئی۔ یہ تمسخرانہ آواز حدید کی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے سامنے کھڑا تھا پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس سے دو سیڑھیوں کے فاصلے پر بیٹھ گیا۔

''غلط کہہ رہے ہیں آپ' انسان اپنی تقدیر بدل سکتا ہے دعاؤں سے۔'' ماہی نے بہت پُرسکون انداز میں اس کی بات کو رد کیا تھا۔

''کیا آپ واقعی اتنی ہی پُرسکون ہیں جتنی نظر آتی ہیں؟'' اب اس نے بغور اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

''الحمدللہ! میں واقعی بہت پُرسکون ہوں۔'' ماہی کی آواز میں اطمینان ہی اطمینان تھا۔

''کیوں؟ کیا آپ کو کوئی بھی پریشانی نہیں ہے؟ آپ کی زندگی میں سب کچھ آپ کی مرضی کے مطابق ہے؟ اگر آپ کہیں گی ہاں تو میں نہیں مانوں گا۔ دنیا میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے جس کی زندگی میں کوئی کمی نہ ہو۔ تھوڑی یا زیادہ بہرحال کمی ہر شخص کی زندگی میں ہوتی ہے۔'' حدید نے بہت پُریقین انداز میں کہا۔

''بالکل ٹھیک کہتے ہیں آپ' مکمل جہاں کسی کو نہیں ملتا مگر دو باتیں ایسی ہیں جنہیں آپ اپنی زندگی پر اپلائی کر کے ایک مطمئن زندگی گزار سکتے ہیں۔ نمبر ایک یہ کہ خوش قسمت وہ نہیں ہوتا جس کی قسمت اچھی ہو بلکہ خوش قسمت وہ ہوتا ہے جو اپنی قسمت پر خوش ہو۔ یہ ایک بہت بڑے دانا کا قول ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ انسان اس چیز ایمان لے آئے کہ ہر کام میں اللہ کی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور پوشیدہ ہوتی ہے۔ یقین کریں ان دو باتوں پر عمل کر کے زندگی بہت پُرسکون انداز میں گزر سکتی ہے۔'' وہ اپنے مخصوص ٹھہرے ہوئے پُرسکون لہجے میں کہہ رہی تھی کہ حدید ایک بار پھر شدید اضطراب کا شکار ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی جب کہ چہرے پر ایک تناؤ تھا۔ ایک بار پھر اس نے انگلیاں بالوں میں پھنسا کر سر جھکا لیا۔

''میں ایسا نہیں کر سکتا' میرے ساتھ جو کچھ ہوا ہے اس میں ڈھونڈنے سے بھی اچھا کچھ نہیں ملتا۔ آپ کے لیے شاید یہ سب آسان ہو کیونکہ آپ کے پاس بہت کچھ ہے' بہت سے رشتے' بہت سی محبتیں' بہت سارا اعتماد لیکن میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے میں بالکل تہی دست ہوں۔ میں اپنی قسمت پر شاکر نہیں ہو سکتا۔'' وہ جب بولا تو اس کی آواز میں بہت کرب تھا۔ ماہی کا نرم دل اس کے دکھ پر پگھل گیا۔

''آئم سوری' میں آپ کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی تھی۔ لیکن آپ اپنا دکھ مجھ سے شیئر کر سکتے ہیں۔ دکھ درد کہنے سے انسان ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے۔'' اس نے بہت نرمی اور اپنائیت سے کہا۔

''سوری! مجھے اپنے پرسنلز کا اشتہار لگانے کا کوئی شوق نہیں۔'' اب کے وہ بولا تو اس کی آواز میں بلا کی اجنبیت تھی۔

''اچھا مجھ سے نہ کریں مگر آپ اپنا دکھ درد اللہ سے شیئر کرنے کی عادت ڈالیں۔ وہ نا اشتہار لگائے گا' نا آپ کی کمزوریوں پر آپ کا مذاق اڑائے گا بلکہ وہ قادر ہے' ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ آپ کے دکھ درد مٹانا اس کے اختیار میں ہے۔'' ماہی نے ایک بار پھر اسے نرمی سے سمجھایا۔

''اچھا! اس نے اگر دکھ درد ختم کرنے ہوتے تو دیئے ہی کیوں تھے؟ کیا میرے لیے فقط یہی تحفے رہ گئے تھے۔'' حدید کی آواز میں بے حد تلخی تھی۔

''آپ بہت غلط انداز میں سوچ رہے ہیں۔ اللہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ اگر آپ اسلامک ہسٹری پڑھیں تو آپ کو انداز ہوگا کہ اللہ کے نیک بندے ہمیشہ بہت ساری آزمائشوں سے گزرتے ہیں۔'' اس نے سمجھانے کی کوشش کی۔

''لیکن میں تو کوئی نیک بندہ نہیں ہوں۔ مجھے اسلام کے بارے میں بس واجبی سی معلومات ہیں۔ میں نے امریکہ میں زندگی گزاری ہے۔ میری مدر عیسائی ہیں اور فادر مسلم! لیکن وہ بھی صرف نام کے۔ میں نے بچپن بورڈنگ میں گزارا ہے اور لڑکپن اور نوجوانی کلبوں میں۔ ہر وہ کام جو آپ کے ہاں معیوب سمجھا جاتا ہے میں کر چکا ہوں' میں جب چھوٹا تھا تب میرے فادر نے ایک مولوی صاحب کو مجھے قرآن پڑھانے کو کہا تھا اس نے مجھے اسلام اور اس کی تعلیمات کے بارے میں بتایا تھا لیکن میں نے ان پر عمل کبھی نہیں کیا۔'' ایک بار پھر اس کا انداز تمسخرانہ تھا۔

''ہو سکتا ہے کہ اللہ نے آپ کو مصیبتوں میں اس لیے مبتلا کیا ہو آپ پر واضح ہو کہ آپ بے بس ہیں' آپ کے اختیارات محدود ہیں اور کوئی ذات ہے جو با اختیار ہے۔ جس کے اختیارات لامحدود ہیں اور آپ اس کی بندگی اختیار کریں۔'' ماہی نے نرمی سے کہا۔

''آپ تصویر کا ایک ہی رخ کیوں دیکھتی ہیں؟'' حدید کا انداز بہت تلخ تھا۔

''دنیا میں ہر شے کے' چاہے وہ اچھے سے اچھی ہو یا بُرے سے بُری۔ اس کے دو رخ ہوتے ہیں ایک مثبت ایک منفی۔ اسلام ہمیں مثبت رخ دیکھنا سکھاتا ہے جیسے کہ کچھ دیر پہلے میں نے کہا تھا کہ ہر کام میں اللہ کی مصلحت ہوتی ہے اگر ہم یہ مان لیں تو ہم مثبت پہلو دیکھنے کے عادی ہو جاتے ہیں اور زندگی آسان ہو جاتی ہے۔'' ماہی نے نرمی سے اسے اپنا نکتۂ نظر سمجھایا۔

''پتا نہیں!'' اب اس کے انداز میں بے زاری تھی۔

''ماہی آپی! مما بلا رہی ہیں۔'' عفان نے آ کر اسے پیغام دیا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''میری بات پر غور ضرور کیجیے گا۔'' حدید کو کہہ کر اس نے قدم آگے کی جانب بڑھا دیئے۔

❁.....().....❁

کچھ دنوں کے بعد وہ پھوپو کے گھر سے واپس آ گئی تھی اور مہرو اُدھر چلی گئی تھی مگر حدید کی باتیں ابھی تک اس کے ذہن میں تازہ تھیں۔ وہ کتنی بار سوچ چکی تھی' اسے کیا دکھ ہو سکتا ہے جس نے اسے ہر شے سے متنفر کر دیا۔ وہ اس قدر منفی سوچ کیوں رکھتا ہے۔ جہاں تک وہ جانتی تھی آمنہ آنٹی کے بھائی ویل آف تھے' کئی سالوں سے امریکہ میں مقیم تھے پھر اس شخص کے ساتھ ایسا کیا مسئلہ ہے؟ لیکن بہت سوچ کر بھی اسے اس بات کا جواب نہ مل سکا۔

❁.....().....❁

ان کے ہاں ہر سال افطار پارٹی ہوتی تھی۔ اس سال بھی تھی جب کہ وہ امی کے ساتھ مل کر لسٹ بنا رہی تھی تو محسن بھی آ گیا۔

''یہ تم کہاں آوارہ گردی کرتے رہتے ہو؟'' امی جانے ناراضی سے اس کی طرف دیکھا وہ صبح سے گھر سے غائب تھا۔

''لو میں کیا آوارہ گردی کروں گا۔ روزے میں بُرا حال ہے' صبح سے پھوپو کے گھر تھا وہ سیٹنگ چینج کررہی تھیں۔ ہم سب کو بھی تھکا دیا۔'' اس نے سوفے کی پشت گا پر سر رکھتے ہوئے تھکن زدہ لہجے میں کہا۔

''اچھا! ثمینہ کون سی سیٹنگ چینج کررہی تھی؟'' انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

''ڈرائنگ روم کی! مجھے' احمر' ارسل بھائی اور حدید بھائی کو تھکا دیا۔ ساری چیزیں ہمیں گھسیٹنی پڑیں۔'' اس نے اپنی پوزیشن چینج کیے بغیر جواب دیا۔ ''آپ لوگ کیا کررہی ہیں؟''

''لسٹ بنارہی تھی مینو کی۔ تمہارے بابا نے اگلے اتوار کو افطار پارٹی رکھی ہے۔ سب کو انوائٹ کرنے تمہیں جانا ہے۔'' انہوں نے کہا۔

''امی! اس دفعہ حدید بھائی کو بھی انوائٹ کرلیجیے۔'' محسن نے کہا۔

''حدید! وہ کون ہے؟'' امی نے حیرت سے پوچھا۔

''احمر کے کزن ہیں۔ امریکہ سے آئے ہیں۔'' محسن نے اطلاع فراہم کی۔

''اچھا تو کیا آمنہ کے ساتھ رہتا ہے؟'' امی اب سب چھوڑ چھاڑ کر دلچسپی سے سوال جواب کررہی تھیں۔

''پہلے تو کسی ہوٹل میں رہائش پزیر تھے لیکن ارسل بھائی زبردستی انہیں گھر لے آئے۔ اب وہیں رہتے ہیں۔'' محسن بھی اب سنجیدگی سے جواب دے رہا تھا۔

''اچھا اکیلا آیا ہے یا ماں باپ بھی ساتھ ہیں؟'' امی نے مزید سوال کیا۔

''اکیلے ہی آئے ہیں۔'' محسن نے کہا۔

''اُف امی! ابھی اتنا کام پڑا ہے حدید نامہ پھر کبھی سن لیجیے گا۔'' ماہی نے کہا جو کافی دیر سے خاموش بیٹھی تھی کیونکہ افطار پارٹی میں ثمینہ پھوپو' آمنہ آنٹی کے ساتھ ساتھ اس کے دونوں ماموؤں اور خالہ کی فیملی بھی انوائٹ ہوتی تھی اور ساری تیاری ابھی کرنی تھی اور کرنی بھی ان دونوں نے تھی کیونکہ مہرو پھوپو کے ہاں تھی اور پھوپوا سے نہیں آنے دے رہی تھیں۔ مہرو خود بھی پھوپو کے ہاں خوش رہتی تھی۔

''ارے یاد آیا' امی آپ کو روشان بھائی یاد ہیں؟'' ایک دم محسن نے بہت جوش وخروش سے پوچھا جب کہ ماہی نے بے ساختہ چونک کر سر اٹھایا۔ اس کا دل اتنی تیزی سے دھڑک اٹھا' لگتا تھا ابھی سینے کی دیواریں توڑ کر باہر آجائے گا۔

''روشان! ماشاء اللہ اتنا اچھا فرماں بردار بچہ تھا وہ کوئی بھولنے والا ہے۔'' انہوں نے بہت پیار سے کہا۔

''ویسے تم کیوں ذکر کررہے ہو آج اس کا؟'' کہتے ہوئے انہوں نے ماہی کو دیکھا جو اَب بے پروائی سے ریموٹ اٹھا کر چینل بدلنے لگی تھی۔

''آج میں نے انہیں دیکھا ہے ابھی آتے ہوئے مگر پولیس کی گاڑی میں۔'' محسن سرسری سے انداز میں کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ جب کہ ماہی کا دل دھک سے رہ گیا۔ امی بھی حیران ہوگئیں۔

''مگر پولیس کی گاڑی میں وہ کیا کررہا تھا؟'' انہوں نے ازحد حیرت سے پوچھا۔

''حد کرتی ہیں امی آپ بھی' گاڑی میں کیا کررہے تھے بھلا؟ بیٹھے ہوئے تھے میں نے بس ایک ہی جھلک دیکھی ہے لیکن اچھی طرح پہچان لیا تھا۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں وہ وہی والے روشان بھائی تھے جو ماہی آپی کو ٹیوشن پڑھانے آیا کرتے تھے اور بابا کے فیورٹ اسٹوڈنٹ تھے۔'' محسن نے اب تفصیل سے بتایا اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

امی حیران تھیں جب کہ ماہی کو اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس ہوا۔

''امی یہ بعد میں کرلیں گے ابھی میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔'' اس نے بمشکل اپنے تاثرات کو قابو میں

رکھنے کی کوشش کی مگر اس میں پوری طرح کامیاب نہیں ہوسکی تھی اور کاغذ اور پین سامنے ٹیبل پر رکھ کر اندر چلی گئی۔ اپنے کمرے میں آکر بھی اسے بے پناہ گھٹن محسوس ہورہی تھی۔

''یہ محسن کیا کہہ رہا تھا کہ روشان پولیس کی گاڑی میں‘ مگر کیوں......؟ کیسے؟ بھلا یہ تو ممکن ہی نہیں روشان جیسا شخص تو کوئی جرم کرہی نہیں سکتا۔ پھر کیوں......؟'' کتنے ہی سوالیہ نشان اس کی آنکھوں کے سامنے ناچ رہے تھے۔ بیڈ سے اٹھ کر وہ کھڑکی میں آکھڑی ہوئی۔ دھیرے سے اس کے پٹ وا کردیئے ‘چھوٹا سالان جوکہ اس کی باذوق طبیعت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ ایک ٹھنڈا جھونکا اس کے چہرے سے ٹکرایا۔

''وقت کے ساتھ ساتھ ہر شے میں تبدیلیاں آتی ہیں۔ تو کیا اس شخص میں بھی تبدیلیاں آسکتی ہیں۔'' اس نے لیموں کے درخت کی شاخ سے پتے توڑتے ہوئے سوچا۔

''نہیں ایسی منفی تبدیلیاں اس شخص میں نہیں آسکتیں۔ میں اسے اچھی طرح جانتی ہوں۔ یہ سب میں سوچ بھی کیسے سکتی ہوں۔'' دل نے دماغ کی سوچ کو رد کردیا۔

''میری سوچیں منفی ہورہی ہیں۔ پولیس کی گاڑی میں بیٹھنے کی کوئی اور وجہ بھی ہوسکتی ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے اس کا کوئی دوست پولیس میں ہو یا پھر وہ کسی معاملے میں پولیس کی مدد کررہا ہو اور مجھے تو یہ بھی نہیں پتا اس کا پروفیشن کیا ہے‘ ہوسکتا ہے وہ خود ہی پولیس میں ہو۔ پھر محسن کا بھی کیا یقین جب اس نے روشان کو دیکھا تھا تب وہ 8th میں تھا پھر انسان کی شکل بھی وقت کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ ہوسکتا ہے محسن نے کسی اور شخص کو دیکھا ہو۔'' اس نے خود کو کوئی تسلیاں دلا سے دے ڈالے اور دل مطمئن بھی ہوگیا۔

''کم از کم کچھ بھی ہو وہ شخص کوئی غلط کام نہیں کرسکتا۔''

دل و دماغ دونوں اب اس سوچ پر مطمئن ہوگئے تھے۔

وہ درخت پر چڑھی خوبانیوں سے انصاف کررہی تھی۔ کبھی محسن‘ مہرو‘ عفان اور روحان کی منتوں پر اس کا دل پگھل جاتا تو انہیں بھی خوبانی پھینک دیتی۔ ورنہ ان کے حصہ میں مسلسل گٹھلیاں آرہی تھیں۔ محسن کو اس کی مدد کی پہلے ضرورت نہیں پڑتی تھی مگر اس بار وہ درخت سے گر کر ایک بار بازو تڑوا چکا تھا اور ابھی اس کی پٹیاں نہیں کھلی تھیں سو اب وہ بھی اس کا محتاج تھا۔ مہرو خاصی موٹی تھی جب کہ روحان عفان چھوٹے تھے وہ انہیں خوب ستارہی تھی۔ جب مہرو ناراض ہوکر اندر چلی گئی۔ کچھ دیر بعد جب وہ باہر آئی تو کھلکھلا رہی تھی۔

''ماہی آپی! تمہیں بابا بلارہے ہیں۔'' اس نے آکر ہنستے ہوئے پیغام دیا۔ وہ تیزی سے نیچے اترنے لگی۔ جب کہ نیچے ان تینوں کی منتوں میں اضافہ ہونے لگا۔

''ماہی آپی! ایک پھینک دو۔'' آخر اسے ترس آہی گیا اور ان تینوں کو ایک ایک خوبانی پھینک کر اتر کر اندر چلی آئی۔ بابا کو کمرے میں دیکھا مگر وہ وہاں نہیں تھے امی سے دریافت کرنے پر پتا چلا وہ اپنی اسٹڈی میں ہیں۔ امی کی تنبیہہ پر وہ دوپٹا ٹھیک سے اوڑھتی اسٹڈی روم میں چلی آئی۔

''السلام علیکم بابا! آپ نے بلایا؟'' اس نے مؤدبانہ سلام کیا۔ بابا پروفیسر تھے‘ اسے پتا ہی نہ چلا کہ وہ کب آئے ہیں۔

''یقیناً مہرو نے میری شکایت کی ہوگی۔'' اس نے دل ہی دل میں مہرو کی خبر لینے کا منصوبہ بنایا۔

''ہاں بیٹا! اندر آجاؤ۔'' انہوں نے بہت نرم آواز میں اسے بلایا جو ابھی تک دروازے میں ہی کھڑی تھی۔ اندر آئی تو علم ہوا بابا اکیلے نہ تھے بالکل ان کے ساتھ ایک اور شخص بھی سامنے صوفے پر بیٹھا تھا‘ دروازہ ادھ کھلا ہونے کی وجہ سے وہ اسے نہیں دیکھ سکی تھی۔ اب جاکے وہ بابا کے برابر بیٹھ گئی۔

''جی بابا......!''

''بیٹا انہیں سلام کرو۔ یہ روشان عباس ہیں۔'' انہوں نے سامنے بیٹھے شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں کہا تو اس نے سامنے والی شخصیت کو فوراً بہت مؤدبانہ سلام پیش کیا۔ جس کا اس نے جواب بھی فوراً دیا۔

''بیٹا! یہ میرے اسٹوڈنٹ ہیں اور آپ ان کی اسٹوڈنٹ! آج سے یہ آپ کو فزکس اور کیمسٹری پڑھائیں گے۔'' بابا کے کہنے پر اسے ڈھیروں پچھتاوا ہوا۔

''کیا ضرورت تھی بابا کو بتانے کی‘ اب روزانہ چاہے ہوم ورک ملے یا نہ ملے گھر آکر بھی پڑھنا پڑے گا۔'' اس کی عادت تھی کہ ہوم ورک کلاس میں ہی بریک یا فری پیریڈز کے دوران کرلیتی اور جو تھوڑا بہت بچتا تھا وہ گھر آتے ہی یونیفارم چینج کیے بغیر جلدی سے کرتی اور باقی وقت مہرو اور محسن کے ساتھ کھیلتے اور انہیں پڑھانے میں صرف کرتی۔ وہ اپنی کلاس کی فرینڈز کے بجائے ان دونوں کے ساتھ زیادہ انجوائے کرتی تھی اور اب اس کی اس انجوائے منٹ کا خاتمہ ہونے کو تھا لیکن بابا کو انکار نہ کرسکی۔

''کہاں بیٹھ کے پڑھنا پسند کرو گی آپ؟'' اب بابا پوچھ رہے تھے۔

''خوبانی کے درخت کے نیچے۔'' اس نے فوراً پورے گھر میں اپنے پسندیدہ گوشے کا نام لیا اور پھر اسی وقت اس کی کلاس شروع ہوگئی جب کہ اس کا پڑھنے کا بالکل بھی موڈ نہ تھا۔

روشان عباس بہت اچھا پڑھاتا تھا مگر اس کا دل نہ لگتا تھا پڑھنے میں سو وہ اسے جی بھر کر ستاتی۔ اس کے ٹیوٹر کے آنے سے مہرو اور محسن بھی ڈسٹرب ہوئے تھے۔ ان تینوں کو مل کر کھیلنے کی عادت تھی‘ اب وہ تینوں مل کر روشان عباس کو بھگانے کے منصوبے بناتے۔ ماہی اس وقت میٹرک میں تھی مگر بہت لاابالی سی تھی۔ روشان عباس دھن کا پکا تھا۔ ان کی تمام شرارتوں پر ناراض ہونے کے بجائے انہیں انجوائے کرتا۔ وہ جتنا اسے تنگ کرنے کی کوشش کرتے اس پر الٹا اثر ہوتا‘ اس کے بار بار سمجھانے پر بھی ماہی دھیان اِدھر اُدھر لگالیتی‘ جب وہ سوال کرتا تو اسے کچھ بھی نہ آتا‘ مگر اس کے باوجود روشان نے کبھی اسے نہیں ڈانٹا‘ جب تک ایک آرٹیکل اس کی سمجھ میں نہ آتا روشان بار بار دہراتا اور جب اسے سمجھ میں آتا تو ہی اگلا ٹاپک شروع کرتا۔ اس طرح کام لمبا ہوتا دیکھ کر ماہی خود ہی جھنجلا گئی۔ روشان نے اسے پوری بک کروانی تھی اگر جلدی کام ہوجاتا تو اس کی جلدی جان چھوٹ جاتی تھی۔ سو اس نے بھی پڑھائی پر دھیان دینا شروع کردیا اور جب اسے ستانا چھوڑ کر اس سے پڑھنے‘ اس سے سمجھنے کی نیت کی تو اس پر واضح ہوتا چلا گیا کہ روشان عباس ایک بھرپور شخصیت کا مالک ہے۔ مہرو اور محسن کی بھی اس سے دوستی ہوگئی۔ بابا کا تو وہ تھا ہی فیورٹ مگر اپنے نرم مزاج‘ خوش اخلاقی اور فرماں برداری کی وجہ سے اس نے امی کے دل میں بھی گھر کرلیا۔

وہ ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت بلند کردار‘ اچھے اخلاق کا بھی مالک تھا۔ اسے مطالعے کا بے پناہ شوق تھا‘ ماہی کو اس کی بات نے بہت متاثر کیا تھا کہ اس سے کسی بھی موضوع پر بات کی جاتی‘ اسے اس پر عبور حاصل ہوتا تھا اور وہ بہت ٹھنڈے مزاج کا مالک تھا۔ ماہی نے کبھی اسے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ دین سے بھی بہت قریب تھا‘ اپنی انہی خصوصیات کی بناء پر اس نے سب کے دلوں میں گھر کرلیا تھا۔ کچھ ہی عرصے میں اس کی حیثیت گھر کے ایک فرد کی سی تھی۔ ماہی کو اس سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا تھا۔ دو ماہ بعد ماہی کے ایگزامز تھے اور اس نے اسے بہت اچھی تیاری کروادی تھی۔ اس کا ماہی کے ایگزامز کے بعد بھی گھر میں آنا جانا تھا‘ بابا کو وہ بے حد عزیز تھا۔ عمر کے فرق کے باوجود اس کی ماہی‘ محسن اور مہرو سے بہت اچھی

انڈرسٹینڈنگ تھی‘ سب سے اس کی دوستی ہوگئی اور وہ تینوں ہی روشان کو بے حد پسند کرتے تھے اور پھر کچھ عرصے بعد ہی اس کے فائنل سمسٹرز ہوئے اور وہ اپنے شہر چلا گیا۔ وہ لاہور سے تعلق رکھتا تھا اور تعلیم کی غرض سے واہ کینٹ آیا تھا‘ ہوسٹل میں رہائش پزیر تھا۔ اپنی تعلیم کے بعد وہ دوبارہ لاہور چلا گیا تھا مگر بہت سے دلوں میں اپنے نقش چھوڑ گیا تھا‘ جس میں ایک دل ماہی کا بھی تھا اور اس کے جانے کے بعد ماہی کو اپنے جذبات کا علم ہوا تھا۔ وہ ہمیشہ کے لیے چلا گیا تھا۔ وہ جانتی تھی اب اسے پلٹنا نہیں ہے مگر اس کے باوجود اپنے دل سے اس کے بارے میں پیدا ہونے والے جذبات کو کھرچ دینے پر قادر نہ تھی۔ نا ہی یہ سب وہ کسی سے شیئر کرسکتی تھی‘ تب اسے احساس ہوا تھا کہ ایک ذات ہے کہ یہ سب جس کے علم میں ہے‘ وہ ہر شے سے باخبر ہے اور اس کے دل میں یہ جذبات پیدا کرنے والی بھی وہی ذات تھی۔ پھر سب کچھ اس ذات سے جو خالق اور مالک ہے‘ شیئر کرنے کی عادت پڑگئی۔ روشنان سے محبت ہوئی تو وہ تمام صفات جو اس میں تھیں ہو بھی غیر شعوری طور پر اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنے لگی اور کوشش عظمت کی معراج ہوتی ہے۔

بہت جلد وہ ہر دلعزیز بن گئی۔ اسے خدا کی مصلحت سمجھ میں آگئی اور وہ باتیں جو اکثر وہ روشان سے سنتی تھی ان پر عمل کرکے خدا کے بہت قریب ہوگئی تھی۔ اس نے اپنی محبت سارے جہاں سے چھپا کر دل کے نہاں خانوں میں چھپا رکھی تھی‘ صرف خدا سے شیئر کرکے سب کچھ خدا پر ڈال دیا تو یہ محبت اس کے لیے قربِ الٰہی کا سبب بنی تھی۔

❀……❀

”آپی! ادھر آؤ‘ آج تمہیں اس تقریب کے مہمانِ خصوصی سے ملواؤں۔“ وہ کچن میں تھی جب محسن اس کا ہاتھ تھامے اسے زبردستی لان میں لے آیا تھا اور پھر ارسل کے ساتھ کھڑے جس شخص کے سامنے اس نے اسے کھڑا کیا تھا وہ سانس لینا بھول گئی تھی۔

”آپ دونوں ایک دوسرے کو پہچانیں تو میں آپ کی یادداشت کو داد دوں گا۔“ محسن نے کہا۔

”سر آپ……!“ ماہی کے لہجے میں از حد بے یقینی اور حیرت تھی۔

”ماہم!“ اس سے زیادہ حیرت اور بے یقینی روشان کی آواز میں تھی۔ بڑے سے دوپٹے میں خود کو چھپائے‘ پنک دوپٹے کے ہالے میں پُرنور چہرہ لیے‘ وہ لڑکی اس ماہم سے یکسر مختلف تھی۔ جسے وہ پانچ سال پہلے چھوڑ گیا تھا۔ ایک نظر میں پہچان گیا تھا کہ یہ وہ والی نٹ کھٹ ماہم نہیں ہے۔ محسن اب اسے بتا رہا تھا کہ اس نے جب اسے پولیس کی گاڑی میں دیکھا تھا تو کسی کو یقین نہیں آرہا تھا‘ اس کی بات پر تب روشان نے اسے ہنستے ہوئے بتایا کہ وہ پولیس میں ہے اور اسی شہر میں ہے‘ وہ کل ہی بابا سے ملا تو انہوں نے اسے انوائٹ کیا۔

اور ایک بار پھر سے روشان عباس کا اس کے گھر میں آنا جانا شروع ہوگیا تھا اور ماہم کو لگا کہ اسے کوئی کھویا ہوا خزانہ دوبارہ مل گیا ہے۔ وہ سوچتی تھی شاید وہ زندگی بھر روشان عباس کو نہ دیکھ سکے گی لیکن ایسا نہیں ہوا تھا اس نے اپنا معاملہ اللہ پر ڈالا تھا جو ہر شے پر قادر ہے‘ قدرت رکھنے والا ہے۔ روشان عباس ایک بار پھر اس کے سامنے تھا‘ وہی شگفتہ مزاج‘ وہی دل میں گھر کرلینے والی طبیعت لیے ایک بار پھر اس نے گھر میں جگہ بنالی تھی۔

پورے پانچ سال بعد یہ عید اس کے لیے خوشیوں بھری تھی۔ آف وائٹ ٹراؤزر پنک کٹ دانوں کے کام والی شرٹ اور دوپٹے کے ساتھ وہ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ مہرو نے اس کے ہاتھوں پر مہندی لگائی تھی جس نے خوب رنگ دیا تھا۔ یہ عید بہت اطمینان بھری تھی۔ اس کا رُواں رُواں اللہ کا شکر گزار تھا۔ ہمیشہ سنجیدہ رہنے والی ماہی ہنستی کھلکھلاتی بہت اچھی لگ رہی تھی۔

شام کو وہ لوگ پھوپو کے ہاں گئے تھے‘ بہت خوشیوں بھری اور یادگار شام وہاں گزری تھی۔ آمنہ آنٹی خاصی

اداس تھیں۔ حدید پھر سے ہوٹل میں شفٹ ہوگیا تھا۔ ماہی کے ذہن سے تو وہ نکل ہی گیا تھا آمنہ آنٹی کو تسلی دیتے ہوئے اس نے اس شخص کی ہدایت کی دعا مانگی تھی۔ واپسی میں پھوپو ان کے ساتھ آئی تھیں۔

”پھوپو! کیا حدید کے والدین نہیں ہیں؟ آمنہ آنٹی اس کے بارے میں اتنی فکر مند کیوں رہتی ہیں؟“ ذہن میں کلبلاتا سوال لبوں سے پھسل گیا تھا۔

”ہیں…… مگران میں سیپریشن ہوگئی ہے۔“ پھوپو نے سرسری سا جواب دیا تو وہ بھی اپنی باتوں میں مشغول ہوگئی۔

❀……❀

عید کے چوتھے روز روشان اپنی فیملی کے ساتھ آیا تھا اور جب اس کی امی نے ماہی کو اپنے ساتھ لگا کر ڈھیر سارا پیار کیا اور اس کی بہن کی چھیڑ چھاڑ اور ہلکے پھلکے سوالات پر ان کی آمد کا مقصد پہلے ہی واضح ہوگیا تھا۔ نویرہ (روشان کی بہن) بہت شوخ اور نٹ کھٹ سی تھی۔ اس کی آتے ہی مہرو سے دوستی ہوگئی تھی اور وہ دونوں اسے مسلسل چھیڑ رہی تھی۔ لبوں پر شرمیلی سی مسکان لیے ماہی ہواؤں میں اُڑ رہی تھی۔ اسے اللہ تعالیٰ پر بے حد پیار آرہا تھا۔ روشان کی والدہ نے مدعا پیش کیا تو ماہی کے والدین نے سوچنے کے لیے وقت مانگا یہ تو صرف ایک رسم تھی‘ ورنہ روشان سب کو دل و جان سے پسند تھا۔ سب ہی بہت خوش تھے لیکن ماہی کی خوشی کا تو عالم ہی کچھ اور تھا‘ وہ چاند جس تک اس کی رسائی ممکن ہی نہ تھی وہ اس کے آنگن میں خود ہی اتر آیا تھا۔ اس کے جذبات و احساسات کو بیان کرنے کے لیے خوشی بہت چھوٹا لفظ تھا۔ ساری رات اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے گزاری تھی۔

❀……❀

روشان کی فیملی اپنے کسی رشتے دار کے ہاں ٹھہری ہوئی تھی۔ انہی دنوں پھوپو اور آمنہ آنٹی آئی تھیں‘ حدید کا پرپوزل لے کر لیکن جو اہمیت سب کے نزدیک روشان کی تھی وہ حدید کی کسی صورت نہیں ہوسکتی تھی۔ سو امی نے انہیں سلیقے سے انکار کردیا کیونکہ پھوپو خود بھی روشان کے پرپوزل کی حامی تھیں۔ جب ماہی کو اس پرپوزل کا علم ہوا تو سوائے حیرت کے اس کے دل میں کوئی جذبہ نا ابھرا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ حدید اسے خاصا ناپسند کرتا ہے لیکن جو بھی تھا اس نے اس بارے میں زیادہ نہیں سوچا۔ اس کی منزل اس سے چند قدموں کے فاصلے پر تھی اس کی ساری سوچوں کا رخ اسی طرف تھا۔

❀……❀

کل روشان کے گھر والوں نے جواب لینے آنا تھا۔ ان کا ڈنر ماہی کے گھر ہی تھا سو ایک دن پہلے ہی اس کی تیاریاں شروع کردی گئیں۔ روشان ویسے ہی ان کے گھر بابا کے ساتھ آتا رہتا تھا۔ اس رشتے میں اس کی سو فیصد پسندیدگی شامل تھی۔ ماہی کو اپنا آپ بہت معتبر لگنے لگا تھا۔

وہ امی کے ساتھ ڈنر کی تیاری کررہی تھی۔ مہرو کی چھیڑ چھاڑ بھی جاری تھی۔ وہ ٹی وی دیکھتے ہوئے اسے مسلسل چھیڑ رہی تھی۔ تبھی کال بیل بجی‘ محسن اپنے کمرے سے نکلا اور جاکر دیکھا تو سامنے آمنہ آنٹی تھیں۔ ان کی آمد سب کے لیے غیر متوقع تھی مگر رسمِ میزبانی نبھائی گئی۔

”بھابی! اگر آپ اجازت دیں تو میں تھوڑی دیر ماہی سے اکیلے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔“ آمنہ آنٹی نے جلد ہی اپنی آمد کا مقصد بیان کردیا۔

”ارے بالکل آمنہ! ماہی تمہاری بھی بیٹی ہے۔“ امی نے سادگی سے کہا۔ ”ماہی بیٹا! آنٹی کو اپنے کمرے میں لے جاؤ۔“ اب انہوں نے ماہی کو آواز دے کر کہا جو کچن میں کولڈ ڈرنک لینے گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ کولڈ ڈرنک لے کر کچن سے نکل آئی۔

”آیئے آنٹی!“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کمرے میں جاکر انہوں نے کولڈ ڈرنک کے سپ لیتے ہوئے بات شروع کی۔

"بیٹا! میں نہیں جانتی کہ میں جو کرنے جارہی ہوں وہ صحیح ہے یا غلط، لیکن فی الحال مجھے یہی بہتر لگ رہا ہے۔ ماہی بیٹا! تم مجھے بہت عزیز ہو، شاید اتنی ہی جتنی ایک ماں کو اپنی بیٹی ہوسکتی ہے۔ میں بس زیادہ لمبی تمہید نہیں باندھوں گی۔ سیدھی طرح بات شروع کروں گی۔" انہوں نے گلاس سائیڈ پر رکھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں علم ہوگا چند دن پہلے میں نے حدید کے لیے تمہارے والدین کے سامنے دستِ سوال دراز کیا تھا مگر انہوں نے وہی کیا جو لڑکی کے والدین اس صورت میں کرتے ہیں یعنی ان کے پاس اس سے بہتر آپشن موجود تھا لیکن بیٹا حدید کو تمہاری بہت ضرورت ہے، تم جانتی ہو وہ کتنا بکھرا ہوا، ٹوٹا ہوا ہے۔ ایسی صورت میں اسے تم جیسے ہم سفر کی اشد ضرورت ہے، جو اسے سمیٹ لے۔ اس کے پاس کوئی رستہ نہیں ہے بلکہ ہوتے ہوئے بھی نہیں ہے۔ بھائی جان جب پاکستان میں تھے تو وہ ایک لڑکی کو پسند کرتے تھے مگر وہ انگیجڈ تھی انہوں نے اس لڑکی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی مگر وہ شریف لڑکی تھی کچھ عرصے بعد اس لڑکی کی شادی ہوگئی اور بھائی جان دل برداشتہ ہوکر امریکہ سدھار گئے۔ میرے والد کا بچپن میں ہی انتقال ہوچکا تھا کچھ عرصے بعد والدہ بھی اکلوتے بیٹے کی جدائی سینے سے لگائے دارِ فانی سے کوچ کر گئیں اور بھائی بے فکر ہوگئے۔ کچھ عرصے بعد مجھے ان کی شادی کی خبر ملی، انہوں نے کسی عیسائی لڑکی سے شادی کرلی اور اُدھر ہی بزنس بھی اسٹارٹ کیا۔ بزنس میں تو بھائی جان کامیاب رہے، مگر شادی نہ نبھ سکی وجہ شاید یہ تھی کہ وہ ابھی تک اس لڑکی کو نہیں بھولے تھے پھر انہی دنوں حدید پیدا ہوا۔ حدید جب ایک سال کا تھا اس کی ماں نے طلاق لے لی اور حدید کو بھی ساتھ لے گئی مگر جب وہ دوسری شادی کرنے لگی تو حدید اسے اپنی راہ میں رکاوٹ لگا، اس نے حدید کو دوبارہ بھائی صاحب کے حوالے کردیا، بھائی جان کو بھی حدید میں کوئی دلچسپی نہ تھی وہ ابھی تک اس لڑکی کو بھول نہ پائے تھے انہوں نے حدید کو کچھ عرصہ ساتھ رکھا پھر بورڈنگ میں ڈال دیا۔ حدید ماں باپ کے پیار اور تربیت سے محروم رہا اور جب وہ پندرہ سال کا تھا بھائی جان نے پھر شادی کرلی، اس بار ان کی بیوی مسلمان تھی مگر اولاد نہ ہوئی۔

حدید بے حد حساس اور ذہین بچہ ہے، اس نے ان تمام باتوں کا بہت زیادہ اثر لیا حالانکہ امریکہ میں تو یہ عام سی بات ہے۔ وہ سترہ سال کا تھا جب پہلی بار پاکستان آیا تھا لیکن مجھے بہت افسوس ہوا کہ بچپن کی محرومیوں نے اس کی شخصیت میں ایک خلاء پیدا کردیا تھا۔ میں نے بہت کوشش کی وہ واپس نہ جائے مگر وہ چلا گیا۔ وہاں کے آزاد ماحول میں وہ بے راہ روی کا شکار ہوتا چلا گیا مگر وہ کبھی وہاں کے ماحول میں خود کو ایڈجسٹ نہ کرسکا۔ اس کی شخصیت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتی چلی گئی۔ اسے اپنا وجود غیر اہم لگنے لگا۔ ایسے میں اسے ایک پُرخلوص ساتھی کی ضرورت ہے اور پھر سب سے بڑی بات وہ دین سے بہت دور ہوگیا ہے۔ میں جانتی ہوں اب اگر وہ واپس چلا گیا تو پلٹ کر شاید کبھی واپس نہ آئے اور میرے والد کی نسل تباہ ہوجائے گی۔ اس نے وہاں جاکر شادی کر بھی لی تو خاندان نہیں بنا سکے گا اور سب سے بڑی بات جو کہ مجھے ارسل سے پتا چلی ہے کہ آج کل اس کی ماں اس سے رابطے میں ہے۔ وہ اس پر زور دے رہی ہے کہ وہ عیسائی ہوجائے، اس کی ماں کی بھی کوئی اولاد نہیں ہے حدید محبتوں کا ترسا ہوا ہے، بیٹا مجھے ڈر ہے کہ کہیں...... کہیں......" وہ رک گئیں ان کی آنکھوں سے آنسو کی لڑی لگی ہوئی تھی۔ "اس کے نزدیک بیٹا مذہب بالکل بھی اہمیت کا حامل نہیں، میں شادی اس کی کسی بھی لڑکی سے کرواسکتی ہوں مگر میں جانتی ہوں جو تم کرسکتی ہو وہ ہر لڑکی نہیں کرسکتی۔ تمہاری پچھلی باتوں کا بھی اس نے اثر لیا ہے، ماہی بیٹا! میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں اسے گمراہ ہونے سے بچالو، میرے والد کی نسل کو مٹنے سے بچالو۔" انہوں نے روتے ہوئے واقعی اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے جب کہ ماہی گم صم ہوگئی تھی۔

"ماہی! تم بہت اچھی نیک لڑکی ہو۔ کیا تم یہ گوارہ کرلو گی ایک شخص کو گمراہ ہونے سے بچانے کی قدرت رکھنے کے باوجود اسے گمراہی کی تاریکی میں بھٹکنے دو۔" انہوں نے اسے جھنجوڑ دیا تھا۔

"ماہی! تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتی ہو، اسے آزمائش جان کر قبول کرلو پلیز ماہی......!" انہوں نے پھر اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔ ماہی نے آہستگی سے ان کے ہاتھ کھول دیئے تھے اور روتی ہوئی ان کے گلے جا لگی تھی۔

"ماہی! یقین کرو وہ بہت اچھا لڑکا ہے۔ ایک بار تم اسے سمیٹ لو، اسے سیدھے راستے کی طرف موڑ دو، تو وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا۔" وہ جانے کتنی دیر اسے سمجھاتی رہیں، اسے تسلیاں دیتی رہیں مگر ماہی کی سماعتوں میں تو فقط ایک جملہ گردش کررہا تھا۔ "ماہی تم اللہ سے محبت کرتی ہو، اسے آزمائش جان کر قبول کرلو۔" وہ چلی گئیں۔ ماہی کے وجود پر سناٹا چھا گیا تھا اور اس سناٹے سے فقط ایک ہی جملہ ٹکرا رہا تھا۔

"کیا میں واقعی اللہ سے محبت کرتی ہوں؟" وہ خود سے سوال کررہی تھی۔ "یا پھر صرف اپنے مقصد کی خاطر اس کے سامنے جھکی تھی؟" اس نے اپنا سر تھام لیا۔

"ایک شخص کو گمراہی سے بچانے میں اللہ کی خوشی تھی تو روشان عباس کا ساتھ اس کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی تھی تو ان دونوں میں سے مجھے کس راہ کا انتخاب کرنا چاہیے، یقیناً اللہ کی رضا کو ہر شے پر فوقیت حاصل تھی تو پھر کیا میں روشان عباس سے دستبردار ہوجاؤں۔" اس کی حالت اس شخص کی سی تھی جس نے تپتے صحرا میں ننگے پاؤں سفر کیا ہو، حلق میں کانٹے اُگتے محسوس ہوئے تھے تو پاؤں پہ چھالے پڑ گئے تھے اور جس آبِ حیات کے چشمے تک پہنچنے کے لیے اس نے اس قدر پر اذیت سفر کیا تھا اس چشمے تک پہنچ کر اسے معلوم ہوتا تھا کہ یہ آبِ حیات نہیں بلکہ آبِ فنا یعنی زہر ہے۔ وہ بری طرح پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

"یا اللہ! یہ بہت بڑی آزمائش ہے۔" وہ از حد مضطرب تھی۔

"اے اللہ! تُو نے ہی تو میری ہر حال میں مدد کی، میری راہنمائی کی، میرے خدایا......" وہ جس قدر سوچتی جارہی تھی، اس قدر کرب میں مبتلا ہورہی تھی، سو اس نے ایک بار پھر سارا معاملہ اللہ پر ڈال دیا۔ تھوڑی دیر بعد امی حیران پریشان سی کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

"بیٹا! کیا ہوا ہے تمہیں؟ آمنہ کیا کہہ رہی تھی؟" انہوں نے اس کا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے سوال کیا۔ اچانک ماہی کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا۔

"امی! آنٹی حدید والے پرپوزل کے بارے میں بات کررہی تھیں پلیز آپ روشان کی فیملی کو جواب دینے سے پہلے ایک بار استخارہ کرلیں۔" اس نے آنکھیں ہاتھ کی پشت سے صاف کرتے ہوئے بہت مضبوط لہجے میں کہا تھا۔ امی جہاندیدہ خاتون تھیں، معاملہ ان کی سمجھ میں کچھ نہ کچھ آنے لگا۔ انہوں نے زیادہ کریدنا مناسب نہ سمجھا اور اسے تسلی دے کر چلی گئیں۔ وہ بیٹی کی چاہت سے واقف تھیں اور اب اس کے دل کی حالت سے بھی باخبر سو اس لیے اسے تنہائی دی کہ اچھی طرح سوچ بچار کرلے جب کہ ماہی کے دل و دماغ پر جھکڑ چل رہے تھے۔

"اے اللہ! یوں دے کر کیوں چھینا ہے؟" وہ بُری طرح سسک رہی تھی مگر آج جب خوشیاں اس کی منتظر تھیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرکے ان خوشیوں کے ہنڈولے میں نہیں جھول سکتی تھی۔ کل اگر کوئی اور اس سے بڑی مصیبت یا پریشانی آئی تو وہ کس منہ سے اللہ سے مدد مانگتی۔

وہ رات اس کے لیے قیامت کی رات تھی۔ روشان اور حدید کے چہرے اس کی نگاہوں کے سامنے گڈمڈ ہورہے تھے۔ روشان عباس...... ایک شان دار شخصیت کا مالک، تمام خوبیوں سے مزین، اس طرف دیکھتی تو زندگی پھولوں کی سیج تھی، تو دوسری

طرف حدید آفندی تھا۔ ایک ٹوٹی پھوٹی شخصیت کا مالک ٹوٹا بکھرا شخص اس طرف دیکھتی تو زندگی ایک خار دار راستے کی مانند دکھتی۔ روشان عباس کے ساتھ خوشیاں یقینی تھیں جب کہ حدید آفندی کے ساتھ بہت بڑا رسک تھا' اسے ایک کڑی آزمائش سے گزرنا تھا' ناکام ہوگئی تو عمر بھر کا خسارہ اور سرخرو ہوکر بھی اسے جی کو مار کر جینا تھا مگر پھر بھی اللہ کی رضا اسی میں تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

امی نے استخارہ کیا تو مثبت اشارہ حدید کی طرف تھا' سب ہی حیران و پریشان تھے۔ بھلا کہاں روشان اور کہاں حدید۔ روشان کی فیملی کو جب انکار کیا گیا تو وہ سخت حیران تھے' جس طرح ان کی پزیرائی ہوئی تھی انہیں مثبت جواب کی توقع ہی نہیں بلکہ یقین تھا واپسی کے وقت روشان کی والدہ کو سخت صدمہ تھا۔ ماہی انہیں بھی پسند آئی تھی اس کی بہن خاموش تھی جب کہ روشان عباس خود خاصا گم صم تھا اور جب جاتے ہوئے کچن میں برتن دھوتی ماہی کی پشت پر کھڑے ہوکر کہا تھا۔

''جانے کیوں مجھے خوش فہمی سی تھی کہ تم ...... خیر ہر خواہش کہاں پوری ہوتی ہے۔ میری دعا ہے کہ تم ہمیشہ خوش رہو۔'' وہ یہ کہہ کر بڑے بڑے قدم اٹھاتا واپس پلٹ گیا تھا۔ جب کہ ماہی بے دم سی ہوکر زمین پر بیٹھنے لگی۔ بہت بھیانک مذاق کیا تھا تقدیر نے اس کے ساتھ۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

وہ سوچتی تھی کہ اگر ''روشان عباس میری قسمت میں نہ ہوا تو دنیا کی کوئی طاقت بھی اسے میرا نہیں کرسکتی اور اگر وہ میری قسمت میں ہوا تو دنیا کی کوئی طاقت اسے مجھ سے نہیں چھین سکتی۔''

روشان عباس واقعی اس کی قسمت میں نہیں تھا تبھی تو اس طرح سے وہ اس کی زندگی سے نکلا تھا' جس کا اس نے کبھی تصور بھی نہ کیا تھا بھلا اس نے یہ کب سوچا تھا کہ وہ اس کے در پہ سوالی بن کر آئے گا اور وہ اسے خالی ہاتھ لوٹا دے گی اور پھر اس نے اپنی محبت' اپنے جذبات کو دل کی ایسی گہرائیوں میں دفن کردیا تھا جہاں سے ان کی کوئی کونپل دوبارہ نہیں پھوٹ سکتی تھی۔

اتنے سپنے نہ سجا اے میرے دل
ورنہ کل تجھی کو ہوگی مشکل

یہ سپنے اکثر ریزہ ریزہ ہوتے ہیں
عمر بھر پھر اپنی کرچیاں چبھوتے ہیں
بڑی مختصر ہے زندگانی اسے سکون سے گزرنے دو
تقدیر کے ستم ہی بڑے ہیں انہی سے نپٹنے دو
مان لو نہ دو جنم یہ اضافی غم
ورنہ خود تو تڑپو گے رکھو گے آنکھوں کو بھی نم
جن خواہشوں کو اپنے لہو سے سینچتے ہو
جب ان کے لاشے اپنی سرزمیں پر دفناؤ گے
تو ایک شہرِ خموشاں بساؤ گے
بڑے ہوجاؤ گے دکھی' بڑے معصوم بن جاؤ گے
جیسے تمہاری نہ ہو کہیں کوئی خطا
سب ہو قدرت کی طرف سے سزا
نکل آؤ اے دل ان رنگین خوابوں سے
کرو آشنائی حقیقت کے عذابوں سے
آخر یہ کتنا ہمیں آزمائے گی
یہ مختصر سی زندگانی لٹ ہی جائے گی
ہنسی خوشی میں سہہ جاؤں گی باقی ہر غم کو
اے دل! اگر تم میری مرضی پہ چلو

اور پھر فائنل سمسٹرز ہوتے ہی وہ حدید فندی کے سنگ رخصت ہوگئی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

''اچھا پھر کیا ہوا؟ حدید کو سیدھے راستے پر لانے کے لیے تمہیں کیا کرنا پڑا؟'' ستارہ نے بے تابی سے سوال کیے تو ماہم جو سانس لینے کو رکی تھی مسکرادی۔ ستارہ اس کی پڑوسی تھی اور بہت اچھی دوست بھی۔ وہ ان کی خوش گوار ازدواجی زندگی کا راز جاننا چاہتی تھی جس پر ماہم نے اسے اپنی سرگزشت سنائی تھی۔

''پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا میری توقعات کے برعکس تھا۔'' اس نے مسکراتے ہوئے سلسلۂ کلام جوڑا۔ ''حدید! بھی مجھے چاہتے تھے مگر یہ سوچ کر انہوں نے اظہار نہیں کیا تھا کہ شاید وہ مجھے خوش نہیں رکھ سکتے اور جب بن مانگے' بغیر کوشش کیے ہی میں ان کو مل گئی تو ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کے جذبات جنم لینے لگے اور پھر مجھے زیادہ کوشش نہیں کرنی پڑی۔ حدید واقعی بنیادی طور پر اچھے انسان ہیں مگر صحیح تربیت نہ ہونے کی وجہ سے بھٹک گئے تھے۔ ان کی مثال اس زمین کی سی تھی جس کی دیکھ بھال نہ کیے جانے پر اس میں جھاڑیاں اگ آئی تھیں لیکن مٹی بہت زرخیز تھی اور پھر جب ان جھاڑیوں کو کاٹ کر فصل کا بیج بویا گیا تو اس نے بہت اچھی فصل دی۔ حدید خود بھی محبتوں کو ترسے ہوئے تھے سو وہ ایک سکون بھری زندگی گزارنا چاہتے تھے پھر بہت جلد میری زندگی خوشیوں کا گہوارہ بن گئی۔''

''اور روشان عباس سے اگر تمہاری شادی ہوجاتی تو؟'' ستارہ نے شرارتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''تو مجھے یقین ہے کہ میں اتنی خوش نہ رہ سکتی تھی۔ روشان عباس اپنے ذات میں مکمل شخص تھا۔ اسے میری کوئی خاص ضرورت نہ تھی جب کہ حدید کو میری بے حد ضرورت تھی جتنی قدر میری حدید کرتے ہیں وہ روشان عباس کبھی نہیں کرسکتا تھا اور نہ ہی وہ مجھ سے حدید جتنی محبت کرسکتا تھا۔ حدید کی زندگی میں میری وجہ سے خوشیاں آئی ہیں جب کہ اس شخص کی زندگی میں پہلے ہی کوئی کمی نہ تھی۔ میرے ملنے یا نہ ملنے پر اس پر کوئی خاص اثر نہیں پڑنا تھا۔'' ماہم نے بہت سنجیدگی سے جواب دیا۔

''ہاں' یہ تو ہے۔'' ستارہ نے اسے رشک بھری نظروں سے دیکھا اور واقعی خوشیوں کے ہنڈولے میں جھول رہی تھی۔ اس کے تصور میں بھی نہ تھا کہ اسے حدید سے اس قدر خوشیاں ملیں گی کہ سمیٹنے کے لیے دامن کم پڑ جائے گا۔ بے حد محبت' بے پناہ احترام اور بہت ساری قدر نے اسے اپنے وجود پر نازاں کردیا تھا۔ کسی آنکھ میں اس کے لیے رشک تھا تو کسی میں حسد یا پھر ملی جلی کیفیات۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

گاڑی کا ہارن بجا تھوڑی دیر بعد انمول اور سعد بھاگتے ہوئے آئے اور اس سے لپٹ گئے۔

''مما...... مما......! میری اور سعد دونوں کی فرسٹ پوزیشن ہے۔'' پانچ سالہ انمول نے اسے جگمگاتے ہوئے چہرے کے ساتھ بتایا جب کہ سات سالہ سعد اپنا پرائز اسے دکھا رہا تھا۔ تبھی حدید بھی اندر آیا۔ اس کے چہرے پر اطمینان ہی اطمینان تھا جب کہ لبوں پر مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ وہ آکر اس کے برابر بیٹھ گیا۔

''ماہم! یہ سب تمہاری وجہ سے ہے۔ بچوں کی کامیابی اور اس اطمینان بھری زندگی کا کریڈٹ صرف تمہیں جاتا ہے۔ تم میری زندگی میں روشنی بن کر آئیں اور تمام اندھیروں کا خاتمہ کردیا' میرے گھر اور وجود کو منور کردیا۔ تم وہ خوشبو ہو جس نے میرے وجود کو مہکا دیا۔''

حدید ہر شے کا کریڈٹ اسے دے رہا تھا اس کی اتنی محبت اور قدر پر ماہم کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ دونوں بچوں کو سینے میں چھپائے وہ ایک بار پھر اللہ کی شکر گزار تھی۔ واقعی اللہ بہت کریم ہے۔ انسان جان ہی نہیں سکتا جو کچھ اس کے علم میں ہے' واقعی اس کے ہر عمل میں مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے اور حدید کے ساتھ شادی کرکے اس نے اپنے تئیں ایک قربانی دی تھی مگر جتنی خوشیاں اسے ملی تھیں ان کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔

لگانا پڑتی ہے ڈبکی ابھرنے سے پہلے
غروب ہونے کا مطلب زوال تھوڑی ہے

اس کے خیال میں اس کی محبت کا سورج غروب ہوگیا تھا مگر اس غروب کا مطلب زوال نہ تھا۔

قسط نمبر30

اور کچھ خواب

عشنا کوثر سردار

عشق سے کہہ دو ابھی بات نہ کرے
اس نگاہ کو ابھی جاگنے کی عادت نہیں ہے
عشق سے کہہ دو ابھی خواب نہ دے
ابھی ستاروں پہ چلنے کی ہمت نہیں

انانیا کی سماعتوں میں جیسے کوئی پگھلا ہوا سیسہ انڈیل رہا تھا۔ اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا' کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ صرف معارج تغلق کے ہونٹ ہلتے دکھائی دے رہے تھے' اس کی آواز سے اس کا کوئی ربط بن نہیں پا رہا تھا' اس کی سماعتوں میں بس ایک شور تھا' اس شور کے مفہوم بڑے غیر واضح تھے' وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی' محبت ایسی بے مہر ہوسکتی تھی؟

ایسی بے حس؟

محبت میں محبت کی امید نہیں رکھی جائے' کوئی توقع نہ رکھی جائے' تب بھی محبت اگر محرم نہ رہے تو اندر کہیں بہت گہری تکلیف ہوتی ہے پھر معارج تغلق ایسا کیوں کر رہا تھا؟ اگر وہ اس کی توقعات پر پورا نہیں اتر سکتا تھا' اسے کوئی صلہ نہیں دے رہا تھا' تو اس کا کچھ تو خیال کرسکتا تھا یا پھر اس کی توقعات ہی بہت زیادہ تھیں؟

میرے محرماں
میں نے اپنے سارے خواب سجائے تھے تیرے واسطے
ہر اک سانس میری' میری پلکوں کے سائے
بہت سنبھال کر رکھے تھے
تیرے سارے کرم
تیرے سارے بھرم
میرے ہم سفر
میری جان میں جو جنوں ہے
جو افسوں ہے میری سانسوں میں
اس کا سبب تمہی تو ہو
میری سمت تم جو نظر کرو

میرے سارے اسباب جان لو
میرے مہرباں، میرے محرماں
میرے اندر جتنے سوال ہیں
جتنے وسوسے یا ملال ہیں
یا ہم میں جو ایک ڈور ہے
جو دل کو باندھے بیٹھی ہے
اس الجھن کا میں کیا کروں؟
اس محبت کا میں کیا کروں؟

''انائیا! بہت سے نقصان ناقابل تلافی ہوتے ہیں، میں کبھی کیے کا ازالہ نہیں کر سکتا مگر میں محسوس کرتا ہوں میرے اندر جو تمہارے لیے کینہ تھا، ایک سختی تھی، وہ اب نہیں ہے، جانے کب...... کیسے وہ سب میرے اندر سے جاتا رہا مگر اب مجھے تم سے کوئی عداوت نہیں ہے، تم نے ٹھیک کہا تھا میں اگر تمہارے ساتھ سب غلط کرتا ہوں تو پھر مجھ میں اور اس شخص میں کوئی فرق نہیں، میں خوف زدہ تھا۔ میں مسلسل اسی کیفیت میں ہوں۔ میں کسی نئی انائیا تغلق کو جنم نہیں دینا چاہتا۔ انائیا تغلق کی تکلیف کا مجھے احساس ہے کیونکہ اس کے ساتھ میرا دل جڑا ہے۔ اس کے لیے میرے اندر بہت گنجائش ہے اور دکھ بھی۔ اس کی ہر تکلیف کو میں اپنے دل سے محسوس کر سکتا ہوں، تبھی شاید تمہارے ساتھ سب کرنا ناروا لگا، میں جانتا ہوں تم فی الفور مجھے معاف نہیں کر سکتیں شاید کبھی معاف بھی نہ کر سکو مگر میں اپنے خود پر اپنے برے کیے کا ہر ممکن ازالہ کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ میں ایسا کرنے کی ٹھان چکا ہوں، تم میرے ساتھ رہو یا نہ رہو، میں تمہارا لیے ہمیشہ خیر خواہ رہوں گا اور اپنے طور پر تمہارے حق میں ہر اچھا کرنے کا ارادہ رکھوں گا۔'' وہ پرسکون انداز میں کہہ رہا تھا۔

انائیا ملک اسے خاموشی سے ساکت سی دیکھ رہی تھی۔ اسے اس طرح اپنی طرف دیکھتا پا کر جانے کیوں وہ مسکرایا تھا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو ملائمت سے چھوا تھا۔

''تم نے کوشش نہیں کی نا اگر محبت ہو جاتی تو پھر اتنے گلے نہیں ہوتے۔''

وہ کیا سمجھ رہا تھا؟ یا انائیا کی نظریں اس سے کیا کہہ رہی تھیں؟ کیا وہ اسے، یا اس کی نظروں کو پڑھ رہا تھا؟ وہ جان گیا تھا کہ اس کی نگاہوں میں شکوہ ہے۔

یا کوئی شکایت؟

''مرد بہت سی چیزوں پر کورا ہوتا ہے، شاید اس سفر کا آغاز تمہاری طرف سے ہوتا تو مجھے اچھا لگتا۔ مگر تم بھی ایک کائیاں ہو، محبت کرنا تو شاید تمہیں بھی نہیں آتی' ہے نا؟ اچھا سنو! محبت ہو بھی جاتی تو؟ کیا تم مجھے معاف کر دیتیں؟'' وہ پوچھنے لگا تھا پھر اس کا جواب سنے بنا مسکرا دیا تھا۔

''شاید تم مجھے معاف نہیں کر سکو گی، محبت کے لیے سوچنا تو بہت دور کی بات ہے اور میں آج اچانک محبت کے بارے میں کیوں سوچ رہا ہوں؟'' وہ آپ چونکا تھا۔ انائیا ملک تب بھی کچھ نہیں بولی تھی۔

''تمہاری آنکھیں...... شاید یہ تمہاری آنکھیں ہیں جو مجھے ایسا سوچنے پر مجبور کر رہی ہیں۔'' معارج تغلق کی مدہم سی سرگوشی فضا میں ابھری تھی۔

''اگر ان آنکھوں کو جیتنے کا ہنر آتا تو میرا دل کب کا فتح ہو چکا ہوتا۔ میں مفتوح بننے میں ہچکچاتا نا کوئی تعرض

برتتا۔ ایک بات کہوں؟'' وہ مسکرایا تھا۔ ''مجھے فاتح بننے کا غرور کبھی درکار نہیں رہا۔ مجھے ان کھیلوں سے کوئی شغف نہیں سو میں ہار جیت کے معاملات میں کبھی نہیں پڑا تبھی تو آج تمہاری نظروں کو بغور دیکھ رہا ہوں اور کہیں کچھ تلاش کر رہا ہوں۔'' وہ بہت بے فکر سا مسکرا رہا تھا کیا یہ وہی معارج تغلق تھا؟

وہ ہی سخت گیر

وہ موقع پرست...... سخت دل انسان...... یا وہ اصول پرست انسان جسے اپنا کیا سب ٹھیک لگتا تھا؟

انائیا ملک کی نظریں اسے جانچ رہی تھیں اور معارج تغلق کی آواز اس کی سماعتوں میں پڑ رہی تھی۔

''ان آنکھوں کو ضد ہے، یہ خواب دیکھنا نہیں چاہتیں اور مجھے یہ ضد ہے کہ کہیں کوئی عکس ہو۔ یہ آنکھیں بات نہیں کرتیں اور مجھے خو ہے یہ بولیں میرا ذکر کریں، میری بات کریں۔'' کتنی مدہم سرگوشی تھی انائیا کی سماعتوں میں سارا ماحول ایک دھڑکن کی طرح تھم گیا تھا۔

معارج تغلق نے اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کر کے اسے خود سے قریب کیا تھا اور اس کے چہرے کو بغور دیکھا تھا۔ جیسے وہ ان نظروں، ان آنکھوں، اس چہرے کو پہلی بار دیکھ رہا تھا یا وہ کوئی خواہش اندر رکھتا تھا۔

''اگر کوئی خواہش کروں تو اسے شاید تم پورا نہ کرو۔ سمجھ نہیں آتا کیسے بسر ہو گی اب۔ مگر یہ تو طے ہے کہ تمہاری یاد بہت آئے گی۔ بات عشق کی نہیں نا کوئی جنوں ہے مگر کچھ ایسا ہے کہ دل تھوڑا بہت عادی ہو گیا تھا سو کچھ دن تو کچھ قلق ہو گا پھر سب کچھ معمول پر آ جائے گا۔ شاید ایسا کچھ تمہاری طرف بھی ہو۔'' مدہم لہجے میں عجیب خواہشیں بول رہی تھیں۔ ان نگاہوں کی حدت سے اس کا چہرہ جلنے لگا تھا۔ وہ اس کی سمت زیادہ دیر دیکھ نہیں پائی تھی، نظریں جھکا گئی تھی۔ معارج تغلق ان قربتوں کو طول دینے کی سوچ رہا تھا یا کوئی اور خواہش اس کے دل میں تھی، وہ جان نہیں پائی تھی وہ صرف اتنا جانتی تھی کہ وہ سارے لمحے سمیٹ رہا تھا اور تمام معاملات کو منفی انجام دے رہا ہے پھر ان قربتوں کی کہانی آغاز کرنے سے کیا فائدہ تھا، ان لمحوں میں کوئی جادو تھا۔

وہ اس کی گرفت سے باہر نکل جانا چاہتی تھی۔ اسے پرے دھکیل دینا چاہتی تھی، مگر اس لمحے اس نے خود کو کتنا بے بس سا محسوس کیا تھا۔

یہ محبت تھی؟
اس کی آنکھوں میں
اس کے چہرے پر
وہ محبت ہی تھی؟ یا کچھ اور

انائیا اس کی آنکھوں میں دیکھنے کا ارادہ رکھتے ہوئے بھی دیکھ نہیں سکتی تھی۔

''ان آنکھوں کو دیکھ کر جانے کیوں لگتا ہے یہ اپنے اندر عجیب بھید رکھتی ہیں باندھ سکتی ہیں اپنے ساتھ۔ خود میں ضم کر سکتی ہیں مجھ میں خواہشوں کا انبار لگنے لگتا ہے نا چاہتے ہوئے بھی ان آنکھوں کا تابع ہونے لگتا ہوں۔ تم کچھ سمجھو نہ سمجھو مگر کچھ تو بھید ہے۔ شاید میں ہی بہت ناسمجھ ہوں یا پھر ان کاموں میں عقل سے سابقہ ہی نہیں ہوتا۔ میں حیران ہوں بہرحال، میرے معمولات میں کسی کے لیے دنیا تیاگ دینا کبھی نہیں تھا۔'' وہ دھیمے لہجے میں اس کے کان کے قریب سرگوشی کرتے ہوئے مسکرایا تھا۔ انائیا ملک کی ساری جان مٹھی میں آ گئی تھی، وہ ساحر تھا جو عجیب سُر پھونک رہا تھا۔ لمحوں کو اپنے ساتھ باندھ رہا تھا، دھڑکنوں کو اپنا معمول کر رہا تھا اور پھر ایک دم سے سارے خوابوں کی ڈور کھینچ کر توڑ دیتا تھا۔ انائیا ملک کے لیے اس جادو سے باہر آنا ناممکن تھا مگر وہ اپنے گرد سے اس کی گرفت ہٹا کر

اس کے حصار سے باہر نکلی تھی اور دو قدم دور جا کھڑی ہوئی۔
وہ اپنی طے شدہ راہوں پر چلنے کا ارادہ باندھ چکا تھا تو وہ اس کے سامنے اپنی انا کو روندنے کے لیے مزید نہیں جھک سکتی تھی۔

محبت ہی تھی نا
ہو گئی تھی مگر اس خودداری کو وہ نہیں گنوا سکتی تھی
وہ شخص اب بھی اتنا ہی دور تھا اتنا ہی اجنبی

انائیا ملک کی نظروں نے اسے دیکھا تھا۔ جانے کیوں آنکھیں پانیوں سے بھرنے لگی تھیں۔
''سچ تو یہ ہے معارج تغلق تم کسی کا معمول بن نہیں سکتے، تم محبت کا معمول کیا بنو گے۔ تم جیسا شخص محبت کے الجھاؤں میں نہیں الجھ سکتا۔ تم آج بھی اتنے ہی الجھے ہوئے ہو مگر ایک بات ہے، تم جیسا بندہ کبھی گھاٹے کا سودا نہیں کر سکتا۔ اس سارے کھیل میں جس کا نقصان ہوا ہے وہ میں ہوں اور حقیقت تو یہ ہے کہ تم میرا وہ نقصان کبھی پورا نہیں کر سکتے۔ چاہے تم کھربوں میرے نام لکھوا دو۔ میرا وہ نقصان تمہارے لیے ناقابل تلافی ہی رہے گا۔''
انائیا ملک نے دھندلی آنکھوں سے اس لمبے چوڑے شخص کو دیکھا جو پل میں کسی بھی دنیا کو زیر و زبر کر سکتا تھا۔
''تم اختیارات کے حصول میں جنون پسند ہو مگر میرا حصول ان اختیارات سے باہر کی چیز ہے، میں تمہارا جنون نہیں، تمہاری خواہشوں میں نہیں سو تم یہ کہانی بھی سمجھ نہیں سکتے۔'' وہ کہہ کر پلٹی تھی اور وہاں سے نکل آئی۔
معارج تغلق خاموشی سے اسے جاتا دیکھتا رہا تھا۔

❁......()......❁

''کیا ہوا؟ تم اتنی چپ چاپ کیوں ہو؟'' انابیتا بیگ نے انائیا ملک کے چہرے کو بغور تکتے ہوئے دریافت کیا تھا۔ انائیا ملک نے چونکتے ہوئے اپنے سامنے پڑے کافی کے مگ کو دیکھا اور پھر تھامتے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا۔
''سب ٹھیک تو ہے؟ تم کچھ پریشان لگ رہی ہو؟'' انابیتا بیگ نے اخذ کیا تھا۔
''نہیں ایسی بات نہیں ہے۔'' انائیا ملک نے کہا تھا اور کافی کے سپ لینے لگی تھی۔
''میں تمہارے پاس کچھ شیئر کرنے آئی تھی، بہت دن سے دل بہت بوجھل سا تھا، تبھی سوچا تم سے مل لوں۔ انائیا ان دنوں عجیب کیفیت ہے، مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ کیا ہو رہا ہے اور کیونکر ہو رہا ہے؟ مگر میں اس سب سے باہر آنا چاہتی ہوں۔ حیدر مرتضیٰ کے جانے کے بعد میں بہت ڈاؤن فیل کر رہی ہوں۔ ایسا نہیں ہے کہ میں اس سے بہت سی امیدیں لگا بیٹھی تھی مگر اس طرح کسی بھی لڑکی کے ساتھ ہو تو اسے کچھ عجیب ضرور لگتا ہے۔'' انابیتا بیگ بولی تھی۔
''مگر حیدر مرتضیٰ نے تمہیں ری جیکٹ تو نہیں کیا، پھر تم ایسا کیوں سوچ رہی ہو؟'' انائیا نے اس کی بات کاٹ کر پوچھا۔
''ہاں حیدر مرتضیٰ نے مجھے ری جیکٹ نہیں کیا مگر شاید رد کیے جانے کا کوئی اور مفہوم بھی ہوگا اگر کوئی اس طرح واپس لوٹ جاتا ہے تو آف کورس کسی بھی لڑکی کا نسوانی وقار مجروح ہوتا ہے۔ اس کی انا ہرٹ ہوتی ہے۔'' انابیتا بولی تھی۔
''تم نے فیصلہ لینے میں اتنی دیر کیوں کی؟ اگر تمہیں کوئی قلق تھا تو فیصلہ تمہیں لینا چاہیے تھا تم حیدر مرتضیٰ کو منتخب کر چکی تھیں تبھی تمہیں اس طرح فیل ہو رہا ہے اگر تم اسے وہ چانس دینے پر پشیمان ہو تو بالکل بھی ایسا مت سوچو۔ دنیا میں بہت سے لوگ ہیں وہ سب ہمارے لیے نہیں ہوتے۔ ہمارا رابطہ کسی ایک کے ساتھ جڑا ہوتا ہے اور وہی فرد

خاص بھی ہوتا ہے۔ تمہیں ملال کرنے سے بہتر یہ سوچنا چاہیے کہ وہ تمہارے لیے نہیں تھا۔ اس سے کوئی دلی تعلق نہیں تھا تو پھر ساتھ ہونے یا زندگی گزارنے کا فیصلہ کرنے سے فائدہ؟ تم خود سوچو کیا تم اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ لے کر خوش تھیں؟'' انائیا ملک نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ انابیتا بیگ نگاہ اس کی طرف سے ہٹا گئی تھی۔
''میں خوابوں میں رہنے والی لڑکی نہیں ہوں۔'' وہ شاید خود بھی نفی کر رہی تھی۔
''مگر محبت خوابوں، خیالوں کی بات نہیں ہے۔'' انائیا ملک بولی تھی اور انابیتا بیگ چونک کر دیکھنے لگی تھی پھر دوسرے ہی پل سرسری انداز میں بولی تھی۔
''محبت کچھ نہیں ہوتی۔'' اس کا جواب بہت واضح نفی تھا، انائیا ملک کو اپنا آپ یاد آیا تھا۔ جس طرح محبت کی نفی کرتی رہی تھی اور اس محبت نے اسے کسی کو معاف کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔
''مجھے بھی ایسا ہی لگتا تھا محبت کچھ نہیں ہے انا! مگر ایسا سوچ لینے سے محبت کی ہیت پر کوئی اثر نہیں ہوتا، ہمارے کلیے اور مفروضے اپنے ہوتے ہیں۔ بہت کچھ ہم اپنے طور پر اخذ کر لیتے ہیں، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایسا سوچ لینے سے حقیقت بھی بدل گئی ہو۔'' انائیا ملک بہت ٹھوس انداز میں بولی تھی۔ انابیتا بیگ اسے خاموشی سے دیکھنے لگی تھی۔
''محبت بہت ہی فضول شے ہے اگر کہیں ہے تو...... وہ محبت کسی کام کی نہیں جس کے لیے اپنے وجود کی نفی کرنا پڑے۔ مجھے اپنی وہ بے اختیاری نہیں لگی جس کو لے کر میں اپنے آپ کو فراموش کر دوں۔'' وہ غیر لچک پذیر انداز میں بولی تھی۔
''یا پھر یہ ہے کہ تمہاری انا اس سے زیادہ بڑی ہے؟'' انائیا ملک نے اس کے چہرے کو پڑھتے ہوئے کہا تھا۔
''محبت جب نہیں ہے تو نہیں ہے۔ اس میں انا کی کیا بات ہے؟'' انابیتا خود اپنے آپ کی بھی نفی کرنا چاہتی تھی۔
''انا! محبت فائدوں یا نفع پر مشروط نہیں ہوتی۔ محبت ہوتی ہے تو بس ہوتی ہے۔ اگر کوئی کتنا بھی نقصان پہنچائے، محبت کرنا ترک نہیں ہو سکتی۔ نفرت کتنی بھی شدید ہو محبت سے شدید نہیں ہو سکتی۔'' انائیا ملک اپنے تجربات کے بل بوتے پر کہہ رہی تھی۔ انابیتا بیگ مزید الجھنے لگی تھی۔
''انائیا! اگر محبت کرنے والا محبت کرنے کا دعویٰ بھی کرے اور آپ کی انسلٹ بھی کرے تو کیا یہ محبت اسی طور باقی رہے گی؟ کیا محبت تب بھی محبت ہی رہے گی؟'' انابیتا نے پوچھا تھا۔ انائیا ملک کافی کے سپ لینے لگی تھی۔ شام میں ہونے والی اس ملاقات کا منظر نگاہ میں گھوم گیا تھا۔
''انا! میں نہیں جانتی مگر اگر تمہیں محبت ہے تو تم اس محبت کو کرنا ترک نہیں کر سکتیں، چاہے کوئی کسی بھی طرح پیش آئے یا تمہارا کتنا ہی بڑا نقصان کیوں نہ کرے۔'' انائیا پورے وثوق سے بولی تھی پھر انابیتا کی طرف دیکھنے لگی تھی۔
''وہ کون ہے انابیتا بیگ؟ حیدر مرتضیٰ! حیدر مرتضیٰ! میرا نہیں خیال وہ حیدر مرتضیٰ ہے۔ نہیں ہے نا؟'' وہ پورے یقین سے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔
''تمہیں کیسے لگا کہ وہ حیدر مرتضیٰ نہیں ہے؟'' انابیتا بیگ چونکی تھی۔
''وہ حیدر مرتضیٰ جیسا بندہ نہیں ہو سکتا انابیتا بیگ!'' وہ وثوق سے بولی تھی۔
''وہ کوئی بھی نہیں ہے انائیا! مجھے کسی سے محبت نہیں ہے۔ میں اتنی بے وقوف نہیں ہوں کہ اپنا آپ یوں ارزاں

کرسکوں۔'' وہ انکاری تھی۔

''محبت اس سے ماورا ہے اناہیتا۔''

''محبت کچھ نہیں ہے انائیا ملک! میرا مفروضہ کسی کلیے پر بیسڈ نہیں ہے۔'' وہ اس بات کو ماننے کو تیار نہیں تھی اور انائیا ملک اسے مزید سمجھا نہیں سکتی تھی۔

❀......()......❀

''مجھے لگتا ہے میں اس تک جتنا بھی سفر کرتا ہوں' وہ اس سے مزید آگے' کوسوں میل کی دوری پر جا رکتا ہے۔ میں جانتا ہوں وہ سراب نہیں' مگر اس کا مجھ سے تفاوت پر جا رکنا یہ میری سمجھ میں نہیں آتی کیا محبت اتنی پیچیدہ شے ہوسکتی ہے؟'' دامیان شاہ سوری تھکے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔

''تمہارا معاملہ سمجھ سے بالاتر ہے دامیان! یا تو تمہیں محبت کرنا نہیں آتی یا وہ محترمہ محبت کے لیے کوئی گنجائش ہی نہیں رکھتیں؟'' ایکسل بولا تھا۔

''ممی! للّی کے بارے میں پوچھ رہی تھیں' انہیں للّی کا اس طرح جانا اچھا نہیں لگا' وہ خفا ہو رہی تھیں کہ میں اسے ملوانے کیوں نہیں لایا اور اسے اس طرح ملے بنا کیوں جانے دیا۔'' دامیان سوری نے بتایا تھا

''یہ تمہاری ممی اچانک سے للّی میں اتنی انٹرسٹڈ کیونکر ہوگئیں؟ خیریت تو ہے؟'' ایکسل نے خطرے کی بو کو محسوس کرتے ہوئے کہا تھا۔

''ممی کو للّی پسند ہے۔'' سرسری انداز میں مطلع کیا تھا۔

''تمہارے لیے؟'' ایکسل نے پوچھا تھا۔

''میرے لیے کیوں؟'' دامیان سوری چونکا تھا۔

''وہ شاید یہ سمجھتی ہیں کہ تم للّی میں انٹرسٹڈ ہو؟ یا اگر اتنے فری تھے تو......؟'' ایکسل نے آنکھیں گھمائی تھیں۔

دامیان نے اسے گھورا تھا۔

''بچوں جیسی باتیں مت کرو ایکسل! ممی جانتی ہیں میں اناہیتا سے پیار کرتا ہوں' اگر وہ یہ حقیقت جانتی ہیں تو وہ للّی کے بارے میں بات نہیں کرسکتیں۔'' وہ انکاری ہوا تھا۔

''شاید ایسا ہی ہو مگر اگر آنٹی ایسا سوچتی ہیں تو تم کیا کرو گے؟'' ایکسل نے پوچھا تھا اور دامیان چونکتے ہوئے اس کی سمت تکنے لگا تھا۔

''ممی کے ہاتھ میں اناہیتا کے گھر پرپوزل بھجوا چکا ہوں' وہ جانتی ہیں میں اناہیتا کے متعلق کس طرح سے سوچتا ہوں۔ ایسا ہونا ناممکن ہے' میری ممی میرے خلاف نہیں جاسکتیں۔ میں ان کو جانتا ہوں۔'' دامیان نے اندیشے کو رد کرنے کی کوشش کی تھی۔

''وہ پرپوزل منظور نہیں ہوا تھا دامیان سوری! بہت ممکن ہے کہ اناہیتا کی طرف سے مایوسی کے بعد آنٹی للّی کے لیے اس زاویے سے سوچ رہی ہوں۔'' ایکسل نے کہا تھا' وہ سوچنے لگا تھا۔ اگر ایسا تھا تو یہ بات واقعی لمحہ فکریہ تھی۔ وہ اناہیتا سے ہٹ کر کچھ سوچنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ اس کا محور' اس کی ذات کا مرکز وہ تھی اور ایسا کیسے ہوسکتا تھا؟ وہ سوچوں میں گم تھا۔

❀......()......❀

''دامیان تم میرے اکلوتے بیٹے ہو' تمہارے حوالے سے میں کئی خواب رکھتی ہوں' بہت سی امیدیں رکھتی ہوں

اور چاہتی ہوں تم اس پر پورا بھی اترو۔'' کھانے کی ٹیبل پر ممی نے کہا تھا تو وہ انہیں خاموشی سے دیکھنے لگا تھا تو کیا ایکسل کا خدشہ ٹھیک تھا؟

''میں سمجھا نہیں ممی! آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟'' دامیان نے الجھ کر کہا تھا۔

''تمہارے کہنے پر میں اناہیتا کے گھر تمہارا پرپوزل لے کر گئی تھی مگر اس کا کیا انجام ہوا؟ ہمارے لیے تمہاری پسند اہم تھی' فی الحال ہم نے تمہاری شادی کے متعلق سوچا بھی نہیں تھا مگر جب تم نے اناہیتا کا نام لیا ہم نے اس کی مخالفت نہیں کی اگرچہ ہم نہیں سمجھتے تھے کہ شادی کے لیے یہ رائٹ ٹائم ہے۔ ہمیں کوئی فنانشل پرابلم نہیں تھی اس لیے تمہارے اسٹیبل ہونے کا بھی کوئی نقطہ نہیں اٹھایا گیا۔ اناہیتا کی فیملی کی طرف سے ہمیں کوئی پوزیٹو رسپانس نہیں ملا۔ اس لیے میں نہیں سمجھتی اب اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔ مجھے للّی پسند ہے' میں چاہتی ہوں تم اس کے لیے سوچو۔ اناہیتا بیگ کا چیپٹر اب کلوز ہو جانا چاہیے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ وہ تمہارا غلط فیصلہ ہے مگر مجھے نہیں لگتا وہ تم میں کبھی اس طور انٹرسٹڈ رہی ہے۔'' ممی کا انداز دوٹوک تھا اور دامیان سوری جو چیزوں کا منفی انجام اب تک اپنے طور پر اخذ کیے بیٹھا تھا اس لمحے گنگ رہ گیا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ بات تو تھی ہی نہیں کہ ممی بھی کوئی معاملہ اٹھا سکتی ہیں۔ اس کی سوچ کے اول نقطے سے لے کر آخری نقطے تک صرف اناہیتا بیگ چھائی ہوئی تھی۔ وہ اسے منانے کے جتن کر رہا تھا۔ اسے راغب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی توجہ حاصل کرنے کے طریقے اختیار کر رہا تھا۔ راستے ڈھونڈ رہا تھا' راستے بنا رہا تھا۔

اسے تو خبر ہی نہیں تھی کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے۔ ممی اس معاملے میں اس کی مخالفت بھی کرسکتی ہیں۔ وہ حیران ساماں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''ممی! میں فی الحال ایسا نہیں سوچ رہا اور......''

''تم کیا سوچ رہے ہو فی الحال یہ اتنا اہم نہیں۔ شادی کا نقطہ تم نے خود اٹھایا تھا' ہم نے تو اس بارے میں سوچا بھی نہیں تھا۔''

''ممی میں نے للّی کے لیے ایسا نہیں سوچا' محبت اور شادی دو الگ معاملے نہیں ہیں۔ آپ ایسے کیسے سوچ سکتی ہیں؟'' وہ حیرت سے بولا تھا۔

''میں بھی کوئی بات اپنی اولاد پر امپوز کرنا نہیں چاہتی بیٹا! مگر معاملہ یہ ہے کہ وہ لڑکی تمہیں پسند نہیں کرتی ہے۔ تمہاری سمجھ میں یہ بات آجانا چاہیے۔ میں نہیں چاہتی تم سرابوں کے پیچھے بھاگ کر اپنا وقت گنواؤ۔ یہ دانش مندی نہیں' میں تمہاری ماں ہوں' میں تمہارے مخالف نہیں تمہارے ساتھ کھڑی ہوں۔ للّی اچھی لڑکی ہے' تم اسے جانتے ہو اور وہ مجھے اور تمہارے ڈیڈی کو بھی پسند ہے' تم اس کے لیے اپنا مائنڈ بنا سکتے ہو' مجھے نہیں لگتا تمہارے لیے مشکل ہے۔'' ممی کہہ کر کھانے کی ٹیبل سے اٹھ گئی تھیں۔

دامیان سوری دیکھتا رہ گیا تھا۔ یہ کہانی اس کو اس موڑ پر بھی لاسکتی تھی' اس کے بارے میں تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔

❀......()......❀

ممی' ایشاع سے Skype پر بات کر رہی تھیں جب وہ آفس سے واپس لوٹا تھا۔ وہ قریب سے گزر رہا تھا جب سدرہ اسے دیکھ کر مسکرائی تھیں۔

''تم ابھی معارج کے بارے میں پوچھ رہی تھیں اور وہ آگیا ہے' لو بھائی سے بات کرو۔'' وہ اندر جانے کا ارادہ

ترک کر کے وہیں رک گیا تھا۔

''ایشاع کیسی ہو؟'' مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

''میں ٹھیک ہوں بھائی! آپ کیسے ہیں؟ اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟''

''میں بالکل ٹھیک ہوں ایشاع! تمہارے مجازی خدا کہاں ہیں؟ دکھائی نہیں دے رہے؟ دل لگ گیا وہاں؟''

''کہاں بھائی' دل بالکل بھی نہیں لگ رہا ہے۔ آپ کے ایکسیڈنٹ کی خبر سن کر تو میں فوراً آ جانا چاہتی تھی' مگر ممی نے ہی منع کر دیا۔ اب بھی دل چاہتا ہے فوراً آ کر آپ سے ملوں' وہ ٹھیک ہیں اس وقت آفس میں ہیں' بھابی کہاں ہیں؟ دکھائی نہیں دے رہیں؟'' ایشاع کے پوچھنے پر وہ چپ ہو گیا تھا پھر بولا تھا۔

''وہ اس وقت یہاں نہیں ہیں۔'' سہولت سے جواب دیا تھا۔

''یہاں نہیں ہیں تو پھر کہاں ہیں؟ آپ پلیز بلائیں انہیں' آپ دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھنے کا من ہو رہا ہے بہت عرصے سے نہیں دیکھا۔'' ایشاع نے ضد کی تھی' معارج تغلق کے پاس جیسے اس لمحے کوئی جواب نہیں تھا۔

''بھابی...... کہاں بزی ہیں؟ مجھے معلوم ہے آپ یہی کہیں گے اردگرد ہیں مگر ضرور کسی کام میں بزی ہیں۔ ایک پل کو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر Webcame کے سامنے آ جائیں۔'' ایشاع ضدی بچوں کی طرح براہ راست یوں مخاطب ہوئی تھی جیسے وہ واقعی کہیں آس پاس ہو۔

''ایشاع وہ یہاں......'' معارج نے کہنے کے لیے منہ کھولا تھا' جب اس کے عقب سے انائیا ملک کی آواز آئی تھی۔

''میں یہاں ہوں۔'' وہ آواز اس لمحے معارج تغلق کو کوئی خواب جیسی لگی تھی شاید تبھی اس نے یقین کرنے کو پلٹ کر اس کی سمت دیکھا تھا۔

وہ کوئی خواب نہیں تھی

حقیقت بنی اس کی پشت پر کھڑی تھی

کسی کو دل سے یاد کیا جائے تو کیا وہ واقعی اس ایک لمحے میں وہاں آن موجود ہوتا ہے؟ ایشاع اس کا تذکرہ کر رہی تھی' اس سے بات کرنا چاہ رہی تھی اور کیسے وہ حقیقت بن کر وہاں آن کھڑی ہوئی تھی۔ ایسا کیسے ممکن ہو سکتا تھا؟ کیا دل کا دل سے رابطہ واقعی اس طور بندھ سکتا ہے؟ ایسا کوئی سلسلہ دل سے دل کے مابین ہے؟

معارج تغلق حیرت میں مبتلا اس کی سمت دیکھ رہا تھا مگر وہ اس لمحے اس کی سمت متوجہ نہیں تھی۔ جیسے معارج تغلق کا وہاں ہونا اس کے لیے معنی نہیں رکھتا تھا یا پھر یہ خفگی کا کوئی انداز تھا؟ وہ خفا تھی؟

''بھابی! کیسی ہیں آپ؟ میں آپ کو بہت یاد کرتی تھی' میں بھائی سے کہہ رہی تھی مگر وہ آپ کے معاملے میں کافی پوزیسو واقع ہوئے ہیں۔ کسی اور سے آپ بات کریں' یہ ان سے برداشت نہیں ہوتا۔ یہ محبت کی انتہا پسندی ہے شاید۔'' ایشاع مسکرا رہی تھی۔

''میں ٹھیک ہوں ایشاع! تم کیسی ہو؟ میں ممی کے لیے چائے بنا رہی تھی۔ ممی بتا رہی تھیں تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں تھی؟ تم اپنا خیال نہیں رکھ رہیں؟'' وہ مکمل ذمے دارانہ انداز میں یوں پوچھ رہی تھی جیسے کہیں کوئی خلل واقع ہی نہ ہوا اور وہ اس رشتے کا معمول ہو۔

''تھوڑی پرابلم ہو گئی تھی بھابی! اب بہتر ہوں۔ گائی نے بیڈ ریسٹ کا مشورہ دیا ہے بھابی! آپ کب ہمیں چھوٹا سا کیوٹ سا' گولو مولو سا بھتیجا دے رہی ہیں؟ اس بارے میں آپ دونوں نے کچھ طے کیا کہ نہیں؟'' ایشاع

شرارت سے پوچھ رہی تھی' انائیا کو لاکھ عداوت سہی اور تعلقات کی ڈور لاکھ الجھی ہوئی سہی مگر اس لمحے اس کا چہرہ کان کی لوؤں تک سرخ پڑ گیا تھا۔ شاید اس لیے بھی کہ معارج تغلق کی آنکھیں بدستور اسے دیکھ رہی تھیں اور......

وہ ایک نگاہ بے تاثر انداز میں ڈال کر اس کی جانب سے غافل بن جانا چاہتی تھی مگر اس کی آنکھیں جیسے اپنے ساتھ باندھ رہی تھیں۔ یک دم سے کیسی کشش آ گئی تھی ان آنکھوں میں؟ یا پھر اس کا وجود ہی اس کی سمت کھنچ رہا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پائی تھی' وہ سمجھ نہیں پاتی تھی ایشاع کی بات کا کیا جواب دے' لمحہ بھر کو وہ گنگ سی ہو گئی تھی۔ تبھی ایشاع ان دونوں کو دیکھ کر مسکرائی تھی۔

''آپ دونوں ایک ساتھ بہت پرفیکٹ دکھائی دیتے ہیں' خدا آپ دونوں کا یہ ساتھ ہمیشہ بنائے رکھے۔ بھائی اگلے مہینے میرا برتھ ڈے آ رہا ہے میں آپ دونوں کو اس برتھ ڈے پر یہاں اپنے ساتھ دیکھنا چاہتی ہوں' ایسا ممکن ہے نا؟'' ایشاع اپنا برتھ ڈے کا گفٹ طلب کر رہی تھی۔ انائیا فوری طور پر کوئی جواب دے نہیں سکی تھی۔ نگاہ اس شخص سے ملی تھی معارج تغلق نے جانے کیا سوچ کر اس کا ہاتھ تھام لیا تھا اور اسے اپنے پاس بیٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ایسا کرتے ہوئے اس کے دل کی کوئی خواہش ابھری تھی یا محض وہ اپنی بہن کو جتانا چاہتا تھا کہ وہ اپنی بیوی سے قریب ہے۔ وہ سمجھ نہیں پائی تھی مگر ایسا ہونے سے اس کے دل کی دھڑکنیں زیروزبر ہو گئی تھیں۔ اس کے اندر وہ سرسری سا بیگانگی لیے ہوئے لمس کسی آتش کا سا کام کر گیا تھا۔ انائیا نے معارج تغلق کی سمت دیکھا تھا' مگر وہ اس کی سمت متوجہ نہیں تھا۔ وہ لیپ ٹاپ کی اسکرین کی طرف دیکھ رہا تھا' جہاں ایشاع تھی۔

''یہ بات تم اپنی بھابی سے پوچھو' اگر یہ تیار ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں تمہارے لیے کسی بھی لمحے وقت نکال سکتا ہوں۔'' وہ بھائی ہونے کے ناتے اپنی محبت بھرپور طور پر جتا رہا تھا اور تمام کا تمام معاملہ انائیا کے سپرد کر چکا تھا۔ انائیا فوری طور پر گنگ سی رہ گئی تھی' کوئی جواب نہیں دے سکی تھی۔

''بھابی......؟'' ایشاع نے مسکراتے ہوئے پکارا تھا۔

''ہم...... ہم ٹرائی کریں گے ایشاع! اگرچہ اگلے مہینے میرے کچھ ایونٹس ہیں اور......''

''ہم ضرور آئیں گے ایشاع!'' عجب دھونس دیتا انداز تھا۔ وہ ایک پل میں اپنا فیصلہ صادر کر گیا تھا۔ انائیا حیران سی اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔ وہ ایسی دھونس کیونکر جما سکتا تھا؟ کیا وہ اس کا اختیار رکھتا تھا؟ ایسا کوئی استحقاق تھا اس کے پاس؟

ایشاع نے کب کیم آف کیا تھا اور گفتگو کا سلسلہ منقطع ہوا تھا' وہ جان نہیں پائی تھی یا پھر اس سمت اس کا دھیان ہی نہیں تھا۔ معارج تغلق کے ہاتھ میں بدستور اس کا ہاتھ تھا۔ ایسا کرنا' ان قربتوں کو طول دینا انائیا ملک کے اندر خواہشوں کو بڑھا رہا تھا۔ وہ اپنی خواہشوں کے تابع ہو رہی تھی یا پھر یہ معارج تغلق کی کوئی ڈھکی چھپی خواہش تھی؟ جو وہ اس کے ساتھ کا متمنی ہو رہا تھا۔

تُو ہی حقیقت' خواب تُو

دریا تُو ہی' پیاس تُو

تُو ہی دل کی بے قراری' تُو سکون

جاؤں میں اب جب جس جگہ

پاؤں میں تجھ کو اس جگہ

ساتھ ہو کے نا ہو تُو ہے روبرو' روبرو

ان لمحوں میں کچھ نوازشیں تھیں یا جسارتیں؛ وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔ معارج تغلق نے لیپ ٹاپ کی پلے لسٹ سے وہ ٹریک کسی خاص مقصد سے سلیکٹ کیا تھا۔ اس کے دل میں اس لمحے کوئی خاص احساس سر اٹھا رہا تھا۔ وہ کوئی خاص بات ڈسکس کرنا چاہتا تھا یا محض اس کے ساتھ چند لمحے خاموشی سے بتانے کا خواہاں تھا۔ وہ سمجھ نہیں پائی تھی؛ اس شخص کی نگاہیں اس کے چہرے کا طواف کررہی تھیں اور وہ اس کی سمت دیکھ نہیں پارہی تھی۔ وہ اس کا ہاتھ یوں تھامے بیٹھا تھا جیسے اسے ڈر تھا کہ ابھی وہ اس کا ہاتھ چھوڑے گا تو وہ وہاں سے خواب کی طرح اڑنچھو ہوجائے گی۔

وہ ایسا بچہ سا کیوں بن رہا تھا؟ محبت آس پاس تھی یا محض اس کا وہم تھا؟

''انائیا!'' ایک مدہم سرگوشی اس کے کان کے قریب ہوئی تھی۔ وہ شاید کچھ کہنے کا قصد کررہا تھا۔

تُو ہم سفر تُو ہم قدم تو ہم نوا میرا
تُو ہم سفر تُو ہم قدم تو ہم نوا میرا
آ تجھے ان بانہوں میں بھر کے
اور بھی کرلوں میں قریب
تُو جدا ہے تو لگے ہے
آتا جاتا ہر پل عجیب
اس جہاں میں ہے اور نہ ہوگا
مجھ سا کوئی بھی خوش نصیب
تُو نے مجھ کو دل دیا ہے
میں ہوں تیرے سب سے قریب
میں ہی تو تیرے دل میں ہوں
میں ہی تو سانسوں میں بسوں
تیرے دل کی دھڑکنوں میں
میں ہی ہوں...... میں ہی ہوں

وہ منتظر سی اس کی سمت دیکھ رہی تھی؛ اس کی آنکھوں کی حدت سے اس کی پلکیں لرزنے لگی تھیں۔ وہ اس کے لفظ سننے کی منتظر تھی؟ اس کی دھڑکنوں تک رسائی چاہتی تھی؟ یا اس دل کے سارے راز پانا چاہتی تھی؟ وہ اپنی دھڑکنوں میں چھپی بے قراریوں کو کوئی جواز نہ دے سکی تھی مگر وہ اپنے یہاں موجود ہونے کا مدعا اس سے بیان کرنے لگی تھی۔

''میں اپنا کچھ سامان لینے آئی تھی۔ میں نے ممی سے آنے سے پہلے بات کی تھی۔ انہوں نے اجازت دے دی تھی اور......'' وہ جواز دے کر بری الذمہ ہونا چاہ رہی تھی۔ شاید وہ بغور اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا یا سطر سطر پڑھ رہا تھا۔

''میں جانتا ہوں۔'' وہ جانے کیا سوچ کر بولا تھا۔

''کیا؟'' وہ چونکی تھی۔

''کہیں کچھ ہونے کا جواز ہے۔'' معارج تغلق کا لہجہ مدہم تھا۔

''اور......؟'' وہ منتظر نظروں سے اس کی سمت تکنے لگی تھی۔

''میں معنی تلاش نہیں کرسکتا۔ شاید وقت لگے۔'' وہ کسی راز سے پردہ ہٹا رہا تھا یا ڈھکے چھپے لفظوں میں اپنے دل

کی کوئی بات اس تک پہنچا رہا تھا۔

"ضروری نہیں ہم پر کسی ہونے اور نہ ہونے کا جواز تلاشتے پھریں کچھ چیزوں کے ہونے کے اسباب نہیں ہوتے۔ انہیں فراموش کر دینا ہی دانش مندی ہے شاید؟" وہ ہمت کر کے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔ وہ پُرخیال انداز میں اس کی سمت تکنے لگا تھا پھر نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

"شاید مگر ایسا صرف اپنے طور پر اخذ کیا مفروضہ بھی تو ہو سکتا ہے نا۔ اچھا سنو! اگر تمہیں کسی شے کو بدلنا پڑے تو تم اس کے لیے وہ کون سے تین اقدام سب سے پہلے کرو گی؟" وہ ایسے معمول کے انداز میں بات کر رہا تھا جیسے ان میں کوئی مخالفت نہ ہو نا تفاوت۔

"میں سمجھی نہیں۔" وہ الجھ کر بولی تھی۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا تھا۔

"انائیا تمہاری آنکھوں میں کوئی بات ہے، تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟ مجھے کیوں لگتا ہے کہ تمہاری پلکیں کسی بوجھ سے لدی ہوئی ہیں اور اس کا کچھ جواز ہے؟" وہ خاموشی سے اس کی سمت تکنے لگی تھی۔ ان آنکھوں میں کوئی شکوہ تھا یا شکایت یا پھر کوئی الزام؟ معارج تغلق واقعی اسے سطر سطر پڑھنے پر قادر تھا یا محض قیاس کر رہا تھا؟ انائیا ملک کو کیوں لگ رہا تھا کہ وہ اس کے لیے ضروری ہے؟ اس کا ہر عضو دل کیوں بن رہا تھا؟ وہ اس کی ہر دھڑکن میں کیوں دھڑک رہا تھا؟ محبت اتنی سرپھری ہو سکتی تھی؟ اسے لگا تھا وہ اس کا وہ راز اس کی آنکھوں میں جان لے گا اور اس کی قدر صفر ہو جائے گی شاید تبھی وہ اس کی سمت سے نگاہ پھیر گئی تھی۔

"تمہیں ڈر لگتا ہے؟" وہ باتیں جو اسے اس رشتے میں ساتھ رہتے ہوئے اس سے کرنا چاہیے تھیں وہ اس سے اس گھڑی کر رہا تھا جب وہ بچھڑنے کا قصد کر رہا تھا اور رشتے کو ختم کرنے کے منصوبے بنا رہا تھا۔ کیا وہ اس کے لیے واقعی تیار تھا؟ اگر وہ دور جاتی تو اسے سچ میں کوئی فرق نہیں پڑتا؟ یہ اس کے اندر کا ڈر تھا جو وہ انائیا کے اندر کا ڈر تلاش رہا تھا یا ان دونوں کا ڈر مشترک تھا؟ وہ اس کے اندر کے ڈر تلاش رہا تھا، کیا وہ اپنے اندر کے کسی ڈر سے اس طور واقف تھا؟

تُو ہم سفر، تُو ہم قدم، تُو ہم نوا میرا
تُو ہم سفر، تُو ہم قدم، تُو ہم نوا میرا

کیسی خوشی محبت کے لہجے میں، آس پاس جیسے کوئی جادو سا پھیلا تھا۔

کب بھلا یہ وقت گزرے
کچھ پتا چلتا ہی نہیں
جب سے مجھ کو تُو ملا ہے
ہوش کچھ بھی اپنا نہیں
تیرے بنا نہ سانس لوں
تیرے بنا نہ میں جیوں
تیرے بنا نہ ایک پل
رہ سکوں...... رہ سکوں
تُو ہی حقیقت
خواب تُو

دریا تُو ہی، پیاس تُو
تُو ہی دل کی بے قراری
تُو سکون، تُو سکون
تُو ہم سفر، تُو ہم قدم، تُو ہم نوا میرا

محبت اتنی طاقت ور ہو سکتی تھی؟ انائیا کو لگ رہا تھا اس کے اطراف کوئی دائرہ سا بنا ہو جس سے وہ چاہتے ہوئے بھی باہر نہ نکل پا رہی ہو۔ چاہتے ہوئے بھی ان لکیروں کو پھلانگ نہ پا رہی ہو۔ محبت ایسی باندھنے والی ہو سکتی تھی۔ ایسی بے بس کرنے والی ہو سکتی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی یا پھر یہ اس کے ساتھ ہی تھا اور دوسرا فریق ایسا کچھ محسوس ہی نہ کر رہا تھا۔

"ہم میں سے سب کوئی نہ کوئی ڈر ضرور رکھتے ہیں، یہ ڈر مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں، مجھے بھی کئی طرح کے ڈر ہیں مگر یہاں اس کا ذکر کرنا اتنا ضروری نہیں اگر آپ کو کوئی ڈر ہے تو آپ کہہ سکتے ہیں۔" وہ دھیمے لہجے میں بولی تھی، جانے کیا ہوا تھا۔ معارج تغلق نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ کی گرفت سے آزاد کر دیا تھا اور اس لمحے کا سارا جادو جیسے ایک پل میں ٹوٹ گیا تھا۔ وہ حصار ختم ہو گیا تھا۔ انائیا ملک اسے حیرت سے دیکھنے لگی تھی مگر وہ وہاں سے اٹھا اور بے تاثر لہجے میں بولا تھا۔

"مجھے کچھ ضروری کام ہے، تم ممی سے مل لو۔ ہم بعد میں بات کریں گے۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ آگے بڑھ گیا تھا۔ کیسا بے رحم تھا وہ، کیا چاہتا تھا؟ کیا سننے کا خواہاں تھا؟ کیا جاننا چاہتا تھا؟ یا پھر ہر شے کو اپنی مرضی سے، اپنے طریقے سے وقوع پزیر ہوتا دیکھنا چاہتا تھا۔ انائیا الجھی ہوئی سی اسے سیڑھیاں چڑھتے دیکھ رہی تھی پھر نگاہ اپنے ہاتھ پر گئی تھی وہ اس کے لمس سے اب تک دہک رہا تھا۔ کیا وہ اس قید سے رہائی چاہتی تھی؟ اس دائرے سے کوشش کر کے بھی نکل سکتی تھی؟

وہ خود سمجھ نہیں پائی تھی۔

انابیتا لان میں کھڑی پودوں کو پانی دے رہی تھی جب وہ گاڑی پورچ میں روک کر جارحانہ قدموں سے چلتا ہوا اس کے سامنے آن رکا تھا۔ وہ اس کی سمت سے یکسر غافل تھی تبھی پانی کے پائپ کا رخ اس کی سمت ہو گیا تھا۔ وہ اس بوچھاڑ سے بھیگنے لگا تھا۔ مگر فی الفور کوئی احتجاج کیا تھا نا اسے ایسا کرنے سے روکا تھا وہ نادانستگی میں ہوئے اقدام پر بھونچکا سی کھڑی تھی جب دامیان سوری نے اس کا ہاتھ تھام کر پائپ کا رخ اوپر کی جانب کر دیا تھا جس سے وہ دونوں بھیگنے لگے تھے۔ انابیتا بیگ اس کے اس جارحانہ رویے کا مطلب سمجھ نہیں پائی تھی یا اس کی آنکھوں سے نکلتی جھلساتی تپش کا مطلب جان پائی تھی تبھی الجھے ہوئے انداز میں اسے دیکھا تھا۔

"دل چاہتا ہے تمہارے اردگرد جابجا دائرے بنا دوں، لکیریں کھینچ دوں، تم چاہو بھی تو اس حصار سے باہر نکل نا پاؤ۔ تمہاری اس بے مہری کو توڑ دوں۔ اس ظاہری انا کو تار تار کر دوں، تمہارے سارے کھوکھلے خول توڑ کر تہس نہس کر دوں، تمہیں شکایتیں کرنے کا موقع دوں نا گلے کرنے کا، تمہیں کوئی رعایت دوں نا کوئی لگی لپٹی رکھوں۔ میں تمہیں بے حد، بے حساب سزائیں دینا چاہتا ہوں انابیتا بیگ۔ اتنی کہ تم جان لو کہ کھوکھلی دیواریں کھڑی کرنے سے کچھ نہیں ہوتا اور خود سے بھاگتے رہنے کا، جھوٹی تاویلیں دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، بس تمہاری اس بے خبری کو توڑ دینا چاہتا ہوں مگر ہزار چاہنے پر بھی میں ایسا کچھ نہیں کر سکتا، ایسا کچھ نہیں کر پاتا، میں ایسا بے اختیار ہوں یا تم نے

میری ساری سوچوں کو باندھ دیا ہے اور صرف اپنا پابند کرلیا ہے؟ سمجھ میں کچھ نہیں آتا' میں کیوں پاگل ہورہا ہوں' میں ہی کیوں؟ کیوں تمہارا پابندہ ہورہا ہوں؟ کیوں تمہارے اختیار سے باہر نکل نہیں پارہا؟ کیوں تمہیں سوچوں سے نکال نہیں پارہا؟ مجھے وحشت ہوتی ہے۔

نہیں ہے تم سے محبت۔

محبت ہو بھی نہیں سکتی تم جیسی لڑکی سے تو قطعاً کبھی نہیں۔

تم نے میرے سارے کلیوں اور مفروضوں کو غلط ثابت کیا ہے۔ میرے سارے قیاس بے اثر گئے ہیں' پاگل بنادیا ہے تم نے مجھے انابیتا بیگ۔ کتنا پاگل ہوں میں' یہی سوچتی ہونا تم؟ کچی ڈور سے بندھا تمہارے پیچھے چلا آتا ہوں؟ تمہارے اچھے بُرے سارے رویوں کو سہتا ہوں' تمہارے آگے پیچھے رہتا ہوں' یہی بات تمہیں خوش کرتی تھی نا؟ یہی بات تسکین دیتی تھی نا؟

مگراب میں یہ سلسلہ متروک کرنا چاہتا ہوں' تھک گیا ہوں میں اب اور نہیں۔ بے وقوف ہوں میں' تم ثابت کرتی ہو کہ تم اتنی جنون پسند نہیں نا ہی طفلِ مکتب ہو۔ یہ خلل صرف میرے دماغ میں ہے مگراب اور نہیں اس بے وقوفی کا سلسلہ آج اور ابھی سے ختم کررہا ہوں میں۔ سارا قصور میرا ہے' ساری رعایتیں میری طرف سے ہیں اور ساری کوششیں میری طرف سے ہیں۔ تم نے ٹھیک کہا' تم صحیح تھیں' غلط میں تھا۔ میں اپنے مرکز سے ہٹ گیا تھا' اپنے مدار سے ہٹ کر دوری کا سفر کررہا تھا' اپنے آپ سے تفاوت پر جارہا تھا اور تمہارے قریب آنے کے ہزار جتن کررہا تھا مگر وہ سب بے حس تھا اور انتہائی فضول۔ میرا تمہاری جانب سفر' تمہارے مدار کے گرد گول گول گھومنا' میری حماقت تھی۔ ہم ایک دنیا کے نہیں ہیں' کبھی ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے' ہم ایک دوسرے کے لیے نہیں بنے' مجھے اس کا ادراک ہوگیا ہے' تبھی یہ سلسلہ موقوف کررہا ہوں' محبت اس طرح نہیں ہوتی' محبت اس طور نہیں ہوسکتی۔ مجھے اب اس کی سمجھ آگئی ہے سو میں آج سے' ابھی سے تم سے تفاوت کا سفر شروع کررہا ہوں' میرے قدم اب تمہاری سمت نہیں' تمہاری مخالف اٹھیں گے۔ میں نے طے کرلیا ہے۔'' وہ سخت لہجے میں کہہ رہا تھا' اس لہجے کی محبت غائب تھی' وہ نرمی کہیں نہیں تھی۔

وہ مہربان لہجہ کہیں نہیں تھا اور وہ نگاہ آج اس پر اجنبی تھی۔

وہ نگاہ محرم نہیں تھی' وہ جیسے کسی اجنبی کے روبرو تھی' اس کی کلائی پر اس کی گرفت اتنی سخت تھی کہ اس کی انگلیاں اسے اپنے گوشت میں پیوست ہوتی لگی تھیں وہ اس تکلیف کو پورے طور پر محسوس کررہی تھی' محبت ایسی بے رحم کیسے ہوسکتی تھی؟

کیا وہ واقعی اس سے محبت کرتا تھا؟ وہ جو ہمیشہ دعویٰ دار رہا تھا' اس کے آس پاس رہا تھا؟ کیا واقعی اس کے جنون میں اس طور مبتلا تھا؟ یا وہ کوئی خواب' خیال تھا؟

محبت اپنے پَر سمیٹ رہی تھی یا اس پر اپنے دروازے بند کررہی تھی' وہ سمجھ نہیں پائی تھی وہ ساکت سی کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

محبت بے حس ہورہی تھی' نامہربان ہورہی تھی۔

وہ اس سے غیر ہورہا تھا' لاتعلق ہورہا تھا' اس سب کا ہونا اس کے احساسات پر ضرب لگارہا تھا' اس کے خول کو توڑ رہا تھا یا اس کے دل کو جھنجوڑ رہا تھا یا وہ اس لہجے کو سمجھ ہی نہیں پارہی تھی۔

اس انداز سے آشنا نہیں تھی تبھی حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''محبت الگ الگ مداروں میں گھومنے کا نام نہیں' ایک مدار میں ایک ساتھ محوِ سفر ہونے کا نام ہے اور ہم ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں' ایک دوسرے کو اٹریکٹ نہیں کرتے۔ ہم مخالف راستوں پر چلنے کے لیے بنے ہیں س اجنبی ہوجانے میں ہی بہتری ہے۔ مجھے یقین ہے تمہیں اس کا ملال نہیں ہوگا کیونکہ تمہارا دل کسی آہنگ خاص سے واقف نہیں' تمہیں سود وزیاں کا ملال بھی نہیں ستائے گا کیونکہ تمہیں اس بات کا ادراک ہی نہیں کہ تم کیا کھو رہی ہو۔ تمہاری حسیات منجمد ہیں انابیتا بیگ! تمہیں خسارے کا اندیشہ نہیں ستائے گا۔ تمہیں کوئی اضطراب ستانے آئے گا بے قراری پاؤں سے لپٹے گی۔'' اس کے بھیگے چہرے کو دیکھتے ہوئے اس نے ایک پل کو رک کر شہادت کی انگلی اس کی سمت بڑھائی تھی اور اس کے دل پر رکھی تھی۔

''یہاں دل نہیں ہے' سو محبت ہو نہیں سکتی۔ تمہارے آس پاس وہ زمین نہیں ہے جہاں محبت کاشت ہوسکے۔ محبت کے لیے یہ زمین بنجر ہے اور بنجر زمین پر محبت بوئی نہیں جاسکتی نا کاٹی جاسکتی ہے۔ تم بہت خوش نصیب ہوانابیتا بیگ! تم بہت سی فکروں سے آزاد رہ سکتی ہو' مگر مجھے تم سے پھر بھی ہم دردی ہے۔'' وہ پرافسوس انداز میں کہہ رہا تھا۔ پھر یک دم اس کی کلائی چھوڑی تھی ایک نگاہ سرسری اس کے وجود پر' اس کے چہرے' خدوخال پر ڈالی تھی اور پھر یک دم پلٹ کر وہاں سے نکل گیا تھا۔'' وہ ساکت سی کھڑی اسے خود سے دور جاتا دیکھتی رہی تھی۔

یہ کیا ہوا تھا؟

ایک دم

اچانک...... سے ہَوا اس کے مخالف کیسے چلنے لگی تھی؟

یہ کیا ہوگیا تھا؟

اگر وہ اس کا معمول تھا' اس کے اختیار میں تھا تو پھر یک دم ہر شے اختیار سے باہر کیسے جانے لگی تھی؟

اس کا دل تھم سا کیوں رہا تھا؟

کیوں لگ رہا تھا وہ بھاری قدم ہے جو اس سے دور جارہے تھے۔ اس سے مخالف سمت چل رہے تھے۔ زمین پر نہیں اس کے دل پر چل رہے تھے۔ اس کے اندرو جود کے کسی علاقے میں خاموشی پھیل رہی تھی۔ اس کا سانس لینا محال ہورہا تھا' اسے کس شے کا ادراک کروا رہا تھا یہ وقت؟

❁......❁......❁

''انائیا تمہیں اس روز میں نے گھر بلایا تھا' میں تم سے ضروری بات کرنا چاہتی تھی مگر تم اچانک سے اٹھ کر نکل آئیں اور اس کا موقع نہیں مل سکا۔'' سدرہ تغلق نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ کچھ کہنے کا ارادہ باندھ رہی تھیں اور انائیا اپنے الجھاوں میں الجھی ہوئی تھی' وہ دو آنکھیں اس کے ذہن سے چپک گئی تھیں ان کی تپش' ان کی حدت۔

خاموشی میں بھی کچھ کہنا اور کہنے کے ہزار جتن کرنا' ارادے باندھنا' پھر توڑنا اور یک دم سے اجنبی بن جانا' وہ ان دو آنکھوں کے حصار میں مسلسل قید تھی اور دل وہیں کہیں بندھ گیا تھا۔

''تم کیا سوچ رہی ہو؟'' سدرہ تغلق نے دریافت کیا تھا' انائیا خاموشی سے ان کی سمت دیکھ رہی تھی۔ سدرہ تغلق کو وہ کسی خواب کی کیفیت میں لگی تھی۔

''تم ٹھیک تو ہو؟'' سدرہ تغلق نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔

''اسے ڈر ہے۔'' وہ بے دھیانی میں جیسے خود کلامی کرتی ہوئی بولی تھی۔

''کیسے؟'' سدرہ تغلق چونکی تھیں۔ ''کس کی بات کر رہی ہو تم؟'' سدرہ تغلق نے پوچھا تھا۔ انائیا جیسے کسی خواب سے جاگی تھی ان کی سمت دیکھا تھا اور پھر نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

''ڈر سے بھاگنا حماقت ہوسکتی ہے انائیا! ڈر کو ہرانا' اس سے باہر آنے کا راستہ ہے۔ اس راستے سے یقین کے سارے راستے نکلتے ہیں اگر یقین کا سفر کرنا ہے تو تمام خوف کو سمیٹنا ضروری ہے۔'' وہ پُراثر لہجے میں سمجھاتے ہوئے بولی تھیں۔

''آپ کوئی ضروری بات کرنے والی تھیں؟'' انائیا نے پوچھا تھا۔

''ہاں! مجھے تم سے بات کرنا تھی مگر مجھے سمجھ نہیں آرہا۔ اس کے لیے میں تمہیں کیسے قائل کروں' تم نے جس طرح معارج کا خیال رکھا' اسے پوری توجہ دی اپنا وقت دیا۔ مجھے نہیں لگتا ایسا کوئی اور کبھی کر پائے گا' اگر تم اس کی زندگی سے جاتی ہو تو یہ بہت بڑا خسارہ ہوگا' شاید معارج بھی اس سے واقف ہوگا' مگر وہ کہنا نہیں چاہتا یا اسے جتانا نہیں آتا' مرد کی فطرت میں کچھ خودسری ہے' کچھ سرکشی ہے' لڑکی اسے اپنے بس میں کرسکتی ہے مگر اس اختیار کو حاصل کرنے سے پہلے اسے بہت سے ادوار سے گزرنا پڑتا ہے اور بہت سے مراحل طے کرنا پڑتے ہیں' تم ایک پل تعمیر کرسکتی ہو' اس کے اپنے مابین راستہ بنا سکتی ہو اور اس سے بہتر حل کوئی اور نہیں ہوگا مگر بیٹا میرے لیے تم بھی اتنی ہی اہم ہو جتنی کہ میری اپنی اولاد' میں معارج سے زیادہ تم سے محبت کرتی ہوں' مجھے ہمیشہ لگا ہے تم اس کے لیے بہترین انتخاب ہو' مگر میں چاہتی ہوں تم بھی اس کا احساس کرو۔ کوئی فیصلہ زبردستی مسلط نہیں ہونا چاہیے۔ میں تمہیں تغلق محل میں ہمیشہ دیکھنا چاہتی ہوں' اپنے معارج کی شریک زندگی کے طور پر مگر میں چاہتی ہوں تم ایسا اپنی خواہشوں کے تابع ہو کر کرو نا کہ کسی زبردستی کے باعث۔'' سدرہ تغلق نے سہولت سے مدعا بیان کیا تھا۔

''آپ جانتی ہیں معارج طلاق کے پیپرز تیار کروا رہا ہے؟'' انائیا ملک نے ماں کی لاعلمی دیکھ کر مطلع کیا تھا' وہ چونکی تھیں۔

''یہ کب ہوا؟ معارج نے تو ایسا کچھ نہیں بتایا مجھے۔'' وہ حیران ہوئی تھیں۔

''ممی! یہ پل ایک سمت سے تعمیر نہیں ہوسکتا' ایک طرف کی کوشش بہت رائیگاں ہوگی۔'' انائیا ملک بہت مدہم لہجے میں بولی تھی۔ سدرہ تغلق نے اس کے ہاتھ تھامے تھے اور بہت ملائمت سے اسے مخاطب کیا تھا۔

''انائیا بیٹا! ہم کسی کو معاف کرنے کی جرأت اور ہمت تبھی رکھتے ہیں جب ہمارے دل میں کسی کے لیے گنجائش ہو' تم اگر ایسا کر پائیں تو یہ تبھی ممکن ہوگا کیونکہ تم ایک حساس دل رکھتی ہو' معارج میرا بیٹا ہے' اسے جانتی ہوں میں' اس کا دل بہت حساس ہے' وہ اتنا بے حس نہیں ہے' مجھے یقین ہے اگر تم ایک طرف سے ہاتھ بڑھاؤ گی تو دوسری طرف سے وہ اس کوشش کو رائیگاں جانے نہیں دے گا۔ بیٹا گھر بنانے کے لیے بہت کچھ تیاگنا پڑتا ہے۔ انا' خودداری اچھی بات ہے' لیکن اگر یہ جاں کا زیاں بننے لگے تو پھر اس سے کوئی فائدہ نہیں۔'' سدرہ تغلق انائیا کو اپنے طور پر سمجھا رہی تھیں۔ وہ بیٹے کا گھر آباد دیکھنے کی خواہاں تھیں مگر یہ صرف انائیا کی کوششوں سے ممکن نہیں ہوسکتا تھا۔ ایسا تو تب ہوتا جب دوسری طرف سے بھی کوئی آمادگی ہوتی' دوسری طرف سے بھی کوئی سائن دکھائی دیتا' مگر اس طرف تو مکمل بے گانگی تھی' ایسے میں انائیا اپنی انا کو داؤ پر کسی طرح لگا سکتی تھی' ایسے پُرسکوت موسم میں ساتھ رہنے کی کوشش کرنا ایک غلط فیصلہ ہوسکتا تھا' کیا وہ خود کو اتنا ارزاں کرسکتی تھی؟ وہ سوچ کر رہ گئی تھی۔

❁......❁......❁

کوئی وقت ہوتا ہے جب ایک ہی سمت میں قوت لگا لگا کر کوئی تھک جاتا ہے' ایسے میں جب وہ ساری کوششیں

رائیگاں جا رہی ہوں اور اس کا کوئی حاصل حصول بھی نہ ہو۔

محبت بدگمان ہوسکتی ہے؟ شاید ہوسکتی ہے جب ناروا داریوں کے موسم اپنے گہرے بادلوں کے ساتھ آسمان کو چاروں طرف سے گھیر لیں تو پھر موسم تعاون کرنے پر مائل نہیں ہوتا' اناہیتا بیگ بہت خاموشی سے ٹیرس پر تھی۔ دامیان سوری کے اس کے پیچھے آنے پر اس نے شاید کبھی نوٹس لینا نہیں چاہا تھا مگر جب وہ تھک ہار کر اپنے قدم موڑ گیا تھا تو اس کا دل اس سے بندھنے کیوں لگا تھا؟

وہ کیوں اس کی سمت سے اپنا دھیان ایک پل بھی ہٹا نہیں پا رہی تھی؟ وہ کیوں اس کیفیت میں گھر گئی تھی جس میں کوئی ملال سر پٹخ رہا تھا۔

محبت اس کے ساتھ تھی۔

اس کے ہر طرف تھی اور وہ اسے ماننے کو تیار نہیں تھی' وہ مسلسل اس کی نفی کر رہی تھی تو پھر اب جب محبت مخالف رخ اختیار کر گئی تھی تو قلق کسی بات کا ستا رہا تھا؟ وہ اتنی بے چین کیوں ہوگئی تھی؟ وجود کے سارے علاقے میں یہاں وہاں اضطرابی کیوں پھیل گئی تھی؟ اس کا سیل فون بجا تھا' اس نے تمام سوچوں سے چونک کر سیل فون کی اسکرین کو دیکھا تھا مگر وہاں پارسا کا نام دیکھ کر اس کے اندر ایک آس نے دم توڑ دیا تھا۔ اس نے بے دلی سے کال ریسیو کی تھی۔

''کیسی ہو؟ کہاں غائب ہو؟ رشتہ بنتے ہی منہ پھیر لیا؟ اس سے بہتر تو تب تھا جب ہم دوست تھے۔'' پارسا اسے لتاڑ رہی تھی۔

یہ پارسا' اس پارسا سے بہت مختلف لگی تھی جو یہاں رہتی رہی تھی۔ شاید وہ بہت خوش اور مطمئن تھی؟ کیا خوشی اتنا بدل دیتی ہے؟ وہ گہری سانس لے کر رہ گئی تھی اور پارسا کو مطمئن کرنے کو بولی تھی۔

''ایسا نہیں ہے پارسا! شاید تمہارا شکایتیں کرنے کا موڈ ہو رہا ہے' عدن بھائی تمہیں کال نہیں کر رہے' اس کا غصہ مجھ پر اتار رہی ہو؟'' وہ اسے چڑانے کو مسکرائی تھی۔

''ایسا کچھ نہیں ہے مجھے تو اس کا دھیان بھی نہیں تھا کہ تمہارے عدن بھائی نے کال کی بھی یا نہیں۔'' پارسا مگن سی بولی تھی۔

''اوہ! ایسی بے تابی کیوں؟ کہو تو فون کروا دوں؟'' اناہیتا بیگ نے کہا تھا۔

''نہیں اس کی ضرورت نہیں اگر انہیں کرنا ہوگا تو خود کریں گے۔ میں خوش ہوں یہاں۔ بہت عرصے بعد گھر کا سکھ ملا ہے' اپنوں کا ساتھ ملا ہے' اس خوشی کے آگے کچھ اور سجھائی نہیں دیا۔'' پارسا مسکرائی تھی۔

''شاید وہ بزی ہیں یا شاید میں ان کے دھیان میں نہیں رہی' خیر بقول تمہارے ساری زندگی ساتھ ہی تو رہنا ہے کرلیں گے دور سب شکوے گلے بھی' تم سناؤ یہ ٹون اتنی Low کیوں ہے؟ کچھ ڈاؤن ہو؟''

''نہیں' سب ٹھیک ہے۔'' وہ کہہ کر لب بھینچ گئی تھی۔

''دامیان سے جھگڑا ہوا؟'' پارسا نے پوچھا تھا۔

''ہم میں دوستی تمام ہوئے ایک عمر ہوگئی۔'' وہ تھکے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

''ایسا کیا ہوگیا؟ میں جانتی ہوں تم دونوں چاہے کتنا بھی جھگڑو مگر کوئی شے ہے جو تم دونوں کو دور جانے نہیں دیتی اور اگلے ہی لمحے تم پھر ساتھ ہوتے ہو۔'' پارسا پورے یقین سے کہہ رہی تھی۔

''تم غلط سمجھ رہی ہو پارسا! ہم میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔'' اناہیتا نے اس کی بھرپور نفی کی تھی' پارسا شاید جلدی

میں تھی تبھی بولی تھی۔

''اچھا سنو‘ میں تمہیں بعد میں فون کروں گی‘ فی الحال میں بھابی کے ساتھ باہر جارہی ہوں۔ تم اپنا خیال رکھنا اور......''

''اور......؟'' اناہیتا چونکی تھی۔ ''کوئی پیغام ہے تو بتادو۔'' چھیڑا تھا۔

''مجھے ان ڈائریکٹ پیغام کی ترسیل کا کوئی شوق نہیں اگر کچھ کہنا ہوا تو خود کہہ لوں گی۔'' وہ مسکرائی تھی اور فون کا سلسلہ بند کردیا تھا۔ اناہیتا بیگ نے لب بھینچے ہوئے کھلے آسمان کو دیکھا تھا اور نگاہ کہیں تاروں میں الجھنے لگی تھی۔

❀......❀......❀

چلے تھے ساتھ ساتھ
رکے‘ رکے تھے ساتھ ساتھ
کیسے نہ کرتا اس سے میں پیار
اس کی ہنسی میں سکھ تھے ہزار
بچھڑ گئے ہم دکھ کی ہے بات
میری زندگی
میرے ساتھ نہیں
کیا......سوچا ہوا کیا
دور......ہو کے ملا کیا؟
اس نے میرے دل کو توڑا کیا؟
یا پھر میں نے اس کو چھوڑا کیا؟
بندھن تھا......توڑا کیا......!

دامیان سوری بیڈ پر آڑا ترچھا پڑا تھا۔ کھلی آنکھیں چھت کو گھور رہی تھیں۔ پر جانے کیا سوچ کر وہ اٹھا تھا اور لیپ ٹاپ آن کیا تھا۔ للی کا میسج آیا تھا۔

''تمہیں دیکھے کئی دن ہوئے‘ وقت ہو تو بات کرلینا۔'' ایک مختصر پیغام تھا وہ شاید واقعی مائنڈ چینج کرچکا تھا تبھی اس سے بات کرنے لگا تھا۔ وہ اسے ویب کیم پر دیکھ کر مسکرائی تھی۔

''کچھ زیادہ ہینڈسم ہوگئے ہو‘ کیا بات ہے؟ یہ سب ٹھیک لگنے کی کیفیت تو ٹھیک ہے مگر یہ آنکھوں میں اتنی اداسی کیوں ٹھہری ہوئی ہے؟'' وہ جیسے اسے بہت جانتی تھی اسے دیکھتے ہی پوچھا تھا‘ وہ نفی کرنے لگا تھا۔

''ایسا کچھ نہیں ہے‘ ممی تمہارے بارے میں پوچھ رہی تھیں۔'' للی کو مطلع کیا تھا۔

''ہاں ان کا فون آیا تھا۔'' للی نے بتایا تھا وہ چونکا تھا۔

''انہوں نے کوئی بات تو نہیں کی؟''

''کوئی بات؟ کوئی بات کرنا تھی کیا؟'' وہ مطمئن سی مسکرائی تھی۔ اس کے چہرے کے رنگ گرفت میں لینے والے تھے۔ دامیان سوری کو حیرت ہوئی تھی وہ اس ایک چہرے کے پیچھے اتنا پاگل کیسے ہوا تھا؟ کیسے ساری انا‘ خود داری کا تیاپانچا کرلیا تھا۔ وہ کتنی مطمئن ہوئی ہوگی‘ جان کر کہ وہ اس کے پیچھے آرہا ہے۔

''یہ تم کہاں کھو گئے؟ یا پھر میرے خدوخال میں کسی اور کو ڈھونڈ رہے ہو؟'' وہ مسکرائی تھی۔ دامیان سوری لب

بھینچ کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

''میرے بنا اداس ہوگئے ہو؟'' وہ چھیڑتے ہوئے مسکرائی تھی۔ شاید وہ اس کا موڈ بحال کرنا چاہی تھی اور چیزوں کو معمول پر لانا چاہتی تھی تبھی بولی تھی۔

''کہو تو واپس آجاؤں؟'' انداز میں شرارت تھی تبھی وہ بولا تھا۔

''ممی کو تم اچھی لگی ہو۔'' اس نے اپنے طور پر اسے آگاہ کرنا چاہا تھا۔

''انہیں تو میں بہت پہلے سے اچھی لگتی ہوں‘ اس میں نئی بات کیا ہے؟'' وہ مسکرائی تھی۔

''شاید تبھی وہ تمہارے لیے سوچ رہی ہیں۔'' دامیان نے بتائی تھا۔

''میرے بارے میں سوچ رہی ہیں‘ میں سمجھی نہیں؟'' وہ نا سمجھتے ہوئے بولی تھی۔

''انہیں لگتا ہے تم میرے لیے بہترین انتخاب ہوسکتی ہو۔ اس کے لیے انہوں نے تمہارا نام رکھا ہے۔'' دامیان نے سرد لہجے میں کہا تھا۔

''کیا......؟'' یہ بات اس کے لیے بہت حیرت کا باعث تھی تبھی اس کی آنکھیں حیرتوں سے بھر گئی تھیں۔

''ایسا کیونکر سوچا انہوں نے؟ وہ اب بھی جب میں یہاں واپس آچکی ہوں اور تم......تم تو اناہیتا بیگ کے گھر اپنا پروپوزل بھجوا چکے ہو نا؟ پھر ایسا کیوں سوچنے لگیں وہ؟'' للی میک حیرت سے بولی تھی۔ دامیان سوری کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔

''تم اناہیتا سے محبت کرتے ہو نا دامیان؟'' وہ جیسے یقین کرنے کو بولی تھی۔ دامیان نے کوئی جواب دیئے بنا خاموشی سے اسے دیکھا تھا۔

''اگر وہ محبت سچی ہے تو تم اپنے قدم واپس کیسے لے سکتے ہو؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔ دامیان نے شانے اچکائے۔

''شاید وہ میری بے وقوفی تھی‘ محبت ایسے نہیں ہوتی‘ محبت ایسی نہیں ہوتی۔'' وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔ للی اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔ یہ اچانک سے کیا ہوگیا تھا؟ اچانک وہ اتنا بدل کیسے گیا تھا؟

محبت اتنی جلد بدل سکتی تھی؟

دامیان سوری یک دم سے اتنا اجنبی کیسے ہوگیا تھا؟

❀......❀......❀

''بہت بزی تھا‘ وقت نہیں نکال پایا‘ کیسی ہو تم؟'' عدن نے رات کے کسی پہر پارسا کا نمبر ملایا تھا‘ وہ جاگ رہی تھی۔

''دیٹس او کے‘ مجھے لگا تھا آپ بزی ہوں گے۔'' پارسا شاید اسے رعایت دینا چاہتی تھی اور کسی طرح کی فردِ جرم عائد کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی تبھی سرسری لہجے میں بولی تھی۔

''تم ابھی تک جاگ رہی ہو‘ مجھے لگا تم سو گئی ہوگی۔ میں نے بس یوں ہی تمہارا نمبر ٹرائی کیا تھا۔'' ہمیشہ انداز میں ایک وارفتگی رکھنے والا بندہ اس لمحے سرد سا لگا تھا۔ نکاح کے بعد ان دونوں کو کچھ قریب آنا چاہیے تھا۔ ایک نیا رشتہ استوار ہونے سے تعلقات مضبوط ہوجاتے ہیں مگر وہ اتنا اجنبی اور کھنچا کھنچا سا کیوں تھا؟ یہ بات وہ نکاح کے بعد سے محسوس کررہی تھی‘ جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا تھا اور کہہ نہیں پارہا تھا‘ کوئی بات شاید اس کے اندر تھی جو لبوں پر نہیں آرہی تھی۔

''آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟'' وہ بنا کوئی وضع قطع رکھے مدعا پر آئی تھی اگر کوئی الجھن تھی تو وہ اسے سلجھانا ضروری

خیال کرتی تھی۔

''نہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔'' عدن بیگ کا انداز سرسری تھا۔

''کچھ تو ہے؟'' پارسا معاملے تک رسائی چاہتی تھی۔

''نہیں، کہیں کچھ نہیں ہے۔'' وہ انکاری ہوا تھا۔

''تو پھر اتنی خاموش کیوں ہے؟ ایک بات میں نکاح کے بعد سے محسوس کررہی ہوں آپ کچھ چپ سے ہوگئے ہیں۔ مجھے احساسِ جرم میں مبتلا مت کریں کہ مجھے لگے میں نے خود کو کسی پر امپوز کیا ہے، کسی کی مرضی کے خلاف۔'' وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

وہ چپ ہوگیا تھا، گویا معاملہ اسی نقطے سے جڑا تھا؟ مرضی جانے بنا خود کو اس کی زندگی میں شامل کرنے کی درخواست کردی تھی اور اس نے محض کرٹسی میں اس ریکوئسٹ کو قبول کرلیا تھا۔ ایک احساسِ تضحیک کہیں اندر محسوس ہوا تھا۔ انا پر گہری ضرب پڑی تھی۔

''اوہ تو معاملہ یہی تھا تو آپ نے بتایا کیوں نہیں؟ اس لمحے منع کیوں نہیں کردیا؟ اس طرح رشتہ بنانے کا فائدہ؟ کوئی زبردستی تو نہیں تھی، کوئی تلوار لے کر سر پر تو سوار نہیں کھڑا تھا، ایسی بھی کیا مروت؟ آپ کو اچھا بننے کا شوق کیوں تھا؟'' وہ اندر ہی اندر گرتی ہوئی بولی تھی، اپنا وقار، اپنا تشخص بہت مجروح ہوتا لگا تھا۔ اس نے یہ کیا کردیا تھا؟ کیسے کسی کی مرضی کے بنا اس کی زندگی میں شامل ہوگئی تھی۔ یہ خود اپنے ساتھ کیا کردیا تھا اس نے؟

''مجھے ہمیشہ لگا تمہارا جھکاؤ یلماز کمال کی طرف ہے پھر اچانک سے مجھے اس رشتے کی آفر دے کر تم نے حیران کردیا پارسا! میرا خیال ہے ایسا کرنا تمہاری مجبوری رہی ہوگی۔ تم نے اپنی خوشی اور پوری رضامندی سے یہ فیصلہ یقیناً نہیں کیا۔ اگر تم یہ فیصلہ کسی اور لمحے میں کرتی تو تمہارا فیصلہ کسی اور کے حق میں ہو۔ وہ میں نہ ہوتا مجھے زندگی کو سمجھوتوں پر بسر کرنے کی عادت نہیں ہے پارسا! میرے لیے یہ کچھ مشکل ہے، تم تب تک میرے ساتھ اس رشتے میں رہ سکتی ہو، جب تک تم اپنے معاملات اس خاص نہج پر نہ لے جاؤ، جہاں تم چاہتی ہو۔ اس کے بعد ہم یہ رشتہ یہیں ختم کرسکتے ہیں، میں تمہیں آزاد کرنے میں کسی پیش وپیش سے کام نہیں لوں گا۔'' وہ صاف گوئی سے کہہ رہا تھا اور دوسری طرف پارسا ساکت سی اسے سن رہی تھی۔

''خیر مجھے نیند آرہی ہے، ہم پھر کبھی بات کریں گے، گڈ نائٹ!'' عدن بیگ نے کہہ کر سلسلہ منقطع کردیا تھا۔ وہ فون کے یک دم بند کیے جانے پر کچھ بول نہیں سکی تھی، خالی خالی نظروں سے چھت کو گھورنے لگی تھی۔

❋ ❋ ❋

تیرے واسطے میں
تارا، تارا جلا
کہکشاں کی طرح
تیرے واسطے میں

''میں نے اپنے سارے خواب سمیٹ لیے ہیں اور انہیں سمندر برد کردیا ہے اور اب کہیں کوئی احساس ملال نہیں ہے۔'' دامیان سوری کا لہجہ بے پروا اور بے فکر تھا جیسے اسے واقعی کسی بات کی کوئی فکر نہیں تھی نا کوئی ملال۔

''تم جانتے ہو تم کیا کرنے جارہے ہو؟'' ایکسل نے حیرت سے دیکھا تھا اس کے چہرے کا سکوت بتارہا تھا وہ ٹھان چکا ہے اور اب اسے کوئی ملال نہیں تھا۔

دامیان سوری نے اس کی سنے بنا سیل فون پر کوئی نمبر ملایا تھا اور بات کرنے لگا تھا۔

''للی مجھے ایک فیصلے میں تمہاری ضرورت ہے' تم ساتھ دو گی؟''

''کون سا فیصلہ؟'' دوسری طرف وہ چونکی تھی۔ ''میں اس وقت باہر ہوں ہم تھوڑی دیر بعد بات کریں؟'' وہ اپنی مجبوری کے پیش نظر بولی تھی۔

''مجھے بھی تمہارا زیادہ وقت نہیں چاہیے' مجھے بس پوچھنا یہ تھا کہ...... تم...... شادی کرو گی مجھ سے؟'' وہ ایک لمحہ توقف کے بعد یک دم مدعا بیان کر گیا تھا۔ جہاں للی فون کے اس طرف حیران ہوئی تھی وہیں جیسے ایکسل کے سر پر کسی نے بم پھوڑ دیا تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑے حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''کیا......؟ یہ کیا مذاق ہے؟'' للی دوسری طرف مسکرائی تھی۔

''یہ مذاق نہیں ہے للی! تم اپنا فیصلہ بتاؤ؟'' وہ بضد تھا۔

''ایسے فیصلے لمحوں میں نہیں لیے جا سکتے دامیان سوری! مجھے نہیں معلوم تم کیوں ایسا کہہ رہے ہو جب کہ تم خود جانتے ہو تم......''

''وہ سب تمہارا او ہم تھا' کل کی بات تھی' سو کل کے ساتھ سب تمام ہوا' اگر ایسا کچھ سچ بھی تھا تو اب اس کی کوئی وقعت نہیں رہی۔ آج کا سچ آج کے ساتھ ہے۔'' وہ سرد لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''دامیان سوری! کوئی کل ڈھیلی ہے تمہاری' ایسے بھلا شادی ہوتی ہے؟ تم پرپوز کر رہے ہو یا پتھر اٹھا کر سر پر مار رہے ہو؟ میں یہاں لندن میں ہوں' تم وہاں کراچی میں بیٹھے ہو' یہ کون سا طریقہ ہے شادی کی پیشکش دینے کا؟'' للی میک نے کہا تھا۔

''تو ٹھیک ہے تم یہاں آ جاؤ' تب ہم اس کے بارے میں بہتر پلان کر سکتے ہیں۔'' دامیان سوری نے کہا تھا۔

''مگر میں نے ابھی ہاں نہیں کہی' یہ پرپوزل صرف تمہاری طرف سے آیا ہے۔'' للی میک نے یاد دلایا تھا۔

''کب آ رہی ہو؟'' وہ جیسے جانتا تھا پر یقین تھا کہ وہ انکار نہیں کر پائے گی' للی اس کے یقین پر حیران رہ گئی تھی۔

''ہم اس پر بعد میں بات کرتے ہیں دامیان! لٹ می فنش سم بٹ اس اینڈ پیسز!'' للی نے کہا تھا اور دامیان نے سر ہلاتے ہوئے فون کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

''تو پاگل ہو گیا ہے دامیان! یہ کیا مذاق کر رہا ہے تو اپنی زندگی کے ساتھ؟'' ایکسل نے دہائی دی تھی۔ دامیان سوری نے ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے روک دیا تھا۔

❁......()......❁

اس شام معارج تغلق کی سمت سے ڈنر پر انوائٹ کیے جانے کی آفر نے اسے حیران کر دیا تھا کہاں وہ اس تعلق کو ختم کرنے کے اقدامات کر رہا تھا اور کہاں اسے ڈنر پر انوائٹ کیا تھا۔ وہ جب ریسٹورنٹ پہنچی تھی تو دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ خواب ناک ماحول میں پورے خالی ریسٹورنٹ میں وہ اکیلا ایک ٹیبل پر بیٹھا اس کا منتظر تھا۔

یہ التفات کی کون سی راہ تھی
کرم کرنے کا کون سا ڈھنگ تھا؟
نظر کرنے کی کون سی کوشش تھی؟
کیا وہ کوئی راہ بنا رہا تھا؟

اور وہ نگاہ اس کی جس طور منتظر تھی' اسے خوش گمانیوں میں مبتلا کرنے کو کافی تھی۔ دل کس طرح دھڑک اٹھا تھا۔

جیسے دھڑکنے کا سبب ہی سامنے بیٹھا وہ شخص ہو' وہ اپنی دھڑکنوں کو سنبھالتی ٹیبل تک آئی تھی۔ معارج تغلق نے اٹھ کر اس کے لیے چیئر کھینچی تھی۔ وہ اس پروٹوکول پر کچھ حیران ضرور ہوئی تھی۔

کینڈل کی روشنی اور آرکسٹرا کی دھن پر سارا ماحول خواب ناک ہو رہا تھا۔

انائیا ملک نے اس کی سمت دیکھا تھا۔

وہ نگاہ جیسے کرم پر مائل تھی' بے طرح اپنے سنگ باندھ رہی تھی' چاروں سمت سے اپنی گرفت میں لے رہی تھی' انائیا ملک اپنی کیفیات پر حیران تھی۔ یہ دل کیسی بغاوت کر رہا تھا؟ کس راہ پر چل رہا تھا۔ کہ نفع نقصان تک بھول گیا تھا۔ نا احساس زیاں رہا تھا نا کوئی رائیگانی کا خدشہ۔

محبت اتنی نڈر کیسے ہو سکتی ہے؟ اتنی بے فکر کیسے کہ اپنی انا کا بھی خیال نہ رہے؟

یہ عقل و خرد کہاں جا سوئی تھی۔ کیسا خلل تھا دماغ کا کہ وہ سب فراموش کرنے پر مائل ہو گئی تھی۔ وہ سامنے بیٹھا شخص بے پروا تھا نا مہربان تھا اور اس کی آنکھیں کیسے خواب دیکھ رہی تھیں۔

''تم ٹھیک ہو؟'' وہ اسے کھویا کھویا دیکھ کر گویا ہوا تھا۔ وہ نگاہ اسے بغور دیکھ رہی تھی۔ اسے سطر سطر پڑھ رہی تھی' کیا وہ اس کی کیفیت سے محظوظ ہو رہا تھا؟

انائیا نے اس کی سمت نگاہ کی تھی۔

''کیا ہوا؟ تم اتنی عجیب کیوں لگ رہی ہو؟ ہم پہلی بار ملے ہیں کیا؟ چہرے پر ایسی کیفیت کیوں ہے؟'' وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔

''نہیں! میں...... میں سوچ رہی تھی آپ نے یہاں کیوں بلایا؟'' وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔ وہ جانے کیوں مسکرا دیا تھا۔

''جب تک ہم اس رشتے سے الگ نہ ہو جائیں تب تک نا تم ایک بات سے انکار کر سکتی ہو نا میں کہ ہم ہزبینڈ وائف ہیں اب اگر کوئی ضروری بات کرنا ہے تو میں اپنی وائف کو سڑک پر ملنے کو تو نہیں بلاؤں گا نا؟'' وہ اس رشتے کو ایکسپٹ کر رہا تھا یا صرف کوئی راہ و رسم نبھا رہا تھا۔

صرف مروت برت رہا تھا؟ یا پھر وہ اسے صرف یاد دلا رہا تھا کہ بہت جلد اس رشتے کو ختم ہو جانا ہے سو خواب دیکھنے کا سلسلہ ترک کر دو؟ ''اس نگاہ کو بے فکر چھوڑ دو اور دل کو دھڑکنے دو انائیا ملک۔ محبت ملنے نہیں آتی اگر نگاہ میں خوف ہو اگر محبت کو آباد کرنا ہے تو پھر ان آنکھوں کو خواب بننے دو۔ محبت اپنے خدشات کا سدباب خود کرتی ہے۔ اس کے لیے تمہیں فکروں میں گھرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' معارج تغلق مدہم لہجے میں بولا تھا۔

وہ حیران تھی۔ معارج تغلق میں یکدم سے یہ بدلاؤ کیسے آیا تھا۔ ایک طرف وہ رشتا ختم کرنے کے درپے تھا اور دوسری طرف وہ راہ و رسم بڑھا رہا تھا۔ نوازشوں پر مائل تھا۔

''مجھے ڈر لگتا ہے معارج تغلق۔ میں اپنے دل کو ایسے دھڑکنے نہیں دے سکتی۔ میں محتاط انداز میں قدم اٹھانے کی عادی ہوں۔'' وہ بہت مدہم انداز میں بولی تھی۔

''کبھی کبھی اتنا محتاط ہونا خطرناک ہو سکتا ہے۔ جتنے خدشے پالو ان کے واقع ہونے کا گمان اور اندیشہ اتنا ہی بڑھ جاتا ہے۔ بہتر ہے عقل اور دل دونوں کو تنہا چھوڑ دیا جائے سو پھر کوئی ڈر باقی نہ رہے گا۔'' وہ مسکرایا تھا۔ اس کی نظریں انائیا ملک کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ نظروں کی حدت وہ صاف محسوس کر رہی تھی۔

وہ نگاہ اسے باندھنے کے جتن کر رہی تھی۔ وہ اس کی سمت دیکھنے سے کنی کترا رہی تھی شاید اسے ڈر تھا کہ اگر

دیکھے گی تو پھر کوئی اختیار باقی نہیں رہے گا۔ وہ اس کا معمول بن جائے گی اور وہ اس پر پورے طور پر غلبہ پالے گا۔ یہی ڈر تھا کہ وہ نگاہ بھی نہیں ملا رہی تھی شاید وہ دنیا کی واحد لڑکی تھی جو محبت سے خوف زدہ تھی۔ ڈر رہی تھی دیکھنے سے نگاہ کرنے سے گریزاں تھی۔

''تم اپنے قدم اس طرف واپس لینے کی مت ٹھانو۔ ہوسکتا ہے واپسی کا راستا اور بھی کٹھن ہو۔ ایسے میں پچھتاوے کے علاوہ اور کیا راستا بچے گا؟'' وہ اس کی کیفیت سے جیسے محظوظ ہو رہا تھا۔ انائیا ملک نے اسے اعتماد سے دیکھا تھا۔

''میں یہاں آنے کا سبب معلوم کرنا چاہتی ہوں۔'' اس نے سبب جاننا چاہا تھا۔ وہ مسکرا دیا تھا۔

''تم مجھ سے دور جانے کے اتنے جتن کیوں کرتی ہو کہ میں تمہاری خواہشوں میں اور شامل ہوتا جاتا ہوں؟ تم گھبرا کر دیکھتی ہو تو مجھے اپنے ہر راستے پر پاتی ہو ایسا ہونا عجیب ہے کہ نہیں؟'' وہ دلچسپی سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

''مجھے اچھا لگتا ہے جب تم الجھنوں میں گھر جاتی ہو۔ میرا دل چاہتا ہے تمہارے قریب آؤں۔ تمہیں سمجھاؤں' سمیٹوں اور مکمل کردوں' تمہارا مجھ سے کنی کترانا' دور جانا میری شدتوں کو مزید بڑھاتا ہے۔ میری لگن دوچند ہو جاتی ہے اور میں تمہارے ہر راستے پر آن ٹھہرتا ہوں۔ اب بولو مجھے یہ بے قراری کون دیتا ہے؟ کون مائل کرتا ہے مجھے' کون میرا جنون بڑھاتا ہے؟'' اس مدہم سرگوشی میں کوئی بات تھی اس کی گرفت اس کے ہاتھ پر عجیب مجنویانہ تھی۔ اس لمس میں شدت تھی بہت حدت تھی۔

وہ نگاہیں اس کے چہرے کو جھلسا دینے کے درپے تھیں۔ وہ پل کے پل میں اس کا معمول بن رہی تھی۔ بنا اس کی سمت دیکھے' بنا نگاہ ملائے وہ اس کے اختیارات کا حصہ بن رہی تھی۔ یہ دل کیا کر رہا تھا؟

''معارج......!'' اس نے بولنے کو لب کھولنا چاہے تھے۔ معارج تغلق نے اس کے لبوں پر اپنی شہادت کی انگلی رکھ دی تھی۔ وہ اس حرکت پر ساکت رہ گئی تھی۔ یہ اتنی جنوں خیزی کہاں سے آ گئی تھی اس میں؟ اس شخص کے اسلوب یکدم سے کیسے بدلے تھے؟

عشق سے کہہ دو ابھی بات نہ کرے
اس نگاہ کو ابھی جاگنے کی عادت نہیں ہے
عشق سے کہہ دو ابھی خواب نہ دے
ابھی ستاروں پر چلنے کی ہمت نہیں
ابھی جنوں بھی ہے نیا اور دل بھی کچھ طفل ہے
ہمیں اس آگ میں جلنے کی کچھ حاجت نہیں ہے
ابھی ہمیں اس عشق کی عادت نہیں ہے
عشق سے کہہ دو ابھی خواب نہ دے
عشق سے کہہ دو......!

یہ کس لہجے میں محبت بات کر رہی تھی۔ سارا ماحول ایک جادو میں بندھ رہا تھا۔ اس کی دھڑکن ٹھہر سی گئی تھی۔ کیسا اسم پھونکا تھا محبت نے۔ سارا ماحول جیسے اک نقطے پر منجمد ہوا تھا۔

معارج تغلق نے اس کی سمت ہاتھ بڑھایا تھا۔ وہ جو خاموشی میں ساکت سی اس کی سمت دیکھ رہی تھی اپنا ہاتھ

اس کے ہاتھ میں دینے سے ایک پل کو انکار نہیں کرسکی تھی۔ کیا وہ واقعی اس کا معمول بن گئی تھی؟ یا پھر عشق سچ میں کوئی عامل تھا؟

وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے پوری توجہ سے دیکھنے لگا تھا۔

''انائیا اپنے سارے خوف سمیٹ دو محبت اتنی بے رحم نہیں ہے؟'' وہ مسکراتے ہوئے اس کی کیفیت سے محظوظ ہوا تھا۔ انائیا نے اپنا ہاتھ یکدم اس کے ہاتھ سے کھینچا تھا جیسے وہ کسی خواب سے جاگنے کے جتن کرنے لگی تھی۔

''مجھے جانا ہے۔'' وہ اس کی سمت گریز کرنے سے بولی تھی۔

''مگر میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی انائیا۔'' وہ اس کی سمت دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ اس نگاہ میں بے چینی تھی۔ اضطراب تھا۔ مگر انائیا ملک اس اضطراب کا مفہوم جاننے کو تیار نہیں تھی۔

''انائیا میں چاہتا ہوں میرے ساتھ رہو۔'' اس کے لہجے میں ایک لجاجت تھی' درخواست تھی یا کوئی پیش کش۔ وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔ مگر اس کے لفظوں نے اسے چونکا ضرور دیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''میں چاہتا ہوں تم میرے ساتھ چلو۔ میرا ساتھ دو راستے کے اختتام تک۔'' اس مدہم لہجے میں کیا بھید تھا وہ جاننے کی سعی کر رہی تھی۔

''مجھے تمہاری ضرورت ہے میں اکیلا شاید کچھ ادھورا ہوں۔ دو قدم ساتھ چلیں تو بہت سی مشکلات پار کرسکتے ہیں مجھے تمہارا ساتھ چاہیے۔ بولو ہم سفر بنو گی میری' ہم دم بنو گی؟ میرے ساتھ ساتھ چلنے کے لیے' میری ہم نوائی کرو گی؟ مجھے رہنمائی درکار ہے۔ اس ہاتھ کی ضرورت ہے اس ساتھ کی ضرورت ہے بولو دو گی میرا ساتھ؟'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا پوچھ رہا تھا اور انائیا ملک ساکت بیٹھی تھی۔ اس کی دھڑکنوں کی آواز اس کی اپنی سماعتوں میں بہت واضح آ رہی تھی۔ دل جیسے کانوں میں دھڑکنے لگا تھا۔ یہ کون سے اسلوب اپنا رہا تھا وہ؟ کیوں جان مشکل میں کر رہا تھا؟ کیا اسے خبر ہوگئی تھی کہ وہ اس کے بنا ادھوری ہے؟ انائیا اس کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔ مگر جیسے اس پل وہ ان آنکھوں کو پڑھنے سے قاصر تھی۔ ان آنکھوں کے بھید انوکھے تھے اور وہ قطعی نابلد تھی۔

''انائیا ساتھ چلنا ہے تو کوئی اشارہ دو ایسے چپ رہو گی تو میں کیسے جان پاؤں گا۔ میں سمندروں کے سفر میں بھٹکتے تھکنے لگا ہوں۔ مجھے کنارہ دو۔'' ایک مدہم سرگوشی اس کی سماعتوں میں ہوئی تھی۔ معارج تغلق نے پورا استحقاق استعمال کرکے اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کیا تھا اور اسے خود سے قریب کیا تھا۔

''میں جانتا ہوں مجھے اختیار ہے میں ساری دنیا پل میں زیر زبر کرسکتا ہوں۔ اس دل کو دھڑکنے پر مائل کرسکتا ہوں اور ان دھڑکنوں کو اپنے ساتھ باندھ سکتا ہوں مجھے زمانوں پر اختیار ہے۔ وقت کو روک سکتا ہوں۔ اس نگاہ کو پڑھ سکتا ہوں اور مجھے یہ سارا اختیار اس لیے ہے کہ تم میرے وجود کا حصہ ہو۔ جو تعلق ہم میں ہے وہ خاص ہے۔ سارے ربط اس سے بنتے ہیں اور سارے سلسلے اس سے جڑتے ہیں۔'' وہ اس کے کان کے قریب مدہم سرگوشی کر رہا تھا۔ اس کی گرم سانسوں کو وہ اپنے کانوں پر محسوس کر رہی تھی۔ اس کے ہونٹ اسے اس کے بالوں پر ہلتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ وہ جیسے ایک قیامت کے زیر تھی۔ یہ کیا ہو رہا تھا۔؟ کیا کر رہا تھا وہ؟ کیوں کر رہا تھا ایسا؟ وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔ تبھی بہت سہولت سے اس کی گرفت سے باہر نکلنا چاہا تھا۔ مگر معارج تغلق نے اس کی سعی ناکام بنا دی تھی۔ وہ اس وقت سہمی ہوئی ہرنی کی طرح اس کی گرفت میں تھی۔ سانس تک لینا محال ہو رہا تھا۔

''مجھے ان باتوں کی سمجھ نہیں آتی معارج مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا۔'' وہ ہارے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

''کچھ مت سوچو خرد سے کہہ دو ابھی کوئی واسطہ نہ رکھے دل کو سمجھاؤ شور نہ کرے۔ بس اتنا یاد رکھو ہمیں ساتھ چلنا

ہے۔ راستے کے اختتام تک۔'' وہ اپنی رو میں بولا تھا۔ انائیا ملک ایک جھٹکے سے اس کی گرفت سے نکلی تھی اور اسے بھیگتی آنکھوں سے دیکھنے لگی تھی۔

''راستے کے اختتام تک۔ اور اس راستے کا اختتام کہاں ہوتا ہے؟ کتنی دور جاتا ہے یہ راستا کیوں کر رہے ہو تم میرے ساتھ ایسا کیوں......؟ کیا بگاڑا ہے میں نے تمہارا؟ کیوں چین نہیں لینے دیتے؟ تم اصل مدعے پر کیوں نہیں آتے بتاتے کیوں نہیں کہ چاہتے کیا ہو؟ تمہیں میری ضرورت ہے کیوں؟ اس لیے کہ تمہاری بہن کی خواہش ہے کہ ہم اس کی برتھ ڈے پر ساتھ شرکت کریں۔ تم دوسروں کی خوشیوں کے لیے کیوں مجھے اذیتیں دیتے ہو؟ کتنے خود غرض ہو تم تمہیں صرف اپنا فائدہ درکار ہوتا ہے اب بھی یہ سب ڈراما کر رہے ہو نوازشوں پر مائل دکھائی دے رہے ہو کیونکہ تمہاری بہن کو خوش کرنے کے لیے تمہیں میری ضرورت ہے۔ میری خواہشوں کا کیا۔ میری خوشیوں کا کیا؟ ڈمی ہوں میں، اس سینے میں دل نہیں دھڑکتا۔ سانس نہیں لیتی میں یا درد نہیں ہوتا مجھے؟ کیوں کھیل کھیلتے رہتے ہو میرے ساتھ؟ کیوں ایک بے جان وجود سمجھ لیا ہے تم نے مجھے جس پر تم جب چاہو اپنی مرضی تھوپ سکتے ہو۔ یہ پوچھے یا جانے بنا کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ تمہیں کوئی فکر نہیں میری دنیا جہاں کی فکر ہے سب کا خیال ہے اور میں؟'' وہ روہانسی ہوگئی تھی۔ گلے میں کانٹے سے اگ آئے تھے۔ کوئی پھندا سا پڑ گیا تھا۔ معارج تغلق نے اسے تھاما تھا مگر اس نے اس کے ہاتھ جھٹک دیے تھے۔

''پلیز کھیلنا بند کردو میرے ساتھ۔ سانس لیتی ہوں میں درد ہوتا ہے مجھے، یہاں اس دل میں جس کی دھڑکنوں کو تم سننے کا دعویٰ کرتے ہو اور جس دل کو تم اپنے اختیار میں باندھنے کے جتن کرتے ہو اس دل کو بہت تکلیف ہوتی ہے اگر تمہیں میری مدد کی ضرورت ہے تو صاف کہو۔ سیدھے لفظوں میں بولو۔ تم راستے کے اختتام تک میرا ساتھ چاہتے ہو اور مجھے لگتا ہے ہمارے درمیان کبھی کوئی سلسلہ رہا ہی نہیں۔ تم اس دل کو کبھی سن نہیں سکے۔ ہمارے قدموں میں جیسے کبھی کوئی راستا پڑا ہی نہیں۔ میں مدد کرنے سے ہچکچاؤں گی نہیں مگر میرے دل کو اپنا تختۂ مشق مت بناؤ۔ جو بساط دل پر بچھائی جاتی ہے اس کی ہار جیت کے کھیل کھیلے جاتے ہیں شہ اور مات کے ڈرامے ہوتے ہیں۔ مجھے اس کھیل سے الگ کردو معارج تغلق پھر میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہیں کھیلنا ہے تو فیئر گیم کھیلو۔'' وہ بھیگتی آنکھوں سے کہہ رہی تھی۔ معارج تغلق نے اسے بہت سکون سے سنا تھا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر اسے شانوں سے تھاما تھا اور خود سے قریب کیا تھا۔ پھر پوری توجہ سے اسے دیکھتے ہوئے نرمی سے گویا ہوا تھا۔

''میں اتنا ظالم بھی نہیں ہوں انائیا ملک شاید کہیں کچھ ہے جو سمجھ نہیں آرہا اور کہیں کچھ ہے جو بہت الجھا ہوا ہے۔ شاید وقت ان درزوں میں جمی کائی کو ہٹا سکے اور تمہیں کچھ سمجھا سکے شاید مجھے کہنے کا ڈھنگ نہیں آتا۔ اپنی دے......!'' ایک سرد سانس نے پورے ماحول میں سکوت سا بھر دیا تھا۔

''مجھے تمہاری سچ میں ضرورت ہے ایشاع کے لیے اور......!''

''اور......؟'' وہ چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگی تھی۔ وہ کچھ لمحوں کو خاموش رہی تھی اسے خاموشی سے دیکھتی رہی تھی۔ وہ نگاہ جو سارے اختیار رکھتی تھی اس لمحے بہت بے چینی لیے ہوئے تھی۔ انائیا اور بھی الجھ گئی تھی۔

''اور بس۔'' معارج تغلق کا لہجہ سرد تھا۔ کیا اس نے انائیا کو صرف یہی کہنے کے لیے بلایا تھا یا اس سے ہٹ کر کوئی معاملہ اور بھی تھا؟ وہ کھیل کھیل رہا تھا یا واقعی معاملہ دل کا بھی تھا۔ وہ شخص الجھاؤ میں الجھا رہا تھا یا اس کی ساری خرد ہی سلب ہوگئی تھی۔ وہ کیوں سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

''بس؟'' انائیا نے زیرلب دہرایا تھا۔

''ہوں، بس۔'' معارج تغلق نے اس کے شانوں کو اپنی مضبوط گرفت سے آزاد کیا تھا۔ اس کی سمت سے نگاہ پھیری تھی اور پھر چلتے ہوئے وہاں سے نکل گیا تھا۔ انائیا خاموش کھڑی اسے جاتا دیکھتی رہ گئی تھی۔

اس شام محبت خاموش تھی دور کسی کونے میں کھڑی انہیں ساکت سی دیکھ رہی تھی۔

❁ ❁

اناہیتا بیگ ایکسل سے کسی کام کے سلسلے میں ملنے آئی تھی۔ جب وہاں سامنا دامیان سوری سے ہوگیا تھا۔ وہ راہ داری میں اپنے دھیان میں چلتی ہوئی اس سے بری طرح ٹکرائی تھی۔ لڑکھڑا کر گرنے کو تھی جب دامیان سوری نے اسے تھام لیا تھا۔ وہ سنبھلتے ہوئے اسے دیکھنے لگی تھی۔ نگاہ ملی تھی مگر پل میں اجنبی بن گئی تھی۔ اناہیتا بیگ اسے الجھے ہوئے انداز میں دیکھنے لگی تھی۔ جیسے اسے حیرانی تھی اس کے یکدم بدلنے پر یا پھر وہ اس کے تیور سمجھ نہیں پائی تھی۔

''تم یہاں کیسے؟'' درمیان میں شاید بہت خاموشی تھی جسے توڑنے کو وہ بولی تھی۔

''اگر مجھے خبر ہوتی کہ تم یہاں آنے والی ہو تو میں یہاں نہیں آتا۔'' وہ سرد لہجے میں بولا تھا۔ اناہیتا بیگ اس کے انداز پر حیران رہ گئی تھی۔

''تمہیں حیرت کس بات پر ہو رہی ہے اناہیتا بیگ؟ میں نے نظریں پھیر لیں ہیں یا راستے بدل لیے ہیں؟ تمہیں اچھا لگتا تھا نا جب میں تمہارے پیچھے آتا تھا۔ مگر تھک گیا میں یک طرفہ راستے پر چلتے ہوئے۔ تھک گیا میں بے سمت مسافتوں کے سفر سے۔ جہاں میرا تم سے کوئی ربط نہیں بن پا رہا تھا اور جہاں تم سے مجھ سے کوئی واسطہ بھی نہیں تھا۔ اوب گیا میں اس محبت سے۔ تم نے محبت سے منحرف کردیا مجھے اور دیکھو اب میں تم سے بھی انحراف کر رہا ہوں۔ تمہارا ہونا نا ہونا اب میرے لیے معنی نہیں رکھتا تھک گیا میں اس دائرے میں گول گول گھومتے ہوئے۔ تمہارے ہاتھ کو تھامنے کی سعی کرتے ہوئے تم نے مجھ سے دوری پر نکلنے کی چاہ میں مجھے خود سے منحرف کردیا اور بھی دور پھینک دیا۔ اب تمہیں مجھ سے کوئی گلہ نہیں ہونا چاہیے۔ نا کوئی واسطہ۔'' وہ اجنبی لہجے میں کہہ رہا تھا۔ انائیا بیگ کو اپنے اندر جانے کیوں کسی تکلیف کا احساس ہوا تھا۔ یہ احساس کس بات کا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

''تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ مجھے اس طرح ٹریٹ کیوں کر رہے ہو دامیان سوری؟ میں نے کیا غلط کیا ہے تمہارے ساتھ۔ میں نے کہا تھا یہ ڈرامے بازی کرو؟ محبت تو تمہیں اس للّی سے تھی نا پھر اس کے لیے میرا استعمال کیوں کیا ہمیشہ میری انسلٹ کیوں کی؟ میں تو حیران ہوں کچھ نہ کرنے کے باوجود بھی میں ہمیشہ تمہارا نشانہ کیوں بنتی رہی۔ کیوں اپنی انسلٹ کرواتی رہی؟ مجھے تمہارا قتل کردینا چاہیے تھا۔ تمہارا سر پھوڑ دینا چاہیے تھا؟'' وہ تپ کر بولی تھی۔

''تو اب کرلو ابھی بھی وقت تمہارے ہاتھ میں ہے مگر تمہیں کیوں جلن ہوتی ہے اگر میں للّی سے محبت کرتا ہوں کیوں حسد محسوس کرتی ہو تم؟ یہ جو کہانی تمہارے چہرے پر لکھی ہے نا کبھی آئینے میں اسے پڑھنے کی بھی کوشش کرو کبھی کبھی بہت سی باتیں وقت پڑنے پر سمجھ میں نہیں آتیں۔ مگر بعد میں سب عقل میں آجاتا ہے۔ نقصان کتنا، کس قدر اور کس نوعیت کا ہے اس کا احساس طوفان کے گزر جانے کے بعد ہوتا ہے۔ میں نہیں چاہتا تمہیں فی الحال احتمال ہو یا تم ہار جیت کے چکروں میں پڑو۔'' دامیان سوری اس چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ اناہیتا جامد نظروں سے اس کی سمت دیکھ رہی تھی۔

''تمہیں فرق پڑتا ہے؟'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا تھا۔ ''تمہیں اس بات سے شاید کوئی واسطہ

پاسروکار نہیں کچھ لوگوں میں یہ حسیات نہیں ہوتیں۔ تم لکی لوگوں میں شمار ہوتی ہو۔ ان باتوں کو لے کر بحث کرنا فضول ہے۔ جب سب لاحاصل ہے تو پھر یہ بات بھی کیوں ہو؟'' وہ مدہم لہجے میں بولا تھا۔ انداز میں تھکن تھی۔

اناہیتا بیگ کا دل جیسے کوئی مٹھی میں لینے لگا تھا۔

''تم ایسے کیوں ہو رہے ہو کیوں کر رہے ہو ایسی الجھی باتیں؟''

''تم سلجھی بات سننا چاہتی ہو؟'' وہ مسکرایا تھا۔ ''مجھے لگا تم اتنی سمجھ دار ہو کہ الجھاؤ کو سلجھا سکتی ہو مگر کچھ گتھیاں شاید سلجھنے کے لیے نہیں ہوتیں۔ تم میری توقع سے زیادہ بے وقوف ہو یا پھر تمہیں اپنے نقصان کی واقعی پروا نہیں۔''

''تم ایسے مجھے الزام کیسے دے سکتے ہو میں نے کیا غلط کیا ہے تمہارے ساتھ؟ یہ سب کیوں سننا پڑ رہا ہے مجھے؟ صرف اس لیے کہ میں تمہاری دوست تھی؟'' وہ الجھ کر بولی تھی۔

''تم میری دوست کبھی نہیں تھیں۔'' وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا تھا۔

''اگر تم میری دوست ہوتیں تو آج یہ سب کچھ اتنا اجنبی نہیں ہوتا۔ تم نے چھوٹی چھوٹی باتوں کو سمیٹ کر انبار لگا دیا اناہیتا بیگ۔ اس انبار سے پرے کا منظر دکھائی نہیں پڑ رہا۔ تمہیں نہ میں دکھائی دے رہا ہوں نا خود اپنا آپ میرے وجود سے انکاری ہوتے ہوئے تم خود اپنی بھی نفی کرنے لگی ہو۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ اگر یہ خواب ہے تو میں چاہوں گا تم اس خواب سے کبھی مت جاگو۔ تمہیں اس نقصان کا احتمال کبھی نہ ہو۔ تمہیں کبھی نہ پتا چلے کہ تم نے کیا گنوایا ہے۔'' وہ اس کے چہرے کو آہستگی سے نرمی سے چھوتے ہوئے بولا تھا۔ اناہیتا نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔

''تم پاگل آدمی ہو دامیان سوری۔ تم کسی کا بھی جینا دوبھر کر سکتے ہو۔'' وہ افسوس سے بولی تھی۔

''کبھی میں پاگل تھا اناہیتا مگر اب یہ دل تمہارا بیمار نہیں رہا۔ میں خواب سے جاگ گیا ہوں لاحاصل اور حاصل کی کہانی سمجھ میں آ گئی ہے میری۔ سود و زیاں کی بات اب عقل میں آنے لگی ہے میری تبھی راہ بدلنے کی ٹھانی ہے اور میرا خیال ہے یہی اس وقت کا بہتر فیصلہ ہے۔ شاید تمہیں میرے اس فیصلے سے کوئی فرق بھی نہ پڑتا ہو۔ آئی ہوپ تمہیں کوئی ملال کبھی نہ ستائے۔ میں للی سے شادی کر رہا ہوں۔ وہ جلد یہاں آ رہی ہے اور ہم انگیجمنٹ کر رہے ہیں۔ ایک اچھی دوست ہونے کی دعوے دار ہو تم مجھے امید ہے تم میری خوشیوں میں شریک ہونے کو آ سکو گی۔''

دامیان سوری نے اس کے سر پر جیسے بم پھوڑا تھا۔ وہ ساکت سی اسے دیکھنے لگی تھی۔ تو معاملہ یہ تھا۔

وہ واقعی للی سے محبت کرتا تھا تو اس نے دل کیوں ہار دیا۔

کیوں گنوا دیا اپنی انا کا غرور' کیوں وہ اس کے پیچھے آتا رہا اور اس کی توجہ پانے کے جتن کرتا رہا یہی کرنا تھا تو پھر وہ سب کیوں کیا؟

''تم......؟'' وہ بولنے کی سکت نہ رکھتے ہوئے بھی بولی تھی۔ دامیان سوری نے اس کے لبوں پر انگلی رکھ کر اسے بولنے سے باز رکھا تھا۔ چند لمحوں تک اس چہرے اس کے خدوخال کو دیکھا تھا۔ اس نگاہ کو دیکھا تھا اور پھر ایک پل میں ہی اجنبی بن کر مڑا تھا اور چلتا ہوا وہاں سے نکل گیا تھا۔ اناہیتا بیگ حیرت سے اسے جاتا دیکھتی رہی تھی۔

❁......⊙......❁

ساری رات آنکھوں میں گزری تھی۔ وہ پل بھر کو بھی سو نہیں سکی تھی۔ سارا ملال اسے ہی کیوں تھا۔ یہ رت جگی اس کے حصے میں ہی کیوں آئی تھی۔ یہ لو اسے ہی کیوں لگی تھی؟ اس لگن نے اسے کیوں نہیں چھوا تھا؟ صرف اسے یہ زیاں کیوں ہوا تھا۔ اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ کچھ حدت کا احساس بھی ہوا تھا۔ شاید اسے بخار تھا مگر وہ پروانہ

کرتے ہوئے بستر سے نکل آئی تھی۔ معمول کے مطابق تیار ہو کر آفس آ گئی تھی۔ کس بات کا قلق تھا اس کی عقل تک کام نہیں کر رہی تھی۔ دماغ جیسے منجمد ہو گیا تھا۔ سارہ نے اس کی کیفیت کے پیش نظر ایک ہونے والی اہم میٹنگ کو ملتوی کر دیا تھا۔ وہ گھر جانے کے ارادے سے اٹھ رہی تھی جب سدرہ تغلق کا فون آ گیا تھا۔

''انائیا بیٹا کہاں ہو؟ اگر کچھ وقت ہے تو یہاں کا چکر لگا لو۔ گھر میں کچھ مہمان آئے ہیں۔ معارج تغلق کے ددھیال میں سے وہ معارج کی شادی میں شرکت نہیں کر پائے تھے۔ اب اس کی دلہن کو دیکھنا چاہتے ہیں۔'' دوسری طرف سے مدعا بیان کیا گیا تھا انائیا کے لیے انکار کرنا ممکن نہیں ہوا تھا۔ تبھی وہ تغلق محل میں آ گئی تھی۔ ممی اس کا ہاتھ تھام کر اسے کمرے میں لے گئیں تھیں۔ اس کے جسم کی حرارت سے گھبرا کر اسے دیکھا تھا۔

''انائیا بیٹا تمہیں تو بہت تیز بخار ہے۔ تم نے منع کر دیا ہوتا نا۔'' سدرہ تغلق کے کہنے پر وہ خاموشی سے انہیں دیکھتی رہی تھی۔

''میں تمہیں یہاں اس لیے لائی تھی کہ تمہیں ڈھنگ سے تیار کر سکوں پہلی بار ان کے سامنے جا رہی ہو۔ اس گھر کی بہو ہو اس طرح مناسب نہیں لگتا مگر اب کیسے؟ اس حالت میں تو یہ ٹھیک نہیں' رکو میں رستم سے کہہ کر انہیں منع کروا دیتی ہوں کہ میری بہو کی طبیعت ٹھیک نہیں۔'' ممی نے فون اٹھایا تھا۔ انائیا نے ان کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

''اٹس او کے ممی' میں ٹھیک ہوں۔ میں تیار ہو جاتی ہوں۔ آپ پریشان نہ ہوں؟'' وہ نرمی سے بولی تھی۔ سدرہ نے لمحہ بھر کو اسے دیکھا تھا پھر اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

''میں خوش نصیب ہوں کہ مجھے ایسی بہو ملی جو میری بیٹی جیسی ہے۔ میں ملازمہ کو ڈریس اور جیولری دے کر بھجواتی ہوں تم تیار ہو کر نیچے آ جاؤ۔'' سدرہ تغلق کہہ کر اٹھی تھیں اور چلتے ہوئے کمرے سے نکل گئی تھیں۔

انائیا ملک چلتی ہوئی آئینے کے سامنے آن رکی تھی۔ اپنے چہرے کو دیکھا تھا۔ خدوخال کو دیکھا تھا سب پرایا لگا تھا۔ محبت اتنا بدل دیتی ہے اتنے تغیرات اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے؟ انائیا ملک کو وقت اپنے چہرے پر رکا ہوا لگا تھا۔ سارے لمحے جیسے وہیں ٹھہر گئے تھے۔

''اے محبت۔

تیرے انجام پر رونا آیا۔'' اس کے لب بہت ہولے سے ہلے تھے۔ تیز بخار میں پھنکتے وجود کے ساتھ وہ تیار ہونے لگی تھی۔

''میں چاہتا ہوں تم میرے ساتھ چلو میرا ساتھ دو راستے کے اختتام تک۔' کوئی اس کی سماعتوں میں بول رہا تھا۔

''مجھے تمہاری ضرورت ہے میں اکیلا کچھ ادھورا ہوں۔ مجھے تمہارا ساتھ چاہیے۔ بولو ہم سفر بنو گی میری؟ میرے ساتھ چلنے کے لیے میری ہمنوائی کرو گی مجھے راہ نمائی درکار ہے اس ہاتھ کی ضرورت ہے۔'' چوڑیاں پہنتے ہوئے کئی چوڑیاں ٹوٹ کر اس کی کلائی اور ہاتھ میں کھب گئی تھیں۔

''بولو! دو گی میرا ساتھ؟'' اس کی سماعتوں میں شور تھا مسلسل۔

(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)

چاند، عید اور تم

سلمیٰ فہیم گل

بھیگی آنکھوں والی اک پاگل سی لڑکی
کہو تم بھی بھلا کیسے اسے بھلا جاتے
ان چشم حیراں میں ستارہ سا چمکتا میری خاطر
دل کی شاخ پہ محبت کا کوئی پھول ہی کھلا جاتے

''کیا ہو رہا ہے یہ؟'' اس کی غصیلی آواز اور کھا جانے والے انداز میں چلاّنے پر اس کے ہاتھ میں موجود کتاب اچھل کر سوفے پر جاگری تھی۔ اس نے چونکتے ہوئے رخ موڑا اور گھور کر اس کی جانب دیکھا۔

''اے خونخوار بلی! یہ اتنا سا جملہ تم سکون سے ادا نہیں کرسکتی تھیں؟ اور بائی داوے یہاں پر ایسا کون سا خزانہ دفن ہے جو میں چُرا کر لے جا رہا تھا۔ جب بھی آتی ہو چیختی ہوئی آتی ہو بھوکی شیرنی!'' کتاب ریک میں تقریباً پھینکنے والے انداز میں رکھی تھی اور کمر پر ہاتھ جماتے ہوئے لڑاکا عورتوں کی طرح اس کے ذرا سے جملے کا تفصیلی جواب دیا تھا۔

نبیہ نے کڑے تیوروں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

''تمہاری نظر میں خزانہ کسے کہتے ہیں؟ اگر عقل و شعور رکھتے ہو تو اتنا تو معلوم ہی ہوگا ناں؟ مسٹر ایف اے شاہ!'' ناک چڑھا کر کہتے ہوئے چبا چبا کر اس کا نام ادا کیا تھا۔ فرح اذلان شاہ نے مسکراہٹ لبوں میں دباتے ہوئے سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

''میری نظر میں تو اصل خزانے کو ہی خزانہ کہتے ہیں، اس میں عقل و شعور کا کیا ذکر۔'' اس نے جان بوجھ کر چڑانے کی کوشش کی۔

''ہونہہ! ہونا وہی عام سے انسان! مادیت پرست سو کالڈ بزنس مین! ظاہر ہے تمہارے لیے تو خزانہ روپیہ پیسہ، ہیرے جواہرات ہی ہوں گے مگر میری نظر میں خزانہ یہی ہے جس کو تم آئے دن چرا لیتے ہو، جو تمہارے نزدیک محض سفید اوراق پر سیاہ قلم سے لکھی ہوئی ایک بے جان سی تحریر ہے۔ جسے پڑھنا اور پڑھ کر سمجھنا تمہارے بس کی بات نہیں۔ اگر تمہیں حقیقی معنوں میں اصل خزانے کی پہچان ہوتی تو آج......''

''تو آج میرے من کی مراد پوری ہوچکی ہوتی، ہے ناں؟'' اس نے فوراً اس کی بات قطع کی تھی۔

''رئیلی نبیہ شاہ! ایسا ہوسکتا ہے کیا؟'' گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کے قریب جھکا تھا۔

نبیہ نے شہادت کی انگلی اس کے کشادہ سینے پر رکھی تھی اور زور سے پیچھے دھکیلا تھا۔

''ایسا ہوسکتا ہے فرح اذلان شاہ! ایسا ہوسکتا ہے نہیں، کیوں کہ تمہاری عقل و شعور کی دوڑ صرف دو اور دو چار تک ہے۔ اس انمول خزانے کا ایک موتی بھی تمہاری رسائی سے کوسوں دور ہے، اتنے سالوں میں تم

وہ بھی حاصل نہیں کر پائے۔'' کسی قدر طنزیہ انداز میں اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''چُن تو رہا ہوں اس انمول خزانے کے موتی، تم تک پہنچنے کے لیے بس......''

''رہنے دیجیے مسٹر فرح ازلان شاہ! یہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ تم سے جو ہو سکتا ہے تم وہی کرو، دو اور دو چار۔'' استہزائیہ انداز میں کہتے ہوئے اس نے نخوت سے سر جھٹکا اور باہر نکل گئی۔

فرح نے محظوظ انداز میں مسکراتے ہوئے اسے جاتے دیکھا تھا اور دوبارہ سے ریک میں رکھی ہوئی کتاب اٹھا کر صوفے پر براجمان ہو گیا اور اس انمول خزانے کے موتی چُننے کی کوششیں کرنے لگا۔ جو نبیہ کے نزدیک اس کی عقل میں سمانے والے نہیں تھے۔

⁂ ...... ⁂ ...... ⁂

''میں نے لسٹ بنادی ہے دادی! آپ دیکھ لیں، جو رہ گیا ہے میں وہ لکھ دیتی ہوں۔'' رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ شروع ہونے والا تھا۔ رمضان میں تو بازاروں کے چکر لگانا فاطمہ شاہ کے بس کی بات نہیں تھی اس لیے وہ پہلے ہی ساری تیاریاں کرنا چاہ رہی تھیں۔

''مجھے کیوں دکھا رہی ہو بیٹا! فاطمہ کو دکھاؤ۔ ویسے بھی یہ کام تو اسی کا ہے۔'' دادی نے اس سے لسٹ لے کر مما کو تھمادی تھی۔ تبھی نبیہ گویا ہوئی۔

''ابھی تو بہت دن ہیں مما! رمضان شروع ہونے میں، اتنی جلدی شاپنگ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ابھی تو آپ کی طبیعت بھی پوری طرح نہیں سنبھلی، ایسے میں بازاروں کے چکر لگانا آپ کی صحت کے لیے ٹھیک نہیں۔''

''میں بالکل ٹھیک ہوں بچے! اور رہی رمضان کی تیاری تو یہ تیاری میں اس لیے جلدی شروع کرتی ہوں کیونکہ میں اس خوشی کو محسوس کرنا چاہتی ہوں، جو رمضان کے آنے سے میرے اندر تک کو سرشار کر دیتی ہے، مجھے خود کو یہ احساس دلانے میں بہت فرحت محسوس ہوتی ہے کہ رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ شروع ہونے والا ہے، اس کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہونے والی ہیں، اس ماہ کی آمد کا احساس ہی میرے لیے سکون پرور ہے، دیکھ نہیں رہیں اسی لیے تو میں اتنی چاق و چوبند ہو گئی ہوں۔ بیماری فوراً اڑن چھو ہو گئی ہے۔''

''جی مما......! رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے قبل ہی اس کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔''

''صحیح کہہ رہی ہو بیٹا! یہ فرح کہاں ہے؟ نظر نہیں آرہا۔'' اسے جواب دے کر انہوں نے فرح ازلان شاہ کی بابت دریافت کیا۔ وہ ایک پل کو چپ سی ہو گئی۔

''فرح باہر گئے ہیں مما!'' اس نے بہت آہستگی سے جواب دیا تھا۔ انداز پُرسوچ تھا، آج اس کا رویہ بہت عجیب لگا تھا اسے ورنہ پہلے کبھی اس کی باتوں پر غور کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی تھی۔

''باہر گیا ہے اس وقت...... حیرت ہے پہلے تو اس وقت وہ ہمارے ساتھ بیٹھتا تھا، آج باہر چلا گیا۔'' فاطمہ شاہ کو خاصی حیرت ہوئی تھی۔ ساتھ ہی دادی نے بھی حیرت کا اظہار کیا تھا۔ وہ محض کندھے اچکا کر رہ گئی اور کہتی بھی کیا؟ اسے خود اس کے رویئے کی سمجھ نہیں آئی تھی تو کسی اور کو کیا جواب دیتی بس سوچ کر رہ گئی تھی۔

⁂ ...... ⁂ ...... ⁂

''فرح!'' وہ لاؤنج میں بیٹھا چینل سرچ کر رہا تھا تبھی نبیہ نے پکارا۔

''کہیے نبیہ شاہ! اس بندۂ ناچیز کو کیسے یاد کر لیا آپ نے؟'' اس کی پکار پر اس نے ریموٹ ٹیبل پر رکھ دیا اور نرمی سے مسکراتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔

''آپ تو کچھ زیادہ ہی برہم دکھائی دے رہے ہیں، فرح ازلان شاہ! اتنا غیر اہم تصور کر لیا خود کو کیا؟''

''ارے نہیں نبیہ شاہ! غیر اہم تو ہم نے خود کو کبھی نہیں سمجھا، ہم نے تو خود کو بہت خاص تصور کیا تھا۔ تبھی تو آپ تک رسائی کے خواہاں ہیں، ورنہ کوئی عام سی شخصیت آپ کے شایان شان کہاں؟'' اس نے کوئی طنز کیا تھا، نا ہی لہجے میں استہزاء تھا۔ مگر پھر بھی ذرا سی چبھن ضرور تھی جو نبیہ شاہ کو بہت محسوس ہوئی تھی۔

''یہ تو آپ کی سوچ ہے بزنس مین! ورنہ میں نے کبھی ایسا نہیں سوچا۔'' وضاحت دینے کی کوشش کی گئی تھی، فرح مسکرا دیا تھا۔

''یہ تو تمہارا خیال ہے۔ بھلے عقل و شعور میں تم سے بہت کم ہوں پھر بھی رویوں کی پہچان تو بہر حال ہے۔ کوئی کام تھا کیا؟''

''جی ہاں! کام تو تھا اگر آپ اس جانب توجہ فرمانا ضروری سمجھیں تو۔''

''کہیے! میں ہمہ تن گوش ہوں۔'' قدرے سر کو جھکاتے ہوئے گویا ہوا تھا۔

نبیہ نے چند پل بغور اس کی جانب دیکھا تھا اور پھر نظریں چراتے ہوئے گویا ہوئی۔

''آج رمضان المبارک کا چاند نظر آنے کی پوری امید ہے، مما اور دادی کہہ رہی تھیں، تراویح کے لیے تیار رہنا۔''

''کوشش کروں گا۔''

''کیا مطلب فرح؟ رمضان المبارک کا مہینہ سال میں ایک بار آتا ہے۔ اس مہینے کا ایک ایک پل ایک ایک لمحہ انتہائی قیمتی ہے اور اس مہینے کی عبادتیں عام دنوں کی عبادتوں سے کہیں زیادہ افضل ہیں اور آپ اسے نظر انداز کر رہے ہیں۔''

''میں جانتا ہوں، دراصل بہت اہم ڈیل ہے آج میری۔ مس ہو گئی تو بہت بڑا نقصان ہو جائے گا۔ اس لیے کہا کہ کوشش کروں گا کہ نماز تراویح کے لیے جا سکوں۔''

''ڈیل نہ ہونے سے بہت بڑا نقصان ہوگا اور اگر یہ عبادت مس ہو گئی تو کتنا بڑا نقصان ہوگا اس کا اندازہ ہے۔ نماز آپ کی اس انتہائی اہم میٹنگ سے زیادہ اہم ہے۔''

''تم جانتی ہو نبیہ شاہ! میں ہوں بندہ دو اور دو چار کرنے والا۔ بزنس کو زیادہ سے زیادہ اونچائی پر دیکھنے والا اور آپ کا تعلق ادب، علم، تصوف سے ہے۔ میں تھوڑا بہت تو ضروری اور غیر ضروری کے فرق کو سمجھتا ہوں مگر پھر بھی آپ سے بہت پیچھے ہوں، اس لیے کچھ بھی کہنے سے قبل یہ سوچنا بھول جاتا ہوں کہ کیا غلط ہے اور کیا صحیح۔ اب تم بتاؤ کچھ رہنمائی کرو، شاید کچھ اپنا بھی بھلا ہو جائے۔'' وہ طنز کر رہا تھا یا حقیقت میں اس کی قابلیت سے متاثر تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی مگر کچھ پل کے لیے خاموش نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

''کیا بات ہے فرح شاہ! یہ عقل و شعور والا معاملہ کبھی مذہب کے مسئلے میں تو بحث کے لیے منتخب نہیں ہوا تو آج کیوں؟''

''شاید...... آپ کی عمیق باتیں بہت اثر کرنے لگی ہیں۔ مذہبی تو ہوں نہیں میں، نماز کبھی پڑھی نہیں، نماز جمعہ بھی ادا کرنے میں کوتاہی کر جاتا ہوں، اسی لیے تو آپ کی رہنمائی کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ کہیے رہنمائی کریں گی نبیہ شاہ!'' نبیہ نے بہت غور سے اس کی جانب دیکھا تھا۔ اس کے لہجے، انداز اور آنکھوں میں سچائی تھی۔ نبیہ نے گہرا سانس خارج کیا تھا۔

''ٹھیک ہے فرح شاہ! تو پھر تیار رہیے گا نماز

تراویح کے لیے‘ باقی کام تھوڑی دیر کے لیے ملتوی کردیں اور جن کے ساتھ ڈیل کرنے جارہے ہیں وہ بھی یقیناً مسلمان ہی ہوں گے‘ اتنا تو وہ بھی ضرور سمجھتے ہوں گے‘ کیا خیال ہے؟‘‘ انتہائی سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے اس کی جانب دیکھا تھا۔ فرح بھی دھیرے سے مسکرادیا تھا۔

’’بہت نیک خیال ہے۔‘‘ فرح نے کہا تھا۔ نبیہ مطمئن سی باہر نکل گئی۔ اس نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے چیئر سے ٹیک لگالی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

فرح اذلان شاہ اور نبیہ شاہ کا تعلق عجیب تھا۔ یہ نہیں تھا کہ ان کے مابین کوئی رشتہ نہیں تھا۔ رشتہ تو بچپن سے ہی چلا آرہا تھا۔ دونوں کزن تھے‘ دونوں کی باتوں میں عجیب ہی ضد ہوتی۔ اختلاف ہوتا‘ جہاں بات میں فرق ہوتا وہیں نظریے کو غلط تصور کیا جاتا‘ اس کے باوجود کزن سے دوستی کا راستہ ہموار ہوگیا۔ دونوں کی باتوں میں ضد تھی‘ نظریے میں اختلاف تھا پھر بھی دونوں کو ایک دوسرے کے علاوہ کوئی سمجھ نہیں پاتا تھا۔ دونوں کے بیچ جو اختلاف تھا وہ بہت محدود وقت کے لیے ہوتا تھا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان دونوں کے رشتے کو ایک اور نام مل گیا۔ ’’شوہر اور بیوی‘‘ اسی رشتے کی شروعات سے فرح شاہ کو نبیہ شاہ اور نبیہ شاہ کو فرح کے شب و روز کا صحیح معنوں میں علم ہوا تھا۔ علم تو پہلے بھی تھا مگر دل کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے۔

نبیہ کتابی باتیں کرتی تھی‘ کتابوں میں جیتی تھی۔ ادب سے‘ تصوف سے بے حد لگاؤ تھا اسے۔ مطالعہ اس کی زندگی کا سب سے اہم کام تھا جب کہ فرح شاہ پکا بزنس مین‘ دو اور دو کو چار کرنے والی مشین۔ اس کے باوجود فرح کو تو نہیں البتہ نبیہ کو اس سے بہت اختلاف تھا۔

جب کہ فرح شاہ کو اچانک نبیہ شاہ کے لیے اپنے دل میں پنہاں الفت بھرے جذبات کا ادراک ہوا تھا تو وہیں اس بات کا بھی شدت سے احساس ہوا تھا کہ نبیہ اس کی ہے۔ اس سے اس کا اٹوٹ رشتہ ہے۔ اس کے باوجود وہ اسے اپنی دسترس سے کوسوں دور لگی۔

جذبوں کی شدت کے احساس نے ہی اس تک رسائی حاصل کرنے کی جستجو پیدا کی تھی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ بچپن سے جڑا یہ تعلق دونوں کو آپس میں مضبوطی سے جوڑ دیتا مگر اس کے برعکس ہوا تھا۔ اگر فرح اس کے قریب آنے کی کوشش میں تھا تو نبیہ مسلسل خود کو اس سے دور کرتی جارہی تھی۔ اسے اس میں وہ نظر نہیں آتا تھا جو وہ اپنے نصف بہتر میں دیکھنا چاہتی تھی حالانکہ اس نے کبھی کوئی آئیڈیل نہیں بنایا تھا مگر پھر بھی جب جب فرح کو شوہر کے روپ میں دیکھا اسے محسوس ہوا کہ وہ ایسا شوہر ’’پا‘‘ تو گئی تھی مگر چاہتی نہیں تھی یوں تو دونوں کو ہی ایک دوسرے کے جذبات سے آگہی تھی مگر اظہار دور تھا۔ دونوں ہی ابھی بچپن کے اس تعلق کو نبھاتے چلے جارہے تھے مگر اب جانے کیوں نبیہ کو کتابوں سے زیادہ فرح شاہ کو پڑھنے کی خواہش محسوس ہونے لگی تھی۔ اس کے بدلے ہوئے انداز‘ لہجے اور روپ کو پرکھنے کی جستجو میں تھی۔ اس کا خیال تھا شاید یہی جستجو ان دونوں کی زندگی کو نارمل ڈگر پر لے آئے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

’’نبیہ بچے! فرح نہیں اٹھا ابھی تک؟ سحری کا ٹائم ختم ہورہا ہے پہلے تو فرح خود اٹھ کر آتا تھا‘ آج کیا ہوا؟ طبیعت تو ٹھیک ہے اس کی؟‘‘ وہ ٹیبل پر پانی کا جگ رکھتے ہوئے خود بھی بیٹھنے کا ارادہ رکھتی تھی جب دادی نے اس سے استفسار کیا۔ فاطمہ نے بھی تعجب

سے بہو کی جانب دیکھا تھا۔

’’پتا نہیں دادی! میں دیکھتی ہوں‘ طبیعت تو ٹھیک ہی تھی۔‘‘ وہ بے ساختہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسے خود بھی حیرت ہوئی تھی‘ فرح کے نہ آنے پر۔

وہ کمرے میں آئی تو فرح جاگ رہا تھا مگر ابھی تک بیڈ پر دراز تھا۔ اسے حیرت ہوئی۔

’’کیا بات ہے فرح! آج سحری کے لیے نہیں آئے۔‘‘ اس کی جانب بغور دیکھتے ہوئے استفسار کیا مگر وہ کچھ نہیں بولا تھا۔ ہنوز خاموش چت لیٹا‘ چھت کو گھور رہا تھا۔

’’فرح!‘‘ اس کی مسلسل خاموشی پر نبیہ نے ذرا اونچی آواز میں پکارا تھا۔ فرح نے چونک کر اس کی جانب دیکھا تھا۔ ’’ٹائم دیکھا ہے تم نے؟ سحری کا ٹائم ختم ہورہا ہے اور آپ ابھی تک لیٹے ہوئے ہیں۔ روزہ نہیں رکھنا کیا؟‘‘

’’ہاں! میں بس اٹھ رہا ہوں۔‘‘

’’اٹھ نہیں رہا‘ اٹھ جائیں‘ ٹائم کم ہے۔‘‘ اس کے کہنے پر وہ فوراً اٹھ بیٹھا تھا جب کہ نبیہ باہر کی جانب بڑھی تھی۔

’’نبیہ!‘‘ تبھی کسی خیال کے تحت اس نے پکارا تھا۔

’’جی؟‘‘

’’کیا ہم بات کرسکتے ہیں؟‘‘ اس نے بغور دیکھا تھا۔

’’کس بارے میں؟‘‘ نبیہ کو حیرت ہوئی۔

’’تمہارے اور میرے مابین جو رشتہ ہے اس کے بارے میں۔ اپنی ضد‘ نظریے کے اختلاف اور عقل و شعور سے ہٹ کر اس رشتے کے بارے میں جو ہمارے بیچ ہے۔ اس پر بات کرنا چاہتا ہوں میں۔‘‘

’’آج یہ خیال کیونکر آگیا فرح شاہ!‘‘ اس نے استفسار کیا۔

’’کیونکہ میں اسے محسوس کرنا چاہتا ہوں۔‘‘ اس نے کسی قدر معنی خیزی سے کہا۔ اس کی نظروں اور بات کا مفہوم سمجھتے ہوئے نبیہ نظریں چرا کر گویا ہوئی۔

’’سحری کا ٹائم ختم ہورہا ہے۔ آپ فی الحال اٹھ کر ڈائننگ روم میں آجائیں۔‘‘ آہستگی سے کہہ کر باہر نکل گئی۔

فرح نے ایک پل کو دروازے سے نکلتی ہوئی نبیہ کو دیکھا اور پھر گہری سانس بھرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

’’میں نے کچھ کہا تھا نبیہ شاہ! تم نے جواب نہیں دیا۔‘‘ وہ اس وقت اپنی مخصوص چیئر پر بیٹھی مطالعہ میں مصروف تھی‘ جب فرح شاہ اس کے قریب چلا آیا اور کسی قدر شکایتی انداز میں گویا ہوا۔ نبیہ نے چونک کر کتاب پر سے نظریں ہٹائی تھیں اور کسی قدر حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔

’’آج بیسواں روزہ ہے اور میں نے پندرہویں روزے کی سحری کو کہا تھا تب سے اب تک انتظار کررہا ہوں مگر تمہاری طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ تم بات کرنا نہیں چاہتیں یا پھر نظریں چرا رہی ہو؟‘‘

’’کیا بات کروں؟ میرے پاس بات کرنے کو کچھ ہے ہی نہیں۔‘‘ صفحہ پلٹتے ہوئے بنا اس کی جانب دیکھے دھیرے سے گویا ہوئی۔

’’بات کرنے سے بات بنتی ہے نبیہ! جب کہ ہم نے آج تک بات کی ہی نہیں۔ ہمارے مابین آج تک سوائے بزنس‘ نظریے کے اختلاف کی باتوں کے علاوہ اس رشتے پر بات کرنے کے لیے کچھ ہوتا ہی نہیں کیونکہ ہم جو باتیں کرتے ہیں وہ بلا مقصد اور بلا جواز ہوتی ہیں۔ تمہیں مجھ سے یہ اختلاف ہے کہ میں وہ بات نہیں سمجھ سکتا جس کا تعلق ادب کے حوالے سے

ہو۔ بزنس، بزنس اور بس بزنس کی بات ہی میری سمجھ میں آتی ہے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔"

"تمہیں لگتا ہے کہ تم نے نکاح تو کرلیا ہے مگر میں وہ نہیں ہوں جسے تمہارے شوہر کے روپ میں ہونا چاہیے تھا۔" اس کی اس بات پر نبیہ نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

"تمہیں ایسا کیوں لگا فرح شاہ!"

گویا نبیہ اکثر ایسا سوچتی تھی مگر اظہار کبھی نہیں کیا تھا۔ اب فرح کے منہ سے وہی بات سن کر جانے کیوں اس کے لہجہ میں ہلکی سی لڑکھڑاہٹ تھی۔

"بھلے تم نے نہیں کہا نبیہ! مگر کچھ تو ایسا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے دل کی بات بنا کہے بھی محسوس کرسکیں۔ کیا تمہیں کبھی محسوس نہیں ہوا کچھ؟ کیا تم میرے دل کا حال نہیں جان سکیں نبیہ!" اس کی آنکھوں میں بغور دیکھتے ہوئے فرح نے جاننا چاہتا تھا۔ نبیہ نے فوراً نظریں چرا کر لب بھینچے تھے۔

"میں جانتا ہوں نبیہ! میں بہت عام سا انسان ہوں، زندگی کو زندگی سمجھ کر جینے والا۔ جو گھر سے باہر نکلتا ہے تو اپنی معاشی حالت سدھارنے کی غرض سے اسے بہتر سے بہتر بنانے کی جستجو میں۔ گو میں کتابوں اور کتابی باتوں سے کوسوں دور ہوں، مگر مطالعہ ضرور کرتا ہوں اور کسی قدر سمجھنے کی کوشش بھی کرتا ہوں۔ تم ہی بتاؤ کیا میں تمہیں نہیں سمجھتا؟ اتنے سالوں میں تمہیں جاننے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ کیا تمہیں نہیں جانتا، تمہارے نزدیک شاید میں دو اور دو چار کرنے، بزنس کو آگے ہی آگے بڑھانے کی چاہ میں دن رات ایک کررہا ہوں حالانکہ ایسا نہیں ہے، میں کبھی بزنس کو گھر میں لے کر نہیں آیا اور گھر میں صرف فرح ہوں، جو اپنے گھر کو پورا ٹائم دیتا ہے۔ اپنی ماں، دادی اور اپنی بیوی کو لیکن بیوی کو ایسا لگتا نہیں ہے...... کیوں نبیہ! یہی میں جاننا چاہتا ہوں۔ ہم بچپن سے ہر بات میں ضد، ضد میں نظریے اور نظریے میں اختلاف کو ڈسکس کرتے چلے آرہے ہیں۔ تمہیں مجھ سے کیا گلہ ہے میں یہ جاننا چاہتا ہوں، میں جو اتنے برسوں میں تم سے تم تک کا سفر طے کرنے کی جستجو میں ہوں، کیا منزل تک رسائی حاصل کرپاؤں گا؟ میں اس بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں نبیہ! تمہارے جذبات سے آگہی چاہتا ہوں۔ پلیز مجھے بتاؤ۔" وہ اپنے دل کی تمام حکایت سنا کر اس سے جواب طلب کررہا تھا مگر نبیہ خاموش تھی۔ چپ چاپ صفحے پر نظریں گاڑے ہوئے تھی۔

فرح بہت دیر تک اس کے جواب کا منتظر رہا مگر اس کی جانب سے جامد خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے لب بھینچتے ہوئے تیزی سے باہر نکلتا چلا گیا۔

اس کے یوں چلے جانے پر نبیہ کے دل میں جانے کیوں دور تک تاریکی سی چھا گئی تھی۔ وہ یکلخت بے چین سی ہو اٹھی تھی۔ اپنے سمجھ میں نہ آنے والے جذبات کی وجہ سے یا پھر اسے بنا کوئی جواب لیے لوٹ جاتا دیکھ کر، جو بھی تھا وہ مضطرب سی ہو اٹھی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

آج چھبیسواں روزہ تھا۔ ہر سمت رمضان المبارک کی رحمتیں اور برکتیں سمیٹی جارہی تھیں، رات رات بھر عبادتیں کرکے مغفرت کی دعائیں مانگی جارہی تھیں۔ جوں جوں رمضان المبارک کا اختتام قریب آرہا تھا۔ لوگ زیادہ سے زیادہ اللہ کے حضور جھک رہے تھے۔ اس کی رحمتوں اور برکتوں کے طلب گار ہو رہے تھے۔ معافی کے خواستگار تھے شاہ پیلس میں بھی یہی ہو رہا تھا۔

فرح نے جس روز نبیہ سے بات کی تھی اسی رات بزنس کے سلسلے میں شہر سے باہر چلا گیا تھا۔ وہ جاتی

تھی اسے اندازہ تھا کہ وہ اس کے جواب نہ دینے پر احتجاجاً منظر سے غائب ہوا ہے۔ یہی بات نبیہ کو مضطرب کیے ہوئے تھی۔ نبیہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے دل کی دنیا میں یہ اچانک بدلاؤ کیونکر آیا ہے، مگر اتنا ضرور جانتی تھی کہ وہ اس کی کمی محسوس کررہی ہے، اسے آس پاس دیکھتے رہنے، اس کے ساتھ نوک جھونک اور بحث کرنے کی عادت سی ہوگئی تھی۔ اب وہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتی، چاہے وہ اس کے آئیڈیل کے مطابق نہیں ہو، مگر اتنے سالوں کے ساتھ نے اسے اپنا عادی بنادیا تھا۔ چند روز کی دوری نے اسے بے چین و مضطرب کردیا تھا۔ وہ اس کی منتظر رہنے لگی تھی۔ وہ خود آرہا تھا نا کال نا میسج۔ اس کا مضطرب ہونا لازمی امر تھا۔

ایک بے چینی تو یہ تھی کہ اس سے کوئی رابطہ نہیں تھا۔ جو کہ سراسر اس کی ضد کے باعث تھا اور دوسری بے چینی یہ تھی کہ وہ جانتی تھی فرح ایسا کیوں کررہا ہے، وہ یقیناً اس کی جانب سے بلاوے کا منتظر ہے، اب جب تک وہ خود اس سے رابطہ نہیں کرلے گی فرح واپس نہیں آئے گا۔ نبیہ کو اسے بلانے میں کوئی عار نہیں تھی مگر اس سے رابطہ کرنے میں ہچکچاہٹ سی محسوس ہو رہی تھی۔ پہلے والی بات ہوتی تو وہ بنا ہچکچائے اس سے رابطہ کرلیتی مگر اب بات اور تھی۔ بلانا تو تھا بس ذرا خود میں ہمت پیدا کرنی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

"کیا خیال ہے فرح!"

"کس بارے میں؟" وہ کسی گہری سوچ میں تھا، فوراً چونک اٹھا۔

"گھر جانے کے بارے میں؛ آج انتیس واں روزہ ہے، ممکن ہے عید کا چاند نظر آجائے میں تو جارہا ہوں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے، تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"نہیں یار! میں ابھی نہیں جاپاؤں گا۔ ایک دو کام ہیں، بہت ضروری اب وہ نمٹا کر ہی جاؤں گا۔"

"چھوڑ نا یار! کل عید ہے اور تم اب بھی ضروری کاموں میں لگے ہوئے ہو۔ تمہارے گھر والے تمہارا انتظار کررہے ہوں گے۔ تمہاری بیوی منتظر ہوگی اور تمہیں ضروری کاموں کی فکر ہے۔ کمانا و مانا تو لگا ہی رہتا ہے، ہم مرد سارا سال اسی میں تو مصروف رہتے ہیں، کچھ دن آتے ہیں خوشیوں بھرے، اگر ان میں بھی ضروری کاموں میں لگے رہیں تو ہماری زندگی میں جو تھوڑے بہت رنگ ہیں وہ بھی روٹھ جائیں۔ یار! جب تک زندگی ہے یہ کام ختم نہیں ہونے، ہمیں ان خوب صورت خوشیوں بھرے پلوں کو دولت حاصل کرنے کی دوڑ میں گنوانا نہیں چاہیے۔ کون جانے کتنی زندگی ہے۔ گئے دن کبھی لوٹ کر نہیں آتے۔ دولت کا کیا ہے، آج ہے کل نہیں۔ پرسوں پھر آجائے گی۔ مگر گئے دن لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ سو ڈیئر! جاؤ اور آنے والی خوشیوں کو بانہیں پھیلا کر سمیٹ لو تاکہ کل کو جب اداسی اپنے پَر پھیلائے تو ذہن کے دریچوں سے جھانکتی یہ خوشیاں ہمارے دل کو ہلکا کرسکیں لیکن اگر ایسا کوئی لمحہ ہی نہ ہوگا تو گزرے ہوئے لمحوں کو یاد کون کرے گا؟ پلیز ان جاتی ہوئی خوشیوں کو سمیٹ لو کام آئیں گی۔" زبیر چلا گیا اور اسے سوچوں کے حوالے کرگیا۔

فرح منتظر تھا محض ایک فون کال کا، اسے یقین تھا۔ کال ضرور آئے گی، اتنے برسوں میں وہ اتنا تو جانتا تھا اسے، اتنا دعویٰ تو تھا اسے۔ وہ اس کے بارے میں سوچ رہا تھا تبھی موبائل کی بپ ہوئی تھی، وہ آنکھیں موندے خوش کن احساس کے تحت مسکرا دیا تھا۔ چند پل اسکرین پر جگمگاتے ہوئے نام کو دیکھتا رہا اور بٹن پریس کردیا۔

''ہیلو......!'' زیرلب مسکراتے ہوئے اس نے کسی قدر سنجیدگی سے کہا۔ دوسری جانب کتنے ہی پل خاموشی چھائی رہی تھی پھر......

''کیا تم آ نہیں سکتے فرح؟'' بہت آہستگی سے کچھ ہچکچاتے ہوئے کہا گیا۔ اس کا دل چاہا پورے جوش وخروش کا مظاہرہ کرے مگر ابھی کنٹرول لازمی تھا۔

''کیوں؟''

''ہمارے لیے...... میرے لیے!'' اس کے لہجے میں اظہار تھا۔ بہت مدہم سا وہ بمشکل سن پایا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر خوب صورت' جان دار سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

''کب......؟'' اس نے استفسار کیا۔

''ابھی......!'' دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اوکے' میں آرہا ہوں۔'' اس نے نوید سنائی تھی اور موبائل فون بند کرتے ہوئے پُرزور نعرہ لگایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ جانے کا وہ سارا انتظام کرچکا تھا۔ انتظار تھا تو بس اس کی فون کال کا۔ جو پورا ہوچکا تھا۔

۞ ...... ۞ ...... ۞

افطاری کے بعد نبیہ لان میں چلی آئی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہَوا چل رہی تھی۔ اسے بہت اچھا لگ رہا تھا' چند پل لان چیئر پر بیٹھی رہی پھر دل نہیں لگا تو اٹھ کر ٹہلنے لگی۔

اسے یوں ٹہلنا بہت بھلا لگ رہا تھا۔ بہت راحت محسوس ہورہی تھی۔ کافی دیر وہ لان میں تنہا ٹہلتی رہی تھی۔ ابھی وہ اندر جانے کا سوچ ہی رہی تھی کہ گیٹ کے پاس کسی گاڑی کے ٹائر چرچرائے تھے مگر ہارن نہیں دیا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کال بیل ہوئی تھی۔ چوکیدار نے آگے بڑھ کر گیٹ کھولا اور باہر جھانکا تھا۔ دوسرے ہی لمحے تیزی اور پورے جوش بھرے انداز میں گیٹ وا کردیا تھا۔ نبیہ کو خاصی حیرت ہوئی تھی۔

گیٹ کھلتے ہی فرح اذلان شاہ کی گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہوئی تھی۔

ٹھیک اسی لمحے ہَوا کا تیز جھونکا نبیہ شاہ کے بالوں کو بکھیرتا چلا گیا تھا۔ اس کا انگ انگ جھوم اٹھا تھا۔ اس نے آنکھیں موند کر اس خوب صورت احساس کو دل کی گہرائیوں سے محسوس کیا تھا۔ فرح زیرلب مسکراتے ہوئے گاڑی سے باہر نکلا اور دھیرے سے چلتا ہوا نبیہ کے قریب آن رکا۔

''انتظار کررہی تھیں؟'' لبوں پر مسکراہٹ بکھیرے سرگوشی بھرے انداز میں پوچھا۔

''ہاں!'' اس نے نظریں جھکاتے ہوئے مثبت انداز میں سر ہلایا۔

''میرا؟'' فرح نے پوچھا۔

''نہیں......!'' اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے بالوں کی لٹوں کو کانوں کے پیچھے اڑسا تھا۔ انداز شریر سا تھا۔

''تو پھر کس کا؟'' فرح شاہ نے ہاتھ آگے بڑھا کر دوبارہ سے بالوں کو بکھیر دیا۔

''چاند کا......'' نبیہ اپنے ہی جواب پر خود بھی محظوظ ہوئی تھی' وہیں فرح شاہ بھی خاصا محظوظ ہوا تھا۔ دل چاہا تھا کھل کر قہقہہ لگائے۔

''نظر آتو گیا ہے تمہارا چاند...... اب اور کیا؟'' اس نے استفسار کیا۔ انداز شرارتی تھا۔

''اس چاند کو دیکھنے سے صبح عید تو نہیں ہوگی نا! مجھے تو عید کا چاند دیکھنا ہے فرح اذلان شاہ!'' اس نے بھی شریر مسکراہٹ لبوں پر سجاتے ہوئے بے نیازی سے کہا تھا۔ ساتھ ہی آسمان کی جانب نگاہ کی تھی۔

''یہ تو زیادتی ہے بیوی! اگر میں نہ آتا تو کل تمہاری عید ہوتی کیا؟'' اس نے مصنوعی خفگی کا مظاہرہ

کیا۔

''بالکل! اگر چاند نکل آتا ہے تو ضرور ہوتی اور یقیناً میں مناتی بھی۔'' گویا چڑایا تھا۔

''کیا واقعی......!'' وہ اس کے قریب جھکا تھا۔

نبیہ سر جھکا گئی تھی۔ بولی کچھ نہیں مگر انداز سے سب کچھ عیاں تھا۔ دونوں کے مابین کافی دیر خاموشی چھائی رہی تھی۔

فرح اس کے متذبذب انداز کو دیکھ رہا تھا۔ جانتا تھا وہ اپنے دل کی بات کہنا چاہتی ہے مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اب فرح کو اس کی ضرورت نہیں رہی۔ اس کی ایک فون کال نے سب کہہ دیا تھا۔

''فرح...... میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔'' ہاتھ کی انگلیاں مسلتے ہوئے دھیرے سے گویا ہوئی۔ فرح مسکرایا تھا۔

''نہیں نبیہ! اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' اس کی بات پر نبیہ نے چونک کر سر اٹھایا تھا۔

''کیوں......؟'' اسے حیرت ہوئی تھی۔

''تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں اتنا ہی جانتا ہوں تمہیں کہ تمہیں اپنے جذبوں کے اظہار کے لیے لفظوں کی ضرورت محسوس ہونے لگے۔ نہیں نبیہ! میں تمہیں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ بنا کہے تمہارے دل کا حال جان سکوں اور تمہارے دل کا حال تمہاری کچھ گھنٹے قبل فون کال نے بتادیا تھا' اب مجھے تمہارے اظہار کی ضرورت نہیں ہے بس اتنا کہ کیا تم زندگی کے اس سفر میں میرا ہاتھ تھام کر چلنا چاہو گی۔'' اس نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔

تبھی شور بلند ہوا تھا' عید کا چاند نظر آگیا تھا۔ چاروں جانب سے صدائیں بلند ہونے لگی تھیں۔ فرح کا ہاتھ پھیلا ہوا تھا اور نگاہیں اس کے صبیح چہرے پر تھیں۔

نبیہ نے مسکراتے ہوئے آسمان کی جانب دیکھا پھر فرح کو اور دھیرے دھیرے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

''عید کا چاند مبارک ہو فرح اذلان شاہ!''

''صرف عید کا چاند!'' اس کے ہاتھ کو دباتے ہوئے گہری نظر سے دیکھا۔

''کیا مطلب؟'' اس نے اچنبھے سے دریافت کیا۔

''مطلب! عید کے اس چاند نے ہمیں ملوایا ہے۔ صحیح معنوں میں آج ہم بغیر کسی اختلاف کے ایک رشتے کے تحت ملے ہیں' اس رشتے پر بات کررہے ہیں عام انسانوں کی طرح میاں بیوی کی طرح' اس رشتے کی خوب صورتی کو محسوس کرتے ہوئے اس حسین پل کو یادگار بنارہے ہیں۔ عید کی خوشی ہے' چاند نکل آیا ہے اور ہم ملے ہیں۔ اس ایک پل نے ہمیں کتنی خوشیوں سے ہمکنار کیا ہے تو پھر صرف چاند کی مبارک باد ہی کیوں؟'' فرح نے پوری وضاحت کرتے ہوئے استفسار کیا۔

''عید مبارک فرح شاہ اور اس عید پر ہمارے رشتے کی شروعات مبارک ہو۔'' چند پل مسکراتے ہوئے اس کی جانب دیکھا اور اس کے کان کے قریب دھیرے سے سرگوشی کی۔

فرح اذلان شاہ کو تو گویا ہفت اقلیم کی دولت مل گئی تھی' اس نے مسکراتے ہوئے نبیہ شاہ کا ہاتھ دباتے ہوئے دھیرے سے چھوڑ دیا تھا۔

۞

تمہارا مان رہ جائے گا

سباس گل

اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں پڑھا تم کو
اپنے خوابوں کے جزیروں پر کھڑا دیکھا ہے
کچھ کو منزل پر بھی جا کر نہیں ملتی منزل
ہم نے قسمت کو مقدر سے بڑا دیکھا ہے

"انس! کیا کھاؤں میں؟" طوبیٰ نے مینو کارڈ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میرا بھیجا کھالو۔" انس چڑ کر بولا کیونکہ وہ سو رہا تھا اور طوبیٰ اسے زبردستی جگا کر ریسٹورنٹ لے آئی تھی۔ اس کی تو ابھی تک آنکھیں بھی ٹھیک سے نہیں کھلی تھیں۔

"تمہارے پاس اگر بھیجا ہوتا تو میں اتنی دور تھوڑی آتی۔" طوبیٰ نے مسکراتے شریر لہجے میں کہا۔ انس کی آنکھوں میں بچھا سرخ لکیروں کا جال اس کی بے خواب آنکھوں کی گواہی دے رہا تھا۔ ان دونوں کو ہمیشہ ایک دوسرے کو ستانے میں بہت مزہ آتا تھا۔ وہ دونوں ایسے ہی تھے پل میں تنگ، پل میں سنگ۔

"طوبیٰ! تم مار کھاؤ گی مجھ سے۔" انس نے دانت پیس کر کہا تو وہ ہنس کر بولی۔

"چلے گا میرا مطلب ہے مار بھی چلے گی لیکن اس سے پہلے کھانا کھا لیا جائے تاکہ تمہاری مار ہضم کرسکوں۔"

طوبیٰ نے اپنی اور انس کی پسند کی ڈشز کا آرڈر دے دیا۔

وہ صبح سات بجے سویا تھا رات بھر ایک دوست کی شادی کے فنکشن کو انجوائے کرتا رہا تھا اور ابھی نیند پوری نہیں ہوئی تھی کہ بارہ بجے ہی طوبیٰ نے آ کر جگانا شروع کر دیا تھا اور ناچار اسے بستر چھوڑنا پڑا تھا اور اب وہ اس کے ساتھ اس کی پسند کے ریسٹورنٹ میں بیٹھا پیٹ پوجا کرنے کے لیے مجبور تھا۔

"پتا ہے ظفر نے لو میرج کی ہے۔" انس نے اسے بتایا۔

"دگنی ذمہ داری نبھانا ہوگی اب اسے کیونکہ اپنی پسند اور مرضی، محبت کی شادی میں میاں بیوی کے بیچ اگر کوئی اونچ نیچ ہو جائے تو کوئی صلح صفائی کرانے یا سمجھانے نہیں آتا۔ الٹا ہر کوئی طنز، تنقید اور طعنے دیتا ہے کہ تم نے اپنی پسند سے شادی کی تھی نا تو اب خود ہی بھگتو۔" طوبیٰ نے کھانا کھاتے ہوئے لو میرج کے متوقع نقصانات گنوائے تو وہ کہنے لگا۔

"ضروری تو نہیں ہے کہ ہر لو میرج میں مسائل پیدا ہوں، ناچاقی ہو۔ ایسا تو ارینج میرج میں بھی ہوتا ہے۔"

"ہاں ہوتا ہے مگر اس صورت میں لڑکی اور لڑکے کے ماں باپ خاندان کے بڑے، بزرگ ان کے ساتھ ہوتے ہیں، ان کے مسائل کو حل کرنے اور الجھنوں کو سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ صحیح سمت دکھانے کی کوشش کرتے ہیں، لڑکا اور لڑکی خود کو تنہا نہیں محسوس کرتے۔" طوبیٰ نے کھانا چھوڑ کر انس کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا تو وہ سر پکڑ کر بولا۔

"توبہ ہے طوبیٰ! تمہارا دماغ کتنا چلتا ہے اور زبان بھی۔"

"شکریہ، ویسے تمہارے کیا ارادے ہیں؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”کس سلسلے میں؟“

”شادی کے سلسلے میں ”لومیرج“ کرو گے یا ارینج؟“

مکس...... “Mix”

”اویعنی دونوں پارٹیوں کو خوش کرو گے؟“

”بالکل اب میرے پاس اتنا فالتو وقت اور دماغ نہیں ہے کہ میں بیوی اور گھر والوں کے جھگڑوں میں پستا رہوں‘ شادی انسان ایک بار کرتا ہے اور دلی سکون اور اطمینان وخوشی کے لیے نا کہ جھگڑوں کے لیے۔“ انس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

”اوہو بھئی‘ تم تو خاصی سمجھ داری کی باتیں کرنے لگے ہو۔ میرے ساتھ رہنے کا کتنا اثر ہوا ہے نا تم پر۔ اسی طرح ہمیشہ میرے ساتھ رہنا تمہاری زندگی سنور جائے گی۔“

”اومس! زیادہ خوش فہمی کی ضرورت نہیں ہے‘ یہ کھانا ختم کرو‘ بل دو اور چلو یہاں سے۔“ انس نے شہادت کی انگلی سے اسے اشارہ کر کے کہا۔

”ٹھیک ہے لیکن بل تو تم دو گے۔“

”واٹ؟“ وہ بھڑکا‘ وہ ہمیشہ ہی اس کی جیب خالی کراتی تھی۔

”میں تمہیں لنچ کے لیے نہیں لایا تھا تم مجھے زبردستی جگا کر لائی تھیں میں بل کیوں دوں؟“

”کیونکہ تم مرد ہو‘ کسی مرد کے ہوتے ہوئے لڑکی بل ادا کرتی اچھی تو نہیں لگتی نا۔“ طوبیٰ نے مسکراتے ہوئے بے نیازی سے جوس کا سپ لیا۔

”مجھے بہت اچھی لگتی ہے‘ کھانے کا بل تم دو تو مجھے تم بہت اچھی لگو گی۔“ انس نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے مصنوعی مسکراہٹ سجا کر کہا تو وہ رومینٹک موڈ میں بولی۔

”سچی...... تم کہو تو بل کیا اپنی جان بھی دے دوں اسی لمحے۔“

”بکومت‘ بل دو۔“ انس نے اسے گھورا۔

”بل تو بچو جی میں تمہاری ہی جیب سے ادا کروں گی‘ تم ابھی میرے ہنر سے اچھی طرح واقف نہیں ہوئے۔“ طوبیٰ نے مسکراتے ہوئے اسے اپنے دل میں مخاطب کر کے کہا اور اپنے ہینڈ بیگ میں سے بل کے پیسے نکال کر ویٹر کو دے دیئے۔

اس نے انس کا والٹ اس کے کمرے میں جاتے ہی چیک کرنے کے بعد اپنے ہینڈ بیگ میں رکھ لیا تھا۔ والٹ میں ساڑھے چھ ہزار روپے تھے اور سولہ سو کا بل ادا کر کے سو روپے اس نے ویٹر کو ٹپ میں دے دیئے اور دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی اسے بے وقوف بنا کر۔ وہ بے خبر تھا اس کی اس حرکت سے لہٰذا حیرت اور مسرت کا اظہار کر رہا تھا کہ اتنی فراخدلی آج اس نے کیسے دکھا دی۔ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے انس نے کہہ ہی دیا۔

”خیریت آج تو تم نے ویٹر کی بھی چاند کروا دی۔ حاتم طائی کب سے بن گئیں، کوئی لاٹری نکل آئی ہے کیا جو اتنا پیسہ تم نے کھانے پر لٹا دیا‘ پیسے خرچ کرتے ہوئے تو تمہاری جان جاتی ہے۔“

”ہاں آں‘ لیکن وہ کہتے ہیں ناں کہ مال مفت دل بے رحم تو کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔“

وہ اپنی ہنسی ضبط کرتے مسکراتے ہوئے اس کے وجیہہ چہرے کو دیکھتے ہوئے بولی تو انس نے چونک کر اس کے چہرے کو دیکھا۔

”ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔“

”دال تو ہم نے کھائی ہی نہیں۔“ وہ معصومیت سے بولی۔

”مال تو کھایا ہے نا‘ سچ سچ بتاؤ کس کا بٹوہ خالی کیا ہے؟“

”تمہارا!“

”کیا......؟“ انس کی چیخ بے ساختہ تھی‘ گاڑی کی رفتار ایک دم سے کم ہوئی تھی اور پھر اس کے پاؤں جو بے اختیار بریک پر پڑے تو جھٹکے سے گاڑی رک گئی۔

”ہاں آں......“ وہ بے نیازی سے ہنسی۔

”تم...... تم...... اترو...... گاڑی سے نیچے اترو۔“ وہ غصے اور صدمے سے سرخ ہو کر تیز آواز میں بولا۔

”کیوں؟“

”کیونکہ میں تمہیں اپنے ساتھ نہیں لے جا رہا‘ تمہاری یہی سزا ہے کہ تم اب گھر اکیلی جاؤ گی وہ بھی پیدل۔“

”انس! شرم نہیں آتی تمہیں تم مجھے یوں بیچ سڑک پر اتار رہے ہو۔“ طوبیٰ نے حیرت اور افسوس سے اسے دیکھا۔

”ہاں!“

”میں نہ اتروں تو؟“ وہ اکڑ کر بولی۔

”تو میں خود تمہارا بازو پکڑ کر تمہیں اتار دوں گا۔“

”انس......“ طوبیٰ نے دکھ اور حیرت سے اسے دیکھا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ایسا بھی کر سکتا ہے۔ اسے یوں بیچ سڑک پر اتار سکتا ہے اس کی عزت کی پروا کیے بنا اسے سرِ راہ تماشا بنا سکتا ہے۔

”اترو۔“ اس نے سختی سے کہا۔

وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر نیچے اتر گئی۔ جیسے ہی اس نے گاڑی کا دروازہ بند کیا وہ تیزی سے گاڑی آگے بڑھا کے لے گیا۔ طوبیٰ کو انس کے رویئے سے دکھ تو بہت پہنچا تھا اور رونا بھی آ رہا تھا مگر وہ سرِ راہ آنسو بہا کے اپنا تماشا نہیں بنوانا چاہتی تھی‘ لہٰذا خود کو مضبوط کیا اور ٹیکسی روکنے کے لیے ہاتھ ہلا دیا۔ فوراً ایک ٹیکسی اس کے قریب آ کر رکی تھی۔

انس کی گاڑی گھر کے گیٹ سے اندر داخل ہو رہی تھی۔ سائرہ بیگم نے گلاس وال سے اسے آتے دیکھا وہ گاڑی روش پہ روک کر تیزی سے نیچے اترا اور نادر کی جانب بڑھ گیا۔ طوبیٰ اس کے ساتھ نہیں تھی۔ سائرہ کو تشویش لاحق ہوئی جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا انہوں نے فوراً انس سے پوچھا۔

”طوبیٰ کہاں ہے؟“

”جہنم میں۔“ وہ ابھی تک طوبیٰ کے مذاق اور شرارت پر تپا ہوا تھا۔ دانت پیستے ہوئے بولا۔

”انس! یہ کیا بدتمیزی ہے؟“ سائرہ نے ڈپٹا۔

”اور جو وہ کرتی پھرتی ہے وہ بدتمیزی نہیں ہے۔“

”میں نے پوچھا کہ طوبیٰ کہاں ہے؟ تم ہی لے گئے تھے نا اسے اپنے ساتھ؟“ سائرہ نے سپاٹ لہجے میں استفسار کیا۔

”میں اسے نہیں لے گیا تھا وہ مجھے زبردستی اپنے ساتھ لے گئی تھی‘ لنچ کے لیے۔“ انس نے سلگ کر جواب دیا۔

”مگر وہ ہے کہاں؟“

”پتا نہیں‘ میں نے اسے راستے میں ہی گاڑی سے اتار دیا تھا۔“

”لیکن کیوں؟“

”اس نے میرے والٹ میں سے پیسے چرا کر لنچ کا پروگرام بنایا تھا‘ اسے اس کی حرکت کی سزا تو ملنی چاہیے تھی نا۔“ انس نے پھولے ہوئے منہ سے کہا۔

”اور تم نے اسے بیچ سڑک کے گاڑی سے اتار دیا۔ ایک شرارت ہی تو تھی‘ تم نے بھی تو کئی بار اس کے پرس سے پیسے نکال کے آئس کریم کھائی تھی۔ شرارت چوری کب سے بن گئی؟ تم نے بہت غلط حرکت کی ہے انس!“

”آئی ڈیم کیئر! میں اپنے کمرے میں سونے جا رہا ہوں‘ مجھے کوئی نہ جگائے جب تک کہ میں خود نہ جاگوں۔“ انس نے بے پروائی سے کہا اور اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھا دیئے۔

”خدا جانے ان دونوں کے اس روز روز کے لڑائی جھگڑے کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ آج تو حد ہی کر دی ہے اس لڑکے نے غیر ذمہ داری کی۔“

رات کے سوا آٹھ بج رہے تھے اور سائرہ پریشانی کے عالم میں لاؤنج میں اِدھر سے اُدھر چکر لگا رہی تھیں۔ جبھی چھ فٹ کا انس رحمان بہت ہشاش بشاش موڈ میں لاؤنج میں داخل ہوا۔ سیاہ پینٹ اور اورنج کلر کی ٹی شرٹ میں نکھرا نکھرا اور فریش لگ رہا تھا۔ آپ ہی آپ مسکرا رہا تھا۔ مگر جب سائرہ کو فکرمندی سے ٹہلتے دیکھا تو ٹھٹکا۔

”کیا ہوا امی! آپ پریشان ہیں؟“

”تو کیا کروں تمہاری طرح بے حس اور بے نیاز ہو کر سو جاؤں۔“

”اوپلیز مام! میرا موڈ خراب مت کریں۔“ وہ سمجھ گیا کہ وہ طوبیٰ والی بات پر غصے ہو رہی ہیں جبھی جھلا کے بولا۔

”اور تم بے شک کسی کی زندگی خراب کر دو۔“

”امی! ایسا کر دیا ہے میں نے وہ آپ کی لاڈلی جو مرضی کرتی پھرے اسے تو آپ نے کبھی نہیں ڈانٹا۔“

"کیونکہ اس نے کبھی ایسی کوئی حرکت نہیں کی جو تم آج کی ہے۔" سائرہ نے ناراضی سے کہا۔
"اچھا بابا معافی مانگ لوں گا آپ کی بھتیجی صاحبہ سے۔"
"معافی تو تب مانگو گے جب وہ تمہیں ملے گی۔"
"کیا مطلب؟"
"طوبیٰ ابھی تک گھر نہیں لوٹی۔"
"وہاٹ! او مائی گاڈ' ساڑھے آٹھ بج رہے ہیں۔"
انس کے تو پورے وجود میں زلزلہ سا آ گیا تھا وہ دوپہر ریباً دو بجے گھر آ گیا تھا اور طوبیٰ ابھی تک گھر نہیں لوٹی ی۔ اب انس کو احساس ہو رہا تھا کہ اس نے دوپہر کتنی ین غلطی کی ہے۔ شہر کی حالات خراب تھے اور ایسے ں ایک جوان لڑکی کو بیچ سڑک کے چھوڑ دینا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ وہ تیزی سے باہر کی طرف لپکا۔
"کہاں جا رہے ہو؟" سائرہ نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"طوبیٰ کو ڈھونڈنے۔" انس نے شہر کی تمام سڑکیں نہیں دیکھ لیں جہاں ان کا اکثر آنا جانا ہوتا۔ جوں جوں ت بیت رہا تھا۔ انس کو احساس جرم گھیر رہا تھا۔ اس نے حتیاطاً اسپتالوں میں بھی چیک کر لیا مگر طوبیٰ کا کچھ پتا ہیں تھا۔ پتا ہوتا بھی کیسے طوبیٰ تو بڑے آرام سے اپنے گھر میں تھی۔ وہ تو دوپہر کو ہی واپس آ گئی تھی۔ انس کے یسوں سے تھوڑی سی شاپنگ کرنے کے بعد۔ اس کی گمشدگی کا ڈرامہ تو انس کی عقل ٹھکانے لگانے کے لیے چایا تھا تاکہ آئندہ وہ کبھی اتنی غیر ذمہ داری اور بے پروائی کا مظاہرہ نہ کرے اور اُدھر انس کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ وہ بہت چاہتا تھا طوبیٰ کو' اسے تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ان کے بیچ لڑائی جھگڑا' ہنسی مذاق' نوک جھونک تو معمول کا حصہ تھی۔
"یا اللہ! طوبیٰ کو اپنی حفظ و امان میں رکھنا' اسے کبھی کچھ نہ ہونے دینا' اللہ جی! اب طوبیٰ مل جائے پھر کبھی میں اسے اس طرح دکھ نہیں دوں گا۔"
انس نے گاڑی ایک پارک کے قریب روک کر بھیگتے لہجے میں دعا مانگی' آنکھیں آسمان پر تھیں۔

"طوبیٰ! پلیز مجھے معاف کر دو' آئی ایم سوری طوبیٰ! آئی لو یو طوبیٰ پلیز جہاں بھی ہو گھر آ جاؤ۔ دوبارہ کبھی تمہیں اتنا دکھ نہیں دوں گا' پریشان نہیں کروں گا۔"
انس باآواز بول رہا تھا۔ آنسو پلکوں کی باڑ پر تڑپ رہے تھے۔
رات کے ساڑھے دس بجے تھے جب انس "راحیل ولا" کے لاؤنج میں داخل ہوا۔ طوبیٰ صوفے پر نیم دراز تھی اور اپنی پسند کا چینل لگائے ڈرامہ دیکھ رہی تھی۔
"طوبیٰ!" انس حیرت و بے تابی سے بے اختیار چیخا تو طوبیٰ ڈر کر اچھل گئی۔ انس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ طوبیٰ کو یہ دیکھ کر دلی تسکین ملی تھی کہ وہ بھی اس کے لیے اتنا پریشان ہو سکتا ہے۔
"طوبیٰ...... ! تم...... کہاں تھیں تم...... تم ٹھیک تو ہو نا۔" انس نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے شانوں کو تھام لیا اور اسے بے قراری سے دیکھتے ہوئے بے یقین لہجے میں تیزی سے سوال کیا۔
"ہاں ٹھیک ہوں' مجھے کیا ہونا ہے؟" وہ کندھے اچکا کر بے نیازی سے بولی تو انس نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے تڑپ کر کہا۔
"اللہ نہ کرے تمہیں کچھ ہو اور میں تمہیں کبھی کچھ ہونے بھی نہیں دوں۔"
"رئیلی......" طوبیٰ خوش دلی سے مسکرائی۔
"ہاں تم گھر کب آئیں۔"
"میں تو دوپہر میں آ گئی تھی یہی کوئی تین ساڑھے تین کے درمیان۔"
"وہاٹ!" اب کی بار انس اچھل کر اس سے ایک فٹ دور جا کھڑا ہوا تھا۔
"ہاں!" وہ اطمینان سے مسکرائی تو وہ سمجھ گیا کہ اسے دانستہ بے وقوف بنایا گیا تھا' اس سے جھوٹ بولا گیا تھا۔
"اوہ تو تم نے مام کے ساتھ مل کر مجھے بے وقوف بنایا۔"
"بنانے کی کیا ضرورت ہے تم تو بنے بنائے ہو۔"
"شٹ اپ!" انس نے ایک زوردار تھپڑ طوبیٰ کے

گال پر جڑ دیا۔ طوبیٰ کو تو کبھی اس کے ممی پاپا نے بھی پھول کی چھڑی تک سے نہیں مارا تھا اور یہاں ایک زوردار تھپڑ اس کے نرم ملائم گلابی گال پر اپنے نشان چھوڑ گیا تھا وہ اس افتاد کے لیے تیار نہ تھی' لڑکھڑا کر صوفے پر جا گری۔
"تمہیں کچھ اندازہ ہے کہ تم نے مجھے کتنا پریشان کیا ہے' میں نے آدھا شہر چھان مارا تمہاری تلاش میں۔ اسپتال تک میں تمہیں ڈھونڈ کے آیا ہوں' رات کے ساڑھے دس بجے ہیں شہر کے حالات کا کچھ احساس ہے تمہیں' یہی سوچ سوچ کر میری روح فنا ہو رہی تھی کہ نجانے تم کہاں ہو گی؟ کس حال میں ہو گی؟ اور تم یہاں مزے سے ٹی وی دیکھ رہی شرم تو نہیں آتی تمہیں؟" انس نے تیز' سخت اور غصیلے لہجے میں کہا۔ طوبیٰ نے پہلی بار اسے اس قدر غصے میں دیکھا تھا۔ یوں تو وہ اکثر غصے میں جھگڑتا تھا اس سے مگر آج تو اس کا اندازہ ہی بدلا ہوا تھا اور طوبیٰ کو بھی احساس ہوا کہ کچھ زیادہ ہی ستا لیا۔ شہر کے حالات میں رات کے وقت اگر اسے کچھ ہو جاتا' یہ خیال آتے ہی طوبیٰ کا دل ڈوب گیا تھا۔
"ہاں شرم آ بھی کیسے سکتی ہے مجھے آخر کو تمہاری ہی کزن ہوں۔"
"بکواس بند کرو۔" انس غصے سے چلایا۔
"کیوں؟ جو تم نے کیا وہ قابلِ شرم نہیں تھا کیا' ایک ذرا سی بات پر تم نے اپنے اور میرے رشتے کا بھی خیال نہیں کیا۔ میں تمہارے گھر اور خاندان کی عزت ہوں اور مسٹر انس رحمان! کوئی بھی غیرت مند انسان اپنے گھر کی عزت بیچ سڑک پر چھوڑ کے نہیں آتا اور تم نے ایسا کیا تب تمہیں شرم نہیں آئی۔ تب تمہارا احساس کہاں تھا؟ تب تمہیں یہ خیال کیوں نہیں آیا کہ شہر میں حالات کس قدر خراب ہیں۔ طوبیٰ کے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا ہے اور اگر خدا نخواستہ میرے ساتھ کچھ غلط ہو جاتا' کوئی حادثہ پیش آ جاتا تو کون اس کا ذمہ دار ہوتا؟ تم انس رحمان! تم ہوتے اس سب کے ذمہ دار۔ تمہیں میری عزت کا ذرا سا بھی خیال نہیں آیا۔ اسی لمحے مجھے لگا تھا انس رحمان کہ تم مجھے کبھی بھی کہیں بھی چھوڑ کے جا سکتے ہو۔ تم پر زندگی بھر کے لیے بھروسا کرنا بہت بڑی نادانی ہو گی۔ تم اپنی دوست کی جس سے تم محبت کے دعوے کرتے ہو اس کی کتنی عزت کرتے ہو' یہ آج تم نے مجھے بہت اچھی طرح سے سمجھا بھی دیا ہے اور دکھا بھی دیا ہے اور جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا ہے اس کی کچھ سزا تو تمہیں ملنی چاہیے تھی نا۔" طوبیٰ نے سنجیدہ' سپاٹ اور غصیلے لہجے میں کہا۔ انس کے پاس اس کی باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا بس نخوت سے سر جھٹک کر رہ گیا۔
"ہونہہ......!"
"اور ہاں یہ لو اپنا والٹ۔" طوبیٰ نے صوفے پر رکھے اپنے ہینڈ بیگ میں سے اس کا والٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر پٹخ دیا۔
"گن لینا پیسے پورے ہیں' ان تھوڑے پیسوں کے لیے ہی تم نے مجھے بے عزت کیا تھا نا۔ بس تمہاری نظر میں یہی عزت ہے نا میری۔ تمہیں تمہارے پیسے تو واپس مل گئے ہیں انس رحمان مگر میری عزت کا کیا؟" طوبیٰ نے اس کو تاسف اور کرب سے دیکھتے ہوئے باز پرس کی مگر وہ شرمندہ سا چپ کا چپ رہ گیا اور طوبیٰ اپنا ہینڈ بیگ اٹھا کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

❁......❁......❁

رحمان بیگ اور سائرہ کے دو ہی بچے تھے۔ ایک بیٹی مائرہ اور بیٹا انس۔ مائرہ کی شادی اپنے تایا کے بیٹے فہد سے تین سال پہلے ہوئی تھی اور اس کا ایک بیٹا تھا احد۔ انس نے ایم بی اے اور ایم سی ایس کیا تھا اور بہت اچھی کمپنی میں دو سال سے جاب کر رہا تھا۔ رحمان بیگ کی کاٹن فیکٹری تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ انس ان کے ساتھ فیکٹری جایا کرے' آخر کو وہ ان کا اکلوتا بیٹا تھا۔ ایک دن ان کا بزنس اس کو سنبھالنا تھا۔ مگر انس کے شوق اور خود سے کچھ کر دکھانے کی وجہ سے وہ اسے مجبور نہ کر سکے اور اس کی جاب پر انہوں نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ طیبہ راحیل ان کی چھوٹی بہن اور طوبیٰ کی والدہ تھیں اور راحیل' سائرہ کے

بڑے بھائی تھے لہٰذا ان کا آپس میں دوہرا رشتہ تھا۔

طیبہ اور راحیل کے تین بچے تھے۔ دو بیٹیاں طوبیٰ' صبا اور بیٹا اسد۔ صبا بڑی تھی اس کی شادی سائرہ کی بہن عائشہ کے بڑے بیٹے فاروق احمد سے ہوئی تھی اس کے دو جڑواں بچے تھے۔ نمل' امل بیٹا اور بیٹی اور وہ کینیڈا میں مقیم تھے۔ طوبیٰ ایم ایس سی فائنل ائیر کے امتحان دے کر ابھی فارغ ہوئی تھی۔ اس کی اور انس کی دوستی بچپن سے ہی تھی' گھر بھی ساتھ ساتھ تھے۔ یک جان دو قالب تھے وہ۔ ایک دوسرے سے ان کی کوئی بات چھپی ہوئی نہیں تھی۔ طوبیٰ اکثر اس پر بہت رعب جماتی تھی حالانکہ انس سے چار پانچ سال چھوٹی تھی۔ انس بھی اس کی ہر بات مانتا' ہر فرمائش پوری کرتا تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان دونوں کی یہ دوستی پیار میں بدل گئی تھی۔ طوبیٰ تو انس کو دل و جان سے چاہتی تھی لیکن انس کبھی کبھی بے پروا اور روڈ ہو جاتا تھا۔ وہ ناراض ہو جاتی تو پھر بے چین ہو جاتا اور سو سو بہانے کر کے اسے منایا کرتا۔ اسے دیکھے بنا انس کی صبح ہوتی تھی نا رات۔ صبح صبح طوبیٰ کا چہرہ دیکھ لیتا تو اس کا سارا دن خوش گوار گزرتا اور جس صبح وہ اسے ٹیرس پر نظر نہ آتی وہ سارا دن منہ پھلائے رہتا۔

طوبیٰ کو بڑا ناز تھا انس کی محبت پر۔ بہت مان تھا اس کے اپنے لیے ایسے لطیف جذبات کو محسوس کر کے وہ اس کی سنگت میں ہمیشہ خوش رہتی تھی۔ ان کے بیچ لڑائی جھگڑے بھی ہوتے تھے لیکن چند گھنٹوں سے زیادہ وہ ایک دوسرے سے ناراض نہیں رہ سکتے تھے۔ دن گزرنے سے پہلے ہی روٹھے کو منانا ان کی محبت اور دوستی کا اصول تھا...... مگر اس بار بات کافی بڑھ گئی تھی۔ انس نے جس طرح طوبیٰ کی شرارت پر ردعمل کا اظہار کیا تھا' وہ طوبیٰ کے لیے نا صرف یہ کہ حیران کن تھا بلکہ ہتک آمیز بھی تھا لہٰذا وہ پہلی بار انس سے دل سے ناراض ہوئی تھی کیونکہ انس نے اس بار اس کا دل دکھایا تھا۔ اس کی عزتِ نفس مجروح کی تھی۔ وہ بہت روئی تھی انس کے جانے کے بعد اور پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ پورے چوبیس گھنٹے گزر گئے تھے اور ان کے بیچ کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ بات تو دور کی بات ہے ان کا آمنا سامنا بھی نہیں ہوا تھا۔ انس نے کئی بار اپنے کمرے کے سامنے والے گھر یعنی "راحیل ولا" کے ٹیرس پر نگاہ دوڑائی تھی لیکن دیدارِ یار سے خالی لوٹ آئی تھی۔ انس کے اندر بے چینی و بے قراری سرائیت کر گئی تھی۔ وہ بہت اضطراری کیفیت میں تیار ہو کر آفس گیا تھا۔

"طوبیٰ! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔" صبح کے دس بجے وہ نیند سے بیدار فریش ہو کر ناشتہ کر رہی تھی تو طیبہ نے قدرے متفکر نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی امی! میں ٹھیک ہوں' کیوں کیا ہوا؟"

"آج تم دیر تک سوتی رہیں ناں۔"

"رات دیر تک جاگتی جو رہی تھی۔"

"ہوں اور انس کی طرف بھی نہیں گئیں' نا ہی وہ ادھر آیا۔ بنا تمہیں دیکھے اس کی صبح کیسے ہو گئی؟" طیبہ نے اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"میرے بنا اس کی صبح بھی ہو سکتی ہے اور باقی سب کام بھی وہ میرے بنا بخوبی کر سکتا ہے۔" طوبیٰ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

دل کی چوٹ ابھی تک تکلیف دے رہی تھی' اس کی آنکھیں گرم پانیوں سے بھرنے لگی تھیں۔

"اوہ سمجھی تو دونوں میں پھر سے جھگڑا ہوا ہے۔"

"جی!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم دونوں کا بچپنا کب ختم ہوگا' ہر روز جھگڑے ہوتے ساری زندگی ایک ساتھ کیسے گزارو گے؟" طیبہ نے فکرمندی سے سوال کیا تو طوبیٰ نے گہری اور سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"امی! ضروری تو نہیں ہے کہ ہم ساری زندگی ایک ساتھ گزاریں' گزارہ تو کسی کے ساتھ بھی کیا جا سکتا ہے۔ ہاں مگر زندگی بسر کرنا خوشی کے ساتھ جینا ہر کسی کے ساتھ نہیں ہوتا۔"

"لگتا ہے اس بار معاملہ کچھ زیادہ ہی گڑبڑ ہے۔"

"جی اور اس بار انس کو اتنی آسانی سے معافی نہیں ملے گی اس نے میرا دل دکھایا ہے۔" طوبیٰ نے جوس کا گھونٹ بھر کر سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"ایسا کیا کر دیا اس نے وہ تو بڑا اچھا بچہ ہے۔"

"وہ بگڑا ہوا بچہ ہے' اسے اپنے جذبات و احساسات پر کنٹرول ہے اور نا ہی اپنے غصے اور زبان پر قابو ہے۔ وہ کبھی بھی کچھ بھی کر سکتا ہے' کسی بھی قسم کا نقصان پہنچا سکتا ہے اور امی! کچھ نقصانات ایسے ہوتے ہیں جن کی تلافی عمر بھر نہیں ہو سکتی۔" طوبیٰ نے سنجیدہ اور دلگیر لہجے میں کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بات کیا ہے تم صاف صاف کہو نا؟"

"بات تو آپ اپنے لاڈلے سے خود ہی پوچھ لیجیے گا اگر وہ سچ بولنا پسند کرے تو۔" طوبیٰ یہ کہہ کر وہاں رکی نہیں تھی۔ طیبہ کے دل میں ہول اٹھنے لگے' طرح طرح کے خیالات و وسوسے پریشان کرنے لگے تو وہ سائرہ کی طرف چلی آئیں تاکہ ان سے صورت حال کی نوعیت معلوم کر سکیں۔

انس کا دل کسی کام میں نہیں لگ رہا تھا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس نے اس بار طوبیٰ کو بہت ہرٹ کیا ہے۔ بہت غلط حرکت کی ہے اس نے۔ اسے بیچ سڑک اتار کے' پیسوں پر تو وہ کبھی بھی اتنا ناراض نہیں ہوا تھا' غصے میں نہیں آیا تھا بلکہ جب بھی طوبیٰ اس کے پرس سے پیسے نکالتی یا نکلواتی تو وہ خوش ہوتا تھا اس پر خرچ کر کے بس بظاہر اپنے لٹنے' کنگال ہونے کی اداکاری کرتا تھا اور طوبیٰ اس کی شکل دیکھ کر ہنسا کرتی تھی۔ پتا نہیں وہ کہاں الجھا ہوا تھا' نیند پوری نہیں ہوئی تھی یا کوئی اور مسئلہ اس کی اپنی سمجھ میں بھی اپنا رویہ نہیں آیا تھا۔ اب سوچنے بیٹھا تھا تو سوائے ندامت کے کچھ ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔

آج ایک ضروری میٹنگ بھی تھی اور وہ طوبیٰ کے خیالوں میں گم بیٹھا تھا۔ آج اسے دیکھے بنا آفس آ گیا تھا تو یوں لگ رہا تھا کہ جیسے دن نکلا ہی نہیں ہے۔ اس نے کئی بار اپنا موبائل چیک کیا تھا کہ شاید طوبیٰ کا کوئی میسج آیا ہو مگر آج تو اس کا موبائل بھی اداس' ویران اور خالی تھا طوبیٰ کے ایس ایم ایس کے بنا۔ ورنہ اب تک کئی گڈ مارننگ کے ایس ایم ایس اسے موصول ہو چکے ہوتے تھے۔

میٹنگ اور ڈنر کے لیے وہ تیار تھا مگر دماغ الجھا ہوا تھا۔ اس کی سیکریٹری اسے میٹنگ کا یاد دلانے آئی تو وہ بولا۔

"او کے آپ چلیں میں آتا ہوں۔"

انس نے لہجے کو رعب دار بنا کر مس زبیری سے کہا تو وہ "او کے سر" کہہ کر اس کے آفس روم سے باہر چلی گئیں۔

اور وہ اپنی تمام تر توجہ میٹنگ کے ایجنڈے پر مرکوز کرتے ہوئے ضروری فائلز لے کر میٹنگ ہال کی جانب بڑھ گیا۔

انس گھر آیا تو اس کی متلاشی نظریں طوبیٰ کو ہی دیکھنا چاہ رہی تھیں مگر طوبیٰ آج "رحمان لاج" آئی ہی نہیں تھی۔ اسے شدید مایوسی ہوئی تھی اسے نہ پا کر وہ اپنے کمرے میں چلا آیا اور سیدھا ٹیرس کی طرف گیا لیکن اسے وہاں بھی طوبیٰ کو نہ پا کر مایوسی ہوئی تھی۔ وہ چینج کر کے ٹیرس پر آ گیا۔ سامنے طوبیٰ کے کمرے کی لائٹ آن تھی' انس کے بدن میں کرنٹ سا دوڑ گیا۔ اس نے طوبیٰ کو دیکھنے کی کوشش مگر کھڑکیوں پر پڑے پردے اس کی راہ میں حائل ہو گئے تھے حالانکہ عموماً وہ پردے سوتے وقت برابر کیا کرتی تھی۔ انس نے کچھ دیر ادھر اُدھر نگاہ دوڑائی اور ایک بڑا سا کنکر اٹھا کر سامنے طوبیٰ کے کمرے کی کھڑکی پر دے مارا۔ آواز طوبیٰ کے کانوں تک آئی تھی' اسے لگا تھا کہ انس آ چکا ہے اور ٹیرس پر اس کا منتظر ہے لیکن وہ اس کے سامنے نہیں آنا چاہتی تھی سو لائٹ آف کر کے سونے کے لیے لیٹ گئی ویسے بھی رات کے سوا گیارہ بج رہے تھے اور خلافِ معمول اسے آج نیند بھی ابھی سے آ رہی تھی۔ ورنہ وہ بارہ' ایک بجے تک ہی سونے کے لیے لیٹتی تھی۔ انس کو اس کے لائٹ آف کرنے پر شدید تاؤ آیا تھا۔

"ہونہہ! نہیں بات کرنا چاہتی تو نہ کرے میں بھی کوئی مرا نہیں جا رہا اس سے بات کرنے کو۔" انس نے بآواز غصیلے لہجے میں کہا اور واپس کمرے میں آ گیا۔

"مرنے نہیں جا رہے تو بار بار موبائل کیوں چیک

کرتے رہے؟ اس کے کمرے کی کھڑکی پر کنکر کیوں مارا؟ تمہاری آنکھیں کیوں صبح سے طوبیٰ کو تلاش کررہی ہیں؟ اس کام میں کیوں نہیں لگا؟ انس کے اندر سے سوالات کی بوچھاڑ ہوگئی۔

''ظاہر ہے اس کی عادت جو ہوگئی ہے مجھے۔'' انس نے صفائی پیش کی تو دل سے آواز آئی۔

''عادت ہوگئی ہے یا محبت ہوگئی ہے اس سے جو اس کی ناراضی برداشت نہیں ہورہی؟''

''محبت' ہاہاہا! محبت تو طوبیٰ راحیل مجھ سے کرتی ہے اور یہ محبت اسے مجھ سے زیادہ دن ناراض نہیں رہنے دے گی' دیکھنا وہ کل میرے سامنے موجود ہوگی۔'' انس نے خوش فہم انداز میں سوچتے ہوئے آنکھیں بند کی تھیں۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی دلفریب مسکراہٹ سجی ہوئی تھی۔ طوبیٰ کا دیدار اسے دوسرے دن بھی نصیب نہیں ہوا تھا تو وہ باقاعدہ تلملا اٹھا تھا۔

''سمجھتی کیا ہے خود کو میں اس کے بغیر مر جاؤں گا۔''

''طوبیٰ کو تمہارے متعلق اب کوئی خوش فہمی یا غلط فہمی نہیں رہی۔ وہ سمجھ دار ہے تمہارے غیر ذمے دارانہ رویئے نے اسے بہت کچھ سمجھادیا ہے۔ اگر معافی مانگنے اور غلطی تسلیم کرنے کا ظرف رکھتے ہو تو جاؤ' جا کر طوبیٰ سے معافی مانگو۔'' سائرہ نے اس کی بات سن کر کہا تو وہ بے چین ہوکر بولا۔

''وہ سامنے آئے تب نا وہ تو پردہ نشین ہوکر بیٹھ گئی ہے۔''

''تو تم اسے فون کیوں نہیں کرلیتے' معافی مانگتے ہوئے شرم آتی ہے تو میسج کردو۔ ویسے بھی تو ہر وقت تم دونوں ایس ایم ایس کرتے رہتے ہو۔'' سائرہ نے اسے راہ دکھاتے ہوئے جتایا بھی۔

''دو دن سے ایس ایم ایس بھی نہیں کررہے ہم۔''

''تو اب کرلو اگر صلح کرنی ہے اس سے۔''

''کرتا ہوں۔'' انس نے بے بسی سے کہا تو اس کے چہرے پر پھیلی بے بسی دیکھ کر سائرہ نے بمشکل اپنی ہنسی روکی تھی۔ وہ جانتی تھیں کہ انس لاکھ طوبیٰ سے بے پروا سہی مگر دل میں وہ اس سے پیار کرتا ہے۔ جبھی تو اس کے نظر نہ آنے پر بوکھلایا بوکھلایا پھر رہا تھا۔

❁……❁……❁

''طوبیٰ بیٹا! ختم کرو ناراضی سائرہ بتارہی تھی کہ انس نے دو دن سے کھانا بھی ٹھیک سے نہیں کھایا۔'' طیبہ نے طوبیٰ کو نرمی سے کہا۔

''تو کیا ہوا امی! وہ کوئی بچہ تو نہیں ہے بھوک لگے گی تو کھالے گا کھانا' اسے ہمیشہ اپنی من مانی کرنے کی عادت ہے کبھی اس نے میری فیلنگز کا خیال نہیں رکھا' اس کی ہر بات تو نظر انداز نہیں کی جاسکتی نا۔'' طوبیٰ نے سنجیدگی سے جواب دیا حالانکہ دل انس کو دیکھنے کے لیے مچل رہا تھا۔ اس سے شکوہ کررہا تھا کہ اب تک وہ اسے منانے کیوں نہیں آیا۔

''ہر وقت تو وہ تمہارے آگے پیچھے پھرتا ہے بے چارہ اور کیا کرے؟'' طیبہ نے آنکھوں دیکھی حقیقت بیان کی تھی۔ یہ بھی سچ تھا۔

''ہونہہ! مگر رویہ کتنا خراب ہے۔'' طوبیٰ نے کہا اس وقت اس کے موبائل پر میسج ٹون بجی۔ طوبیٰ کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ اسے انس کا ہی خیال آیا تھا کہ ضرور اس نے میسج کیا ہوگا۔ میسج اوپن کیا تو اس کا خیال درست نکلا اس نے ایک نظم بھیجی تھی۔

''تم خفا کیوں ہو؟''

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

طوبیٰ نے نظم کا پہلا مصرعہ باآواز پڑھ کر طیبہ کو سناتے ہوئے جواباً یہ شعر بھی پڑھ دیا۔

''اللہ ہی ہدایت دیتا ہے تم دونوں کو۔'' طیبہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور اس کی توجہ موبائل کی جانب دیکھ کر مسکرادیں۔

وہ نظم پڑھنے لگی۔

تم خفا کیوں ہو؟
تمہیں مجھ سے گلہ کیا ہے؟
اچانک بے رخی اتنی

بتاؤ تو ہوا کیا ہے؟
مناؤں کس طرح تم کو؟
مجھے اتنا تو بتلادو
اگر اب ہوسکے تم سے
تو یہ احسان فرمادو
میری منزل محبت ہے
مجھے منزل پہ پہنچادو
تمہاری آنکھ میں آنسو مجھے اچھے نہیں لگتے
تمہارے نرم ہونٹوں پر گلے اچھے نہیں لگتے
تمہارے مسکرانے سے میرا دل مسکراتا ہے
تمہارے روٹھ جانے سے میرا دل ٹوٹ جاتا ہے

''اب آیا نہ دل ٹھکانے پہ' اتنی جلدی تو میں بھی تمہیں معاف کرنے والی نہیں۔ ابھی تم بھی تڑپو جیسے مجھے تڑپایا ہے' روؤ جیسے مجھے رلایا ہے۔ جب دل سے تم اپنی اس حرکت پر ندامت محسوس نہیں کرو گے معذرت نہیں کرو گے' تمہیں معافی نہیں ملے گی۔'' طوبیٰ نے مسکراتے ہوئے اسے اپنے دل میں مخاطب کرکے کہا اور اس کے میسج کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر بعد انس کی طرف سے ''سوری'' کا میسج آیا۔ طوبیٰ نے پڑھ کر ڈیلیٹ کردیا۔ جواب نہیں دیا اور سیل آف کردیا کیونکہ اسے یقین تھا کہ انس کوئی جواب نہ پا کر اس کے نمبر پر کال ضرور کرے گا اور اگر موبائل بند پائے گا تو مزید بے قرار ہوگا اور ایسا ہی ہوا تھا۔ انس نے کچھ دیر تو اس کے جواب کا انتظار کیا پھر کال کے ارادے سے نمبر ملایا تو نمبر بند پایا۔

''اوہ شٹ!'' انس نے غصے میں موبائل بیڈ پر پٹخ دیا اور بے قراری و بے چینی کے عالم میں ٹہلنے لگا۔ اتنا پریشان تو طوبیٰ نے اسے کبھی نہیں کیا تھا۔ وہ بے بسی سے مٹھیاں اور لب بھینچنے لگا۔

رات کا آنچل پھیل چکا تھا۔ چاندنی چار سو پھیلی تھی اور فضا میں نیاز بو اور چنبیلی کی خوشبو تحلیل ہوکر ماحول کو بہت خوابناک بنارہی تھی۔ انس کی بے چینی و بے قراری ایسے میں اپنے جوبن پر تھی۔ طوبیٰ کی ناراضی نے اسے کانٹوں کے بستر پر لا پھینکا تھا۔ اس نے ٹیرس کی جانب نگاہ کی' طوبیٰ کے کمرے کی لائیٹس آف تھیں۔ رات کے پونے دو بج رہے تھے شاید وہ سوگئی تھی۔

''ادھر میں تڑپ رہا ہوں اور وہ محترمہ مزے سے محو خواب ہیں' بس بہت ہوگیا اب اور نہیں۔'' انس نے خود کلامی کرتے ہوئے کہا اور تیزی سے اپنے کمرے سے باہر نکلا' لان کے راستے دونوں گھروں کو ملانے والے گیٹ کو کھولا اور طوبیٰ کے کمرے میں داخل ہوگیا۔ طوبیٰ سو رہی تھی۔ سبز رنگ کا آنچل سینے پر پھیلائے ہوئے زلفوں کے ہالے میں اس کا حسین صبیح چہرہ انس کو مبہوت کرگیا۔ وہ بس ایک ٹک اسے دیکھے جارہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر دھیرے سے اس کی پیشانی پر آئے بالوں کو اپنے ہاتھ سے پیچھے کیا تو طوبیٰ نے کسمسا کر آنکھیں کھول دیں۔ اس سے پہلے کہ حیرت کے مارے اس کے حلق سے چیخ نکلتی انس نے اس کے منہ پر اپنا بھاری ہاتھ رکھ دیا۔

''شی…… چیخنا مت' میں ہوں۔'' وہ آہستگی سے بولا۔

''یہ کیا طریقہ ہے میرے کمرے میں آنے کا۔ وقت دیکھا ہے تم نے۔'' طوبیٰ نے اس کا ہاتھ اپنے منہ سے ہٹا کرنا گواریت سے کہا اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ کبھی اس طرح آدھی رات کو اس کے کمرے میں آسکتا ہے۔ وہ سٹپٹا گئی تھی اس کی اس حرکت پر۔

''بہت اچھا وقت ہے کیونکہ تم میرے سامنے ہو' میں تمہیں دیکھ سکتا ہوں' محسوس کرسکتا ہوں۔'' انس نے اس کے چاند چہرے کو اپنے ہاتھوں کے حصار میں لے کر محبت سے پُر لہجے میں کہا' طوبیٰ کی گھبراہٹ بڑھتی جارہی تھی۔

''شٹ اپ انس! پلیز جاؤ یہاں سے۔'' وہ اس کے ہاتھ جھٹک کر غصے سے بولتی بیڈ سے نیچے اتر آئی۔

''چلا جاؤں گا پہلے ناراضی ختم کرو۔''

''انس! ہم صبح بات کریں گے۔''

''طوبیٰ! مجھے ابھی بات کرنی ہے' تم نے اپنا سیل کیوں آف کیا ہوا ہے؟''

''میری مرضی۔'' طوبیٰ نے رخ پھیر لیا۔ آسمان پر

چاندنی بکھیرتا چانداس کے کمرے کی ادھ کھلی کھڑکی سے اندر جھانک رہا تھا۔ چاندنی طوبیٰ کے کمرے میں بھی پھیلی ہوئی تھی۔

''میں تمہیں میسج کرکر کے تھک گیا ہوں' تم ہو کے پردہ نشین ہوکر بیٹھ گئیں۔ مانا غلطی ہوگئی مجھ سے معافی مانگ رہا ہوں۔''

''کب مانگی ہے تم نے معافی؟'' طوبیٰ نے اسے کڑے تیوروں سے گھورا تو وہ مسکراتے ہوئے اپنے دونوں کان پکڑ کر پھر ہاتھ جوڑ کر بولا۔

''لو میں اپنے کان پکڑتا ہوں' ہاتھ جوڑتا ہوں' مجھے معاف کردو۔''

''جاؤ معاف کیا' اب تم بھی مجھے معاف کردو اور جاؤ یہاں سے۔'' طوبیٰ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ اسے ڈر تھا کہ اگر رات کے اس پہر کسی نے انس کو اس کے کمرے میں دیکھ لیا تو کیا عزت رہ جائے گی اس کی' سب کی نظروں میں۔ وہ لاکھ آپس میں بے تکلف دوست اور کزن سہی لیکن ہر مذہب اور معاشرے کی اقدار اور اخلاقیات کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں جنہیں پورا کرنا لازمی ہے اور طوبیٰ کو اس بات کا احساس تھا۔

''ایسے نہیں پیار سے کہو۔'' انس نے ضد کی۔

''انس پلیز! رات کے سوا دو بج رہے ہیں' کسی نے تمہیں میرے کمرے میں دیکھ لیا تو جانتے ہو کیا ہوگا؟''

''کیا ہوگا؟'' انس نے مسکراتے ہوئے اس کے چہرے کو پیار سے دیکھتے ہوئے بڑے بے پروا انداز میں پوچھا۔

''یا تو ہمارے گھر والے ہم دونوں کو گولی مار دیں گے یا پھر مولوی کو بلا کر اسی وقت ہمارا نکاح پڑھوا دیں گے۔''

''اور ئیلی!'' وہ شوخی سے بولا۔

''پلیز جاؤ یہاں سے گھر سے باہر تو میرا تماشا بنوا چکے ہو اور اب گھر میں بھی مجھے بے عزت کرنا چاہتے ہو۔'' طوبیٰ کا دماغ پھر سے تپ گیا تھا اس کی اس دن والی حرکت کو یاد کرکے' وہ شرمندہ سا ہوگیا۔

''یار معافی مانگ تو رہا ہوں پہلے بھی ایسا کیا ہے تمہارے ساتھ۔ پتا نہیں کیا ہوگیا تھا مجھے' آئی ایم سوری پلیز معاف کردو نا۔'' انس نے گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ کر ہاتھ جوڑے طوبیٰ کو اس پر رحم آ گیا۔ وہ چھ فٹ کا لمبا چوڑا مرد اس کے سامنے گھٹنے ٹیکے بیٹھا تھا اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تھا اور وہ اس سے معافی مانگ رہا تھا' اسے اور کیا چاہیے تھا اور طوبیٰ کا دل تو انس کی محبت سے بھرا تھا۔ وہ کتنی ہی تکلیف دیتا' ہرٹ کرتا اسے اس کے دل میں پھر بھی انس کے لیے معافی ہی معافی تھی۔ محبت میں سزا دینا' محبت کے اصولوں کے منافی ہے اس کے خیال میں۔

''اوکے معاف کیا اور وہ جو تھپڑ تم نے مجھے مارا تھا اس کا کیا؟'' طوبیٰ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ ایک دم سے کھڑا ہوگیا اور مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔

''لو تم بھی میرے گال پر تھپڑ مار دو' حساب برابر۔''

''میں تمہاری طرح سنگ دل نہیں ہوں۔''

''اچھا تو میں سنگدل ہوں۔''

''ہاں۔''

''جی نہیں میں ثابت کرسکتا ہوں کہ میں بہت نرم دل ہوں۔'' وہ مسکراتے ہوئے مدہم آواز میں بولا۔

''کیسے؟''

''ایسے؟'' انس نے شوخی سے کہتے اس کے جس گال پر تھپڑ مارا تھا اس پر اپنے احمریں ہونٹ ثبت کردیئے۔ طوبیٰ کو تو ہزار وولٹ کا کرنٹ لگا تھا وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹی تھی اور حواس باختہ سی پھٹی پھٹی آنکھوں سے انس کو دیکھ رہی تھی جو بہت دلفریب انداز میں مسکرا رہا تھا۔

''یہ......یہ کیا......حرکت ہے انس؟''

''حرکت نہیں' محبت ہے۔ اسی تھپڑ کا ازالہ کررہا تھا کافی ہے یا اور......؟'' وہ شرارت سے مسکراتے ہوئے بولتا آگے بڑھا تو وہ دیوار سے لگ گئی اور بوکھلائی ہوئی آواز میں بولی۔

''انس! پاگل مت بنو جاؤ یہاں سے مرد اور عورت کا اکیلے ملنا اسی لیے ممنوع ہے کہ ان کے بیچ تیسرا شیطان آجاتا ہے۔''

''میں اپنے اور تمہارے بیچ کسی تیسرے کو نہیں آنے دوں گا۔'' انس نے اس کے دائیں بائیں دیوار پر اپنے ہاتھ رکھ کر اس کے شرم وحیا سے سرخ گھبرائے سندر چہرے کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے مخمور لہجے میں کہا۔ طوبیٰ کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ جسم پر لرزا سا طاری ہورہا تھا۔ انس کا یہ روپ اس نے پہلی بار دیکھا پہلے وہ کبھی اس طرح بے لگام نہیں ہوا تھا شاید رات کا اثر تھا' گہری رات اور وہ بھی پورے چاند کی رات۔ جو پیار بھرے دلوں میں ہلچل مچاتی اور جذبوں میں ترنگ جگاتی ہے۔

''انس! اگر تم مجھ سے سچ میں پیار کرتے ہو تو پلیز اس وقت جاؤ یہاں سے۔'' طوبیٰ نے کانپتی آواز میں کہا۔

''ڈر لگ رہا ہے مجھ سے۔''

وہ اس حالت سے حظ اٹھاتے ہوئے استفسار کررہا تھا۔ وہ کچھ نہیں بولی کہ اس وقت اسے کچھ بھی کہنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔

''قسم سے تم اتنی دلنشین اور حسین لگ رہی ہو کہ دل چاہ رہا ہے کہ تمہیں اپنے اندر سمو لوں' سوتے ہوئے تم اتنی معصوم پری لگتی ہو مجھے اندازہ نہیں تھا۔ یہ تو میں نے آج ہی دیکھا ہے۔ یار تم تو اچھے خاصے متقی بندے کا ایمان متزلزل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ میں بے چارہ تو کسی شمار قطار میں ہی نہیں آتا۔ ہاں یہ غرور ہورہا ہے آج کہ تم میری ہو' کزن' دوست اور......''

''اور......؟''

طوبیٰ نے اس کی باتوں کے سحر میں گم ہوتے ہوئے جاننا چاہا تو انس نے اپنا ہاتھ اس کے رخسار پر رکھ دیا۔ طوبیٰ نے آنکھیں موند لیں وہ سر سے پاؤں تک اس کے لمس کی آگ میں جملوں کی حدت میں جل اٹھی تھی۔ یکایک انس کے ہونٹوں کا لمس اسے اپنی پیشانی پر محسوس ہوا' دل پسلیاں توڑ کر باہر نکلنے کو بے تاب ہونے لگا۔

''آئی لو یو۔'' طوبیٰ کے کان میں انس کی سرگوشی گونجی وہ اس پر ایک پیار سے بھرپور نظر ڈال کر وہاں سے چلا گیا اور طوبیٰ نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کا روم روم انس کے پیار کے اظہار کی آگ میں جل رہا تھا۔ وہ دل پر ہاتھ رکھے بیڈ پر ڈھے سی گئی۔ دھڑکنوں کو سنبھالنے کی سعی کرنے لگی۔

''اُف انس! کتنے پاگل ہو تم۔''

طوبیٰ نے باآواز کہا اور اس کی محبت اور لمس کی خوشبو کو محسوس کرتے ہوئے مسکرا دی۔

صبح پھر وہ ٹیرس سے غائب تھی۔ موبائل بھی آف تھا۔ انس کو غصہ آ گیا اور ناشتے سے فارغ ہوتے ہی ''راحیل ولا'' چلا آیا۔ طوبیٰ لان میں ہی نظر آ گئی' پودوں اور پھولوں کی کانٹ چھانٹ کررہی تھی۔

''اب کیا تکلیف ہے' ٹیرس پر کیوں نہیں آئیں' سیل کیوں آف ہے؟'' انس نے اس کے پاس پہنچتے ہی رعب سے پوچھا۔

''میری مرضی۔'' وہ اترا کر بولی تو اس نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

''بڑا نخرہ آ گیا ہے تمہیں' رات معافی مانگ تو لی تھی پھر یہ ڈراما کس لیے؟''

''دیکھو مجھ سے آئندہ اس لہجے میں بات مت کرنا ورنہ۔''

''ورنہ کیا؟''

''میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گی۔''

''ناممکن!'' وہ جانتا تھا اس کے دل کا حال' جبھی ہنسا تھا۔

''جب لوگوں کو پتا ہو نا کہ کوئی انہیں چاہتا ہے' اہمیت دیتا ہے تو وہ تمہاری طرح ہی جان بوجھ کر اکڑتے ہیں' انہیں تنگ کرتے ہیں۔'' طوبیٰ نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا تو وہ تنک کر بولا۔

''تم بھی کم تنگ نہیں کرتیں مجھے۔ تین دن سے جان عذاب میں ڈال رکھی ہے۔ رات اتنے پیار سے منایا ہے پھر بھی منہ پھلایا ہوا ہے میڈم نے۔''

''اب چاہتے کیا ہو تم؟'' طوبیٰ اس کی بات پر سرخ ہوگئی۔

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
میری سادگی دیکھ میں کیا چاہتا ہوں

انس نے اس قدر پیار بھرے اور رسیلے انداز میں یہ شعر پڑھا کہ طوبیٰ کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ انس کو لگا جیسے قریب ہی کسی وادی میں جھرنے پھوٹ پڑے ہوں' دور گلاس وال سے دیکھتی طیبہ نے بھی ان دونوں کو ایک ساتھ ہنستے دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا تھا' ان کے درمیان ناراضی ختم ہوگئی ہے انہوں نے فوراً سائرہ کو فون کر کے خبر کردی۔ سائرہ نے بھی سکون کا سانس لیا تھا۔

✿ .... ❀ .... ✿

موسم ایک دم ہی سہانا ہوگیا تھا۔ یکا یک آسمان کالے بادلوں سے سجا اور پھر پانی برسانے لگا۔ گرمیوں کی بارش میں نہانا' کھیلنا' گھومنا پھرنا' انس اور طوبیٰ کا من پسند مشغلہ تھا۔ اس وقت بھی وہ دونوں بارش انجوائے کرنے لان میں نکلے تھے مگر انس نے طوبیٰ سے پکوڑے کھانے کی فرمائش کردی اور طوبیٰ اس کی بات' اس کی فرمائش ٹال ہی نہیں سکتی تھی۔ بارش کے موسم میں تو پکوڑے کھانے کا لطف ہی دوبالا ہوجاتا تھا۔ طوبیٰ اپنے گھر کے کچن میں پکوڑے بنارہی تھی اور انس اپنے گھر کے ٹیرس پر کھڑا بارش میں بھیگ رہا تھا۔ یکا یک بادل بہت زور سے گرجے اور بارش میں اور تیزی آ گئی۔ تیز ہوائیں بجلی کی کڑک بھی موسم کا حصہ بنی ہوئی تھی۔

جبھی انس کی نظر گیٹ پر پڑی' جہاں چوکیدار گیٹ کھولے کسی کو اندر آنے کے لیے کہہ رہا تھا' دوسرے ہی لمحے ایک خوبرو حسینہ ولایتی لباس میں قیامت ڈھاتی اندر داخل ہوئی۔ نیلی جینز پر سلیولیس ٹی شرٹ پہنے' سیاہ ہائی ہیل پاؤں میں پھنسائے وہ بڑی ادائے بے نیازی سے قدم آگے بڑھارہی تھی۔ وہ بارش میں بھیگ چکی تھی۔ انس کے تو ہوش ہی اڑ گئے اس گوری چٹی ماڈرن لڑکی کو دیکھ کر بے اختیار سوچا یہ قاتل حسینہ کون ہے؟ اور پھر تیزی سے سیڑھیاں اترتا ہوا اس لڑکی کی جانب لپکا۔

''ہائے!'' انس نے اس کے قریب پہنچ کر مخاطب کیا۔

''کیا تکلیف ہے؟'' لڑکی نے انس کے بھیگتے چہرے کو دیکھتے ہوئے۔

''تکلیف...... مطلب؟''

''ہائے ہائے جو کررہے ہو؟''

''تمہیں دیکھ کر کہا ہے' کون ہو؟ کہاں سے آئی ہو؟ کس سے ملنا ہے؟ اور یوں بنا تعارف کے منہ اٹھائے اندر کیوں چلی جارہی ہو؟'' انس نے ایک دم سے اکڑتے ہوئے رعب دار لہجے میں ایک ساتھ کئی سوال کر ڈالے۔

''یہ تو میں اندر جا کر ہی بتاؤں گی ویسے تم انس ہو' نا سائرہ آنٹی کے بیٹے۔''

''ہاں مگر تم مجھے کیسے جانتی ہو؟''

''تمہارا غائبانہ تعارف ہوچکا ہے مجھ سے' جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا'۔

''ویسا کیا؟'' انس نے ابرو چڑھا کے اس کے بارش میں بھیگتے وجود کو بغور دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

''بدتمیز' اکڑو' ضدی' منہ پھٹ۔''

''وہاٹ؟'' انس کے تو تن بدن میں آگ لگ گئی۔ چیخ ہی تو اٹھا تھا اس تعارف پر۔ جب کہ وہ حسینہ مسکرا رہی تھی۔

''ہوں' ویسے سائرہ آنٹی تو بہت نائس اور ڈیسنٹ خاتون ہیں' تم کس پر چلے گئے؟''

وہ شرارت بھرے انداز میں اس سے پوچھ رہی تھی اور وہ غصے سے سرخ ہورہا تھا۔ اتنی حسین لڑکی اس کی ایسی تعریف کررہی تھی اور اس انداز میں۔

لڑکی بھی خاصی بولڈ تھی تیزی سے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے اسی تیزی سے بولتی جارہی تھی۔

''کیا؟ کیا کہا تم نے؟''

''بہرے ہو کیا؟ ایک بار کا کہا سنائی نہیں دیتا ہے تم کو؟''

''کیا بکواس ہے؟'' وہ چیخ گیا۔

''السلام علیکم آنٹی!'' لڑکی نے ڈرائنگ روم میں قدم رکھتے ہی سائرہ کو وہاں بیٹھا دیکھ کر بآواز بلند سلام کیا۔

''ارے ماہین بیٹا تم۔'' سائرہ نے حیرت سے آنے والی حسینہ کو دیکھا اور اٹھ کر اس سے ملنے لگیں۔

''کیسی ہو؟ اور یوں اچانک یہاں کیسے؟'' سائرہ نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر محبت سے مسکراتے ہوئے

پوچھا۔

''بس آنٹی! آج کل فارغ تھی تو سوچا کیوں نا آپ لوگوں سے ملاقات کی جائے اسی لیے چلی آئی۔'' ماہین نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ انس ابھی تک الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سن رہا تھا مگر سمجھ نہیں پارہا تھا کہ اس لڑکی ماہین کا ان سے کیا رشتہ ہے۔

''بہت اچھا کیا بیٹی! جو یہاں چلی آئیں یقین جانو مجھے بہت خوشی ہورہی ہے تمہیں یہاں اپنے سامنے دیکھ کر۔ انس سے تو تم مل ہی چکی ہو اور انس یہ ماہین ہے تمہاری عائشہ خالہ کی بیٹی اور مائرہ کی نند۔''

''او آئی سی۔ تو یہ ماہین عرف ماہی ہیں۔'' انس نے یاد آنے پر کہا۔ ماہین کا نک نیم ماہی تھا۔

''اس کے اصل نام کی طرف کبھی دھیان ہی نہیں گیا تھا۔ ویسے بھی انس کے ہوش میں تو وہ پہلی بار پاکستان آئی تھی۔ اٹھارہ سال پہلے وہ لوگ کینیڈا شفٹ ہوگئے تھے۔ مائرہ کی شادی میں شرکت کے لیے بھی ماہین نہیں آسکی تھی اس دوران اس کے امتحان ہورہے تھے جبھی انس اسے پہچان نہیں پایا تھا۔

''جی ہاں اور آنٹی یہ مسٹر انس مجھے اندر آنے ہی نہیں دے رہے تھے' دیکھیں تو بارش میں بھیگ گئی میں۔'' ماہین نے انس کی طرف دیکھ کر سائرہ سے اس کی شکایت کی۔

''سوری بیٹا! یہ تمہیں پہچان نہیں پایا نا۔ اس لیے سوال جواب کرنے کے لیے روکنے کی کوشش کی ہوگی۔ تم چینج کرلو میں تمہارے لیے کھانے وغیرہ کا کہتی ہوں۔''

''تھینک یو آنٹی!'' ماہین مسکرا کر بولی وہ کچن کی طرف چلی گئیں تو ماہین نے انس کو اپنی طرف دیکھتے پا کر پوچھا۔

''ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟'

''تمہیں دیکھ رہا ہوں۔'' وہ گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''کیوں کبھی کوئی لڑکی نہیں دیکھی کیا؟''

''لڑکی تو دیکھی ہے مگر تم جیسی نہیں دیکھی۔''

''کیا؟''

''بھیگی بلی۔'' وہ مذاق سے بولا اور اسی وقت سائرہ چلی آئیں۔

''انس! اب ماہین کو تنگ مت کرنا سمجھے۔'' انہوں نے تنبیہہ کی۔

''جو حکم ممی جان!'' انس نے بھی اپنی شرمندگی مٹانے کو ان کا حکم ماننے میں ہی عافیت سمجھی۔

ماہین کے آنے سے طوبیٰ کو بھی بہت اچھی اور فل ٹائم کمپنی مل گئی تھی اور انس بھی ان دونوں کے درمیان گھسا رہتا بلکہ طوبیٰ سے زیادہ ماہین کو اہمیت دے رہا تھا وہ اور طوبیٰ نے یہ بات کئی بار محسوس کی تھی۔ انس کی توجہ بٹ گئی تھی' محبت تقسیم ہوگئی تھی۔ ترجیحات بدل گئی تھیں' دیکھنے' سوچنے کے زاویئے بدل گئے تھے۔ صرف ایک ہفتے میں وہ اتنا بدل گیا تھا' وہ انس جو اسے دیکھ دیکھ کر جیتا تھا۔ اسے دیکھے بنا دن کا آغاز نہیں کرتا' اسے گڈ نائٹ کہے بنا نیند اس کی آنکھوں میں نہیں اترتی تھی۔ وہ انس اب اپنی صبح اور رات ماہین کو دیکھ کر کرتا تھا ماہین بہت شوخ و شنگ لڑکی تھی' ہنستی بولتی سب کے دلوں کو لبھاتی۔ سب خوش تھے اس کے آنے سے لیکن طوبیٰ کا دل بجھ سا گیا تھا۔ بظاہر وہ ہنستی مسکراتی نظر آتی تھی۔ انس کی محبت کیا اتنی کمزور تھی کہ ایک دوسری لڑکی کے اس کے گھر آنے سے ختم ہوگئی تھی۔ وہ تو طوبیٰ پر مرتا تھا پھر اب اسے ہی کیوں مارنے پر تلا تھا؟

طوبیٰ سفید کاٹن نیٹ کے خوب صورت لباس میں سفید پرل کا جیولری سیٹ پہنے' مناسب میک اپ میں بہت حسین لگ رہی تھی۔ اس کا رزلٹ آؤٹ ہوگیا تھا اور اسی خوشی میں وہ ماہین اور انس کو ٹریٹ دے رہی تھی کیونکہ اس نے اے گریڈ حاصل کیا تھا۔

''واؤ' یو آر بیوٹی فل طوبیٰ! کتنی حسین لگ رہی ہو۔'' ماہین نے طوبیٰ کو سر سے پاؤں تک ستائشی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''شکریہ!'' وہ خوشی سے مسکرادی اس نے یہ ساری

تیاری تو انس کی توجہ حاصل کرنے کے لیے کی تھی۔ اسے سجا سنورا دیکھ کے تو وہ اور بھی پاگل ہو جاتا تھا اور اکثر اس سے کہتا تھا۔

''تم یہ سولہ سنگھار کر کے میرے سامنے مت آیا کرو، مجھے خود پر قابو نہیں رہتا۔ ویسے کیا کم قیامت ڈھاتی ہو جو ان ہتھیاروں سے لیس ہو کر مجھے پسپا کرنے چلی آتی ہو۔''

اور طوبیٰ دیکھنا چاہتی تھی کہ آج بھی وہ اس کی جانب اسی محبت اور بے اختیاری کے عالم میں بڑھتا ہے یا سرسری نظر ڈال کر اس کی امیدوں کا خون کرتا ہے۔

''ہائے گرلز! ریڈی ہو۔'' انس گاڑی کی چابی انگلی میں گھماتا ہوا باہر چلا گیا۔

''ایک دم ریڈی ہیں۔'' دونوں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''واؤ......!'' انس نے ان دونوں کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔

''انس! دیکھو تو طوبیٰ کتنی حسین لگ رہی ہے نا۔'' ماہین نے مسکراتے ہوئے اسے کہا، طوبیٰ بھی مسکرا رہی تھی۔

''ہاں مگر تم سے زیادہ نہیں۔'' انس کے جواب پر طوبیٰ کا دل اداس ہو گیا۔

''اوکم آن، تم مجھے بنا رہے ہو۔'' ماہین نے ہنس کر اس کی بات کو مذاق میں اڑاتے ہوئے کہا تو وہ آہستگی سے بولا۔

''نہیں بنا تو تم مجھے رہی ہو اپنا دیوانہ!''

''انس! چلیں دیر ہو رہی ہے۔''

ماہین نے دانستہ اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا وہ طوبیٰ کے چہرے پر پھیلتی افسردگی اور مایوسی دیکھ رہی تھی۔ اس مختصر قیام میں وہ اتنا تو سمجھ ہی چکی تھی کہ انس اور طوبیٰ کے بیچ صرف دوستی کا ہی نہیں محبت کا بھی رشتہ ہے اور اس کی موجودگی اس رشتے میں دراڑ ڈال رہی تھی۔ یہ دراڑ انس کی کمزوری کی وجہ سے پڑ رہی تھی کیونکہ اپنی طرف اس کا جھکاؤ محسوس کر رہی تھی لیکن وہ طوبیٰ جیسی پیاری لڑکی کا دل نہیں توڑنا چاہتی تھی۔ اسے انس کی توجہ اچھی لگتی تھی مگر وہ اسے ایک حد سے آگے بڑھنے نہیں دیتی تھی اور پھر وہ کون سا یہاں ہمیشہ رہنے کے لیے آئی تھی، اسے تو واپس لوٹ جانا تھا اور وہ اپنے پیچھے طوبیٰ جیسی لڑکی کو دکھی کر کے اس کا حق چھین کے اسے روتا چھوڑ کے نہیں جانا چاہتی تھی۔

''چلو! ویسے تم واقعی بہت خوب صورت لگ رہی ہو۔'' انس نے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے ماہین سے کہا وہ شلوار قمیص دوپٹے میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔ طوبیٰ مسکراتے ہوئے بولی۔

''ماہی! اس کی بات کا اعتبار مت کرنا، یہ ہر لڑکی سے یہی جملہ کہتا ہے۔''

''ہر لڑکی سے نہیں، ہر حسین لڑکی سے۔'' انس نے وضاحت کی تو ماہین ہنس پڑی اور گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

''ماہی تم پیچھے کیوں بیٹھی ہو آگے بیٹھو نا۔'' انس نے فوراً گردن گھما کے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں آگے طوبیٰ بیٹھے گی۔''

''طوبیٰ تو ہمیشہ بیٹھتی ہے، تم مہمان ہو اس لیے۔''

''اس لیے مجھے پیچھے ہی بیٹھنا چاہیے، میں نے کون سا یہاں ہمیشہ رہنا ہے، جو میں طوبیٰ کی جگہ لوں اور ویسے بھی، جنہوں نے واپس جانا ہو انہیں زیادہ سر نہیں چڑھاتے سمجھے۔''

ماہین نے مسکراتے ہوئے کہا تو طوبیٰ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی وہ دیکھ رہی تھی انس کے چہرے پر ناگواریت چھلک رہی تھی۔

''تمہارا جانا ضروری ہے کیا ہم تمہیں روک بھی تو سکتے ہیں۔''

''جی نہیں، کوئی مجھے روک نہیں سکتا۔'' ماہین نے ہنس کر کہا تو انس نے استفسار کیا۔

''اور اگر میں تمہیں روک لوں تو۔''

''پلیز گاڑی اسٹارٹ کرو انس! یہ کیا ہم بے کار کی بحث میں الجھ رہے ہیں۔'' ماہین نے طوبیٰ کے مرجھاتے چہرے کو دیکھا تو فوراً بات ختم کرتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''او کے۔'' انس نے اس کے لہجے کی سنجیدگی کو محسوس کرتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

وہ ریسٹورنٹ میں بیٹھے مینو کارڈ دیکھ رہے تھے۔ طوبیٰ نے ویٹر کو انس کی پسندیدہ ڈشسز کا آرڈر دیا تو انس نے ویٹر کو منع کر دیا۔

''کیوں؟'' طوبیٰ نے حیرت سے اس کا چہرہ دیکھا۔

''کیونکہ آج میں ماہی کی پسند کا کھانا کھاؤں گا۔ چلو ماہی! آرڈر دو۔'' انس نے ماہین کو مخمور نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو طوبیٰ کا دل کٹ کر رہ گیا۔ وہ قدم قدم پر اسے نظر انداز کر رہا تھا اور ماہین کو اہمیت اور توجہ دے رہا تھا۔

''سوچ لو میری پسند کے چکر میں بھوکے رہ جاؤ گے۔'' ماہین نے جوس کا سپ لے کر مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''تمہاری خاطر بھوکا رہنا بھی منظور ہے۔'' انس نے اس کے چہرے کو تعجب پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو طوبیٰ اندر ہی اندر بکھرتی چلی گئی۔ کتنا مان تھا اسے انس کی محبت پر مگر وہ تو گرگٹ کی طرح رنگ بدل گیا تھا۔ کتنا کچا رنگ تھا اس کی محبت کا کہ نئے موسم کی ایک ہی بارش میں پھیکا پڑ گیا تھا۔

''او کے تو چکن سوپ منگوا لو اور پاستا۔'' ماہین نے آرڈر دیا چند منٹ کے بعد ویٹر نے آرڈر سرو کر دیا۔

''طوبیٰ ڈیئر! اتنی شان دار کامیابی پر کیا گفٹ لو گی؟'' ماہین نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ انکساری سے بولی۔

''شکریہ ماہی! تم میری خوشی میں شریک ہو یہی میرا گفٹ ہے۔''

''تھینک گاڈ! میری جیب بھی ہلکی ہونے سے بچ گئی، میں بھی تو تمہاری خوشی میں شریک ہوں نا۔'' انس نے تیزی سے کہا تو ماہین ہنس پڑی جب کہ طوبیٰ نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''جی نہیں، کسی خوش فہمی میں مت رہنا، تم بھول رہے ہو تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تم مجھے ایگزامز میں شان دار کامیابی پر گولڈ کا بریسلیٹ بنوا کر دو گے۔ اب اپنا وعدہ پورا کرو ورنہ جرمانے کے طور پر رنگ (انگوٹھی) بھی دینا ہو گی۔''

''رئیلی، میں نے ایسا کوئی وعدہ کیا تھا، مجھے یاد نہیں ہے۔'' انس صاف مکر گیا تو طوبیٰ کو بہت دکھ ہوا اس کے جھوٹ پر۔

''یاد آ جائے گا ویسے وعدہ کرو تو پورا کرو، کسی کا مان کبھی نہ توڑو سمجھے۔'' طوبیٰ نے مسکرا کر رعب سے کہا۔

''او کے سوچوں گا۔'' انس نے بے نیازی سے کندھے اچکائے اور ماہین کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''طوبیٰ تم کیوں دکھی ہو رہی ہو اگر انس بدل گیا ہے تو تم بھی بدل جاؤ، جب اسے تمہاری پروا نہیں ہے تو تم بھی اس کی پروا کرنا، اس سے پیار کرنا چھوڑ دو۔'' دماغ نے طوبیٰ کو مشورہ دیا تو دل تڑپ کر بولا۔

''پیار کیا ہے، میں نہیں چھوڑ سکتی اسے۔ بچپن کا ساتھ ہے برسوں کا پیار ہے، ایسے کیسے ختم ہو سکتا ہے۔ یہ میرا دل ہے انس کا نہیں، جو ماہین کے آتے ہی اس پر فدا ہو گیا۔''

''شکر کرو کہ انس کی دل پھینک طبیعت کا ابھی پتا چل گیا تمہیں اگر شادی کے بعد وہ کسی دوسری لڑکی میں دلچسپی لیتا تو کیا تم سہہ پاتیں۔ انس کو تم نے ہی سمجھنے میں غلطی کی ہے طوبیٰ! کل کو اگر اسے ماہین سے زیادہ خوب صورت لڑکی مل گئی تو وہ تو ماہین کو بھی اسی طرح نظر انداز کر دے گا۔ جس طرح تمہیں آج کل کر رہا ہے۔ بہت بھروسا اور مان تھا نا تمہیں انس پر، اس کی محبت پر۔ دیکھ لیا کیسے اس نے تمہارا مان توڑا ہے، دعا کرو وہ ایسا کچھ نہ کہہ دے کہ جس سے تمہارا رہا سہا اعتبار بھی جاتا رہے۔ بس کسی طرح تمہارا مان رہ جائے، اسے اپنی غلطی کا احساس ہو جائے۔''

طوبیٰ کا دماغ اسے سمجھا رہا تھا تو اس نے بھی خود کو مضبوط

بنالیا اور مسکرادی۔

"میں اس کے لیے اس کے سامنے بے قرار ہوکر اس کی نظروں میں بے وقعت نہیں ہوں گی میں بھی اب یہی ظاہر کروں گی کہ اس کے ماہین میں حد درجہ دلچسپی لینے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" طوبیٰ نے دل میں کہا اور مسکراتے ہوئے کھانے کا بل ادا کرنے لگی۔

سائرہ بھی انس کی ماہین میں دلچسپی محسوس کررہی تھیں دیکھ رہی تھیں کہ انس طوبیٰ کو نظر انداز کررہا ہے اور طوبیٰ کے احساسات سے بھی وہ واقف تھیں۔ جانتی تھیں کہ طوبیٰ کو انس کا یہ بدلا بدلا رویہ دکھ دے رہا ہوگا۔ حیرت تو خود انہیں بھی ہوئی تھی انس کے ماہین میں اتنی زیادہ دلچسپی لینے سے۔

"انس! مارکیٹ تو لے چلو کچھ شاپنگ کرنی ہے۔" طوبیٰ نے اس کے پاس آ کر کہا وہ جو ماہی کو لانگ ڈرائیو پر لے جانے کا سوچ رہا تھا اس کی فرمائش پر فوراً بولا۔

"مجھے کہیں اور جانا ہے تم اکیلی چلی جاؤ۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو؟ تم تو مجھے مارکیٹ اکیلے جانے سے منع کرتے رہے ہو ایسا کون سا ضروری کام ہے جو تم چھٹی کے دن بھی مجھے مارکیٹ نہیں لے جاسکتے؟" طوبیٰ نے تنک کر کہا۔

"تمہیں بتانا ضروری نہیں ہے اور میں تمہیں فالتو بے کار نظر آتا ہوں جو ہر کام کے لیے مجھے گھسیٹ لیتی ہو۔" انس نے بدتمیزی سے جواب دیا طوبیٰ کو برا تو لگا مگر ضبط کرگئی۔

"ہاں اور یہ کام تو تمہیں ساری زندگی کرنا ہوگا۔"

"مائی فٹ میں نے ساری زندگی کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔"

"تو لے لونا۔" طوبیٰ نے اسے جان بوجھ کر چڑایا۔

"ہونہہ منہ دھو رکھو۔" وہ سر جھٹک کر بولا تو طوبیٰ کو ہتک محسوس ہوئی مگر وہ مسکراتی رہی۔

"چلیں طوبیٰ!" ماہین تیار ہوکر باہر آئی اور طوبیٰ کو مخاطب کیا۔ انس نے حیرت سے اس کے حسین سراپا کو دیکھا۔ وہ پاکستانی لباس میں بہت اچھی لگ رہی تھی۔

"ہاں ماہی چلو ان نواب صاحب کا دماغ تو ساتویں آسمان پر پہنچا ہوا ہے ہمیں مارکیٹ نہیں لے جاسکتے ہیں کہیں اور جانا ہے انہیں۔" طوبیٰ نے انس کو دیکھتے ہوئے طنزیہ لہجے میں بتایا تو انس کو حیرت کا جھٹکا لگا وہ تو سمجھ رہا تھا کہ طوبیٰ اکیلی جارہی ہے اگر اسے پتا ہوتا کہ ماہین بھی اس کے ساتھ جارہی ہے تو وہ اسے ہرگز انکار نہیں کرتا۔

"او شٹ!" انس نے مکا ہاتھ پر مارا۔

"کیا ہوا؟" طوبیٰ اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر سمجھ گئی کہ اسے کیا محسوس ہورہا ہے انجان بن کر پوچھا۔

"تم نے بتایا نہیں کہ ماہین بھی تمہارے ساتھ جارہی ہے؟"

"تمہیں بتانا ضروری نہیں ہے تم اگر ساتھ چلتے تو خود ہی دیکھ لیتے کہ ماہی بھی میرے ساتھ جارہی ہے اب جب نہیں جارہے تو ہم دونوں سکون سے شاپنگ کریں گی۔ آئس کریم کھائیں گی چلو ماہین چلیں۔" طوبیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا اور ماہین کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گئی۔

یکایک طوبیٰ پلٹ کر انس کی طرف آئی اور اس کے خفت خجالت بے بسی سے پُر چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

"ہاں تم اب کسی اور کے ساتھ لانگ ڈرائیو پر چلے جاؤ بائے بائے......"

اور انس بھونچکا سا رہ گیا۔ اسے کیسے پتا چلا کہ وہ ماہین کو لانگ ڈرائیو پر لے جانا چاہتا تھا۔ اس نے تو ماہین سے بھی ذکر نہیں کیا تھا۔ اس کی خجالت اور ندامت اور بھی بڑھ گئی تھی۔

"انس! یہ تم طوبیٰ کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کررہے ہو بچے نہیں ہو تم۔ سدھر جاؤ اب ہر وقت لڑنا جھگڑنا تنگ کرنا ایسا کب تک چلے گا تم دونوں نے ساری زندگی اکٹھے گزارنی ہے۔ اسی طرح لڑتے رہو گے تو کیسے چلے گی زندگی کی گاڑی؟" سائرہ جوان کی یہ تازہ ترین جھڑپ کچن کے دروازے میں کھڑے دیکھ چکی تھیں۔ طوبیٰ اور ماہین کے جاتے ہی انس کے پاس آ کر کہنے لگیں وہ اسے باور کرانا چاہتی تھیں کہ اس کی شادی طوبیٰ سے ہوگی لہٰذا وہ سنبھل جائے۔

"او پلیز مام! مجھے اپنی زندگی کی گاڑی طوبیٰ کے ساتھ مل کر نہیں چلانی بچپن سے اب تک ساتھ ہیں دوست ہیں تو اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ ہماری شادی بھی ہوجائے آپ اپنی بھتیجی کے لیے کوئی اور بَر (رشتہ) تلاش کریں۔ میں اس سے شادی نہیں کروں گا۔" انس نے نہایت بدتمیزی سے تیز اور سپاٹ لہجے میں کہا۔

"تو کس سے کرو گے شادی؟"

"ماہی سے۔"

"ماہی سے تمہاری شادی نہیں ہوسکتی۔"

"کیوں نہیں ہوسکتی۔" انس بھڑک کر بولا۔

"کیونکہ یہ میں کہہ رہی ہوں۔"

"میں بھی طوبیٰ سے شادی نہیں کروں گا۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ یہ میں کہہ رہا ہوں۔" انس نے اکڑ کر جواب دیا۔

"انس! تمیز سے بات کرو ماں ہوں میں تمہاری۔"

"ماں ہیں تو سمجھتی کیوں نہیں کہ میں کیا چاہتا ہوں۔"

"چاہتے تو تم طوبیٰ کو بھی بہت تھے یہ اچانک تمہاری چاہت کو کیا ہوا چاہت جھوٹی تھی فریب دے رہے تھے اس معصوم لڑکی کو تم اتنے کمزور نفس اور دل پھینک انسان ہو کہ خوب صورت لڑکی دیکھتے ہی پھسل گئے۔" سائرہ نے غصے سے دیکھتے ہوئے درشتی سے اسے ڈپٹا۔

"مام! طوبیٰ صرف میری دوست ہے کزن ہے اور اسی ناتے سے مجھے اس کی پروا رہی ہے ہمیشہ۔ پیار کو آپ پروا کہیں تو زیادہ بہتر ہے۔ میں اس سے وہ پیار نہیں کرتا جو مجھے اس کے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کردے۔" انس نے نظریں چرا کر تیزی سے کہا تو سائرہ دھیرے سے ہنس کر بولیں۔

"اچھا تو مجھ سے بلکہ اپنے آپ تک سے نظریں کیوں چرا رہے ہو تم۔ جھوٹ کو سچ سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں ہوتی نا۔"

"آپ جو مرضی کہہ لیں میں طوبیٰ سے شادی نہیں کروں گا۔"

"میں تم سے طوبیٰ سے شادی کرنے کا کہوں گی بھی نہیں ماشاء اللہ وہ لاکھوں میں ایک ہے اس کے لیے رشتوں کی کمی نہیں ہے ابھی بھی دو رشتے آئے ہوئے ہیں اس کے لیے۔" سائرہ نے سنجیدگی سے انکشاف کیا تو طنزیہ لہجے میں بولا۔

"اچھا تو پھر کردیں اس کی شادی ان ہی میں سے کسی ایک سے۔"

"طوبیٰ کی شادی ہوجائے گی تو بھی تمہاری شادی ماہی سے نہیں ہوسکتی۔ وہ یہاں چند دن کی مہمان ہے اور مہمانوں کی خاطر مدارت کی جاتی ہے خدمت کی جاتی ہے ان سے دل نہیں لگایا جاتا سمجھے۔" سائرہ نے اب کے نرم لہجے میں اسے سمجھایا۔

"مہمان ہے تو کیا ہوا شادی کے بعد ہر لڑکی اپنے سسرال آ کر رہتی ہے ماہی بھی یہاں رہے گی میری بیوی بن کر۔"

"انس! تم سے کہا نا کہ تمہاری شادی ماہی سے نہیں ہوسکتی تو اس موضوع کو یہیں ختم کردو۔ میں مزید کوئی بات نہیں سننا چاہتی۔" سائرہ نے بے چین ہوکر فیصلہ کن لہجے میں کہا تو وہ تڑپ کر بولا۔

"آپ کو سننا پڑے گی میری بات آپ ماں ہیں میری ایسا کیسے کرسکتی ہیں میرے ساتھ؟"

"ماں ہوں اس لیے وہی کررہی ہوں جو تمہارے لیے بہتر ہے۔" سائرہ نے اسے دیکھتے ہوئے سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں کہا اور اسے وہیں الجھتا تڑپتا چھوڑ کر کچن کی طرف چل دیں۔

ماہین واپس کینیڈا جارہی تھی۔ دوسرے دن ناشتے کی میز پر یہ خبر انس کے سر پر بم کی طرح پھٹی تھی۔

"مگر اتنی جلدی کیوں واپس جارہی ہو تم؟" انس نے براہ راست ماہین سے سوال کیا' جو اس کے سامنے بیٹھی جوس پی رہی تھی۔

"بس یہاں میرا قیام اتنا ہی تھا۔"

"تم مستقل بھی تو یہاں رہ سکتی ہو۔" انس نے بے قراری سے کہا تو وہ ہنس پڑی۔

"ماہی! مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔" شام کو آفس سے واپسی پر انس نے ماہین کو لاؤنج میں اکیلے بیٹھے دیکھ کر کہا تو وہ ایک نظر اس کے چہرے پر ڈال کر معنی خیزی سے بولی۔

"ایسا کچھ مت کہنا جس کے سننے پر میرا کوئی حق نہ ہو۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"کچھ باتیں صرف کچھ خاص انسانوں کے لیے ہوتی ہیں انہیں ان ہی سے کہنی چاہئیں۔"

"اور میرے لیے تم بہت خاص ہو ماہی!"

"شکریہ انس! لیکن تمہاری زندگی کی وہ خاص ہستی کوئی اور ہے' جو صرف تمہارے لیے بنی ہے۔" ماہین کا اشارہ طوبیٰ کی طرف تھا۔ انس سمجھ گیا تھا اس کی باتوں کا مطلب' جھنجلا کر بولا۔

"یہ تم سب کو ہر طرف طوبیٰ ہی کیوں نظر آتی ہے؟"

"کبھی تمہیں بھی تو ہر طرف طوبیٰ ہی نظر آتی تھی نا۔"

"تم سے کس نے کہا؟" انس نے تیوری پر بل ڈال کر اسے دیکھا۔

"سب نے اور سائرہ آنٹی نے مجھے تم دونوں کی ساری باتیں' حرکتیں اور شرارتیں بتائی ہیں' کتنی ونڈر فل لائف رہی ہے نا تم دونوں کی۔ مجھے بہت مزا آیا سن کر' تم اب بھی بچوں کی طرح لڑتے ہو۔" ماہین نے مسکراتے ہوئے کہا تو انس نے کندھے اچکا کر کہا۔

"دوستی میں تو یہ سب چلتا ہے نا۔"

"صرف دوستی! مجھے لگا تم دونوں کے بیچ اس سے بڑھ کر کچھ ہے' ان فیکٹ سائرہ آنٹی بتارہی تھیں کہ بہت جلد تم دونوں کی شادی کردیں گی۔" ماہین نے انس کے چہرے پر نظریں جمائے سنجیدگی سے بتایا۔

"ہاں طوبیٰ! کے پرپوزلز آئے ہوئے ہیں اور مجھے بھی ایک لڑکی پسند آگئی ہے تو شاید ہم دونوں کی شادی ایک ساتھ ہی ہوجائے۔" انس نے بڑی ہوشیاری سے بات بنائی تھی۔

"ہوں' ویری گڈ! لیکن مجھے بہت افسوس ہے کہ میں تم دونوں کی شادی اٹینڈ نہیں کرسکوں گی کیونکہ مجھے واپس جانا ہے ان فیکٹ میں کل رات کی فلائٹ سے واپس کینیڈا جارہی ہوں۔" ماہین کے اس انکشاف پر انس کو بہت زور کا جھٹکا لگا تھا۔ وہ بے یقینی سے اس کے مسکراتے صبیح چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"ٹھیک کہہ رہی ہوں میں ممی پاپا اور سب گھر والوں کو فرینڈز کو بہت یاد کررہی ہوں اور جلد از جلد ان کے پاس پہنچنا چاہتی ہوں۔ ہاں میری بیسٹ وشسز اور دعائیں ہمیشہ تمہارے اور طوبیٰ کے ساتھ رہیں گی۔ تمہاری کمپنی میں بہت انجوائے کیا ہے' تم سب بہت اچھے ہو' مجھے بہت پیار ملا ہے یہاں آکر۔ کاش! میں مزید کچھ دن یہاں رک سکتی۔ لیکن خیر تم نے اور طوبیٰ نے مجھے بہت وقت دیا' سیر کرائی' شاپنگ کرائی' میرا اتنا خیال رکھا اس کے لیے شکریہ کا لفظ بہت چھوٹا ہے۔ اسی لیے میں شکریہ نہیں کہوں گی' ہاں اتنا ضرور کہوں گی کہ تم بہت لکی (خوش قسمت) ہو کہ تمہیں طوبیٰ جیسی پیاری اور پیار کرنے والی لڑکی ملی ہے' ہمیشہ اسے خوش رکھنا اور اس کی قدر کرنا کیونکہ وہی ہے جو تمہیں تمہاری تمام تر خوبیوں اور خامیوں سمیت قبول کرسکتی ہے' سنبھال سکتی ہے' سنوار سکتی ہے اور تم سے بے پناہ پیار کرتی ہے۔"

"اس نے کہا تم سے یہ سب کہنے کے لیے۔" انس کو طوبیٰ کا ذکر بُرا لگ رہا تھا جھلا کر استفسار کیا۔

"نہیں تو اس نے تو مجھے کبھی کچھ نہیں کہا اس کے پیار کی سچائی تو اس کی آنکھوں میں بولتی ہے۔" ماہین نے مسکراتے ہوئے جواب دیا' تو وہ زچ ہو کر بات کا رخ بدل گیا۔

"تم نے کسی سے پیار کیا ہے؟"

"ہاں کیا ہے مگر میں اس سے شادی نہیں کرسکتی۔"

"کیوں؟" انس یہی سمجھا کہ وہ بھی اس سے پیار کرتی ہے۔"

"بس ایک مجبوری ہے' تم طوبیٰ کو بلاؤ ہم آج ڈنر باہر کریں گے۔" ماہین نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ پوچھنے لگا۔

"کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ آج اکیلے ڈنر پر جائیں۔"

"نہیں دیکھو کل تو میں واپس چلی جاؤں گی میں یہاں سے خوب صورت یادیں لے کر جانا چاہتی ہوں' تم دونوں کے ساتھ ٹائم اسپینڈ کرنا چاہتی ہوں۔" ماہین نے سہولت سے انکار کرتے ہوئے کہا تو ناچار انس کو اس کی بات ماننا پڑی۔

❁ ❁ ❁

ماہین واپس چلی گئی تھی انس کی زندگی میں ہلچل مچا کر اس کے جذبوں میں تلاطم بپا کر کے۔

ماہین کے جانے سے "راحیل ولا" اور "رحمان لاج" میں افسردگی چھا گئی تھی۔ سائرہ اور طوبیٰ تو کئی بار رو چکی تھیں۔ انس کو سائرہ اور طوبیٰ دونوں پر غصہ آرہا تھا۔

"اب کیوں آنسو بہارہی ہیں آپ' جو چاہتی تھیں وہ ہوگیا۔ چلی گئی ہے ماہین یہاں سے' آپ نے ہی اسے یہاں سے جانے کے لیے کہا ہوگا ورنہ وہ یوں اتنی اچانک تو نہیں جاسکتی تھی۔" انس نے سائرہ کو دیکھتے ہوئے غصیلے اور گستاخانہ لہجے میں کہا تو طوبیٰ روتی ہوئی وہاں سے اٹھ کر اپنے پورشن کی طرف چلی گئی اور رحمان صاحب نے انس کو اس کی بدتمیزی پر ٹوکا۔

"انس! یہ کیا طریقہ ہے ماں سے بات کرنے کا' شرم آنی چاہیے۔ تمہیں اپنی ماں کے ساتھ اس طرح بدتمیزی کرتے ہوئے ماہی ہماری مرضی کی محتاج نہیں تھی اسے جانا تھا سو چلی گئی۔ اس میں اتنا آگ بگولہ ہونے کی کیا ضرورت ہے' وہ ہمیشہ کے لیے تو یہاں نہیں آئی تھی۔"

"لیکن میں اسے ہمیشہ کے لیے یہاں لانا چاہتا ہوں اپنی دلہن بنا کر۔" انس نے اسی گستاخ لہجے میں کہا۔

"کیا بکواس ہے یہ؟" رحمان بیگ غصے سے میگزین میز پر پٹخ کر بولے۔

"یہ بکواس نہیں ہے پاپا! میں نے مام سے کہا تھا میں ماہی سے شادی کرنا چاہتا ہوں لیکن انہوں نے انکار کردیا اور ماہی کو نجانے کیا کہا کہ وہ دو دن بعد ہی یہاں سے چلی گئی۔"

"سائرہ! یہ کیا کہہ رہا ہے؟" رحمان بیگ نے بیوی کو دیکھا۔

"دماغ خراب ہوگیا ہے اس کا' اس سے کہیں اپنے کمرے میں جائے۔" سائرہ نے روتے ہوئے کہا۔

"انس! جاؤ اپنے کمرے میں' تم سے ہم بعد میں بات کریں گے۔" رحمان بیگ نے درشتی سے کہا تو انس ہونٹ بھینچتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

دونوں گھرانوں میں سوگواری طاری تھی۔ انس کے رویے نے جہاں طوبیٰ کو قلبی چوٹ پہنچائی تھی وہاں باقی سب کو بھی اس کے ماہین سے شادی کرنے کے ارادے اور خیال نے تکلیف دی تھی۔ ایک مان تھا جو ٹوٹ گیا تھا۔

راحیل ولا میں تو کئی روز موت کا سا سناٹا چھایا رہا۔ سائرہ بھی سنبھل گئی تھیں۔ مگر انس کی ان سے ناراضی اور بدگمانی انہیں ہر پل بے چین رکھتی تھی۔ انس کی بس ایک ہی رٹ تھی کہ وہ ماہین سے ہی شادی کرے گا۔

طوبیٰ کو وہ اپنے اور ماہین کے بیچ دیوار سمجھتا تھا اس لیے اس نے طوبیٰ سے بھی ملنا بات کرنا' ایس ایم ایس تک کرنا چھوڑ دیا تھا۔ طوبیٰ لاکھ خود کو سمجھاتی کہ جب وہ بدل گیا ہے تو تم بھی بدل جاؤ' مت اس کی بے وفائی اور کج ادائی کو دل کا روگ بناؤ مگر دل کیا بچپن کے ساتھ' برسوں کی دوستی اور محبت کو کیسے بھلا دیتا۔ طوبیٰ نے وقت

گزارنے کے لیے جاب کرلی تھی۔ اب تو وہ ”رحمان لاج“ بھی کم ہی جاتی تھی اور جاتی بھی اس وقت تھی جب انس گھر میں نہیں ہوتا تھا۔ وہ جو ایک دوجے کو دیکھے بنا صبح نہیں کرتے تھے‘ سونے سے پہلے شب بخیر کہنا نہیں بھولتے تھے۔ چار ہفتے سے ان کے شب و روز ایک دوسرے کو دیکھے بغیر‘ بات کیے بنا گزار رہے تھے۔ ان کے اس گریز اور لاتعلقی سے سائرہ اور طیبہ بہت ملول تھیں۔ انس نے اپنی والدہ سائرہ سے بھی سلام دعا کے علاوہ بات کرنا ہی چھوڑ دی تھی۔ سائرہ بیٹے کے اس رویئے سے بہت کڑھتی تھیں کیونکہ انس نے اس طرح خود کو سب سے الگ کرلیا تھا۔

رمضان کا بابرکت مہینہ شروع ہوگیا تھا اور سائرہ چاہتی تھیں کہ انس کی ناراضی اس مقدس مہینے میں ختم ہوجائے اور وہ خشوع و خضوع سے عبادت کرے‘ ثواب کمائے۔ لہٰذا انہوں نے انس سے بات کرنے کا سوچا اور اس کے کمرے میں چلی آئیں۔

آج اتوار تھا‘ چھٹی تھی اس لیے وہ گھر پر ہی تھا اور ظہر کی نماز ادا کرکے فارغ ہوا تھا۔

”انس بیٹا! تم نے خود کو کمرے تک محدود کرلیا ہے‘ سب سے کٹ کر رہ گئے ہو‘ باہر نکلو سب سے ملو‘ ہنسو‘ بولو۔“ سائرہ نے اسے ممتا بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پیار سے سمجھایا۔

”میری ہنسی آپ نے چھینی ہے۔“ وہ تلخی سے بولا۔

”تم ناحق مجھ پر شک کررہے ہو‘ تم نے خود اپنے آپ کو تنہا کرلیا ہے۔“

”مجھے تنہا کرنے والی آپ ہیں مام! آپ ہیں میری تنہائی کی ذمہ دار۔“ انس نے بدتمیزی سے کہا۔

”میں......؟“

”جی! آپ اگر ماہی سے میری شادی کرادیتیں تو آج یہ تنہائیاں میرا مقدر نہ ہوتیں۔“

”تنہائیاں تو تب بھی تمہارا مقدر ہوتیں انس رحمان! تم ماہی سے شادی کرکے بھی تنہا رہ جاتے۔“ سائرہ نے گہرا سانس لے کر افسردگی سے جواب دیا۔

”ہرگز نہیں آپ اپنی غلطی چھپانے کے لیے ایسا کہہ رہی ہیں۔“

”ہاں شاید میں نے ہی بہت بڑی غلطی کی تھی تم سے سچائی چھپا کر‘ مجھے اسی دن تمہیں ماہی کی سچائی اس کا تمہارے رشتے سے انکار اور انکار کی وجہ بتادینی چاہیے تھی۔“ سائرہ نے سنجیدگی سے کہا تو وہ طنز سے بولا۔

”کیا وجہ ہے بتائیں آپ؟ آپ تو خود اس کی بہت تعریفیں کرتی تھیں۔“

”ہاں وہ تھی ہی ایسی کہ دل موہ لیتی تھی۔“

”پھر بھی آپ نے انکار کردیا؟“

”انکار میں نے نہیں خود ماہی نے کیا تھا؟“

”کیا؟“ انس اچھل ہی تو پڑا تھا یہ سن کر۔

”ہاں وہ تمہاری اپنی ذات میں دلچسپی محسوس کرچکی تھی‘ مگر وہ تم سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔“

”کیوں نہیں کرنا چاہتی تھی وہ مجھ سے شادی۔ وہ تو مجھ سے بہت اٹیچڈ ہوگئی تھی چند دنوں میں؟“ انس سے یہ بات ہضم ہی نہیں ہورہی تھی کہ ماہین خود اس سے شادی کرنے سے انکار کرسکتی ہے۔ وہ بے یقینی سے ماں کو دیکھتے ہوئے سوال کررہا تھا۔ ”کوئی ٹھوس ثبوت ہے آپ کے پاس ماہی کے اس انکار کا؟“

”ہاں ہے۔“

”دکھائیں مجھے‘ ضرور آپ مجھے کوئی من گھڑت کہانی سنانے والی ہیں۔“ انس حد درجہ اپنی ماں سے بدگمان ہورہا تھا‘ یہ جان کر سائرہ کو بہت دکھ ہورہا تھا لیکن وہ برداشت کررہی تھیں اور آج اس راز سے پردہ اٹھا کر اس بات کو ختم کرنا چاہتی تھیں۔

”انس! تم مجھ پر شک کررہے ہو‘ اپنی ماں پر۔“

”کیوں آپ نے ماں ہوکر اپنے بیٹے کی خوشیاں اس سے چھین لیں‘ اس کا پیار اس سے دور کردیا ہے۔“ انس نے غصیلے اور بدگمان لہجے میں تیزی سے کہا۔ سائرہ کے دل پر برچھی سی لگی تھی۔

''میں تمہاری ماں ہوں انس! اور کوئی بھی ماں کبھی بھی اپنی اولاد کا بُرا نہیں چاہتی۔ تمہارا پیار' تمہاری خوشیاں میں نے نہیں تقدیر نے تم سے چھینی ہیں۔ ماہین کو کینسر تھا اور وہ یہ بات جانتی تھی' اس کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا اسی لیے وہ یہاں ہم سب سے ملنے آئی تھی اور اسی لیے اس نے تم سے شادی کرنے سے انکار کردیا تھا۔''

''کیا......؟'' سائرہ کے اس سنگین انکشاف پر وہ لرز کر رہ گیا۔ وہ بے یقینی سے انہیں دیکھتے ہوئے بولا۔

''ہاں یہ سچ ہے۔''

''مجھے یقین نہیں آپ کی بات کا؟''

''اچھا! ایک منٹ رکو۔''

سائرہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر گئیں اور چند لمحوں بعد واپس آئیں تو ان کے ہاتھ میں ایک بڑا سا لفافہ تھا اس میں سے انہوں نے ایک فائل نکال کر انس کی طرف بڑھادی۔

''یہ دیکھو' پڑھو اور پھر بتاؤ کہ ماں جھوٹ بول رہی ہے کہ یہ رپورٹس تمہاری ماں کی سچائی کی گواہی دے رہی ہیں۔''

انس نے ماہین کی میڈیکل رپورٹس دیکھیں' پڑھیں اور بے دم سا ہوکر سوفے پر گر گیا۔ رپورٹس سائرہ کی بات کی گواہی دے رہی تھیں۔

''تم ماہی سے شادی کر بھی لیتے تو چند دن بعد وہ تمہیں چھوڑ کر چلی جاتی پھر ساری زندگی کا روگ لگ جاتا تمہیں اور سب سے بڑا سچ یہ ہے کہ یہاں سے جانے کے تین دن بعد ماہین کی موت واقع ہوگئی تھی۔''

''کک...... کیا...... ماہین...... مرگئی؟''

انس اس جاں گسل انکشاف پر صدمے سے ٹھیک طرح بول بھی نہ پایا۔ ماہین کا ہنستا مسکراتا چہرہ اس کی نگاہوں میں آسمایا۔

''ہاں وہ ہنستی مسکراتی لڑکی منوں' مٹی تلے محو خواب ہے اب' وہ نہیں چاہتی تھی کہ تمہاری زندگی اداسیوں اور آنسوؤں میں گھر جائے اور وہ کسی اور سے پیار کرتی تھی وہ نہ مرتی تو بھی تم سے تو ہرگز شادی نہ کرتی۔ وہ جانتی تھی تم بھی طوبیٰ سے پیار کرتے تھے وہ خود کو طوبیٰ کا مجرم سمجھنے لگی تھی۔ ماہی تمہیں اور طوبیٰ کو ایک ساتھ خوش دیکھنا چاہتی تھی۔ اس کی خواہش تھی کہ تم اسے بھلا کر طوبیٰ سے شادی کرلو کیونکہ طوبیٰ تم سے بہت پیار کرتی ہے اور تم بھی تو طوبیٰ پر جان چھڑکتے تھے۔ ماہی کے آنے پر تم نے طوبیٰ کو ہر طرح سے نظر انداز کرنا شروع کردیا تھا اور یہ بات ہم سب نے محسوس کی تھی لیکن ماہی کو تمہارا یہ رویہ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ تم نے بھی تو ماہین کے یہاں سے جانے کے بعد کینیڈا فون کیا تھا۔ ان لوگوں نے تمہیں صرف یہی بتایا کہ ماہی گھر پر نہیں ہے۔ میں نے ہی انہیں منع کیا تھا کہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لیے تم سے ماہین کی موت کی خبر چھپائی جائے۔ اب جب ساری حقیقت کھل کر سامنے آچکی ہے تو تم ماہی کے والدین کو فون کرلینا تعزیت کے لیے اور ماہی کی مغفرت کے لیے دعا کرو اور خود کو اس غم سے جتنی جلدی ہوسکے باہر نکال لو اور طوبیٰ کے ساتھ اپنی زندگی شروع کرو مگر اس سے پہلے طوبیٰ کو منانا پڑے گا تمہیں کیونکہ تم نے نا صرف اسے بہت دکھ دیا ہے بلکہ اس کی بے عزتی بھی کی ہے اور تمہاری یہ بات ماہی کو بھی پسند نہیں تھی۔''

سائرہ نے اسے گم سم بیٹھے دیکھ کر سنجیدگی سے اپنی بات مکمل کی اور اسے تنہا چھوڑ کر چلی گئیں۔

اس لمحے انس کو محسوس ہو رہا تھا کہ وہ واقعی تنہا رہ گیا ہے' وہ ایک ایسے راستے پر چل نکلا تھا جس کی کوئی منزل نہیں تھی۔ وہ سراب اور خواب کے خارزار میں شکستہ پا کھڑا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ واپسی کا سفر بہت مشکل اور کٹھن ہے اور اس کے دامن میں اشکِ ندامت کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ اسے ماہین کی موت نے شدید دکھ اور صدمے سے دوچار کیا تھا۔ وہ دن بھر روتا رہا' اس کی باتیں یاد کرتا رہا' اسے اب سمجھ میں آرہا تھا کے ماہین بار بار کہاں واپس جانے کی بات کررہی تھی۔ اس کی ذو معنی باتوں کا مطلب انس کو اب سمجھ آیا تھا۔ کتنی زندہ دل لڑکی تھی۔ اسے اپنی

موت کا علم تھا کہ کبھی بھی آسکتی ہے پھر بھی زندگی انجوائے کررہی تھی' ہنستی مسکراتی سب سے اپنی بیماری اور تکلیف چھپاتی رہی اور کتنی خاموشی سے اس دنیا سے رخصت ہوگئی تھی۔

اسے اب یاد آرہا تھا طوبیٰ اور سب گھر والے اس کے جانے کے بعد رو کیوں رہے تھے۔ وہ سب اس کی موت کے غم میں رو رہے تھے۔ در و دیوار نے بھی موت کی سوگواری' ماہین کی ابدی جدائی کے غم میں چھپائی ہوئی تھی۔ سائرہ نے اسے اس غم سے بچانے کے لیے ہی ماہین سے شادی کی مخالفت کی تھی اور طوبیٰ کا دل کیسے توڑ دیتیں وہ۔ انس کو ماں کے ساتھ اپنے رویئے پر بدگمانی و بدتمیزی پر دلی شرمندگی کا احساس ہو رہا تھا۔

''یا اللہ! یہ مجھ سے کیا ہوگیا؟ میں نے اپنی محبت کرنے والی ماں پر شک کیا' ان کا دل دکھایا انہوں نے تو میرا بھلا چاہا تھا۔ میں ہی عقل کا اندھا تھا۔ سب کا دل دکھایا میں نے' سب کا مان توڑا ہے میں نے۔ مجھے معاف کردے اللہ پاک!'' انس نے روتے ہوئے دعا مانگی اور پھر رات کو سونے سے پہلے سائرہ سے بھی اپنے رویئے کی معافی مانگ لی تھی۔ سائرہ نے اسے گلے لگا کر پیار کیا تو وہ رو پڑا۔

''تم نے سب سے زیادہ طوبیٰ کو دکھی کیا ہے' اسے بھی منا لینا۔''

''طوبیٰ!'' انس کے لبوں سے نکلا دل میں اک ٹیس سی اٹھی۔ اسے یاد آرہا تھا جن دنوں وہ ماہین کے ساتھ گھوم رہا تھا۔ طوبیٰ نے اس سے ایک بار کہا تھا۔

''انس! تم بدل گئے ہو' مجھے بھول گئے ہو' سارا وقت تم ماہی کے ساتھ گھومتے پھرتے ہو۔''

''تم جیلس ہو رہی ہو۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

''نہیں مجھے تکلیف ہو رہی ہے تمہارے اس رویئے سے۔'' طوبیٰ نے کہا تھا۔

انس بے چینی سے اٹھا اور راحیل ولا چلا آیا۔

طوبیٰ لاؤنج میں بیٹھی قرآن پاک پڑھ رہی تھی۔ وہ اس کے برابر میں سوفے پر آبیٹھا۔ طوبیٰ نے اسے حیرت سے دیکھا کتنے دنوں بعد اس کی صورت دیکھی تھی اور اس وقت وہ بہت اجڑا اجڑا' شکست خوردہ اور مضمحل دکھائی دے رہا تھا۔

''ماہین تو بہت زندہ دل تھی' ہنستی مسکراتی زندگی سے بھرپور لڑکی تھی' پھر اتنی جلدی کیوں بلالیا' اللہ نے اسے؟'' انس نے خود ہی بات شروع کی۔ طوبیٰ نے قرآن پاک بند کرکے جزدان میں لپیٹا اور گہرا سانس لبوں سے خارج کرکے بولی۔

''اچھے لوگ اللہ کو بھی پیارے ہوتے ہیں نا۔''

''تمہیں سب پتا تھا' تم نے بھی مجھے کچھ نہیں بتایا؟'' انس نے طوبیٰ کے نکھرے اجلے چہرے کو دیکھتے ہوئے شکوہ کناں لہجے میں کہا۔

''تمہارے پاس میری بات سننے کے لیے وقت ہی کہاں تھا' تم تو مجھے ہی قصوروار سمجھتے تھے نا۔''

''تمہاری شکایت بجا ہے' میں تمہارا مجرم ہوں' دل دکھایا ہے میں نے تمہارا۔ ہوسکے تو مجھے معاف کردینا۔ تم تو جانتی ہو نا میں ایسا ہی ہوں' بے پروا' بے حس اور اپنی مرضی کرنے والا۔ کوشش کروں گا اپنی ان خامیوں اور کمزوریوں کو دور کرسکوں۔ چلتا ہوں۔'' انس نے دھیمی آواز میں کہا اور وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ طوبیٰ کی آنکھوں سے بے اختیار ہی آنسو چھلک پڑے تھے۔

''میں نے تمہیں تمہاری ہر خطا' ہر زیادتی کے لیے معاف کیا انس رحمان کیونکہ محبت کرنے والا دل محبوب سے بدلے کی خواہش نہیں رکھتا۔'' طوبیٰ نے دل میں اسے مخاطب کرکے کہا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

''انس بیٹا! یہ خط ماہی تمہارے لیے دے گئی تھی۔''

اگلے روز جب وہ روزہ افطار کرکے اپنے کمرے میں جا رہا تھا تو سائرہ نے اسے ایک لفافہ دیتے ہوئے کہا۔

''خط!'' انس نے حیرت سے انہیں اور پھر لفافے کو دیکھا اور لفافہ ان کے ہاتھ سے لے کر اپنے کمرے میں

چلا آیا۔ بیڈ پر آرام سے ٹیک لگا کر بیٹھنے کے بعد اس نے لفافہ چاک کیا۔ کاغذ نکالا اور اس کی تہہ کھول کر پڑھنے لگا' ماہین نے لکھا تھا۔

''ڈیئر انس!

تم بہت اچھے ہو مگر کبھی کبھی بہت بے پروا ہو جاتے ہو' حقیقت سے نظریں چراتے ہو جو کہ غلط ہے۔ میں جانتی ہوں بلکہ سبھی جانتے ہیں کہ تم اور طوبیٰ ایک دوسرے سے پیار کرتے ہو' تم نے مجھ سے کہا تھا ہم صرف دوست ہیں لیکن سچ تو یہ ہے کہ تم دونوں کی یہ دوستی پیار میں بدل چکی ہے' ہے نا اور تم میری وجہ سے طوبیٰ کو نظر انداز کر کے دل پھینک مرد ہونے کا ثبوت دے رہے ہو۔ طوبیٰ کا دل دکھا رہے ہو' یہ بے وقوفی مت کرو انس! تم سراب کے پیچھے بھاگ رہے ہو' جو محبت تمہاری ہے تمہیں مل سکتی ہے اسے چھوڑ کر اس کے پیچھے بھاگ رہے ہو جو تمہاری نہیں ہے۔ جس راستے کی کوئی منزل نہ ہو اس پر زیادہ دیر چلنا ٹھیک نہیں ہوتا۔ سمے سے پلٹ جانا ہی عقل مندی ہے انس رحمان! تمہاری منزل تمہارے قریب ہے اسے خود سے دور مت کرو' ورنہ خالی ہاتھ رہ جاؤ گے۔ میری کسی بات سے تمہیں دکھ پہنچا ہو تو مجھے معاف کر دینا اور ہاں طوبیٰ سے بھی معافی مانگ لینا۔ تم نے اس کا مان توڑا ہے مگر مجھے یقین ہے کہ طوبیٰ تمہارا مان کبھی نہیں توڑے گی۔ تم دونوں کی خوش گوار اور کامیاب ازدواجی زندگی کے لیے دعا گو!

ماہی!''

''شکریہ ماہی! تم نے مجھے آئینہ دکھا دیا۔ میں جانتے بوجھتے حقائق سے نظر چرا رہا تھا۔ کھیل سمجھ لیا تھا میں نے محبت کو۔ آج طوبیٰ سے تو کل ماہی سے اور پھر کسی اور سے' بہت برا ہوں میں۔ طوبیٰ کو بہت دکھ دیا ہے میں نے۔''

انس نے بھیگی آنکھوں سے خط کو دیکھتے ہوئے کہا اور پھر ماہین کی مغفرت کے لیے فاتحہ خوانی کی۔

محبت ٹھہر گئی ہے نہ ابتداء کی طرح ہے
نہ انتہا کی طرح

انس اپنے رویئے کی وجہ سے سبھی سے شرمندہ تھا۔ سچ تو یہ تھا کہ وہ خود سے بھی نظریں نہیں ملا پا رہا تھا۔ اسے اپنے کردار کی اس خامی پر ندامت ہو رہی تھی۔ اسے رہ رہ کر طوبیٰ کے ساتھ گزرے ماہ و سال کے حسین و خوش گوار لمحات یاد آ رہے تھے۔ اپنی اس کے لیے بے چینیاں' بے قراریاں یاد آ کے شرمسار کر رہی تھیں۔ وہ جو ہر روز اس سے ملتا تھا' اس کے ساتھ ہنستا بولتا تھا' اب کتنے ہفتوں سے اس کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی اس نے۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ طوبیٰ کے ساتھ محض دوستی نہیں تھی' محبت تھی۔ گہری اور شدید محبت۔ وہ جو کچھ اس سے کہتا تھا اس کے لیے محسوس کرتا تھا وہ سب دوستی کا احساس نہیں تھا بلکہ محبت کا جذبہ تھا۔ وہ تو اس سے جدا ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا پھر کیسے اس نے طوبیٰ کو صرف دوست قرار دے دیا تھا۔ کیسے اسے ماہین کے آتے ہی نظر انداز کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کی بے عزتی کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا تھا اور اسے قصوروار سمجھنے لگا تھا کہ اس کی وجہ سے مام اور ماہین دونوں نے اس کی مخالفت کی' ماہین سے شادی کے معاملے میں۔ وہ کتنا غلط سوچ رہا تھا طوبیٰ کے بارے میں' اس نے ایک سے دوسری بات اس سے شکوہ گلہ تک نہیں کیا تھا کہ اس نے اس کا مان ہی کب رکھا تھا۔

''اوہ میرے خدایا! میں کتنا برا ہوں' سنگدل ہوں' میں نے طوبیٰ کا دل دکھایا' جسے دیکھ کے میری صبح' میری رات ہوتی تھی' جس سے بات کیے بنا مجھے چین نہیں آتا تھا۔ جس کو دیکھے بغیر میرا دن نہیں گزرتا تھا' اسے کیسے میں نے اتنی آسانی سے صرف دوست کہہ کر نظر انداز کر دیا ہے' ماہی کیا بہت حسین تھی' طوبیٰ میں کیا کمی تھی؟'' وہ خود سے الجھ رہا تھا' سوال کر رہا تھا اور خود ہی جواب بھی دے رہا تھا۔

''طوبیٰ میں کوئی کمی نہیں ہے' کمی تم میں ہے۔ تمہاری محبت اتنی کمزور تھی کہ تم آسانی سے ماہین کی طرف متوجہ ہو گئے۔ برسوں کی محبت اور سنگت کو تم نے لمحوں میں بھلا دیا۔ کتنا دکھ ہوا ہو گا طوبیٰ کو' تمہارے اس رویئے سے۔ کیسے منایا تھا تم نے اسے آخری بار روٹھنے

پر' تم مسلسل اسے تکلیف دیتے آ رہے ہو' کیا وہ تمہیں دل سے معاف کر سکے گی؟ تمہیں پھر سے قبول کر سکے گی؟ تمہاری اس بے وفائی' بے حسی اور بے پروائی کو بھلا سکے گی وہ؟'' انس خود سے سوال کر رہا تھا بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔

''میں طوبیٰ سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہا' میں اس کے لائق ہی نہیں ہوں۔ یا اللہ مجھے معاف کر دے' ہدایت دے' نیک اور اچھا انسان بننے کی توفیق عطا فرما۔ رمضان کے اس رحمتوں اور برکتوں والے مہینے میں مجھ سے ہر برائی' خامی کو دور فرما دے۔ میرے گناہ' میری خطائیں' میری غلطیاں معاف فرما دے۔ مجھے سکون بخش دے' میرے دل کو قرار دے دے' آمین۔'' انس نے روتے ہوئے ہاتھ پھیلا کر ربّ کے حضور فریاد کی۔

❁......❁......❁

''انس بیٹا! شام کو تیار ہو جانا تمہارے ماموں کے گھر افطار ڈنر پر جانا ہے۔'' سائرہ نے اسے آفس سے گھر آنے پر بتایا۔

''طوبیٰ کے گھر......؟'' اس کی زبان سے پھسلا۔

''ہاں۔''

''مام! طوبیٰ کیسی ہے؟ یہاں نہیں آتی وہ؟''

''یہاں وہ تمہارے لیے آتی تھی جب تم نے ہی اسے غیر اہم' بے وقعت اور بے مول کر دیا تو وہ یہاں آ کر کیا کرے گی؟ اس کی بھی کوئی عزت نفس ہے' آن ہے' انا ہے' تم نے تو اسے بہت تکلیف دی ہے انس! اس کا دل' اس کی روح تک زخمی کر دی تم نے۔'' سائرہ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''جانتا ہوں مام!'' وہ شرمندگی سے نظریں جھکا کے بولا۔

''تو اس سے معافی مانگ لو' اسے منا لو بیٹا! کیونکہ تم اس کے بغیر کبھی خوش نہیں رہ سکو گے' یہ بات تم بھی اچھی طرح سمجھتے ہو' جانتے ہو۔''

''اب کس منہ سے اس کے سامنے جاؤں گا مام! میں نے تو اس کا مان ہی توڑ دیا' اس کا بھروسا چکنا چور کر دیا۔ اس کی محبت کو یکسر بھلا دیا' میں معافی کے لائق ہی نہیں ہوں۔'' اس نے دلگیر لہجے میں کہا۔

''انس!'' سائرہ بیٹے کی حالت پر تڑپ اٹھیں اور وہ رکا نہیں تھا' اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

❁......❁......❁

''طوبیٰ! بیٹا وہ نادم ہے' شرمندہ ہے اپنے کیے پر تم نے اگر اسے معاف نہ کیا تو وہ خود کو کبھی معاف نہیں کر سکے گا۔ وہ بدل گیا ہے' احساسِ ندامت نے تمہارا دل دکھانے کے احساس نے اسے توڑ کے رکھ دیا ہے۔ وہ کچھ دیر کے لیے بھٹک گیا تھا' اب واپس پلٹنا چاہتا ہے اپنی غلطی اور زیادتی کا ازالہ کرنا چاہتا ہے۔ بیٹا! اسے ایک موقع اور دے دو' سنبھال لو ورنہ وہ بکھر جائے گا۔'' سائرہ نے طوبیٰ کے پاس آ کر رسانیت سے اسے کہا۔ طوبیٰ بے قرار ہو گئی تھی' انس کو وہ کبھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی تھی لیکن اب اندھا دھند اس کے پیچھے بھاگنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

''میں نے اسے معاف کر دیا ہے اگر وہ مجھے صرف دوست سمجھتا ہے تو میں دوست ہی سہی' اس کے علاوہ میں انس سے کوئی رشتہ نہیں جوڑنا چاہتی۔ وہ مرد ہے اس کا کیا بھروسا کل پھر کسی اور حسینہ کی طرف مائل ہو جائے۔ اب بھی اگر ماہی کا انتقال نہ ہوا ہوتا تو وہ اسی کو اپنانے کی ضد کر رہا ہوتا آپ سے الجھ رہا ہوتا' مجھ سے شادی کرنے سے تو وہ خود کئی بار کھلے لفظوں میں انکار کر چکا ہے۔ پھوپو کیا میری کوئی عزتِ نفس نہیں ہے' میری کوئی انا' حیثیت' اہمیت نہیں ہے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی نا جب دل چاہا پیار جتا دیا جب دل کہیں اور مائل ہوا تو دھتکار دیا' نظر انداز کر دیا' کسی فالتو اور بے کار شے کی طرح اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ میرا دل دکھایا ہے اس نے' مذاق اڑایا ہے اس نے میرا' میری محبت کا۔ اس سب کے باوجود میں نے اسے معاف کر دیا کیونکہ میں اس سے آج بھی محبت کرتی ہوں اور میں محبت میں

تُو نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی کی قائل نہیں ہوں۔ میرے لیے ایک محبت ہی کافی ہے۔" طوبیٰ نے نہایت سنجیدہ مگر نرم لہجے میں تفصیل سے جواب دیا۔

"میں جانتی ہوں چندا! تمہیں بھی اور انس کو بھی، تم دونوں ایک دوسرے کے بنا کبھی خوش نہیں رہ سکتے۔ بیٹا! صبح کا بھولا اگر شام کو گھر لوٹ آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے اور ابھی تو شام نہیں ہوئی۔"

"ہاں ابھی تو دوپہر ہی ہوئی ہے۔" طوبیٰ نے دوپہر کے ڈھائی بجاتی وال کلاک پر نگاہ ڈال کر کہا تو سائرہ ہنس دیں۔

❁ .... ❁ .... ❁

شام کو انس افطار ڈنر پر راحیل ولا جانے کے بجائے اپنے کسی کولیگ کے گھر افطار پارٹی میں شرکت کے لیے چلا گیا تھا، صرف طوبیٰ سے نظریں ملانے کا حوصلہ نہیں تھا اس میں، اس لیے اس سے بچنے کے لیے وہ وہاں نہیں آیا تھا ورنہ کولیگ کی افطار پارٹی میں جانے کا اس کا کوئی موڈ تھا نا ہی ارادہ۔ طوبیٰ کو انس کے نا آنے پر بہت دکھ ہوا تھا۔ اسے انتظار تھا کہ وہ آ کر معافی مانگے گا اور وہ اسے معاف کردے گی پھر وہ اچھے دوستوں کی طرح ہو جائیں گے مگر اس نے نا آ کر اس کی امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا۔

"انس! اگر تم اس طرح بچتے رہو گے تو ہم کبھی نہیں مل پائیں گے۔" طوبیٰ نے دل میں کہا تھا۔

❁ .... ❁ .... ❁

رمضان المبارک کے مہینے میں اس بار تو انس بھی شدید گرمی کے باوجود پورے روزے رکھ رہا تھا۔ ورنہ وہ اکثر روزے چھوڑ دیا کرتا تھا، اس بار اپنی غلطیوں کا احساس طوبیٰ کو کھو دینے کا خوف اسے اللہ کے قریب لے گیا تھا۔ نماز پانچ وقت پڑھ رہا تھا، تراویح بھی، قرآن پاک کی تلاوت بھی معمول کا حصہ بن گئی تھی۔ بس اللہ سے معافی اور اپنی محبت مانگ رہا تھا۔

طوبیٰ کے خیال میں کئی بار ٹیرس پر جاتا وہ نظر نہ آتی۔ اپنے موبائل فون کی میسج ٹون اس خیال سے چیک کرتا شاید طوبیٰ نے اسے یاد کیا ہو مگر ہر بار اسے مایوسی ہوتی۔ اسے اپنے کہے ہوئے الفاظ جو اس نے طوبیٰ کے لیے سائرہ سے کہے تھے شرمندگی میں مبتلا کر دیتے تھے اور طوبیٰ یہ سوچ رہی تھی کہ تین دن سے زیادہ کی ناراضی کی اجازت تو مذہب بھی نہیں دیتا اور وہ تقریباً دو ماہ سے ایک دوسرے سے ناراض تھے، بول چال بند تھی۔ اس مبارک مہینے میں جہاں وہ عبادت کر رہی تھی تو دل میں خدا کا خوف بھی محسوس کر رہی تھی۔

"انس! اگر شرمندہ ہے تو مجھے اسے مزید شرمندہ نہیں کرنا چاہیے۔" طوبیٰ نے دل میں سوچا اور صبح کے چھ بج رہے تھے جب اس نے انس کے موبائل پر صبح بخیر کا ایس ایم ایس بھیجا۔

روشنی تیرے تعاقب میں چلی آئی ہے تیرے در تک
اب اٹھ بھی جا کہ صبح تیرے انتظار میں ہے

انس نے میسج ٹون سنتے ہی موبائل اٹھا کر چیک کیا تو طوبیٰ کا نام اور پیغام دیکھ کر جیسے اس کے بدن میں بجلی سی بھر گئی تھی۔ وہ ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"طوبیٰ...... انس یو طوبیٰ......"

انس نے بے قراری سے خوشی سے اس کو مخاطب کیا اور تیزی سے بستر سے اتر کر ٹیرس کی طرف بھاگا۔ طوبیٰ اپنے گھر کی ٹیرس پر موجود تھی۔ انس کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا وہ سراپا ایک ٹک اسے دیکھے جا رہا تھا۔ طوبیٰ کا دل بھی اسے اتنے عرصے بعد دیکھ کر جھوم اٹھا تھا۔ اتنے قریب ہو کر ان کے بیچ کیسے صدیوں کے فاصلے در آئے تھے۔ اس خیال نے طوبیٰ کو پھر سے دکھی کر دیا۔ وہ جانے لگی تو انس جیسے ہوش میں آ گیا اور بے اختیار اسے پکار اٹھا۔

"طوبیٰ!"

طوبیٰ کا دل اس کی پکار پر تڑپ اٹھا وہ پلٹی تو انس نے پہلے اپنے دونوں کان پکڑے پھر ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"مجھے معاف کر دو پلیز......!"

"کر دیا معاف خوش!" طوبیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا

تو وہ گہرا طویل سانس لبوں سے خارج کر کے مسکراتے ہوئے بولا۔

"ہاں خوش، شکریہ طوبیٰ! تم بہت اچھی ہو۔"

"چلو شکر ہے تمہیں احساس تو ہوا۔" یہ کہہ کر طوبیٰ واپس چلی گئی۔ انس مسکرا دیا، اس نے اسے معاف کر دیا تھا تو دل سے ایک بوجھ ہٹ گیا تھا۔

وہ بہت خوش تھا۔ رات کو نمازِ تراویح کے بعد وہ مارکیٹ چلا گیا اور طوبیٰ کے لیے ڈھیر ساری شاپنگ کر کے گھر لوٹا۔

"انس بیٹا! یہ سب کیا ہے؟" سائرہ نے انس کو مسکراتے اور شاپنگ بیگز کے ساتھ آتے دیکھ کر پوچھا تو اس نے شاپنگ بیگز میز پر رکھتے ہوئے بتایا۔

"ممی! یہ سب طوبیٰ کے لیے ہیں۔ مام! اس نے مجھے معاف کر دیا اور میں یہ ساری شاپنگ اس کے لیے کر کے آیا ہوں۔ اسے کل عید پر گفٹ کروں گا۔"

"ہوں، یہ تو بہت خوشی کی بات ہے بیٹا! اچھا ہے تم دونوں کی ناراضی ختم ہو گئی ویسے بھی کل تو عید کے علاوہ بھی طوبیٰ کے لیے بہت خاص موقع ہے یادگار دن ہے۔" سائرہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ صوفے پر بیٹھ کر انہیں دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"ایسا کیا ہے کل؟"

"کل طوبیٰ کا نکاح ہو رہا ہے اس کی شادی طے ہو گئی ہے نا۔"

"کیا؟" انس ایک دم سے شاکڈ رہ گیا۔

"ہاں تم اس روز اپنے ماموں کے گھر افطار ڈنر پر جاتے تو طوبیٰ کے ہونے والے شوہر سے بھی مل لیتے، بہت اچھا اور سلجھا ہوا لڑکا ہے وہاب!" سائرہ نے سنجیدگی سے بتایا۔

"تو کیا میں برا اور بگڑا ہوا لڑکا ہوں۔" انس نے ٹوٹے لہجے میں سوال کیا۔ طوبیٰ سے صلح کی ساری خوشی پر پانی پھر گیا تھا، وہ نجانے کیا کچھ سوچ کر آیا تھا اس کے لیے۔

"ارے تمہارا اس سے کیا مقابلہ تم تو اپنے گھر کے لڑکے ہو۔" سائرہ نے شیر خورمے کے لیے بادام اور پستے کاٹتے ہوئے کہا۔

"جبھی باہر کے لڑکے کو طوبیٰ کے منتخب کر لیا نا۔"

"تم نے بھی تو صاف صاف کہہ دیا تھا کہ طوبیٰ کی شادی کریں اور میری جان چھڑائیں اس سے۔ میں طوبیٰ سے کبھی شادی نہیں کروں گا۔" سائرہ نے اسے یاد دلایا۔

"دماغ خراب ہو گیا تھا میرا۔ آپ جانتی تھیں کہ میں اس سے پیار کرتا ہوں، پھر بھی آپ نے طوبیٰ کو کسی اور کا ہونے دیا۔"

"بیٹا! جب انسان کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے تو اسی وقت اسے سدھار نے اس کی معافی تلافی اور ازالے کی کوشش کرنی چاہیے۔ دیر کرنے سے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ تم نے بھی بہت دیر کر دی بیٹا! بلکہ تم تو اب بھی طوبیٰ کو مخاطب نہ کرتے وہ تو اس نے ہی پہل کی ہے کہ عید اور شادی کے موقع پر تم ناراض اور الگ تھلگ نہ دکھائی دو۔ سبھی تمہارے لیے پریشان جو ہیں۔" سائرہ نے سنجیدہ مگر نرم لہجے میں سمجھایا۔

"مام! اگر طوبیٰ مجھے نہ ملی نا تو میں سچ میں خود کو شوٹ کر لوں گا۔ دیکھتا ہوں وہ کیسے کسی اور کی دلہن بنتی ہے، اس کے نام کے ساتھ صرف میرا نام لکھا جائے گا۔"

"انس! کہاں جا رہے ہو؟ خدا کے لیے اب کچھ غلط مت کر دینا۔" وہ تیزی سے اپنی بات مکمل کر کے باہر نکلا تھا، سائرہ فکرمندی سے اسے پکارتی رہ گئیں۔

❁ .... ❁ .... ❁

طوبیٰ اپنے مہندی لگے ہاتھوں کو دھو کر آئی تھی۔ سرخ اور گہرا چڑھا وہ ہاتھوں کو ناک کے قریب لے جا کر مہندی کی بھینی بھینی خوشبو اپنی سانسوں میں اتار رہی تھی کہ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور انس اپنا سرخ چہرہ لیے اندر داخل ہوا۔ طوبیٰ نے اس کے بدلے بدلے تیور دیکھ کر استفسار کیا۔

"اب کیا پھر لڑنے آئے ہو، جو منہ لال پیلا

ہو رہا ہے؟“
”ہاں لڑنے آیا ہوں۔“
”کیوں؟“
”کل تمہارا نکاح ہو رہا ہے؟“ وہ اس کے قریب چلا آیا۔
”ہاں۔“ وہ شرمیلے پن سے مسکراتی اسے تڑپا گئی۔
”تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟“ اسے اپنا شکوہ کمزور سا لگا‘ پھر بھی کر بیٹھا۔
”اب تو پتا چل گیا ہے نا‘ اب کون سا تم میرے لیے ہار پھول لیے آئے ہو؟“
طوبیٰ نے اپنی کلائی میں پہنی سرخ سبز چوڑیوں کو چھیڑتے ہوئے جواب دیا۔
”تم جانتی ہو میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں۔“
”مجھے اب ایسی کوئی خوش فہمی نہیں ہے ویسے بھی تم ہی چاہتے تھے نا کہ میری شادی ہو جائے اور تمہارا راستہ صاف ہو جائے۔ جان چھوٹ جائے تمہاری مجھ سے اور تم مجھ سے وہ پیار نہیں کرتے جو تمہیں مجھ سے شادی کرنے پر مجبور کر دے۔ یہی کہا تھا نا تم نے؟“ طوبیٰ نے اس کی باتوں کے آئینے میں اسے اس کا چہرہ دکھایا تو ندامت اور پچھتاوے کا احساس اس کے روم روم میں سرائیت کر گیا وہ بلبلا اٹھا اور چیخ کر بولا۔
”ہاں یہی بکواس کی تھی میں نے۔ پاگل ہو گیا تھا میں‘ دماغ خراب ہو گیا تھا میرا۔ دل دکھایا ہے میں نے تمہارا۔ تمہاری عزتِ نفس‘ آن‘ انا پر کاری ضرب لگائی ہے میں نے۔ میں مانتا ہوں کہ میں نے تمہاری محبتوں کا مذاق اڑایا ہے۔ شرمسار ہوں میں اپنے کیے پر اور کہے پر۔ بہت تڑپا ہوں‘ رویا ہوں‘ بے چین رہا ہوں تمہیں دکھی کر کے پلیز اس سب کی مجھے اتنی بڑی سزا تو مت دو۔ معاف کر دو مجھے۔“
”میں تمہیں معاف کر چکی ہوں انس! تم بھی بھول جاؤ‘ جو کچھ ہوا‘ ہم اچھے دوست تھے اور ہمیشہ اچھے دوست ہی رہیں گے۔“ طوبیٰ نے اس کی تڑپ اور احساسِ ندامت پُرسکون کا سانس لے کر کہا وہ یہی چاہتی تھی کہ اسے احساس ضرور ہو جائے۔
”صرف دوست۔“ وہ تڑپ کر اس کا رخ اپنی جانب کر کے بولا۔ تو وہ نظریں چرا گئی۔ انس نے جذباتی اور بے قرار لہجے میں کہا۔
”شادی کرنا چاہتا ہوں میں تم سے‘ تمہارے نام کے ساتھ صرف میرا نام آئے گا‘ میرے جیتے جی تو تمہیں کوئی اور بیاہ کر نہیں لے جا سکتا۔“
”انس! بچوں کی سی باتیں مت کرو‘ میں کوئی کھلونا نہیں ہوں کہ جب تمہارا دل چاہا مجھ سے کھیل لیا جب دل بھر گیا یا کوئی نیا کھلونا ہاتھ لگ گیا تو اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ تمہارا کیا اعتبار کل پھر کسی حسینہ پر فدا ہو جاؤ اور میں تمہیں اپنی کوئی بھول لگنے لگوں‘ اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم مجھ سے شادی کا خیال اپنے دل و دماغ سے نکال دو۔“ طوبیٰ نے خود کو مضبوط بناتے ہوئے دلگیر لہجے میں کہا۔
”طوبیٰ! تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتیں‘ تم تو اتنی سنگدل نہیں ہو‘ تم مجھے اچھی طرح جانتی ہو۔ معافی مانگ تو رہا ہوں اپنی زیادتیوں کی‘ اب کیا جان لو گی میری؟“ انس روہانسا ہو گیا تو طوبیٰ کی بھی آنکھیں چھلک پڑیں۔
”میرے ہاتھ اب کچھ بھی نہیں ہے‘ جاؤ جا کے امی ابو سے بات کرو...... لیکن۔“
”لیکن کیا طوبیٰ! پلیز طوبیٰ معاف کر دو‘ میں اب ہر بات‘ ہر شرط مانوں گا۔“ وہ بے قراری سے اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔
”آئندہ تم کبھی میرا مان‘ میرا دل نہیں توڑو گے۔“
”نہیں توڑوں گا وعدہ...... پکا وعدہ! شکریہ طوبیٰ آئی لو یو رئیلی لو یو۔“ انس نے بے اختیار اس کا ہاتھ چوم لیا۔
”پاگل!“ طوبیٰ نے سٹپٹا کر اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔
”تو کیا خیال ہے بیٹا! اس پاگل سے آپ کی شادی کر دی جائے۔“ اسی وقت دروازہ کھلا اور راحیل بیگ سمیت سبھی گھر والے اندر داخل ہو گئے‘ وہ دونوں بری طرح سٹپٹا گئے۔

”ابو وہ...... یہ......“ طوبیٰ کچھ بول ہی نہ پائی۔
”ہم نے سب سن لیا ہے اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ تم دونوں کا نکاح آج اور ابھی ہوگا۔“ راحیل بیگ نے طوبیٰ کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے مسکرا کر اعلان کیا تو انس کی جان میں جان آ گئی۔
”شکریہ ماموں جان! بہت بہت شکریہ!“ انس بے اختیار فرطِ مسرت سے راحیل بیگ سے لپٹ گیا سب خوشی سے ہنس پڑے۔
”سنیے! وہاب میاں کے گھر والوں کو فون کر کے چاند رات کی مبارک باد دے دیں اور انہیں بتا دیں کہ ہم طوبیٰ کی شادی انس سے کر رہے ہیں۔ شکر ہے ہم نے انہیں نکاح کی تاریخ نہیں دی تھی وہ تو کل تاریخ طے کرنے آ رہے تھے۔“
طیبہ نے راحیل بیگ سے کہا تو انس نے سائرہ کی طرف دیکھا اور ان کی مسکراہٹ نے اسے سمجھا دیا کہ انہوں نے چھوٹا سا جھوٹ اس کے جھنجوڑنے کے لیے بولا تھا اور جس نے واقعی کام کر دکھایا تھا۔
اور تھوڑی ہی دیر بعد چاند رات کے خوب صورت لمحات میں طوبیٰ اور انس کا نکاح ہو گیا۔ قبول و ایجاب کی رسم ادا ہوتے ہی انس سجدۂ شکر ادا کرنے چلا گیا۔ طوبیٰ نے اس کی معذرت اور محبت قبول کر کے اس کا مان رکھ لیا تھا وہ بہت زیادہ خوش تھا۔
”چاند رات مبارک...... شادی مبارک اور عید مبارک ہو مسز طوبیٰ انس کو......!“
رات کے تین بج رہے تھے جب انس کی پیار بھری سرگوشی نے طوبیٰ کے دل کے تار بجا دیئے۔ وہ اسے اس وقت اپنے کمرے میں دیکھ کر حیران ہوئی۔
”انس! تم اس وقت یہاں۔“
”اب تو میں کسی بھی وقت تمہارے پاس آ سکتا ہوں۔“ انس نے اسے اپنی بانہوں کے حلقے میں لیتے ہوئے پیار سے کہا۔
”انس پلیز چھوڑو مجھے۔“ وہ اس کی بانہوں میں کسمسائی۔
”آخری سانس تک نہیں چھوڑوں گا تمہیں‘ جانتا ہوں تم بھی مجھ سے بہت پیار کرتی ہو۔“
”جی نہیں‘ میں نے صرف اس لیے تمہاری بات رکھی ہے تا کہ تمہارا مان رہ جائے۔“ طوبیٰ نے اسے ستانے کو کہا۔
”اچھا جی!“ انس اس کی شرارت سمجھ کر مسکرایا۔
”ہاں جی!“ وہ ہنسی تھی۔
طوبیٰ آج کے بعد تمہیں میری ذات سے کبھی کوئی دکھ‘ تکلیف نہیں ہوگی۔ میں وعدہ کرتا ہوں تم سے۔ اب تو کہہ دو آئی لو یو......!“ انس نے سنجیدگی سے دل سے کہا تو اسے ہنسی آ گئی۔
”انس! میں بہت خوش ہوں یہ عید میری زندگی کی یادگار اور خوش گوار عید ہوگی کیونکہ میری محبت میرے ساتھ‘ میرے پاس ہوگی‘ آئی لو یو انس......!“ طوبیٰ نے خوشی سے بھیگتی آواز میں کہا اور اس کے سینے پر سر رکھ دیا۔ انس خوشی سے جھوم اٹھا۔ اس نے فرطِ محبت سے اپنے ہونٹ اس کی پیشانی پر رکھ دیئے۔ عید کا دن ان کی محبتوں کی تجدید کا دن بن کر طلوع ہو رہا تھا‘ ان کا مان بڑھ رہا تھا۔

وطن کی مٹی

اُمِ ثمامہ

اپنے دیس کے سارے منظر اچھے لگتے ہیں
روشن ماہ و اختر اچھے لگتے ہیں
گاؤں، شہر یہ جنگل صحرا یہ بل کھاتے جھرنے
یہ دریا، کوہسار، سمندر اچھے لگتے ہیں

''اچھا تو ڈاکٹر صاحب! آپ نے جانے کا حتمی فیصلہ کر ہی لیا۔'' سبحان جب بھی ناراض ہوتا یونہی آپ جناب سے بات کیا کرتا تھا۔ اس کی ناراضی اپنی جگہ بجا تھی۔ مگر ڈاکٹر عادل کے پاس بھی اپنے فصلے کو درست ثابت کرنے کے لیے ایک ہزار ایک جواز موجود تھے۔

ایک ہفتے بعد میری انگلینڈ کے لیے فلائٹ تھی، میں ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے اسکالر شپ پر جا رہا تھا اور پھر میرا ارادہ وہیں سیٹل ہونے کا تھا اور میں سبحان سے ملنے کراچی آیا تھا اور ہم ایک کافی شاپ میں بیٹھے تھے۔

''یار! اس ملک کو تیرے جیسے ڈاکٹروں کی بہت ضرورت ہے۔ ہمارے ملک کی آدھی سے زیادہ آبادی عطائی ڈاکٹروں کے ہاتھوں شوگر کوٹڈ گولیاں کھاتے اور پانی سے بھرے انجکشن لگواتے زندگی کی روشنی سے دور موت کے اندھیروں میں گم ہو جاتی ہے۔ یار! اس ملک نے تجھے پہچان دی اور اب جب اس ملک کو تیری ضرورت ہے تو تُو نظریں چُرا کے دامن چھڑا کے جا رہا ہے۔'' سبحان اسے قائل کرنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔

''اس ملک میں اب بچا ہی کیا ہے۔ بھوک، بیماری، بے روزگاری اور بم دھماکے......'' عادل جو کب سے سن رہا تھا ایک دم پھٹ پڑا۔

''جس ملک میں خود محافظ محفوظ نہ ہوں، مائیں غربت کی وجہ سے اپنے جگر گوشے فروخت کردیں، گیس بجلی اور پانی جیسی اہم ضروریات کے لیے لوگ ترستے ہوں، وہ ملک بھلا مجھے کیا دے گا۔ ان باتوں سے کچھ نہیں ہوتا پیٹ روٹی مانگتا ہے یہاں ینگ ڈاکٹرز کے مسائل کے حل کا رونا روتے پورا سال ہونے کو آیا ہے۔'' وہ بولا تو بولتا چلا گیا۔

''اچھا یار! تیری مرضی چھوڑ کوئی اور بات کرتے ہیں لیکن اتنا یاد رکھنا اس وطن میں آزادی کے چراغ ہمارے بزرگوں کے لہو سے جلے ہیں آج بُرے وقت میں اگر ہم اسے تنہا چھوڑ دیں گے تو کل ہمارے بچوں کے گلوں میں غلامی کا طوق ڈال دیا جائے گا۔''

بچپن سے لے کر اب تک کی دوستی کی یادیں تازہ کرتے کرتے شام کے سائے کافی شاپ سے باہر بنی تارکول کی سڑک پر کب سایا فگن ہوئے پتا ہی نہیں چلا۔

''سبحان! مجھے خط لکھنے کی عادت مت چھوڑنا، دیارِ غیر میں تیرے خط تنہائی کا مداوا ہوں گے اور سرد برفیلے موسم میں حرارت کا کام دیں گے اور پھر دھیرے دھیرے میں عادی ہو جاؤں گا۔'' اٹھنے سے پہلے عادل نے کہا۔ سبحان نے اس کے ہاتھ پر اپنا مضبوط ہاتھ رکھ دیا۔

میں جانتا تھا عادل نے بھی یہ فیصلہ کسی مجبوری کے تحت ہی کیا تھا۔ والد کی وفات کے بعد وہ گھر کا واحد کفیل تھا، بہن بھائی ابھی چھوٹے تھے، یہ میرے یار سے میری آخری ملاقات تھی اور پھر وہ اپنی بیس کی طرف چل دیا اور میں کراچی میں مقیم اپنے چند رشتے داروں سے ملنے چل دیا۔

❀......()......❀

رات کا پچھلا پہر تھا کھڑکی سے چھن چھن کر آتی آماوس کے چاند کی روشنی اس شخص کے گرد ہالہ سا بنائے ہوئے تھی جو کئی گھنٹوں سے کرسی پر ساکت و جامد بیٹھا تھا، اس کے سامنے فائبر گلاس کی ایک ٹیبل رکھی تھی۔

ٹیبل کے سائیڈ میں ادھ جلے سگریٹ کے ٹکڑوں سے بھری ایش ٹرے دھری تھی۔ ٹیبل کے بالکل سینٹر میں ایک البم پڑی تھی اور اس کے ساتھ ایک خاکی لفافہ پڑا تھا، اس پر لگی ٹکٹوں کا رنگ کچھ ماند پڑ چکا تھا، ایڈریس کی سیاہی آنسوؤں کے نمکین پانی سے جا بجا پھیلی ہوئی تھی، کاغذ کہیں کہیں سے اکھڑ چکا تھا اور کیوں نہ ہوتا یہ خاکی لفافہ زندگی سے موت تک کا طویل سفر طے کرنے کے بعد ڈاکٹر عادل تک پہنچا تھا۔

آج لیفٹیننٹ سبحان کو اس دنیا سے رخصت ہوئے تیسرا دن تھا، تین دن پہلے ہی تو وہ اپنے جگری یار کو منوں مٹی تلے پورے اعزاز کے ساتھ سلا کر آیا تھا۔

ابھی چند دن پہلے جب وہ اس سے ملنے گیا تھا تو نیوی کی بسوں پر حملے ہو رہے تھے تو ملاقات کے دوران اس نے کہا تھا۔

''یار عادل! دعا کرنا میں اس طرح کے کسی بم دھماکے میں بے خبری کی موت نہ مارا جاؤں۔ یار! میں دشمن سے لڑتے اپنے وطن کی سلامتی کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہونا چاہتا ہوں۔'' اسے لگا سارے کمرے میں سبحان کے جملے کی بازگشت گونج رہی ہو۔

عادل نے بے چین ہو کر سیاہ اور سنہری کور والا البم کھول لیا جو اسے سبحان نے ہی گفٹ کیا تھا۔ بچپن، لڑکپن، جوانی کی کئی حسین یادیں اس میں قید تھیں۔ نیوی کے سفید ڈریس میں روشن آنکھوں چوڑی پیشانی اور دمکتی رنگت والا لیفٹیننٹ سبحان کھڑا مسکرا رہا تھا۔

انٹر تک وہ ساتھ ساتھ تھے پھر عادل نے میڈیکل کالج میں ایڈمیشن لے لیا اور سبحان نے نیوی جوائن کر لی اور وہ کراچی روانہ ہو گیا۔

کہتے ہیں جدائی محبت کو بڑھا دیتی ہے اور ان کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔ میلوں کے فاصلے نے ان کی دوستی کو اور مضبوط سے مضبوط تر کر دیا تھا۔ عادل کو اسپتال اور مریضوں سے بہت کم وقت ملتا تھا اور آج کل تو بس وہ اپنے جانے کی تیاریوں میں مصروف تھا مگر جب بھی وہ سبحان سے ملتا یا فون پر بات کرتا وہ ملک کے موجود حالات ملک کی بقا اور سلامتی کے لیے بہت ہی پریشان ہوتا تھا۔ وہ اسے بتاتا کہ حالات کس نہج پر پہنچ چکے ہیں، بیرونی مداخلت اور اندرونی سیاست نے کس طرح ملک کی

جڑوں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔

ایک سچا پاکستانی اور فوجی ہونے کی وجہ سے پریشانی اس کے لہجے اور آنکھوں سے عیاں ہوئی اور کیوں نہ ہوتی وہ اس دادا کا پوتا تھا جنہوں نے آزادی کی تحریک میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا تھا وہ اس باپ کا بیٹا تھا جو سیاچن کے برفیلے محاذ پر وطن کی سرحدوں کی حفاظت کرنے فرسٹ بائٹ کی وجہ سے اپنی دونوں ٹانگوں سے محروم ہو چکے تھے۔

عادل نے کئی بار لفافے کی طرف ہاتھ بڑھائے مگر اسے کھولنے کی ہمت نہ کرسکا۔ وہ کل سبحان کی امی کے پاس گیا تھا' ان کی آنکھوں میں بیٹے کے چلے جانے کی وجہ سے آنسو ضرور تھے مگر وہ اس کی شہادت پر بے حد مطمئن بھی تھیں۔ اس کے بابا' بہن بھائی سب اپنے بھائی کی شہادت پر فخر کر رہے تھے۔ عادل کو اپنا آپ بہت چھوٹا محسوس ہونے لگا اس نے بے قرار ہو کر لفافہ کھول ڈالا۔

''ڈیئر عادل!

السلام علیکم!

اللہ تبارک وتعالیٰ سے تمہاری اور اپنے وطن عزیز کی سلامتی کے لیے ہر دم دعا گو رہتا ہوں۔ جب سے پتا چلا ہے میرا یار ہمیشہ کے لیے دیارِ غیر جانے والا ہے' دل کے کسی گوشے میں اداسی نے مستقل اپنا ڈیرہ جما لیا ہے' تھوڑے دنوں میں تیری فلائٹ ہے مگر یار آج کل حالات اس قدر کشیدہ ہیں کہ مجھے چھٹی نہیں مل سکے گی' اس لیے تجھ سے ملنے نہیں آسکوں گا تو سوچا چلو آدھی ملاقات ہی کر لی جائے۔

تجھے ایک بات بتاؤں میں نے تیری بھابی زرشہ کے لیے اپنی پسند کا سرخ عروسی جوڑا خریدا ہے بس اب تو چار مہینے بیس دن اور پندرہ گھنٹے رہ گئے ہیں پھر وہ ہمیشہ کے لیے میری ہو جائے گی' میں اپنی شادی پر تجھے بہت یاد کروں گا۔ یار! ہم نے تو مل کر بھنگڑے ڈالنے تھے مگر تُو دل چھوٹا مت کر تیرے آنے پر میں ایک اور شادی کر لوں گا۔ دیارِ غیر میں جب تجھے احساس ہو کہ ہر طرح کی سہولت سے مستفید گوروں سے زیادہ تیرے اپنے بوڑھے اور بیمار لوگوں کو تیری ضرورت ہے تو لوٹ آنا' وطن کی مٹی کشادہ دل اور کھلی بانہوں سے تیرا استقبال کرے گی۔ اپنا بہت خیال رکھنا' میری دعائیں اور دوستی ہمیشہ تیرے ساتھ رہے گی۔

والسلام!

تمہارا پُرخلوص دوست لیفٹیننٹ سبحان احمد!''

اس کے یار نے وطن عزیز کی سلامتی کے لیے اپنی جان قربان کر دی تھی' تو کیا وہ اتنا گیا گزرا تھا کہ اپنا وقت اور اپنی مسیحائی اپنے وطن کو دان نہ کرسکے۔ عادل نے کاغذ کو احتیاط سے طے لگا کر خالی لفافے میں ڈالا اور دراز میں رکھے پی آئی اے کے ٹکٹ کے پُرزے پُرزے کر دیئے۔

دور بہت دور نیول بیس پر اس کے یار کے خون سے صدا آرہی تھی جو وطن عزیز کی مٹیالی زمین کو سرخ کر رہا تھا۔

وطن کی مٹی عظیم ہے تُو، عظیم تر ہم بنا رہے ہیں
گواہ رہنا وطن کی مٹی گواہ رہنا!!

لمحۂ آگہی

شازیہ چوہدری

کبھی ہمت تو کبھی حوصلے سے ہار گئے
ہم بد نصیب تھے جو ہر کسی سے ہار گئے
عجب کھیل کا میدان ہے یہ دنیا بھی
کہ جس کو جیت چکے تھے اسی سے ہار گئے

''دوستو! انسان اشرف المخلوقات ہے خدا نے اسے صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا نہیں کیا ہے' اس پر دوسروں کے بھی حقوق و فرائض ہیں۔ اپنے حقوق و فرائض پورے کریں' اپنی زندگی کا کوئی مقصد بنائیں۔

میری دوستو! میری بہنو! ہم لوگ اس دنیا میں تھوڑے سے عرصے کے لیے ہیں۔ ہمیں نہیں معلوم کہ ہم کس وقت مر جائیں' کیا آپ میں سے کوئی بتا سکتا ہے کہ وہ کب تک جیے گا؟ نہیں نا؟ ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ ہم نے یہ سانس لیا ہے اگلا سانس آئے گا بھی یا نہیں تو پھر ہم کیوں موت کو بھول گئے ہیں؟ ہمیں ربّ کیوں بھول گیا ہے؟ ہم خود غرض کیوں ہو گئے ہیں؟ ہم کیوں اپنے ربّ سے اسی وقت رجوع کرتے ہیں جب ہم پر مصیبت آتی ہے۔

اگر ابھی اسی وقت ہماری روح قبض کر لی جائے تو؟ تو آپ لوگ اپنے ربّ کے سامنے کیا جواب دیں گی؟ کوئی اعمال' کوئی نیکی ہے آپ کے پاس؟ گناہوں سے بھرا دامن لے کر جائیں گے تو کیا منہ دکھائیں گے ربّ کو؟

ہمیں نام کے مسلمان نہیں رہنا' مومن بننا ہے۔ اپنے ربّ کا فرماں بردار بننا ہے۔ ان شاء اللہ آپ لوگوں سے آئندہ جمعہ دوبارہ ملاقات ہوگی اور ہم آئندہ بھی وہ باتیں کریں گے جس سے ہمارا ربّ راضی ہو جائے۔ تب تک کے لیے اجازت دیں' اللہ حافظ۔''

وہ اپنا بیگ اور کتابیں سنبھالتی اٹھ گئی تھی اور پیچھے بہت سے بند دریچے کھلتے جا رہے تھے' ہدایت کا لمحہ آن رکا تھا۔ پیچھے رہ جانے والی اس کی اسٹوڈنٹس کو اب شدت سے جمعہ کا انتظار تھا۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

''پری' پری......'' ماہی اس کو پکارتی بھاگتی ہوئی کچن تک آئی تھی۔

''پری......!'' ماہی نے پھولے ہوئے سانسوں سے ایک بار پھر مخاطب کیا تھا اسے۔ پری نے کرسی آگے کی۔

''بیٹھو ادھر اور یہ لو پانی پیو پھر کچھ کہنا۔'' ایک گلاس پانی کا ٹیبل پر رکھا تھا۔

ماہی نے ایک ہی سانس میں سارا پانی پی لیا تھا۔ پری آرام سے کھڑی دیکھ رہی تھی۔ ماہی نے گلاس ٹیبل پر رکھا تو پری بولی تھی۔

''ماہی! بُری بات ہے' پانی سیدھے ہاتھ سے اور ٹھہر ٹھہر کے تین سانس میں پیتے ہیں۔''

''سوری پری! میں پریشانی میں بھول گئی۔'' ماہی نے شرمندہ ہوکر جواب دیا۔

''دیکھو ماہی! ہمیں ہر کام شریعت اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کرنا چاہیے۔ ہر حال میں چاہے ہم مر رہے ہوں تب بھی' آئی سمجھ......؟''

''جی جی...... بالکل آگئی اور ان شاءاللہ آئندہ میں ہر بات میں' ہر کام میں احتیاط کروں گی۔'' ماہی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''ہوں' ان شاءاللہ......! اب بولو کیا بات تھی؟''

''پری! فاران بھائی نے......'' ماہی بولتے بولتے چپ ہوگئی تھی' اس میں ہمت نہیں تھی' اس نرم نازک دل رکھنے اور دوسروں کے درد کو اپنا جاننے والی کو یہ دکھ بھری خبر کیسے دے۔

''آپ کے فاران بھائی نرمین کو گھر لے آئے ہیں' ہے نا؟ یہی بتانا تھا نا؟'' پری نے بہت آرام سے مسکراتے ہوئے اس بات کی تکمیل کی تھی۔ ماہی یک ٹک اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ ماہی نے آنسو بھری آنکھوں سے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''تو ماہی اس میں پریشانی والی کون سی بات ہے؟ اسلام میں چار شادیوں کی اجازت ہے' کرلی تو کیا ہوا؟ اب تم دعا کرو یہ فضاء یہ ماحول خوش گوار اور خوشیوں اور رحمتوں سے بھرا ہی رہے اور اللہ پاک نرمین کے نصیب اچھے کرے۔'' پری نے نرمی سے ماہی کو سمجھایا۔

''تو کیا پری آپ کو دکھ نہیں ہوا؟ بھائی نے آپ پر سوتن لا بٹھائی' آپ کا حق وہ دیتے نہیں ہیں' ہر وقت ذلیل کرتے رہتے ہیں۔ اب وہ نرمین...... آپ کو پتا ہے وہ کتنی بدتمیز اور بُری ہے۔ آپ دیکھ لینا اب یہ گھر جہنم بن جائے گا۔''

''ماہی!'' پری نے سختی سے کہا تھا۔ ''آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ آپ کسی کی تذلیل کرو' وہ ہم میں موجود نہیں ہے۔ آپ اس کی غیبت کررہی ہو اور غیبت کرنے والے کو قیامت کے دن اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پڑے گا۔ دیکھو ماہی! ہر انسان کا عمل اس کے اپنے واسطے ہے' اس نے اپنے اعمال کا جواب دہ ہونا ہے۔ ہم نرمین کی نیت سے واقف نہیں ہیں' اس کے دل کا حال ہم کو نہیں پتا۔ دلوں کے حال اور نیتوں سے واقف بس ربّ کی ذات ہے۔ ہم اس پر الزام لگا کر' شک کرکے' غیبت کرکے اپنے اعمال خراب کیوں کریں؟ آپ بجائے غیبت کرنے کے اللہ پاک سے خیر و عافیت کی دعا مانگو۔ وہ بہت کریم اور رحیم ہے۔ کسی بھی انسان کو اس کے ظرف سے بڑھ کے کبھی نہیں آزماتا۔ وہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے' اس کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے' اس کی رضا پر ہر پل راضی رہو' سر جھکائے رکھو' ٹھیک ہے؟ آئی سمجھ؟''

''ابھی دو ماہ ہوئے ہیں کچھ عرصہ اور رہی تو شاید آپ جیسی بن ہی جاؤں مگر اتنا ظرف شاید مجھ میں نہ ہو۔'' ماہی اٹھ کے دروازے کی جانب بڑھی تھی اور باہر کھڑی نرمین شکستہ قدموں سے واپس پلٹی تھی۔

''ماہی! ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوانے ہیں اور کہا جاتا ہے چاہنے والا جسے چاہتا ہے اس کا فرماں بردار ہوتا ہے۔ ہمیں بس اپنے محبوب آقائے دو جہاں کی سنت پر چلنا ہے' اگر سنتوں پر چلنا سیکھ گئے تو ہم سرخرو ہیں اور ان شاءاللہ ظرف بھی پائیں گے۔''

''ان شاءاللہ!'' ماہی نے صدقِ دل سے کہا تھا۔

............*

فاران بیگ پھینک کر بیڈ پر گر گیا تھا۔

''کیا بات ہے فاران! آپ ٹھیک تو ہیں نا؟'' نرمین نے فکرمندی سے ہاتھ فاران کی پیشانی پر رکھا۔

''ہاں بس تین چار دن سے طبیعت سیٹ نہیں لگ رہی تھی' آج بخار ہوگیا ہے۔ سر میں درد تھا کافی روز سے

آج ڈاکٹر کے پاس چلا گیا تھا چیک اپ کروانے۔'' فاران نے اس کا ہاتھ اٹھا کر اپنے سینے پر رکھ لیا۔

''تو کیا کہا ڈاکٹر نے؟'' نرمین نے بے تابی سے پوچھا تھا۔

''کچھ نہیں' ابھی رپورٹس آئیں گی پھر پتا چلے گا تم پریشان نہیں ہو۔ خوش رہو' کھاؤ پیو' موج کرو۔''

''فاران! کیا کسی کو برباد کرکے خود انسان آباد ہو پاتا ہے کبھی؟ کسی کو دکھ دے کر سکھ خود بھی نہیں ملتا۔ کھانے پینے' پہننے اوڑھنے اور اونچے محلوں میں بسنے اور لمبی گاڑیوں میں بیٹھ جانے سے انسان کو خوشی نہیں ملتی۔ خوشی تو دلوں کے سکون میں ہوتی ہے۔'' نرمین کھوئے کھوئے لہجے میں بول رہی تھی۔

''کیا ہوا نرمین؟ کسی نے کچھ کہا تم کو؟ پری نے تو نہیں کہا کچھ؟'' فاران اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

''نہیں' کسی نے بھی کچھ نہیں کہا مگر کیا فاران! آپ کو نہیں لگتا ہم دونوں غلط ہیں۔ ہم نے غلط کیا ہے؟ کیونکہ فاران آپ پری کا مان کبھی نہیں توڑ سکتے۔ آپ جتنا چاہیں اسے دکھ دیں مگر اس کا مان نہیں ٹوٹ سکتا کیونکہ مان تو ان کا ٹوٹتا ہے جن کو اپنی دولت پر اپنے حسن پر مان ہو۔ اسے اپنی پاکیزگی پر' اپنے ایمان پر مان ہے اور مان کو توڑنے والا پاکیزگی کو غلیظ کرنے والا مسلمان نہیں ہوتا۔''

''یہ تم کیسی باتیں کررہی ہو؟ تم نہیں جانتیں اسے چھوڑ دو' اس کی بات نہ کرو۔'' فاران نرمین کے منہ سے ایسی باتیں سن کر شاک میں آگیا تھا۔

''فاران! اب ہی تو جانا ہے پری کو۔ اسے جان لیا ہے تو آج اپنا آپ بھی سمجھ میں آگیا ہے۔ دیکھو نا فاران! کسی کو انسان ساری عمر ساتھ رہ کے نہیں جان پاتا اور کسی کو جاننے میں بس اک پل لگتا ہے اور وہ پل جس میں' میں نے پری کو جانا' خود کو پہچانا' ہدایت پائی وہ پل آکر گزر بھی گیا ہے اگر وہ سب میرے منہ پر میرے سامنے کرتی تو میں اسے ناٹک کہتی بہروپ کہتی اس کا مگر......'' نرمین نے پری کی ماہین سے گفتگو فاران کو سنادی تھی۔

''فاران! میں نے آپ سے شادی آپ کے کہنے پر کی تھی' نکاح کیا تھا کہ آپ اس کا مان توڑنا چاہتا تھے مگر اب میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتی' آپ پلیز مجھے طلاق دے دیں۔ تم جانتے ہو کہ میں علی سے بہت محبت کرتی ہوں اور وہ بھی مجھ سے بہت پیار کرتا ہے' میں نے بہت بڑا گناہ کردیا' نا علی سمجھ سکا اس نے بھی آپ کو ٹھیک سمجھ کر آپ کا ساتھ دینے کو کہا مگر اب نہیں' پلیز آپ طلاق کے پیپر میرے گھر بھجوا دینا اور ہاں سبق سیکھنے کی ضرورت پری کو نہیں آپ کو ہے۔ پلیز اس سے پہلے کہ یہ وقت آپ کے ہاتھ سے نکل جائے' آپ بھی خود کو بدل دیں۔ قسمتیں بدلنے والی آپ کی اپنی ہے' آپ کے گھر میں موجود ہے۔ آپ در در نہ بھٹکیں' ہدایت پاگئے تو دو جہاں میں سرخرو ہوجائیں گے۔ ان شاءاللہ!'' اپنی بات ختم کرکے نرمین نے ماہین اور پری کا مخصوص جملہ ہر کام کے بعد جو وہ بولتی تھی' بولا تھا اور پیک کیا سامان لے کر نرمین کمرے سے نکل گئی تھی۔

............*

السّلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب؟ الحمدللہ ٹھیک ہوں گی' خیریت سے ہیں نا؟'' سب نے مسکراتے چہروں کے ساتھ سر اثبات میں ہلایا تھا۔

پری جو کہ ہر جمعہ کو درس دیتی تھی' اپنی یونیورسٹی میں اپنی کلاس فیلوز کو جمع کرکے' ابھی بھی وہ درس دینے لگی تھی کہ ماہین آٹپکی تھی۔ وہ پری کی نند تھی۔

پری نے اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ اپنی دوستوں اور کلاس فیلوز کی اصلاح بھی شروع کی تھی جو کہ پانچ چھ

طالبات سے آج پوری سو طالبات پر مشتمل ہوگئی تھی اور پری کی محنت رنگ لائی تھی۔ ان لڑکیوں کو دیکھ کر پری خوش ہوتی' ان لڑکیوں میں دن بہ دن اضافہ ہو رہا تھا۔ جو کہ پری کی محنت کا ثمر تھا۔

''پری آج وین نہیں آئے گی' میں فاران بھائی کو فون کر آئی ہوں وہ ہمیں لینے آئیں گے۔'' ماہین نے کہا اور پھر خاموشی سے سب کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔

''جی تو میری بہنو! میں کہہ رہی تھی اچھی صحبت میں بیٹھیں۔ انسان کی جیسی صحبت ہوتی ہے وہ انسان ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ آپ پہلے اپنی صحبت بدلیں' اپنے دوستوں' ساتھیوں' بہنوں' گھر والوں کو بدلیں۔ انہیں نیک ماحول میں ڈھالیں' جیسا آپ کا ماحول ہوگا آپ اسی رنگ میں رنگ جائیں گے۔ جیسا ماحول' جیسا انداز' ہمارے اردگرد ہوگا' جس میں ہر پل ہم نے رہنا ہے وہ جیسا ہوگا ہم بھی ویسے ہوں گے۔ آپ اپنی ذات کو بدلیں پھر اپنی دوستوں کو اپنے گھر والوں کو۔ اس طرح آپ کا ماحول' ایک اپنی ذات کی اصلاح کر لیں تو دوسرے آپ کے اردگرد رہنے والے بھی اپنی اصلاح کر لیں گے پھر پورا معاشرہ سدھر جائے گا۔ آپ بس اک بات ذہن میں رکھ لیں کہ کچھ بھی ہو جائے' یہ رنگینیاں' موج سب کچھ وقتی ہے' ان سب کے بعد بھی موت ہی ہے' ہم نے مر جانا ہے۔ یہاں ہم اپنے امتحان کی تیاری کے لیے بہت محنت کرتے ہیں رات دن کہ کہیں فیل نہ ہو جائیں۔ اچھے نمبر لینے کو شش کرتے ہیں مگر میری بہنو! ذرا سوچو یہ امتحان کچھ بھی نہیں' اس میں فیل ہو گئے تو پھر دے لیں گے مگر وہ امتحان جو حشر کے دن ہوگا وہاں چوائس نہیں ہوگی وہاں پھر سے موقع نہیں ملے گا۔ یہ وقت' یہ لمحے' یہ پل لوٹ کے نہیں آئیں گے۔ جو دن سال بیت گیا وہ پلٹ کے نہیں آئے گا۔ آیئے دیر مت کیجیے ہمیں نہیں معلوم موت کب آ جائے' ہم کب مر جائیں' ہمیں ربّ کے سامنے جواب دہ ہونا ہے۔ ہم اتنے نازک مزاج ہیں اک چیونٹی کا کاٹا برداشت نہیں کرتے' جہنم کی آگ اس کا عذاب کیسے برداشت ہوگا۔ دیر نہ کریں' اپنی اصلاح کریں۔ اپنے اردگرد کے لوگوں کی اصلاح کریں' کل اس ربّ کو جواب دینا ہے' اس کی تیاری کریں۔ ایسے جئیں کہ آپ کے جانے کے بعد لوگ آپ کی مثالیں دیں۔ آپ کے نقش قدم پر چلیں۔ انسان نادان اور کم فہم ہے' حال میں رہ کر مستقبل کا سوچتا رہتا ہے اور مستقبل میں جا کر ماضی کو یاد کر کے روتا رہتا ہے' جیتا ایسے ہے جیسے کبھی مرنا ہی نہیں اور مرا ایسے جاتا ہے جیسے کبھی جیا ہی نہیں تھا۔'' پری نے اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کیے تھے۔

''تو پھر میری دوستو! ہم جئیں ہی ایسے کہ دنیا مثال دے۔ ہماری کمی محسوس کرے۔ ہم اپنے حال کو ایسا بنائیں کہ مستقبل کو نہ سوچ سکیں اور مستقبل ایسا ہو جائے کہ اپنے ماضی پر فخر رہے۔ ہم دولت کے پیچھے بھاگنے کی بجائے اتنا کمائیں' جتنے کی ضرورت ہے۔''

پیچھے کھڑا فاران جو کہ اسے لینے آیا تھا' پتھر کا ہو گیا تھا۔ شاید اس کا باطن بھی بدل گیا تھا' وہ بھی پری کے مرتبے سے آشنا ہو گیا تھا۔

''آیئے مل کر عہد کریں کہ ہم نے خود کو بدلنا ہے اس ماحول کو بدلنا ہے ان شاء اللہ!'' سب نے مل کر عہد کیا تھا اور پوری کلاس کے در و دیوار اس عہد سے گونج اٹھے تھے اور ایک عہد فاران نے بھی خود سے کیا تھا اور مضبوطی سے قدم آگے بڑھا دیئے۔

❋

فرق تربیت

عروسہ عالم

ہر	روز	اک	نیا	صدمہ	دیتی ہے	زندگی
ہر	روز	اک	نیا	امتحان	لیتی ہے	زندگی
زندگی	سے	شکوہ	بھی	کیسے	کریں	
آپ	جیسے	دوست	بھی	تو	دیتی ہے	زندگی

ساس سسر کے انتقال کے بعد گھر فروخت کر کے سب کو حصے مل گئے۔ فیضان اور ارسہ نے اپنے لیے ایک چھوٹا سا گھر خرید لیا۔ ابھی ان کی شادی کو صرف آٹھ ماہ ہوئے تھے۔ فیضان دواؤں کی کمپنی میں ملازم تھے۔ وہ صبح کو گئے شام کو گھر آتے تھے۔ ارسہ سارا دن خود کو گھر میں مصروف رکھتی تھی۔ انہیں اپنے نئے گھر میں آئے ہوئے دو ہفتے ہو چکے تھے۔ آتے جاتے محلے کے مردوں سے فیضان کی سلام دعا ہو جاتی تھی لیکن ارسہ ابھی تک کسی کے گھر نہیں گئی تھی اور نہ کوئی خاتون اس کے پاس آئی تھیں۔

اس دن وہ کام سے فارغ ہو کے دوپہر کو ٹی وی دیکھ رہی تھی کہ زوردار بیل بجی۔ اس نے گیٹ کھولا تو ایک تقریباً پینتیس سالہ خاتون کھڑی تھیں۔

''ہم آپ کے ساتھ والے گھر میں رہتے ہیں' آپ تو آئیں نہیں' ہم نے سوچا کہ ہم ہی جا کے مل آئیں۔''

''بہت خوشی کی بات ہے آپ آئیں۔ اندر تشریف لائیے۔'' ارسہ اسے لے کے ڈرائنگ روم میں آ گئی۔

''لگتا ہے آپ بہت کم لوگوں سے ملتی ملاتی ہیں۔'' وہ بہت طرحدار خاتون تھیں' ملاقات کے بغیر ہی ارسہ کا مزاج سمجھ گئیں۔

''کچھ ایسا ہی ہے اور پھر ابھی تو ہمیں یہاں آئے ہوئے چند ہی دن ہوئے ہیں' آہستہ آہستہ سب سے ملاقات ہو جائے گی۔'' اس نے ان کی گود میں موجود آٹھ ماہ کے بچے کو پیار کرتے ہوئے پوچھا۔

''آپ کے کتنے بچے ہیں؟''

''ایک اس سے بڑا ہے وہ تو دو سال کا ہے اور آپ کب تک فارغ ہو رہی ہیں۔'' اس نے ارسہ کے سراپا کا بغور جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

''ابھی کچھ ٹائم ہے۔'' ارسہ نے جھینپتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

''چلیں اگر آپ نہیں بتانا چاہتی ہیں تو کوئی بات نہیں۔ ہم بھی آپ کے ساتھ ہی رہتے ہیں پتا تو چل ہی جائے گا۔''

''ظاہر ہے یہ کوئی چھپنے والی بات بھی نہیں۔'' ارسہ نے ناگواری سے کہا۔ ارسہ کو اس کی بات عجیب سی لگی۔

❋ ❋ ❋

ارسہ کی گود میں جبران آ گیا اس کی مصروفیت کچھ اور بڑھ گئی۔ صدف کا اس کے گھر آنا جانا لگا رہا۔

جبران دو سال کا ہوا تو ارسہ نے اسے اسکول میں داخل کروا دیا۔ صدف کو پتا چلا تو فوراً آ گئی۔

''ارے آپ تو بڑی چھپی رستم نکلیں' آپ نے بتایا نہیں اور بچے کو اسکول بھی داخل کروا دیا۔''

''اس میں چھپی رستم کی کیا بات ہے' ہمارے یہاں تو سبھی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔''

''تعلیم تو خیر ہمارے یہاں بھی سب حاصل کرتے ہیں۔'' ارسہ کی بات پر صدف بُری طرح چڑ گئی۔ ''میرے سب بہن بھائی ڈاکٹر' انجینئر ہیں۔'' اس نے تپے ہوئے انداز میں کہا۔

''لیکن آپ کے ایک بھائی کا تو جنرل اسٹور ہے؟'' ارسہ نے جتایا۔

''وہ تو خیر انہیں بزنس کرنے کا شوق ہے ورنہ انہوں نے

فرسٹ کلاس میں انجینئرنگ پاس کی ہوئی ہے۔“

”یہ بات کچھ عجیب سی نہیں کہ ایک فرسٹ کلاس انجینئر لاکھوں کی نوکری ٹھکرا کر جنرل اسٹور چلا رہا ہے۔“

”بھئی اپنے اپنے شوق ہوتے ہیں‘ آپ تو بات کو پتا نہیں کہاں سے کہاں لے گئیں۔“ ارسہ نے اس کی بات پکڑی تو وہ بُری طرح سے جل کے چڑ گئی اور فوراً بات پلٹ دی۔

”مجھے تو آپ پر حیرت ہو رہی ہے کہ کیسی ظالم ماں ہیں آپ اتنی جلدی بچے کو اسکول میں داخل کروا دیا۔

”میں تو اس سے بھی کم عمری میں اسکول میں داخل ہوگئی تھی۔“

”بھئی میں تو ایسا نہیں کرسکتی‘ مجھے تو اپنے بچوں سے بہت پیار ہے۔“ صدف نے پھیکے سے انداز میں کہا۔

”پیار کرنے کا اپنا اپنا طریقہ ہوتا ہے۔ اپنی اولاد سے میری محبت یہ ہے کہ میں اس کا وقت برباد نہیں کرنا چاہتی۔“

”اتنی جلدی اسکول میں داخل کروا کے تو بچوں کا بچپن برباد ہوجاتا ہے۔ بچوں کا بچپن تو پندرہ سال تک چلتا رہتا تھا۔“

”آپ پندرہ سال کی عمر میں داخل کروا دیجیے گا۔ میں تو پندرہ سال تک اپنے بچے گھر میں نہیں بٹھا سکتی تھی نا۔“

صدف کا بڑا بیٹا چار سال کا اور چھوٹا تین سال کا ہوچکا تھا۔ اس نے ابھی تک اپنے بچوں کو اسکول میں داخل نہیں کروایا تھا۔ اس کے دونوں بیٹے جبران سے بڑے تھے۔

”کون سے اسکول میں داخل کروایا ہے تم نے۔“ اس نے کچھ بجھے ہوئے انداز میں آہستگی سے پوچھا۔

ارسہ نے شہر کے سب سے شان دار اور مہنگے اسکول کا نام بتادیا۔

”اس اسکول میں تو سنا ہے کہ پڑھائی ہی نہیں ہے اور ماحول بھی بہت خراب ہے۔“ اس نے پھر تنقید کی۔

”اس اسکول کی پڑھائی اور وہاں سے پڑھے ہوئے بچے تو مشہور ہیں اور صرف اسکول کی پڑھائی پر ہر کوئی ترقی نہیں کرتا ہے۔ اصل پڑھائی وہی ہوتی ہے جو بچے خود کرتے ہیں اور رہی ماحول کی بات تو اپنے بیٹے کی تربیت میں کر رہی ہوں‘ وہ اسکول میں اپنا ماحول اور اپنی جگہ خود بنائے گا۔“

صدف کو اس بار کوئی جواب نہیں سوجھا تو وہ اپنا سا منہ لے کر چلی گئی مگر ہر دس بارہ دن کے اندر ہی صدف نے اپنے دونوں بچوں کو ایک عام سے اسکول میں ایک ہی کلاس میں داخل کروادیا۔ اس دن سے صدف بچوں کے معاملے میں مقابلے پر اتر آئی۔

❁......❁......❁

وقت گزرتا رہا جبران کے بعد کامران آ گیا اور صدف کے یہاں ارم آ گئی۔ صدف عجیب مزاج کی تھی‘ ہر وقت جبران‘ کامران کے اسکول کو بُرا اور اپنے بچوں کے اسکول کی تعریف کرتی رہتی تھی۔ اس کا احساس کمتری اسے چین نہیں لینے دیتا تھا۔ جو چیزیں وہ افورڈ نہیں کرسکتی تھی ان کی خوب برائیاں کرتی تھی۔ اس کا شوہر گورنمنٹ اسکول میں کلرک تھا۔ وہ لوگ کرائے کے گھر میں رہ رہے تھے‘ یہ گھر صدف کے شوہر نوید کے چچا کا تھا‘ وہ فیملی سمیت ملک سے باہر تھے۔ انہوں نے گھر کی حفاظت کے خیال سے برائے نام کرائے پر انہیں رکھا ہوا تھا۔ ارسہ اور فیضان کی الگ الگ گاڑیاں تھیں جب کہ صدف کے شوہر کے پاس موٹر سائیکل تھی۔ صدف نے محلے میں ہی ٹیوشن پڑھنے کے لیے تینوں بچوں کو بھیجنا شروع کردیا جب کہ کامران اور جبران خود پڑھتے تھے۔ اسکول سے آنے کے بعد صدف کے تینوں بچے گلیوں میں کھیلتے رہتے تھے بس ٹیوشن اور مولوی صاحب سے پڑھنے کے لیے گھر میں جاتے تھے۔ ارسہ نے بچوں کو کبھی گلی میں نہیں نکالا تھا۔

ارسہ مولوی صاحب کے آنے پر گیٹ کھولنے گئی تو صدف سامنے والی مسز ہاشم سے باتیں کر رہی تھی اور تینوں بچے دوسرے بچوں کے ساتھ بہت بُری زبان بولتے ہوئے گلیوں میں کھیل رہے تھے۔

”آپ کے بچے تو کبھی گھر سے باہر کھیلتے ہوئے نظر نہیں آئے۔“ سلام دعا کے بعد مسز ہاشم نے ارسہ سے پوچھا۔

”میں بچوں کو کھیلنے کے لیے گھر سے باہر نہیں نکالتی‘ مجھے گلی کوچوں میں بچوں کا کھیلنا پسند نہیں ہے۔“

”ایسے تو بچے بزدل اور بے وقوف ہوجاتے ہیں‘ ان میں کانفیڈنس نہیں آتا ہے۔“ صدف نے کہا۔

”اس طرح سے بزدل اور بے وقوف نہیں ہوجاتے ہیں بلکہ اس طرح بدتمیز اور بے قابو ہوجاتے ہیں۔ سب بچوں میں عمر اور تعلیم کے حساب سے کانفیڈنس آتا چلا جاتا ہے۔“

”آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں‘ میں نے آپ کی طرح ہی اپنے بچوں کو پالا ہے آج دیکھیے اللہ کی رحمت سے سب کتنے اچھے مقام پر ہیں۔“ مسز ہاشم نے اس کی بات کی تائید کی۔

”کوئی فزیکل ایکٹیویٹی بھی ہونی چاہیے ناں!“ صدف اپنا اور اپنے بچوں کا مسلسل بچاؤ کر رہی تھی۔

”میرے بچوں کے اسکول میں روزانہ ہاف ٹائم ہوتا ہے اور ہفتے میں دو دن اسپورٹس پونٹ ہوتا ہے وہاں ان کی بہت اچھی طرح فزیکل ٹریننگ ہوجاتی ہے اور پھر میں اپنے بچوں کو کیسے گھر سے باہر نکالوں ہر گھر کے بچے اور ان کی زبانیں‘ گفتگو عجیب سی ہوتی ہے۔ بچوں پر ایسی چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں۔“

صدف کو ارسہ کی ہر بات طنز لگ رہی تھی۔ مسز ہاشم اور ارسہ کے بچوں کی تربیت اس کے لیے سبکی کا باعث بن گئی۔ اس نے جلدی سے بچوں کو آوازیں دینی شروع کردیں اور اس نے بچوں کے باہر جانے پر پابندی لگادی۔ بچے یہ پابندی برداشت نہیں کرسکے‘ وہ باہر کے اتنے عادی ہوچکے تھے کہ اب گھر میں نہیں بیٹھ سکتے تھے‘ ان کی ضد پر اس نے دوبارہ سے انہیں باہر نکالنا شروع کردیا تھا۔

اس کے دونوں بیٹے جبران کے ساتھ 9th کلاس میں آ گئے۔ کامران چھٹی کلاس میں تھا‘ جبران ہمیشہ فرسٹ آتا تھا جب کہ کامران کبھی پوزیشن نہیں لایا لیکن وہ بھی بڑا محنتی تھی۔

صدف ہر سال پابندی سے ارسہ کے بچوں کا رزلٹ دیکھتی تھی کہ کہیں ارسہ غلط تو نہیں بتا رہی ہے۔ ارسہ نے کبھی اس کے بچوں کے بارے میں نہیں پوچھا تھا کیونکہ ان کی تربیت اور پرورش کو دیکھ کر وہ ان کے رزلٹ سے اچھی طرح سے واقف تھی‘ اس لیے وہ پوچھ کے صدف کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ آج وہ جبران اور کامران کا رزلٹ دیکھنے کے لیے آ گئی تھی۔

”آپ میرے بچوں کا رزلٹ تو ہر سال بڑی پابندی سے دیکھتی ہیں‘ کبھی اپنے بچوں کا نہیں دکھایا‘ اس سال دکھا دیجیے۔“

”پہلے اپنے بچوں کا تو دکھا دیئے‘ میں اپنے بچوں کا چھپاؤں گی تھوڑی ضرور دکھاؤں گی۔“

”یہ دیکھیے اس دفعہ تو ماشاء اللہ کامران کی بھی تھرڈ پوزیشن آئی ہے۔“ صدف کا چہرہ اتر گیا پھر جلد ہی سنبھل گئی۔

”بھئی میرے بچوں کی تو ماشاء اللہ ہر سال کی طرح اس سال بھی پوزیشن آئی ہے‘ اتفاق دیکھیے کہ تینوں ایک ایک نمبر سے فرسٹ پوزیشن سے رہ گئے۔ آپ تو مجھے اچھی طرح سے جانتی ہیں کہ میں جھوٹ تو کبھی بولتی ہی نہیں ہوں۔“ ارسہ نے اس کی طرف جس انداز سے دیکھا تو صدف نظریں چرانے لگی کیونکہ صدف اپنی ہر کمی اور کمزوری پر ہمیشہ یونہی جھوٹ کے پردے ڈالا کرتی تھی۔

”چھوڑیئے اس بات کو آپ اپنے بچوں کا بتائیے‘ پاس ہوگئے یا نہیں؟“ صدف نے پھر اپنی جلن نکالی۔

”پاس......؟ ارسہ نے طنزیہ انداز میں پوچھا تو وہ سٹپٹا گئی۔

”ہاں پاس تو شاید ہو ہی گئے ہوں گے۔“ اس نے ارسہ کے تیور دیکھ کر جلدی سے بات کو سنبھالا۔

”اس دفعہ دونوں کا رزلٹ ماشاء اللہ پچھلے سال سے بھی شان دار آیا ہے۔ جبران فرسٹ اور کامران تھرڈ آیا ہے۔ پہلی مرتبہ کامران کی پوزیشن آئی ہے۔“

”تھرڈ پوزیشن کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہوتی ہے۔“ صدف نے حسب معمول طنز کیا۔

”لیکن یہ پوزیشن ہمارے اور ہمارے بچے کے لیے بہت اہم ہے اور آپ کے لیے تو اور بھی زیادہ اہم ہے کہ آپ کے بچے ہر سال ایک نمبر سے فرسٹ پوزیشن سے رہ جاتے ہیں۔

❁......❁......❁

”فیضان میں تو اس صدف سے تنگ آ چکی ہوں‘ جھوٹ اور بڑی بڑی باتوں کے سوا اس عورت کو کچھ نہیں آتا ہے۔“ رات کو ارسہ نے اپنے شوہر کو صدف کی باتیں بتاتے ہوئے کہا۔

”وہ احساس کمتری کی ماری ہوئی عورت ہے‘ تم اسے زیادہ لفٹ نہیں کراؤ اور بچوں کی پڑھائی کو تو بالکل ڈسکس نہیں کیا کرو‘ نا اس کے بچوں کے بارے میں پوچھا کرو۔“ فیضان نے سمجھایا۔

”میں تو ہمیشہ ایسا ہی کرتی ہوں لیکن مجھے آج اس کی بات بہت بُری لگی جب اس نے کامران کی تھرڈ پوزیشن کو بالکل بے حیثیت کردیا۔“

”کہنے دو ہمارے لیے تو ہمارے بچے کی پوزیشن بہت اہمیت کی حامل ہے ناں۔“ فیضان نے کہہ کر بات ہی ختم کردی تو ارسہ نے بھی ٹاپک بدل دیا۔

❁......❁......❁

ارسہ آج رول اور سموسے بنا کر فریز کر رہی تھی کہ صدف آ گئی۔

”کیا ہو رہا ہے؟“ صدف نے کچن میں آ کے کہا۔

”بچوں کے اسکول لنچ کی تیاری کر رہی ہوں۔“

”اب تو بڑے ہوگئے ہیں‘ تم انہیں ابھی تک لنچ دیتی ہو؟“

”گھر کے لنچ کی جو بات ہے وہ باہر کی نہیں ہوتی ہے اور گھر کے لنچ کا تعلق بڑے ہونے سے نہیں ہے بلکہ صفائی اور صحت مندی سے ہے اور میرے بچوں کو بہت اچھا اور صاف ستھرا کھانے کی عادت ہے۔ مجھے اور میرے بچوں کو اسکول کی کینٹین کی چیزیں بالکل پسند نہیں ہیں۔“

’’ہاں تو بچوں کے اسکول کی کینٹین اچھی نہیں ہے ناں جبھی اچھی چیزیں نہیں ملتی ہیں۔ ہمارے بچوں کے اسکول کی کینٹین تو بڑی زبردست ہے ہر چیز اچھی صاف اور تازہ ملتی ہے۔ چھوٹے اسکولوں کی کینٹین کہاں اچھی ہوتی ہے۔ تم صحیح کرتی ہو جو انہیں لنچ بنا کر دیتی ہو۔‘‘ صدف نے حسب معمول دل کے پھپھولے پھوڑنے شروع کیے۔

’’میرے بچوں کا اسکول چھوٹا ہے نا وہاں کی کینٹین خراب ہے اور رہی لنچ دینے کی بات تو آپ اچھی طرح سے جانتی ہیں کہ مجھے اپنی اولاد سے بہت محبت ہے میں ان کی صحت صفائی پڑھائی ہر بات کا بہت خیال رکھتی ہوں اس لیے انہیں اپنے ہاتھ سے ہر چیز بنا کر دیتی ہوں اور اب میرے بچے بہت شان دار چیزیں کھانے کے عادی ہو چکے ہیں۔‘‘ صدف کو اتنے شدید حملے کی امید نہیں تھی ارسہ کا جواب سن کے بالکل سن ہو گئی۔

❀……❀……❀

اس دن ارسہ اور مسز ہاشم سبزی لے رہی تھیں کہ صدف بھی آ گئی۔

’’ارسہ! ذرا آج میرے ساتھ بیوٹی پارلر چلنا مجھے فیشل کرانا ہے۔‘‘

’’ابھی تو میں نہیں جا سکتی کیونکہ میرے بچوں کے مڈٹرم چل رہے ہیں۔‘‘

’’مڈٹرم تو میرے بچوں کے بھی چل رہے ہیں بچوں میں اتنا احساس ذمہ داری ہونا چاہیے کہ وہ خود پڑھ سکیں اور جن بچوں کو پڑھائی سے محبت ہوتی ہے وہ ہر طرح سے خود پڑھ لیتے ہیں۔‘‘ صدف نے حسب عادت چوٹ کی۔

’’میرے بچے خود ہی پڑھتے ہیں انہیں نہ میں پڑھاتی ہوں نہ کوئی ٹیوٹر ہے لیکن دونوں تمام چیپٹرز یاد کر کے مجھے سناتے ہیں اس وجہ سے ان کی پڑھائی کے دوران مجھے ان کے ساتھ رہنا ہوتا ہے۔‘‘

’’ہاں کمزور بچوں کا یہی المیہ ہے کہ وہ خود نہیں پڑھ سکتے ہیں۔‘‘ صدف نے پھر ایک تیر چھوڑا اور تن فن کرتی گھر میں گھس گئی۔

پڑھائی کے ساتھ ساتھ ارسہ کے دونوں بچوں نے قرآن پاک بھی حفظ کر لیا تھا۔ اسکول کی پڑھائی کے ساتھ انہیں قرآن حفظ کرنے میں کافی ٹائم لگا لیکن ارسہ اور فیضان اس بات پر بہت خوش اور اللہ تعالیٰ کے شکر گزار تھے کہ دونوں بچے حافظ قرآن بن گئے تھے۔ ارسہ نے محلے میں کئی جگہ مٹھائی بانٹی تھی اور آج وہ اور اس کا شوہر مٹھائی کا ڈبا لے کر صدف کے گھر آ گئے۔ صدف کے شوہر نوید بھی گھر پر ہی تھے۔

’’بھائی صاحب آپ بہت خوش نصیب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی بیوی اور نیک اولاد دی یہ سب بھابی کی محنت اور تربیت کا نتیجہ ہے۔‘‘

’’بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ میں تو سارا دن گھر پر ہوتا نہیں ہوں یہ سب کچھ انہی کی محنت اور پرورش کا نتیجہ ہے۔‘‘ فیضان نے محبت سے بیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ صدف نے جز بز ہو کے میاں کی طرف دیکھا اور پہلو بدل کر رہ گئی۔

’’آپ کے بچوں کے ٹیوٹر کون ہیں؟‘‘ نوید بھائی نے پوچھا۔

’’ہمارے گھر میں ٹیوٹر کا کوئی تصور نہیں ہے۔ بچے نرسری سے لے کر اب تک خود ہی پڑھ رہے ہیں۔‘‘

’’اچھا! لیکن صدف تو کہتی ہیں کہ آپ کے یہاں دو ٹیوٹر آتے ہیں۔‘‘ نوید کی بات پر صدف بری طرح بوکھلا گئی۔

’’صدف تم تو کہہ رہی تھیں کہ دو ٹیوٹر کے باوجود بھی اس سال دونوں بچے فیل ہو گئے۔‘‘

صدف کا تو رنگ اڑ گیا۔ سلام دعا کے علاوہ اتنے عرصے میں ارسہ اور فیضان کی کبھی نوید سے تفصیلی ملاقات نہیں ہوئی تھی اور آج وہ دونوں اچانک آ گئے تھے۔ صدف ہمیشہ نوید کے سامنے جبران اور کامران کی برائیاں کرتی رہتی تھی تا کہ اس کے بچوں کی نالائقی اور اس کی تربیت اور پرورش پر کوئی بات نہ آئے یونہی کام چلتا رہا ہے۔

ارسہ اور فیضان حیرت سے بولے۔

’’ہمارے بچے تو کبھی فیل نہیں ہوئے اس سال تو دونوں کا رزلٹ ہمیشہ سے زیادہ اچھا آیا ہے۔‘‘

’’ارے ہاں میں تو بتانا ہی بھول گئی جبار صاحب کا فون آیا تھا انہوں نے کہا تھا کہ بہت ضروری بات کرنی ہے آپ فوراً ان سے بات کر لیں۔‘‘ صدف نے ان لوگوں کی گفتگو میں رخنہ ڈالا اور اپنے شوہر کو مزید حیرت کے جھٹکوں سے بچانے کے لیے زبردستی ہاتھ پکڑ کر باہر لے جانے لگی وہ اپنی بیوی کے انداز پر حیرت زدہ اور شرمندہ تھے۔ ان کی شرمندگی دیکھ کر ارسہ اور فیضان نے واپسی کے لیے اجازت چاہی۔

❀……❀……❀

مسز ہاشم کی بیٹی کی شادی تھی انہوں نے سارے محلے کو بلایا
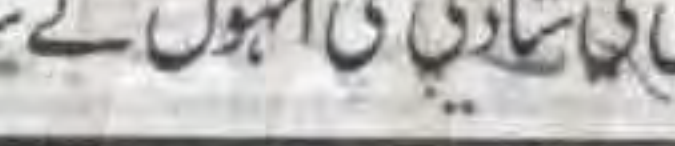
تھا۔ ارسہ اور صدف کی فیمیلیز ایک ہی ٹیبل پر بیٹھ گئیں۔

’’سنا ہے آج پھر حالات بڑے خراب ہے۔‘‘ نوید بھائی نے بات چیت کا آغاز کیا۔

’’اچھا! پتا نہیں ہم نے کوئی نیوز دیکھی ہی نہیں۔‘‘ فیضان نے کہا۔

’’آج تو چھٹی تھی یار! کیا کرتے رہے سارا دن؟‘‘

’’بات چھٹی کی نہیں ہے دراصل آج کل بچوں کے امتحان چل رہے ہیں۔ دونوں کے امتحان کے دوران بیس پچیس دن تک ہم ٹی وی نہیں کھولتے۔ اسی لیے آج دونوں نہیں آئے ہیں ویسے تو ہم انہیں اکیلا چھوڑتے نہیں لیکن محلے داری کی وجہ سے یہاں آنا پڑا۔‘‘ فیضان نے تفصیل سے بتایا۔

’’بھابی! آپ کیسے بچوں کی تربیت کرتی ہیں ہماری بیگم کو بھی یہ گر سکھا دیجیے۔‘‘ غصے اور بے عزتی کے احساس سے صدف کا چہرہ تن گیا اور تینوں بچوں کو بھی یہ بات بہت بری لگی۔

’’گر تو کوئی نہیں ہے بھائی صاحب! اولاد کی محبت میں اور ان کے اچھے مستقبل کی خاطر اپنے کچھ شوق چھوڑ دیئے آنے جانے میں کمی کر دی۔ بچوں اور شوہر کی خوشیوں اور خواہشوں اور سکون کا خیال رکھتی ہوں۔ بچوں کی پڑھائی کی خاطر گھر کا ماحول ڈسٹرب نہیں ہونے دیتی۔ آپ لوگوں سے تو کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ صدف تو سب جانتی اور دیکھتی رہتی ہیں۔‘‘ ارسہ نے دھیرے دھیرے اپنا معمول بتا دیا۔ صدف خاموشی بیٹھی اپنی جگہ پر پہلو بدلتی رہی۔

’’عاطف! یہ لو تمہاری سگریٹ۔‘‘ ایک لڑکے نے آ کے عاطف کے سامنے ٹیبل پر سگریٹ کا پیکٹ رکھا تو ارسہ اور فیضان کے ساتھ ساتھ صدف اور نوید بھی حیران رہ گئے۔ عاطف اور عارف کی حالت بہت خستہ تھی۔

’’کیوں مذاق کر رہے ہو یار!‘‘ عاطف نے لڑکے کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔ نوید نے اس کی یہ حرکت دیکھ لی تھی۔

’’کیا بدتمیزی ہے یہ؟ تمہیں شرم نہیں آتی میرے بیٹے پر الزام لگا رہے ہو۔‘‘ صدف اس لڑکے پر چڑھ دوڑی۔ ماں کی طرف داری پر عاطف کچھ ریلیکس ہوا۔

’’آنٹی! میں الزام نہیں لگا رہا ہوں۔ میں عاطف کا فرینڈ ہوں عاطف تو روزانہ چھٹی کے ٹائم سگریٹ پیتا ہے اب تو ٹیچرز کو بھی پتا چل گیا ہے۔ اس قسم کے کچھ لڑکوں کے بیگ چیک ہوئے عاطف نے جلدی سے اپنا پیکٹ میرے بیگ میں ڈال دیا تھا۔ اور آج عاطف نے اس ہال میں شادی اٹینڈ کرنے کا ذکر کیا تو میں لے آیا کیونکہ مجھے بھی یہیں آنا تھا۔‘‘ صدف کے بچوں کے کچھ اور گن کھل کر سامنے آ چکے تھے۔ صدف شرم اور جھنجلاہٹ کے مارے ارسہ سے نظریں نہیں ملا پا رہی تھی ابھی وہ لڑکا گیا ہی تھا کہ ساتھ والی میز پر بیٹھی ایک خاتون جو بہت دیر سے ان لوگوں کو دیکھ رہی تھیں اٹھ کر ان کے پاس آ گئیں اور جھجکتے ہوئے نوید سے مخاطب ہوئیں۔

’’اچھا ہوا نوید صاحب آج آپ سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے آپ کی مسز سے کئی بار کہا ہے کہ اپنے شوہر کو لے کر آئیں مگر انہوں نے کوئی توجہ نہیں دی اور اب وہ خود بھی نہیں آ رہیں کچھ دنوں سے۔‘‘

’’معاف کیجیے گا میں نے آپ کو پہچانا نہیں؟‘‘ نوید بھائی نے کہا۔

’’میں آپ کے تینوں بچوں کی کلاس ٹیچر ہوں اور پچھلے پانچ سال سے ان تینوں کو پڑھا رہی ہوں۔ حسب معمول اس سال بھی تینوں بچے تمام مضامین میں فیل ہو گئے ہیں۔ اس سال تمام پیپرز میں فیل ہونے والوں کا ری ایگزام نہیں ہوگا اور ہمارے اسکول میں کلاس ریپیٹ نہیں کرائی جاتی اس لیے آپ کے تینوں بچوں کو اسکول سے نکال دیا گیا ہے۔ آپ پلیز کل آ کر ان کے سرٹیفکیٹ لے لیجیے گا۔‘‘

ٹیچر کے جانے کے بعد صدف کا وہاں مزید بیٹھنا محال تھا اس لیے صدف اور اس کے بچے ٹیچر اور اس لڑکے کو برا بھلا کہتے ہوئے وہاں سے چلے گئے اور نوید بھائی نہایت تکلیف اور افسوس سے انہیں جاتا دیکھتے رہے۔ صدف کے جھوٹ کا پول کھل چکا تھا اب وہ ارسہ سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہی تھی۔

’’ماں کی ہی اچھی بری تربیت اور پرورش اولاد کی زندگیوں کو جنت یا جہنم بنا دیتی ہے۔‘‘ نوید بھائی تھکے تھکے انداز میں بولے۔

’’فیضان! تم خوش نصیب ہو کہ تمہیں اتنی اچھی بیوی ملی ہے۔‘‘ نوید بھائی کہہ کر آگے بڑھ گئے۔

❀

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

ر۔ا۔ش...... فیصل آباد

جواب:۔ وظیفہ جاری رکھیں۔ ساتھ ہی مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد 11'11 مرتبہ **سورۃ اخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس** بھی پڑھیں۔ رکاوٹیں ختم ہونے کی نیت رکھیں۔ میں بھی دعا کروں گا ان شاءاللہ آپ کا مسئلہ جلد ہو جائے گا۔

بھائی 101 مرتبہ آیات شفاء تیل پر دم کر کے روزانہ لگائے اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

م۔ع...... مانگٹ

جواب:۔ مسئلہ نمبر ا:۔ عشاء کی نماز کے بعد 111 مرتبہ **سورۃ قریش** اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ کاروبار اور قرض کی ادائیگی کے لیے دعا کریں۔ (والد خود پڑھیں)

مسئلہ نمبر ۲:۔ "**یا علیم**" جب پڑھنے بیٹھیں۔ 11 مرتبہ پڑھا کریں سبق یاد رہے گا۔

امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیابی کے لیے۔ **سورۃ قریش** روزانہ 1 تسبیح (اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف) امتحان شروع ہونے سے نتیجہ آنے تک۔ (بعد نماز عشاء)

بھائیوں کے لیے دعا کیا کریں۔

ص...... گجرات

جواب:۔ رشتہ کے لیے **سورۃ الفرقان** آیت نمبر 74' 70 مرتبہ۔ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

بعد نماز مغرب 19'19 مرتبہ **سورۃ فلق اور سورۃ الناس**۔

2'3 جادو ہے۔

بعد نماز عشاء 3 مرتبہ **سورۃ عبس** گھر کے سب افراد پڑھیں روزانہ۔ اپنے او پر دم کریں۔ پانی پر دم کر کے گھر میں بھی چھڑکیں۔ حمام کے علاوہ۔ (ہفتہ میں 2 مرتبہ)۔

بیرون ملک جانے کے لیے **سورۃ القریش** روزانہ 1 تسبیح۔

رخشندہ ارشد...... حافظ آباد

جواب:۔ کاروبار میں ترقی کے لیے۔ **سورۃ القریش** 111 اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

والد استغفار کی کثرت کریں۔

ریاض بیگم...... پنڈی گھیپ

جواب:۔ نماز کی پابندی کریں۔ فجر کی نماز کے بعد **سورۃ یٰسین اور سورۃ مزمل** 1'1 مرتبہ مغرب کے بعد 3 مرتبہ **سورۃ عبس**۔ پانی پر دم کر کے خود بھی پئیں اور شوہر کو بھی پلائیں۔ (اثرات ختم ہونے کے لیے)۔

عشاء کی نماز کے بعد۔ 101 مرتبہ "**یا لطیف یا ودود**" اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ پڑھتے وقت تصور ہو کہ اللہ کے اس نام مبارک کی برکت سے ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا ہو رہی ہے۔

اسماء...... سرگودھا

جواب:۔ روزانہ ایک تسبیح درود شریف پڑھ کر دعا کیا کریں۔

غ۔ا...... عارفوالا

جواب:۔ مسئلہ نمبر ا:۔ **سورۃ یونس** آیت نمبر ۸۱۔۸۲ دونوں آیتیں روزانہ بعد نماز عشاء 111 مرتبہ پڑھیں۔ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنے پورے جسم پر دم کریں۔ ساتھ ہی ایک بوتل پانی پر بھی۔ پانی پورا دن پئیں رات تک ختم کر لیں۔ اسی طرح روزانہ پڑھ کر دم کیا کریں اور گھر میں بھی پانی چھڑکا کریں۔ حمام کے علاوہ۔ یہ عمل 3 ماہ تک کرنا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲:۔ امتحان شروع ہونے سے نتیجہ آنے تک **سورۃ قریش** 41 مرتبہ۔ امتحان میں کامیابی کے لیے اول وآخر 7,7 مرتبہ درود شریف۔

ص۔ن...... مرلے چوک

جواب:۔ بعد نماز فجر 1 مرتبہ **سورۃ یٰسین** 3 مرتبہ **سورۃ مزمل** پڑھ کر اپنے مسائل کے لیے دعا کریں۔

قرض کی ادائیگی اور معاش کے لیے۔ بعد نماز عشاء 3 مرتبہ **سورۃ عبس** پڑھ کر ایک بوتل پانی پر دم کریں۔ پانی سب گھر والوں کو پلائیں روزانہ۔

11 مرتبہ **سورۃ عبس** پڑھ کر تیل پر دم کریں۔ اس تیل سے مسرت شاہین کے سر کی روزانہ مالش کریں اور علاج کرائیں۔

ثناء ارم...... کلر سیداں

جواب:۔ 119'119 بار **سورۃ الفلق، سورۃ الناس** پڑھ کر 11 دن لگاتار صبح وشام پانی پلائیں۔ پھر ٹیسٹ کرائیں۔ روزانہ ایک بار پڑھ کر آدھا پانی صبح آدھا پانی شام میں پلائیں۔

ش۔ سمندری

جواب:۔ بعد نماز فجر ہر بہن 70 مرتبہ **سورۃ الفرقان** کی آیت نمبر 74 پڑھیں۔ اول وآخر 11'11 بار درود شریف شادی کے لیے۔

رزق کے لیے رات کو **سورۃ الاخلاص** 111 بار اور بعد نماز فجر **سورۃ اخلاص** 111 بار ہر بھائی پڑھے۔ رزق میں رکاوٹیں ختم ہونے کی دعا کریں اول وآخر 7'7 بار درود شریف، عرصہ 6 مہینے۔

ساجدہ...... فیصل آباد

جواب:۔ **سورۃ الفرقان** کی آیت نمبر 74 بعد فجر 70 بار پڑھیں۔ اول وآخر 11'11 بار درود ابراہیمی۔

عامرہ...... سرگودھا

جواب:۔ بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** کی آیت نمبر 74' 70 بار پڑھیں۔ اول وآخر 11'11 بار درود ابراہیمی۔

4 ماہ تک ان شاءاللہ اللہ کی مدد ہوگی۔

صائمہ صدیق...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

جواب:۔ مسئلہ نمبر ا:۔ بھائی عشاء کی نماز کے بعد 111 مرتبہ **سورۃ قریش** اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ دعا کریں کہ جہاں بہتر ہو وہاں روزگار کا ذریعہ بن جائے۔

مسئلہ نمبر ۲:۔ جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ **سورۃ مزمل** اول وآخر 3'3 مرتبہ درود شریف پڑھ کر دم کریں۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔

ہفتہ میں ایک مرتبہ **سورۃ بقرۃ** پڑھیں۔ 1 گیلن پانی پر دم کریں۔ وہ پانی پورے گھر کی دیواروں پر چھڑکیں۔ (حمام کے علاوہ)

رزق کی فراوانی کے لیے **سورۃ قریش** ہر نماز کے بعد 21 مرتبہ گھر کے تمام افراد پڑھیں۔

نوٹ:۔ (وظائف گھر کا وہ فرد پڑھے جو نماز کا پابند ہو)

ارم کوثر...... سرگودھا

جواب:۔ عشاء کی نماز کے بعد 111 مرتبہ **سورۃ قریش** اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف، روزانہ۔ دعا کریں کہ اچھے داموں فروخت ہو جائے رکاوٹ نہ آئے۔

مسئلہ نمبر ۲:۔ گھر والوں کی مرضی میں آپ کی بہتری ہے۔ انہیں قائل کریں۔

غزالہ یونس...... اٹک

جواب۔ معاشی مسائل کے لیے۔

عشاء کی نماز کے بعد 111 مرتبہ **سورۃ قریش** اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ (گھر کا ایک فرد یا ایک سے زائد پڑھ سکتے ہیں)، دعا بھی کریں۔

رشتے کی رکاوٹ کے لیے۔

فجر اور عشاء میں 41 مرتبہ **سورۃ اخلاص** اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ دعا کریں رکاوٹ بندش ختم ہو اور جلد اچھی جگہ رشتہ ہو جائے۔

بھائی ہر نماز کے بعد 41 مرتبہ **سورۃ قریش** پڑھے۔

ج۔ل...... گوجرانوالہ

جواب:۔ ماموں اور ممانی کے لیے:۔

”الھم انا نجعلك فی نحورھم ونعوذبك من شرور ھم“ ہر نماز کے بعد 11 بار پڑھیں۔

والدہ کے لیے:۔

سورۃ العصر 21 بار ہر فرض نماز کے بعد پڑھ کران کا تصور کر کے پھونک ماریں۔ نیت ہو کہ وہ تاش وغیرہ چھوڑ دیں اور زمین کی طرف توجہ کریں۔ یا رزاق کا ورد مستقل کریں۔

این ایس...... گجرات

جواب:۔ مسئلہ نمبر ۱:۔ وظیفہ جاری رکھیں اور عشاء کی نماز کے بعد 3 مرتبہ سورۃ عبس پڑھیں (بندش ہے)۔

مسئلہ نمبر ۲:۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ سورۃ قریش۔

مسئلہ نمبر ۳:۔ عشاء کی نماز کے بعد 111 مرتبہ سورۃ قریش اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ بھائی خود پڑھے دعا بھی کریں۔

فائزہ...... کوٹ غلام محمد

جواب:۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔

صبا...... ٹنڈو الہیار

جواب:۔ جو بچیاں اپنی بہنوں اور بھائیوں کا خیال اور ماں باپ کا ادب کرتی ہیں ان کی اکثریت سسرال میں عزت سے رہتی ہیں۔

تھوڑا لکھا بہت سمجھو۔

خالدہ...... خانیوال

جواب:۔ اللہ سے دعا کریں کہ وہ دونوں کے حقوق برابر پورے کریں۔ غلط سوچ ذہن سے نکال دیں۔

یا لطیف یا ودود روزانہ 313 مرتبہ بعد نماز عشاء اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ تصور میں شوہر کو لا کر دم کریں دعا بھی کریں۔ وہ آپ کی طرف مائل ہوں اور آپ کا خیال رکھیں۔

نگہت...... کراچی

جواب:۔ وظیفہ آپ کی بہن خود کرے۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف رشتے کے لیے دعا کریں۔

ہر نماز کے بعد 3 مرتبہ سورۃ الفاتحہ اور 7'7 مرتبہ۔ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر اپنے پورے جسم پر دم کریں، بیماری کے لیے۔

فریحہ...... سلانوالی

جواب:۔ مسئلہ نمبر ۱:۔ ہر نماز کے بعد 3 مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھ کر دم کیا کریں۔ شیطانی اثرات ہیں ختم ہو جائیں گے۔

مسئلہ نمبر ۲:۔ یافتاح امتحان شروع ہونے سے نتیجہ آنے تک 101 مرتبہ روزانہ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

فاخرہ...... کھاریاں

جواب:۔ سورۃ الناس ہر نماز کے بعد 11 بار پڑھ کر اپنے پر پھونک ماریں اور پانی پر پھونک مار کر پئیں۔

شوہر کی کامیابی کے لیے سورۃ اخلاص 111 بار بعد فجر و بعد عشاء شوہر خود پڑھیں۔ رزق میں حائل رکاوٹیں ختم ہونے کی دعا کریں۔ اول وآخر 3'3 بار درود شریف۔

رابعہ رفیق...... ننکانہ صاحب

جواب:۔ مسئلہ نمبر ۱:۔ جی ہاں جادو ہوتا ہے۔ آپ قرآن مجید ترجمہ کے ساتھ پڑھیں۔ آپ کی بہن پر بندش ہے۔ ان کے لیے آپ یا کوئی گھر کا ایک فرد پڑھے۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ دعا کریں رشتہ جلد اور اچھی جگہ پر ہو جائے۔ بعد نماز عشاء سورۃ عبس 11 مرتبہ روزانہ پڑھتے وقت تصور ہو کہ جو بندش ہے وہ ٹوٹ رہی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲:۔ جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل (اول وآخر 3'3 مرتبہ درود شریف) پڑھ کر دم کر دیں چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔ لڑائی جھگڑے نہیں ہوں گے۔

مسئلہ نمبر ۳:۔ بھائی ہر نماز کے بعد 41 مرتبہ سورۃ قریش پڑھا کرے، کاروبار کے لیے۔ اول وآخر 7'7 مرتبہ درود شریف۔

خالدہ...... فیصل آباد

جواب:۔ مسئلہ نمبر ۱'۲:۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر رشتے کے لیے دعا کریں۔ بعد نماز مغرب 21'21 مرتبہ سورۃ فلق، سورۃ الناس پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں۔ رشتے میں جو رکاوٹ بندش ہو ختم ہو جائے دعا بھی کریں۔

دعا کریں کہ جہاں حق میں بہتر ہو وہاں رشتہ ہو۔

علینہ نواز...... سرگودھا

جواب:۔ نماز کی پابندی کریں۔ اپنا پڑھائی کا وقت متعین کریں۔ جب پڑھنے بیٹھیں 11 مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھیں۔

ناھید...... سرگودھا

جواب:۔ امتحان میں کامیابی کے لیے ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ سورۃ قریش۔

مسئلہ نمبر ۲:۔ صبح نہار منہ 41 مرتبہ ”یا علیم“ پانی پر دم کر کے بچے کو پلائیں۔ ان شاء اللہ حافظہ قوی ہو جائے گا۔

شائستہ...... شیخوپورہ

جواب:۔ نماز کی پابندی کریں۔ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان 41 مرتبہ سورۃ الفاتحہ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنے پورے جسم پر دم کریں۔

مغرب کی نماز کے بعد سورۃ الفلق اور سورۃ الناس 21'21 مرتبہ اول وآخر 7'7 مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں۔ حکیمی علاج شروع کریں۔ وظیفہ جاری رکھیں۔ ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

فرح مرزا...... کراچی

جواب:۔ اللھم انا نجعلك فی نحورھم ونعوذبك من شرورھم ہر فرض نماز کے بعد 11 بار پڑھیں۔

اے اللہ نجات دے مجھے ان لوگوں کی نحوست اور ان کے شر سے۔

بچوں پر کچھ ناراضی کا بھی کبھی کبھی رویہ رکھا کریں۔

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔

rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے ستمبر ۲۰۱۲ء

نام............ والدہ کا نام............ گھر کا مکمل پتا............

....

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں............

آپ کی صحت

ہومیوڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

عدیل طارق لاہور سے لکھتے ہیں کہ بچپن سے لکنت کا شکار ہوں۔ بہت علاج کیا فرق نہیں پڑتا۔

محترم آپ STARAMONIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیا کریں۔

شمائلہ اختر جہلم سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں یہ ہومیوپیتھک کی عام دوا ہے تمام ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جاتی ہے۔

فرحت اشرف سیدوالہ سے لکھتی ہیں کہ میری دوست کا مسئلہ ہے اور میری امی کے منہ سے خون کی طرح کا پانی جاتا ہے۔

محترمہ آپ دوست کے لیے میرے کلینک سے BREAST BEAUTY منگوالیں اور امی کو MERESOL 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

م۔ن حفیظ سمندری سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ ALUMINA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں انشاء اللہ تمام مسئلے حل ہوجائیں گے۔

ف ع ہزارہ سے لکھتی ہیں کہ میری رنگت گہری سانولی ہے اور چہرے پر وائٹ اور بلیک ہیڈ نکلتے ہیں اس کے علاوہ میری عمر25 سال ہے قد چھوٹا ہے۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور JODUMIM کے پانچ قطرے پندرہ دن میں ایک مرتبہ لیں۔ یہ ادویات آپ کے شہر میں کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائیں گی۔

عائشہ سلیم سمندری سے لکھتی ہیں کہ میرے شوہر کو اکثر نزلہ زکام رہتا ہے ڈاکٹر کہتے ہیں ناک کی ہڈی بڑھ گئی ہے۔ آپریشن کیا جائے گا آپ بتائیں کہ کیا کیا جائے۔

محترمہ آپ ان کو AGRAPHES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیا کریں۔

نوریا بھٹی جہلم سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ HAIR GROWER کا استعمال جاری رکھیں اس کے علاوہ FIVE PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور GRAPHITES 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن لیں۔

طیبہ افتخار دینہ سے لکھتی ہیں کہ ہیں مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ BORAX 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور JODUM-IM کے پانچ قطرے ہر پندرہ دن میں ایک بار لیں۔ مبلغ900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

فرخندہ ناز گڑھا موڑ سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

کول شور کوٹ سے لکھتی ہیں کہ رنگ گورا کرنے کے لیے دوا بتائیں JODUM-IM یہاں نہیں ملی بریسٹ میں گلٹی ہے میرے سینہ میں درد ہوتا ہے سینے سے اوپر گلے کے نیچے سینہ باہر کی طرف ہے ہڈی باہر کی طرف ہے۔

محترم جوڈم ون ایم تمام ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائے گی۔ اس کے علاوہ آپ GRAPHITE 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ گلٹی کے لیے CALCIUM FLOUR 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں۔

BREAST BEAUTY کے استعمال سے صحیح شیپ میں قدرتی حسن بحال ہوجاتا ہے۔ کزن کو HAIR GROWER استعمال کرائیں اور JABORANDI-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلائیں۔

حافظ عبدالعزیز کوٹ ادو سے لکھتے ہیں کہ خاص وقت سرعت انزال کی شکایت ہے بہت پریشان ہوں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

کنول لاہور سے لکھتی ہیں کہ والدہ کے کندھوں میں چند ماہ سے شدید درد ہے۔ یورک ایسڈ بڑھا ہوا ہے دوسرے مجھے شدید قسم کی کمزوری ہے لو پریشر رہتا ہے۔

محترمہ آپ والدہ کو COLCHICUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں اور آپ FERRUM PHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں۔

مسز شاہد ملک راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ اپنا تفصیلی حال لکھ رہی ہوں کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ BRYTAMUR 3X کی ایک گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور GYMNIMASILVESTIA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت کھانے کے فوراً بعد پی لیں۔

گل سراج بھاولپور سے لکھتی ہیں کہ آپ نے مٹاپے کے لیے مائی ٹولا کا بتائی تھی اس سے میرا وزن کم نہیں ہوا آپ صرف سینہ کم کرنے کی دوا بتائیں تو مٹاپا کوئی مسئلہ نہیں رہے گا۔

محترمہ آپ CHIMAPHILA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ آپ کو بریسٹ بیوٹی گھر پہنچ جائے گا۔

آر احمد رجوعہ سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز کردیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA-Q اور FUCUSVES Q کے دس دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں پیدل زیادہ چلا کریں۔

میرال حسین ڈیرہ غازی خان سے لکھتی ہیں کہ میرا رنگ سانولہ ہے جس کی وجہ سے میں احساس کمتری کا شکار ہوں۔ دوسرے پنڈلیوں اور بازوؤں کا فالتو گوشت اور بریسٹ لٹکے ہوئے ہیں کیا BREAST BEAUTY کے استعمال سے مسئلہ حل ہوجائے گا۔

محترمہ آپ SABASERULATTA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور JODUM-1000 کے پانچ قطرے ہر پندرہ دن بعد لیں۔ BREAST BEAUTY کو مسلسل تین ماہ استعمال کریں۔ اس کے لیے 550 روپے کا منی آرڈر کردیں۔ آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

نرگس جمال کراچی سے لکھتی ہیں کہ مجھے APHRODITE کی ضرورت ہے۔ میں آپ کے کلینک تک نہیں پہنچ سکتی۔ اسے کیسے حاصل کروں۔

محترمہ آپ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ آپ کو افروڈائٹ گھر پہنچ جائے گی۔ اس کے استعمال سے فالتو بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

نیناں علی احسان پور سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے اور پورے جسم پر بال ہیں کیا افروڈائٹ کے استعمال بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے دوسرا مسئلہ میرا رنگ کالا ہے۔

محترمہ آپ OLIUMJACC 3X کی ایک گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور JODUM-1000 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر پندرہ دن بعد لیں۔ مبلغ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے بیرونی استعمال سے بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

رانا محمد خالد لودھراں سے لکھتے ہیں کہ میرے سر کے دونوں طرف کے بال گر رہے ہیں۔ جب نہا کر سر پر ہاتھ پھیرتا ہوں تو کافی بال ہاتھوں میں آجاتے ہیں دوسرے میری بہن کی عمر 16 سال ہے قد چھوٹا ہے۔

محترم قد بڑھانے کے لیے CALCIUM PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ لیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن لیں۔ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ بال گرنا بند ہوں گے اور گرے ہوئے بالوں کی جگہ نئے بال پیدا ہوں گے۔ ان شاء اللہ

نازیہ عارف ایبٹ آباد سے لکھتی ہیں کہ میری بھتیجی عمر دس سال بال تیزی سے گر رہے ہیں۔ سفید بھی ہورہے ہیں بھابی کو بھی گنج پن ہورہا ہے۔ بچوں کو دود پلانے سے دونوں طرف کے سائز میں فرق پڑ گیا ہے۔ مجھے بھی حسن نسواں کی کمی ہے۔

محترمہ آپ میرے کلینک کے نام پتے پر 600 روپے فی بوتل کے حساب سے منی آرڈر کردیں۔ ہیئر گروور آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے بال گرنا بند ہوں گے اور نئے بال مضبوط پیدا ہوں گے۔ گنج پن ختم ہوجائے گا۔ آپ SABALSERU-Q کے دس قطرے تین وقت روزانہ لیں۔

بنت اصغر حاجی والا سے لکھتی ہیں کہ ماہانہ نظام خراب ہے کئی ماہ تک غائب رہتا ہے۔ اخراج کبھی بہت زیادہ ہوتا ہے کبھی بالکل نہیں ہوتا۔ میری بہن کا کان بند ہے سننے میں بہت دقت محسوس ہوتی ہے۔

محترمہ آپ SENECIO 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ بہن کو کان کے ڈاکٹر کو دکھائیں۔

مس شمس شاہ کوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرے بریسٹ میں زہر باد ہے جس کی وجہ سے بریسٹ میں درد ہوتا ہے۔ آپ نے مجھے CONIUM 30 بتائی تھی اس دوا سے فرق تو بہت پڑا ہے مگر مکمل شفاء نہیں ہوئی آپ ایسی دوا بتائیں کہ مکمل آرام آجائے۔

محترمہ آپ COMUM 200 پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ایک مرتبہ روزانہ لیں مکمل آرام نہ آنے کی صورت میں مقامی ڈاکٹر کو دکھائیں۔

نورین خان ملتان سے لکھتی ہیں کہ میری دور کی نظر بہت کمزور ہے کوئی اچھے سے قطرے بتائیں اس کے علاوہ میرے چہرے پر 15 تل ہیں جو بہت برے لگتے ہیں۔

محترمہ آپ CINERARIA DROPS آنکھوں میں ڈالا کریں اور THUJA-Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت لیں اور اسی دوا کو تلوں پر لگایا کریں۔

ف س کوٹلی سے لکھتی ہیں کہ میرے ہاتھ پیر سن ہوجاتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

محترمہ آپ FERRUM PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں۔ اس کی کئی وجوہ ہوتی ہیں۔

مسز محمود گجرات سے لکھتی ہیں کہ بچہ کوئی نہیں ہے اخراج زیادہ دیر تک رہتا ہے ایک ٹیوب بند ہے رپورٹ دیکھ کر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ ASOKA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

کرن شاہ نیا لاہور سے لکھتی ہیں کہ میرے منہ سے بدبو آتی ہے۔ مسوڑھے سوجے ہوئے ہیں برش کرنے سے خون بھی آتا ہے۔

محترمہ آپ MERCSOL 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

حذیفہ ساجد بھلوال سے لکھتے ہیں کہ میں اپنے ہاتھوں اپنی صحت برباد کرچکا ہوں۔ بہت پریشان ہوں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

سید ماہر حسین لودھراں سے لکھتے ہیں کہ میرے معدہ میں تیزابیت گیس رہتی ہے گرم چیز کھانے سے درد شروع ہوجاتا ہے۔

محترم آپ NATRUM PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھانے سے پہلے کھائیں۔ ان شاءاللہ شفا حاصل ہوگی۔

راشد شہزاد پور سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 28 سال ہے میرے سر کے بال آگے سے گر رہے ہیں۔ HAIR GROWER کے بارے میں تعریف سنی ہے کیا وہ

استعمال کرسکتا ہوں۔ کتنے عرصہ استعمال کرنا ہوگا۔ دوسرا مسئلہ ہے کہ چہرے پر دانے نکلتے ہیں آرام ہوتے ہی دوسرے نکل آتے ہیں۔

محترم آپ HAIR GROWER کے لیے 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ آپ کو چار پانچ بوتل استعمال کرنا ہوں گی۔ ان شاء اللہ گنجا پن بالکل ختم ہوجائے گا۔ اس کے علاوہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

نازیہ خان گجرات سے لکھتی ہیں کہ میں آپ کو چوتھی یا پانچویں بار خط لکھ رہی ہوں میں نے آپ کو اگست میں ایفروڈائٹ کے لیے منی آرڈر کیا تھا دوا مجھے آج تک نہیں ملی ہے۔

محترمہ آپ نے نہ جانے کس طرح خط لکھے جو ہمیں نہیں ملے ہم ہر خط کا جواب شامل اشاعت کرتے ہیں اس طرح آپ نے منی آرڈر کس طرح کیا جو آج تک ہمیں نہیں ملا۔ 2011ء کا ریکارڈ بھی اب تلف کیا جاچکا ہے۔ اگر دس دن کے اندر دوا نہیں ملتی تو فون پر رابطہ کیا جانا چاہیے۔ منی آرڈر کی وصولی کے فوراً بعد دوا ارسال کردی جاتی ہے۔

شبنم مصطفیٰ کمالیہ سے لکھتی ہیں کہ میں نے اپنا مسئلہ لکھا تھا میرے چہرے پر بہت زیادہ بال ہیں تقریباً چہرا ابھرا ہوا ہے۔ تھوڑی پر موٹے بال ہیں آپ نے APHRODITE دوا تجویز کی تھی۔ ایک بات اور بتادوں کہ اپنا رنگ صاف کرنے کے لیے مختلف کریمیں استعمال کررہی ہوں۔ کیا ایفروڈائٹ استعمال کرنے کے لیے کریم چھوڑنی پڑے گی برائے مہربانی استعمال کی ترکیب تفصیل سے لکھیے گا۔

محترمہ APHRODITE کی ترکیب استعمال ہر بوتل پر لکھی ہوتی ہے۔ اسے رات کو لگا کر صبح منہ دھونا ہوتا ہے کوئی بھی کریم دن میں استعمال کرسکتی ہیں۔

حناء گکھڑ سے لکھتی ہیں کہ میرا، میری کزن کا مسئلہ ہے ہمارا قد چھوٹا ہے عمر 23'21 سال ہے۔

محترمہ 20 سال کی عمر کے بعد قد نہیں بڑھا کرتا اس کے لیے 16'17 سال کی عمر میں توجہ دینی چاہیے۔

پروین رسول نگر سے لکھتی ہیں کہ چہرے پر دانے نکلتے ہیں داغ چھوڑ جاتے ہیں چہرا بہت ہی خراب ہوگیا ہے۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

روبی انعم آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 25 سال بہن کی عمر 30 سال نسوانی حسن نہ ہونے کے برابر ہے۔

محترمہ اس مسئلہ میں 16'17 سال کی عمر میں توجہ دینی چاہیے تھی تو علاج سے بھرپور فائدہ حاصل ہوتا ہے اس عمر میں معمولی بہتری آسکتی ہے۔

عمران ارشاد کراچی سے لکھتے ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور بیگم کو SENECIO 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

ممتاز بیگ کراچی سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز فرمائیں۔

محترم آپ KALIPHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں۔

معائنہ اور باقاعدہ علاج کے لیے تشریف لائیں۔ صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے۔ فون 021-36997059

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5 'KDA فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2' سیکٹر 14-B' نارتھ کراچی۔

خط لکھنے کا پتا:۔ آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

مینگو آئسکریم

اجزاء:۔

دودھ 2 لیٹر
کارن فلور 2 کھانے کے چمچے
کنڈینشڈ ملک ایک عدد ٹن پیک
آم کا گودا 6 پیالی
چینی 2 پیالی
سجاوٹ کے لیے کریم، چیری اور مینگو شیک

ترکیب:۔

دیگچی میں دودھ ابالیں۔ کارن فلور ٹھنڈے پانی میں گھول کر دودھ میں شامل کر لیں۔ ہلکی آنچ پر پکاتے ہوئے دودھ میں چینی شامل کریں۔ گاڑھا ہونے پر چولہے پر سے اتار لیں۔ بلینڈر میں آم کا گودا پیسٹ تیار کریں۔ اس میں دودھ مکس کر کے فریزر میں ٹھنڈا ہونے کے لیے رکھ دیں۔ آئس کریم پیش کرنے پر ایک ڈش میں مینگو شیک ڈالیں درمیان میں چیری رکھ کر کناروں پر مینگو آئسکریم کے ٹکڑے رکھیں۔ فریش کریم سے سجا کر پیش کریں۔

طیبہ شیریں......کوری خدا بخش

فنگر چپس

اجزاء:۔

آلو 4 عدد
خشک دودھ ایک کپ
نمک حسب ذائقہ
آئل ڈیپ فرائی کے لیے

ترکیب:۔

آلو فنگر چپس کی طرح کاٹ لیں اور ان پر نمک چھڑک کر اچھی طرح مکس کر لیں پھر ان پر خشک دودھ ڈال کر انہیں دو منٹ کے لیے فریزر میں رکھ دیں۔
کڑاہی میں تیل خوب گرم کریں اور چولہا آہستہ کر کے خشک دودھ لگے آلو اس میں ڈال دیں اور گولڈن فرائی ہونے پر نکال لیں۔ کیچپ یا چٹنی کے ساتھ یا پھر شام کی چائے کے ساتھ مزہ لیں۔

ناز سلوش ڈشے......میر پور، آزاد کشمیر

میٹھا پراٹھا

اجزاء:۔

گندم کا آٹا 2 پیالی
میدہ ایک پیالی
انڈہ ایک عدد
چینی حسب ضرورت
پستہ، بادام، ناریل حسب ضرورت (باریک کٹا ہوا)
گھی حسب ضرورت

ترکیب:۔

آٹا اور میدہ کو چھان کر دودھ یا پانی سے گوندھ لیں۔ اس میں انڈا اور چینی پھینٹ کر شامل کر دیں مزید کچھ دیر گوندھیں اور جس طرح ورقی والے چورس پراٹھے بنائے جاتے ہیں اس طرح بنا لیں توے پر سینک کر بالائی یا کریم کے ساتھ سحری میں کھائیں۔

صائمہ احمد سحر......گاؤں بھابڑہ

چھولوں کی چاٹ

اجزاء:۔

سفید چھولے آدھا کلو
پیاز 3 عدد (چوپ کر لیں)
ٹماٹر کٹے ہوئے (ایک کپ)
املی کا پیسٹ ایک کپ
کٹی ہری مرچ 2 چائے کے چمچ
آلو ابلے ہوئے (ایک کپ)
سفید زیرہ (بھون کر پیس لیں) 3 چائے کے چمچ
لیموں 2 یا تین عدد (رس نکال لیں)
ہرا دھنیا ایک گٹھی
نمک حسب ذائقہ
لہسن (پسا ہوا) ایک چائے کا چمچ
سرکہ 2 چائے کا چمچ

ترکیب:۔

چھولوں کو سوڈا ملے پانی میں رات بھر کے لیے بھگو دیں۔ اس کے بعد پانی پھینک کر نمک ملے پانی میں ابال کر نتھار لیں۔ آلو ابال لیں۔ ایک پیالے میں چھولے، پیاز، ٹماٹر، املی پیسٹ، ہری مرچ، زیرہ، لیموں کا رس، ہرا دھنیا، نمک، پسا لہسن اور سرکہ ڈال کر مکس کر لیں۔ ہرا دھنیا ہری مرچ سے سجاوٹ کر کے پیش کریں۔

رابیل کنول حلیمہ......ڈی آئی خان

کوٹیج چیز رول

اجزاء:۔

کوٹیج چیز 16 اونس
ہرا دھنیا 4 کھانے کے چمچ
نمک حسب ضرورت
کالی مرچ آدھا چائے کا چمچ
ہری مرچ (باریک کٹی ہوئی) ایک کھانے کا چمچ
انڈے کی زردی 4 عدد
رول کی پٹیاں ایک درجن

ترکیب:۔

ایک برتن میں کوٹیج چیز، ہرا دھنیا، کالی مرچ، ہری مرچ، نمک اور انڈے کی زردی کا مکسچر بنا لیں۔ اب رول کی پٹیوں میں اس مکسچر کی فلنگ کریں۔ پھر ہلکی آنچ پر گولڈن براؤن ہونے تک فرائی کریں۔ گرما گرم رول کو کیچپ کے ساتھ پیش کریں۔

نبیلہ اسلام......سرگودھا

تندوری فش

اجزاء:۔

مچھلی ایک کلو
لال مرچ 2 چائے کے چمچ
چاٹ مسالا ایک چائے کا چمچ
نمک حسب ذائقہ
لیموں کا رس 2 چائے کے چمچ
سرکہ 2 چائے کے چمچ
پسی ہوئی ادرک 2 کھانے کے چمچ
تیل ایک کھانے کا چمچ
لال رنگ ایک چٹکی

ترکیب:۔

مچھلی دھو کر خشک کریں۔ پھر گہرے کٹ لگائیں پیالے میں تمام اجزاء ڈال کر ملا لیں۔ مسالا لگی ہوئی مچھلی کو تندور میں گرل کیا جاتا ہے آپ اسے سیخوں پر لگا کر اوون میں 180 ڈگری سینٹی گریڈ پر 15 سے 20 منٹ تک گرل کریں یہ میری فیورٹ ڈش ہے ضرور ٹرائی کریں اور داد سے نوازیں۔ شکریہ

انعم حسن گجر

کشمیری چائے

اجزاء:۔

کشمیری چائے کی پتی 2 کھانے کے چمچ
چھوٹی الائچی 6 عدد
دار چینی ایک ٹکڑا
سوکھا دودھ 4 کھانے کے چمچ
تازہ دودھ ایک پیالی
چینی 3 چمچ
پانی 6 پیالیاں
خشک میوے (کٹے ہوئے) حسب ضرورت

ترکیب:۔

دیگچی میں پانی ابالیں۔ ململ کے کپڑے میں پتی باندھ لیں اور پوٹلی کو پانی میں ڈالیں پھر الائچیاں اور دار چینی ڈال کر پکائیں۔ جب پانی چار پیالی رہ جائے تو اس میں تازہ دودھ، سوکھا دودھ اور چینی ڈال دیں۔ اسے اچھی طرح مکس کر کے پکائیں یہاں تک کہ رنگ گلابی ہو جائے۔ پھر خشک میوے ڈال کر پیش کریں۔

فریحہ شبیر......شاہ نکڈر

آلو کی بھجیا

اجزاء:۔

آلو ابلے ہوئے 4 سے 5
کٹی ہوئی لال مرچ 2 کھانے کے چمچ
ٹماٹر، پیاز ایک ایک عدد
نمک حسبِ ضرورت
دھنیا حسبِ ضرورت
انڈے 2 عدد
گھی آدھا کلو

ترکیب:۔
آلوؤں کو ابال کر پیس لیں۔ اس میں لال مرچ، ٹماٹر، پیاز، نمک، دھنیا ڈال کر مکس کر لیں۔ جب یہ سب مکس ہو جائیں تو کباب کی طرح شکل بنا لیں۔ یہ جو مکس کیا ہوا ہے پھر اسے انڈے میں ڈال کر گھی میں تل لیں اور پلیٹ میں نکال کر پیش کریں۔ آلو کی بھجیا تیار ہے۔

عالیہ کاظمی حالی...... کھوٹہ

چکن پزا

اجزاء:۔
انڈے 3 عدد
مرغی کا گوشت ڈیڑھ پاؤ (باریک ٹکڑے کر لیں)
گاجر 100 گرام
ہری پیاز 3 عدد
اجینوموتو آدھا چائے کا چمچ
نمک حسبِ ضرورت
چینی ایک چائے کا چمچ
آئل 3 کھانے کے چمچ
ہری مرچ 6 عدد

ترکیب:۔
مرغی کے گوشت کے ٹکڑے ابال لیں۔ گاجر، ہری پیاز، ہری مرچ، لہسن کھانے کے تین چمچ تیل میں بھون لیں۔ جب یہ آمیزہ ٹھنڈا ہو جائے تو اس میں تمام مسالے بمع سرخ مرچ کے شامل کر کے پزا روٹی پر پھیلا دیں اور اسے اوون ٹرے میں رکھ دیں۔ بیک ہونے پر نکال لیں اور پیش کریں۔

صنم ناز...... گوجرانوالہ

مزے دار چٹنی

اجزاء:۔
املی (بیج نکال کر) آدھا سیر
لہسن، ادرک آدھی آدھی چھٹانک
سرخ مرچ آدھی چھٹانک (پسی ہوئی)
کشمش آدھا پاؤ
چینی ایک پاؤ
نمک ایک چھٹانک
سرکہ عمدہ آدھی بوتل

ترکیب:۔
املی کے بیج نکال کر اسے صاف کر لیں۔ لہسن اور ادرک کوٹ کر رکھ لیں۔ کشمش صاف کر کے دھو لیں۔ اب ان سب چیزوں کو دیگچی میں ڈال کر نمک، سرخ مرچ بھی ڈال دیں اور سرکہ بھی ڈال کر ایک گھنٹہ کے لیے رکھ دیں۔ پھر اسے چولہے پر رکھ کر اچھی طرح پکا لیں۔ آدھا گھنٹہ پکانے کے بعد دیکھ لیں کہ املی تھوڑی گاڑھی ہو گئی ہے تو چینی ڈال کر پکاتی جائیں جب یہ سب یک جان ہو جائیں یعنی گاڑھی چٹنی کی صورت اختیار کر جائے تو اتار لیں ٹھنڈا ہونے پر شیشے کی بوتل میں ڈال لیں اور رمضان میں پکوڑوں کے ساتھ تناول فرمائیں۔

صبا نواز بھٹی...... سانگھڑ

چائنیز پکوڑے

اشیاء:
بند گوبھی 1 پاؤ
ہری پیاز 4 عدد
گاجر 2 عدد
انڈے 2 عدد
پیاز 1 عدد
ہرا دھنیا 1/2 پیالی
ہری مرچیں 4 عدد
تیل تلنے کے لیے حسبِ ضرورت
نمک، مرچ حسبِ پسند
میدہ 1 پیالی
سرکہ 2 چمچ

ترکیب:
تمام سبزیوں کو کاٹ لیں۔ انڈے پھینٹ کر ان میں میدہ، نمک، مرچ اور سرکہ ملائیں۔ اچھی طرح یکجان کر لیں پھر سبزیاں ملا کر اچھی طرح مکس کریں۔ تیل گرم کر کے پکوڑوں کو دونوں جانب سے فرائی کر لیں۔

(طیبہ شیریں...... کوری خدا بخش)

شربت بادام

اجزاء
بادام (چھلے ہوئے) آدھا کلو
شکر ایک کلو
پانی ایک کلو

ترکیب!
شکر اور پانی کا شیرہ بنا لیں۔ بادام پیس کر شیرے میں ڈال کر پکائیں۔ گاڑھا ہونے پر چولہا بند کر دیں۔ ٹھنڈا کر کے بوتل میں بھر لیں۔
(نوٹ):۔ شربت بناتے وقت پاؤ گلاس شربت اور باقی دودھ یا پھر پانی ڈالیں۔ برف کے کیوبز ڈال کر شربت بادام پئیں اور ذہن کو فریش کر لیں۔

(ارم رحمن۔ کراچی)

لذیذ چائنیز رول

اشیاء:
گوشت (پسندے) آدھا کلو
ادرک (باریک چوپ کی ہوئی) کھانے کا ایک چمچہ
پیاز بڑی (چوکور ٹکڑے کر لیں) ایک عدد
لہسن (چوپ کیا ہوا) کھانے کا ایک چمچہ
بند گوبھی (چوپ کی ہوئی) آدھی پیالی
گاجر (کدوکش کر لیں) آدھی پیالی
ہری پیاز (چوپ کی ہوئی) ایک چوتھائی پیالی
تیل کھانے کے تین چمچے
سویا ساس کھانے کا ایک چمچہ
ہرا دھنیا (چوپ کیا ہوا) کھانے کے دو چمچے
پودینہ (چوپ کیا ہوا) کھانے کے دو چمچے
ہری مرچ (چوپ کی ہوئی) کھانے کے تین چمچے
نمک حسبِ ذائقہ
سیاہ مرچ پاؤڈر چائے کا آدھا چمچہ
چائنیز نمک چائے کا آدھا چمچہ
رول پٹی حسبِ ضرورت
تیل (تلنے کے لیے) حسبِ ضرورت

ترکیب:
گوشت کو ابال کر ریشے الگ کر لیں۔ اب پتیلی میں تیل گرم کر کے اس میں پیاز ڈال کر گولڈن براؤن کریں۔ اب اس میں لہسن، ادرک، گوشت، نمک، سیاہ مرچ پاؤڈر، چائنیز نمک ڈالیں۔ تھوڑی دیر بعد بند گوبھی، گاجر، ہری پیاز، سویا ساس، پودینہ، ہرا دھنیا، ہری مرچیں ڈال کر دو منٹ دم پر رکھیں ٹھنڈا کر کے رول پٹی میں بھر کر رول بنا لیں۔ گرم تیل میں درمیانی آنچ پر ڈیپ فرائی کریں اور خوب مزے لے کر کھائیں اور ہاں مجھے بھی یاد رکھنا او کے۔

(طاہرہ ملک...... جلال پور پیروالا)

نمکین گوشت

اجزاء:۔
بیف (بڑا پیس) ڈیڑھ کلو
نمک حسبِ ذائقہ
پانی ڈیڑھ کلو
کالی مرچ (ثابت) پندرہ دانے
مٹر اُبلے ہوئے ڈیڑھ کپ
گاجر گول کٹی ہوئی ایک کپ
آلو چنک کٹ دو عدد

ترکیب:۔
گوشت کو دھیمی آنچ پر پانچ سے چھ گھنٹے پکائیں۔ جب تیل اوپر آ جائے تو دونوں اطراف سے سینک لیں۔

(نزہت جبین ضیاء۔ کراچی)

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

ہاتھوں کی دلکشی برقرار رکھنے کے طریقے

ہاتھ انسانی جسم کا بہت ہی اہم اور نمایاں عضو ہے' جس طرح چہرہ خوب صورت اور تروتازہ رکھنے کے لیے کوششیں کی جاتی ہیں اسی طرح ہاتھ بھی ہماری توجہ کے مستحق ہیں۔

ذیل میں ہاتھوں کو خوب صورت بنانے کے لیے کچھ ورزشیں اور ٹوٹکے دیئے جارہے ہیں جو یقیناً آپ کے لیے فائدہ مند ہوں گے۔

ہاتھوں کی ورزش:

ہاتھوں کی باقاعدہ ورزشیں بھی ہیں جن کے ذریعے ان کی خوب صورتی میں اضافہ کیا جاسکتا ہے اگر دن میں ایک مرتبہ ہاتھوں کی ورزشیں کرلی جائیں تو یہ بے حد مفید ثابت ہوتی ہیں۔

طریقہ نمبر1۔

ایک ہاتھ کے انگوٹھے اور انگلیوں سے دوسرے ہاتھ کی کلائی کو پکڑیں اور پکڑے ہوئے ہاتھ کی مٹھی بنا کر سیدھی طرف اور پھر الٹی طرف گھمائیں' باری باری یہ ورزشیں دونوں ہاتھوں پر کریں' دن میں ایک مرتبہ تھوڑی دیر کے لیے یہ ورزشیں کریں۔

طریقہ نمبر2۔

میز پر ایک ہاتھ پھیلا کر رکھیں اور دوسرے ہاتھ سے پہلے ہاتھ کی انگلی کو باری باری پکڑ کر پیچھے کی طرف کھینچیں' یہاں تک کہ انگلیاں کھنچ جائیں۔ یہ عمل باری باری دونوں ہاتھوں پر دہرائیں۔ یہ ورزشیں دن میں ایک مرتبہ پانچ سے چھ بار کریں لیکن دھیان رہے کہ یہ عمل ایک بار ہی میں پورا کریں اور وقفہ نہ دیں۔

طریقہ نمبر3۔

میز پر پہلے ہاتھ کی انگلیوں کے پوروں کے سرے ٹکائیں اور پھر آہستہ آہستہ انگلیوں پر زور دیتے ہوئے میز کی سطح پر ساری ہتھیلیاں پھیلا دیں۔ اس دوران مٹھیوں کو اس طرح بند کریں کہ چاروں انگلیاں اندر کی طرف رہیں اور انگوٹھا اوپر کی طرف۔ اس طرح یہ عمل کئی مرتبہ کریں' یہ ورزش بھی روزانہ کی جانے والی ہے اس ورزش سے ہاتھوں اور انگلیوں میں خون کی گردش تیز ہوتی ہے جس سے ان کی خوب صورتی میں اضافہ ہوتا ہے۔

ہاتھوں کی خوب صورتی کے لیے چند گھریلو نسخے

+ عرق لیموں میں ہم وزن گلیسرین ملا کر اس میں ایک چھوٹا چمچہ بورک ایسڈ پاؤڈر (جو کیرم بورڈ پر چھڑکا جاتا ہے) ڈال کر تینوں کو اچھی طرح یکجا کرلیں اور شیشی میں بھر کر رکھ لیں۔ یہ آمیزہ کریم کی طرح بن جائے گا' اس کریم کو ہاتھ دھونے کے بعد دن میں دو تین بار ضرور استعمال کریں۔ یہ ہاتھوں کی رنگت نکھارنے میں بے مثال ہے اور اس سے ہاتھ اور انگلیاں بھی نرم و ملائم رہتی ہیں۔

+ خالص روغن بادام سے رات کو سوتے وقت ہاتھوں کی مالش کریں اور ہاتھ دھوئے بغیر سوجائیں' اس سے ہاتھ و انگلیاں ملائم ہوجاتی ہیں اور رنگت بھی نکھرنے لگتی ہیں۔

+ کپڑے دھونے سے پہلے ہاتھوں پر کوئی بھی چکنی چیز یعنی کولڈ کریم یا سرسوں کے تیل وغیرہ سے ہاتھ پر مالش کرلینی چاہیے تاکہ صابن اور واشنگ پاؤڈر میں پایا جانے والا کاسٹک سوڈا ہاتھوں کی

ملائمت اور خوب صورتی کو ختم نہ کرسکے۔

جھریاں دور کرنے کا طریقہ:

+ ہاتھوں اور انگلیوں کی جلد کی دیکھ بھال نہ کی جائے تو ان پر جھریاں پڑنے لگتی ہیں' جس سے سارا تاثر زائل ہوجاتا ہے اگر آپ بھی ایسے مسئلے سے دوچار ہیں تو پھر مندرجہ ذیل طریقے آزمائیں۔

ہاتھوں کا ماسک:

+ ہاتھوں پر ماسک لگانے کا طریقہ یہ ہے' ایک چٹکی پھٹکری اور ایک انڈے کی سفیدی لے کر دونوں کو باہم ملا کر خوب پھینٹیں اور پھر اسے ہاتھوں اور انگلیوں پر لگا کر تھوڑی دیر تک مالش کریں اور بیس منٹ بعد نیم گرم پانی سے دھولیں پھر تولیہ سے خشک کرکے کوئی سا بھی ہینڈ باڈی لوشن لگالیں' ہفتے میں دو تین بار یہ عمل کریں۔

مساج:

+ ہاتھوں کا مساج بالکل ایسے ہی ہے جیسے ہم اپنے جسم کا مساج کرتے ہیں' مساج کرنے سے ہمارے ہاتھوں کے جوڑ نرم پڑنے لگتے ہیں۔ خون کا دوران تیز ہوتا ہے' جس کی وجہ سے جلد کو تازگی و تندرستی ملتی ہے۔ مساج کے لیے کوئی سی بھی کولڈ کریم یا زیتون کا تیل استعمال کیا جاسکتا ہے۔

مساج کرنے سے پہلے ایک ہاتھ کی پشت پر کریم لگائیں اور دوسرے ہاتھ سے اسے اس طرح پکڑلیں کہ چاروں انگلیاں ہاتھ کی ہتھیلی پر ہوں اور انگوٹھا ہاتھ کی پشت پر ہو۔

اب انگوٹھے کی مدد سے پہلے ایک ایک پور پر اور پھر اسی طرح تمام انگلیوں کی پشت پر انگوٹھے کی مدد سے گولائی کی شکل میں مساج کریں' اس کے بعد دوسرے ہاتھ پر بھی اسی طرح مساج کریں یہ عمل ہفتے میں کم از کم دو بار ضرور کریں اور اپنی خوب صورتی میں اضافہ کریں۔ امید ہے طریقہ پوری طرح آپ کو سمجھ آگیا ہوگا' دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اب اجازت خدا حافظ۔

فرح طاہر قریشی...... ملتان

اگر آپ کے سر میں خشکی ہے تو......!

سردیوں کے موسم میں ہر ایک کا مسئلہ ہوتا ہے کہ بال تیزی سے گررہے ہیں چونکہ سردیوں کے موسم میں ہماری جلد خشک ہوجاتی ہے تو بال گرنا شروع ہوجاتے ہیں اور بالوں میں خشکی ہوجاتی ہے۔ خشکی ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ اپنے بالوں میں نہانے سے ایک گھنٹہ قبل تیل لگالیا کریں اگر زیتون کے تیل میں ادرک اور لہسن کا پیسٹ شامل کرکے لگائیں تو اس سے پندرہ دنوں میں آپ کے سر سے خشکی ختم ہوجائے گی اور بال مضبوط بھی ہوں گے۔

اگر آپ کے بال گررہے ہوں تو......!

کسٹر آئل یا سرسوں کے تیل میں گائے کا مکھن مکس کرکے ہفتے میں دو بار اپنے بالوں میں لگائیں اور پھر سر شیمپو سے دھولیں بال گرنا بند ہوجائیں گے چمک بھی آئے گی۔ چونکہ بال اکثر اوقات کمزوری یا ہارمونز کی تبدیلی یا پریشانی کی وجہ سے گرتے ہیں۔ ٹینشن نہ لیں خوش رہا کریں۔ اپنی خوراک میں پروٹین کا استعمال بڑھا دیں۔ پروٹین صرف گوشت میں ہی نہیں ملتی بلکہ پروٹین کی ایک بڑی مقدار دالوں' سبزیوں جیسے پھلیاں اور میتھی میں پائی جاتی ہے۔ گوشت کے علاوہ سبزیاں کھانے کی عادت بھی ڈالیں۔

(گڑیا رانی...... پیروال)

خواب نگر

کاغذی محبت کے
کاغذی دلاسوں پر
رنگ برنگ خوابوں کے
دیس جانے والوں کو
یہ پیغام بھی پہنچے
اس نگر کا ہر راہی
وادیٔ محبت سے
لوٹ کے جب آتا ہے
ہنسنا بھول جاتا ہے
پیار جیسے جرم کے عمر بھر تاوان میں
اپنی روح چھوڑ کر
خواب کے نگر سے بس
جسم ساتھ لاتا ہے

نازیہ کنول نازی...... بہاولنگر

غزل

بدن میرا ہی میری گور ہوتا جا رہا ہے
یہ آدم زاد آدم خور ہوتا جا رہا ہے
سلگتے روز و شب کی خود کلامی سے مسلسل
سکونِ دل میں کتنا شور ہوتا جا رہا ہے
جو رشتہ تھا میرا اس زندگی سے پختگی کا
نجانے کیوں وہ کچی ڈور ہوتا جا رہا ہے
چرا کر ان کہی سینہ سے چہرے پر سجائے
یہ دل ہمراز میرا چور ہوتا جا رہا ہے
منافق چاہتوں کے دور میں انجم ہمارا
محبت پہ یقیں کمزور ہوتا جا رہا ہے
(ارشاد انجم۔لاہور)

غزل

کوئی ہے اب تک منتظر، یاد گر تمہیں ہو تو
لوٹ آؤ بے خبر، یاد گر تمہیں ہو تو
جب کتاب کھولو گے رنگ مسکرائیں گے
ٹوٹے ہوئے تتلی کے پر یاد گر تمہیں ہو تو
اب بھی جھیل آنکھوں میں چاند مسکراتا ہے
ہے وہی حسین منظر یاد گر تمہیں ہو تو
وہ شب وصل ساون سی شوخیاں تیری
پیار میں بھیگی چنر یاد گر تمہیں ہو تو
اب بھی تیری یاد کا موسم وہی ٹھہرتا ہے
پیار کا پہلا شہر یاد گر تمہیں ہو تو
جس کے سائے تلے پیار کے وعدے کیے
برگد کا بوڑھا شجر یاد گر تمہیں ہو تو
لوگ جانے کس طرح بے وفائی کرتے ہیں
تم نے کہا تھا ہم سفر یاد گر تمہیں ہو تو
یہی خنک شامیں تھیں جب تم مجھ سے بچھڑے تھے
لوٹ گیا ہے دسمبر یاد گر تمہیں ہو تو

ام ثمامہ...... جھڈو سندھ

غزل

دل کیا لگا لیا ہے
اک روگ پالیا ہے
کیوں سوچ نے ہماری
پھر اس کو جالیا ہے
مدت کے بعد ہم نے
اس کو منالیا ہے
پاگل سمجھ کے مجھ پر
پتھر اٹھالیا ہے
کسی بے وفا کو راغب
اپنا بنالیا ہے
(راغب عثمانی گیانی)

نظم

اے میرے دیس کے رہنماؤ
کرو کچھ ایسی رہنمائی کہ
یہ جو ہوس وحسد کی
آگ کے شعلے ہیں لپکے
ہماری اور......
ان پر بن کہ ابر برسو
نہ کہ شعلوں کو ہوا دو
دیکھا ہے کبھی تم نے ایسا کہ
کوئی اپنے آشیانے کو جلا کر
خاکستر کردے
اپنی عزت کو سر بازار
نیلام کردے
اپنے چمن کے پھولوں کو
راہوں کی دھول کردے
اپنے خوابوں کو فرنگیوں کی
آنکھوں کا نور کردے
اپنی غیرت کو جگاؤ کہ
اس سے پہلے خدا
یہ شعلے، نیلامی دھول
تیرے گھر کا مقدر کردے
اپنی رہنمائی کے اصولوں کو
اتنامت گراؤ کہ
کہیں اک اور بیٹی کا مقدر
عافیہ صدیقی سا کردے

مدیحہ نورین...... برنالی

آنچل کے نام

کوئی میرے درد کا درماں نہ تھا
جب تلک تو مجھے ملا نہ تھا

اب تو ہر غم، ہر دکھ تجھے سنا دیتی ہوں
تجھے پا کر میں سب کچھ بھلا دیتی ہوں
اے میرے دوست! میرے ہم راز، میرے غم گسار سن
تُو ہی میرا پہلا اور آخری ہے پیار سن
تیری ہر بات گلِ گلزار ہے، تیرا لفظ لفظ خوشبو ہے
تُو میری دھڑکنوں کا ساز ہے، میرا دل میری روح ہے
تجھ کو دیکھوں، تجھ کو سوچوں، تجھ کو ہر پل یاد کروں
اپنے دل کی دنیا تیری یادوں سے آباد کروں
اے میرے دمساز! تیری محبت میں
تیری الفت میں، تیری چاہت میں
کیسے کیسے رنگ نہیں دیکھے میں نے
کیا کیا خواب تیرے سنگ نہیں دیکھے میں نے
تُو بہار کا پُرکیف سا جھونکا لگتا ہے
تُو چاند کی چاندنی جیسا لگتا ہے
نجانے کیسی کشش آباد ہے تیرے اندر
کہ تُو مجھے اپنا اپنا سا لگتا ہے
بدمست سرد ہواؤں میں، تیرے وجود کی چھاؤں میں
ہر غم بھی مجھ کو میرا خوش نما سا لگتا ہے
اے دوست! تُو مجھے اپنا اپنا سا لگتا ہے
شمائلہ اکرام...... فیصل آباد

نظم

یہ جو چار سو
میری چاہتوں کا حصار ہے
اسے توڑ دے
ابھی وقت ہے
ابھی ضبط ہے
تو مجھے چھوڑ دے
نوشین اقبال نوشی...... گاؤں بدر مرجان

غزل

اور کیا کرتا بیان غم تمہارے سامنے
میری آنکھیں ہوگئیں پرنم تمہارے سامنے
ہم جدائی میں تمہاری مر بھی سکتے ہیں مگر
چاہتے یہ ہیں کہ نکلے دم تمہارے سامنے
جس میں ہم دونوں کے بچپن کی بھی اک تصویر ہے
ڈھونڈ کر لایا ہوں وہ البم تمہارے سامنے
آتے آتے لب پہ رہ جاتی ہیں دل کی حسرتیں
کھولتے ہیں ہم زباں کم کم تمہارے سامنے
تم سمندر کی طرح آغوش وا کرتے نہیں
ہم تو بن جاتے ہیں موجِ یم تمہارے سامنے
کس لیے تم نیند میں شرما رہے ہو اس طرح
خواب میں کیا آ گئے ہیں ہم تمہارے سامنے
(یاور عظیم)

اب کے برس

پچھلے برس بچھڑنے والو!
اب کے برس تو لوٹ آؤ
ہر برس بہت رلایا ہے تم نے
اب کے برس نہ اور رلاؤ
تیری جدائی نے بہت ستایا
اب کے برس نہ اور ستاؤ
مدت گزری تم سے بچھڑے
اب کے برس تو لوٹ کے آؤ
شگفتہ خان...... بھلوال

اجاڑ موسم میں تیری یادیں

اجاڑ موسم کی برف رت میں
تمہاری یادوں سے
جان جاناں!
حرارتیں ایسی مل رہی ہیں
رگوں میں جاری ہے
جن کے دم سے
لہو کی گردش
بکھرتے موسم میں چلنے والی
ہوائیں یخ بستہ ہو رہی ہیں
مگر میں فاتح ہوں ہر گھڑی کی
کہ میرے ہاتھوں میں ہاتھ تیرا
تمہاری چاہت کی شدتیں ہیں
تمہاری یادیں اور تم ہو
اجاڑ موسم کی برف رت میں
میرے مسیحا
میرے ساتھ تم ہو
شمائلہ...... میانوالی بنگلہ

غزل

جب بھی کوئی خوش کن لمحہ آتا ہے
خوشی کی جھانجھر بجتی ہے
بے اختیار ہنسی کی کلیاں کھل جاتی ہیں
اور پھر اچانک ہی سب بدل جاتا ہے
ہنسی میری تھم جاتی ہے
اداسی سی چھا جاتی ہے
آنکھوں میں تیری تصویر ہوتی ہے
اور پلکوں پر شبنم سی اتر آتی ہے
عندلیب مجھے یاد تمہاری آتی ہے
ہاں جانِ جاں یاد تمہاری آتی ہے
یاسمین عندلیب...... شورکوٹ کینٹ

نظم

جھیل کے کناروں پر
جو چمکتے موتی تھے
وہ میرا اثاثہ تھے
جو لرزتے رہتے تھے
میرے بامِ مژگاں پر
اور اب یہ عالم ہے
آبشاریں پانی کی
اور جھرنے اشکوں کے
ایک جیسے لگتے ہیں
اور ہم وہیں تنہا
سوچ کے جزیروں میں
تیری یاد میں گم ہیں
ہما شاہ...... ہارون آباد پنجاب

غزل

گھونٹ کڑوا ہو کہ میٹھا ہم کو پینا آ گیا
اس دل وحشی کو بھی دنیا میں جینا آ گیا
کیا کرے گا لے کہ وہ شاہی خزانہ دوستو!
جس کے دامن میں محبت کا خزینہ آ گیا
اب نہیں آئے گا دنیا میں کوئی طوفانِ نوح
اب ہمیں آنسو بہانے کا قرینہ آ گیا
خیر سے ساون بھی آیا دوستو دل خوش ہوا
پریم جل تھل میں نہانے کا مہینہ آ گیا
ساحلوں پر دہشت و وحشت کا منظر الاماں
لوٹ کر پھر موجِ طوفاں میں سفینہ آ گیا
طیبہ شیریں...... کوری خدا بخش

شاہ زاد علی کے نام

تمام عمر نظر کے حصار میں رہنا
اے ہم سفر! تو میرے اختیار میں رہنا
وہ دن کی دھوپ ہو یا رات کا وحشی سایہ
ہر ایک پل میری چشم کنار میں رہنا
کسی بھی سانولے موسم کی گود میں چھپ کر
بچھڑ نہ جانا میرے دل کے دیار میں رہنا
ہر ایک موڑ پر تو ہم سفر یونہی رہنا
کہ روٹھ کر بھی تو بانہوں کے ہار میں رہنا
انا شاہ زاد...... گجرات

غزل

محبت رنگ ہے، خوشبو ہے، ساون اور شبنم ہے
محبت ساتھ ہے، احساس ہے، پریت ہے سنگم ہے
گلستانوں میں کھلتے پھول کی معصوم صورت ہے
برستی خوش نما برسات کی بوندوں کی مورت ہے
محبت ہار کر بھی جیت ہے، عادت ہے، بندھن ہے
محبت چاہ بھی ہے، آس ہے، عاشق کی منت ہے
فقط اتنا بھی کافی ہے کہ ناز
محبت زندگی ہے، ہر خوشی ہے، میری ہم دم ہے
شمع ناز شکیل...... کراچی

اجنبی

اے میری راہِ زیست کے اجنبی مسافر
وہ تیرے ساتھ کے چند لمحے میری زندگی ٹھہرے
وہ تیرا ساتھ چلنا تو فقط دو چار دن کا تھا
مگر تیری یاد کے بادل تمہارے عمر بھر پھیلے
مشام جاں معطر تھی فقط اس ایک لہجے سے
خمار جس کا فسوں بن کر میرے نینوں میں آ ٹھہرے
تو چاہے اجنبی ہو، آشنا ہو یا کہ ہرجائی
میرے گردونواح تو بس تیرے پیاں کے ہیں گھیرے
عجب ایک شور سا برپا ہے کوچۂ دل و جاں میں
سرِ شام ڈالے تیری یادوں نے پھر قلب میں ڈیرے
مجھے اختر شماری پر شبِ فرقت میں جو اکسائیں
اے جانِ مہر وہ دشمنِ جاں فقط انداز ہیں تیرے
مہر گل...... اورنگی ٹاؤن، کراچی

بیوٹی گائیڈ

ایمان وقار

(پہلا انعام) نسرین یاسین......حیدرآباد
روشنی صبح کے رستے میں بچھانے کے لیے
رات دیوار پہ رکھ دی ہے جلانے کے لیے
چند ٹوٹے ہوئے خوابوں کے سوا آنکھوں میں
دیکھنے کے لیے کچھ ہے نا دکھانے کے لیے

(دوسرا انعام) زیڈاین پاکیزہ سحر......سکھر
آسان تو نہیں اپنی ہستی سے گزر جانا
اترا جو سمندر میں دریا تو بہت رویا
جو شخص نہ رویا تھا تپتی راہوں میں
دیوار کے سائے میں بیٹھا تو بہت رویا

نازیہ کنول نازی......ہارون آباد
تمہارے گھر کی چوکھٹ ہی تمہارے سر کی چادر ہے
سنو! اے لڑکیوں نادانیاں اچھی نہیں ہوتیں

عروج فتح......کراچی
زندگی تو اپنے ہی قدموں پر چلتی ہے فراز
اوروں کے سہارے تو جنازے اٹھا کرتے ہیں
کون دیتا ہے عمر بھر کا ساتھ
لوگ تو جنازے میں بھی کندھے بدلتے رہتے ہیں

فیاض اسحاق......سلانوالی
لوگ کہتے ہیں کہ عید کارڈ سے
روایت ہے اس زمانے کی
ایک دستک ہے ان کے ذہنوں پر
جن کو عادت ہے بھول جانے کی

وقاص اصغر......جہلم
مجھے پورا بھروسا تھا میں اس کو روک لوں گا وقاص
مگر قاتل نکلا میرا اک لفظ "خدا حافظ"

مہرین آصفہ بٹ......سنہسہ آزاد کشمیر
باہر نہ ہوسکی تو قیدِ خودی سے اپنی
اے عقل بے حقیقت دیکھا شعور تیرا

ارم شہزادی زرگر......ڈی جی خان
جانے الفت کہاں کھوگئی ہے راستے کی دھول میں
وفا کی خوشبو رہی نہیں اب چاہت کے پھول میں
محبت کی وادی میں کھا آئے ہیں دیوانے دھوکے اکثر
محبت اب رہی نہیں محبت کے اصول میں

عائشہ مغل......کراچی
یہ زندگی جو مہیب رستوں کا اک سفر ہے کسے خبر ہے
میں کھو نہ جاؤں مسافتوں میں مجھے تو ڈر ہے کسے خبر ہے
وہ ایک شاعر تھا موسموں کا محبتوں کا حقیقتوں کا
کئی دنوں سے وہ لاپتا ہے وہ دربدر ہے کسے خبر ہے

نبیلہ لیاقت سونو......سرگودھا
پچھلے برس بھی عید تھی حرفِ دعا تھا اور
اب کے برس بھی عید ہے طرزِ دعا ہے اور

ظل ہما......فیصل آباد
کس نے پاک وطن کی خاطر اپنا آپ گنوایا؟
کس نے گھر برباد کیے اور کتنا مال کمایا؟
ڈھلتا سورج ڈوب رہا ہے آؤ بیٹھ کے سوچیں
جانے والے سال میں ہم نے کیا کھویا کیا پایا؟

مدیحہ اشفاق......گجرات
اپنی تو زندگی کی عجیب کہانی ہے
جس چیز کو چاہا وہ ہی بے گانی ہے
ہنستے ہیں دنیا کو ہنسانے کے لیے ورنہ
دنیا ڈوب جائے ان آنکھوں میں اتنا پانی ہے

امرینہ خان امبر......ملتان
محبت کا ارادہ اب بدل جانا بھی مشکل ہے
تمہیں کھونا بھی مشکل ہے، تمہیں پانا بھی مشکل ہے
اداسی تیرے چہرے کی گوارا بھی نہیں لیکن
تیری خاطر ستارے توڑ کر لانا بھی مشکل ہے

نش نسیم شاہ......جانپور
یارب یہ جتنے گھر ہیں اجالوں سے دور دور
اتنی ہی روشنی میں ستاروں سے چھین لوں

جتنے غریب تن ہیں لبادوں سے بے نیاز
اتنی ہی چادریں میں مزاروں سے چھین لوں

وجیہہ خان......بہاولپور
اب کوئی کیا میرے قدموں کے نشان ڈھونڈے گا
تیز آندھی میں تو خیمے بھی اکھڑ جاتے ہیں
شدتِ غم میں بھی زندہ ہوں تو حیرت کیسی
کچھ دیے تند ہواؤں سے بھی لڑ جاتے ہیں

رباب ثالث......مریدکے
یہ تیرے غلام کی عید ہے ابھی اور حسرت دید ہے
مجھے چوم لینے دو جالیاں ابھی دل میرا تو بھرا نہیں

ساجدہ عاشق......ہنومان گڑھ، خانیوال
خاموش گلیاں تھیں کہیں سایہ بھی نہیں تھا
اس شہر میں ہم سا کوئی تنہا بھی نہیں تھا
کس جرم میں چھن گئیں مجھ سے میری آنکھیں
ان میں تو کوئی خواب بسایا بھی نہیں تھا

بشریٰ ملک، مائرہ ملک......فیصل آباد
عید کے چاند کو اپنی پلکوں میں رہنے دو
لبوں کو نہ کھولو آنکھوں کو کچھ کہنے دو
دل پر ہاتھ رکھو اور کچھ دیر تک رہنے دو
مجھے محسوس کرو اور اپنے پاس ہی رہنے دو
جب گیا گاؤں تو وہ شجر ہی نہ تھا

ماہ رخ سیال......سلانوالی
سحر تک شام سے تجھ بن یہی حالت دکھی دل نے
نہ مجھ کو چین دیتا تھا نہ آپ آرام لیتا تھا

عائشہ الیاس......گوجرانوالہ
تمہیں اُلفت نہیں مجھ سے، مجھے نفرت نہیں تم سے
عجب شکوہ سا رہتا ہے تمہیں مجھ سے مجھے تم سے

عشرت مسرود......گجرات
کبھی پتھر سے لکیریں بھی مٹا کرتی ہیں
بڑے نادان ہیں تیرا نام مٹانے والے

صدیقہ آدم......باغ آزاد کشمیر
سچائی کے پیکر نہیں مل جاتے کہیں پر
اب یوں ہے کہ پتھر کے صنم ڈھونڈ رہا ہوں
اس بار بھی رستے میں پتھر بہت آئے
زخموں کے بنا اک جنم ڈھونڈ رہا ہوں

صبا......ٹنڈوالہیار، سندھ
سنا ہوگا کسی سے درد کی اک حد بھی ہوتی ہے
ملو ہم سے کہ ہم اس حد کے اکثر پار جاتے ہیں

تاخیر سے موصول ہونے والے اشعار

صدف سلمان، شورکوٹ شہر۔ سمیرا مشتاق ملک، اسلام آباد۔ حنا کنول، حویلی لکھا۔ کامران خان، کوہاٹ۔ ناز سلوش ذشے، میرپور آزاد کشمیر۔ اقصیٰ زرگر، بنیناں زرگر، گجرات۔ سمیرا انور، جھنگ۔ شمع مسکان، جام پور۔ ساریہ چوہدری، گجرات۔ تحریم احمد، جوہر آباد۔ نورین شاہد، رحیم یار خان۔ انعم حسن گجر، راولپنڈی۔ لاڈو ملک، دیپالپور۔ شبانہ امین راجپوت، کوٹ رادھا کشن۔

کوپن بیاض دل .... برائے ماہ ستمبر ۲۰۱۲ء

بہنیں اپنا نام و پتا بھی لکھا کریں تاکہ انعام کی بروقت ترسیل میں آسانی رہے۔ جو بہنیں کوپن کے ساتھ اپنا انتخاب ارسال کریں گی وہ شامل اشاعت کیا جائے گا اور بہترین انتخاب پر ایک ماہ کا رسالہ ارسال کیا جائے گا۔ بغیر کوپن کے کوئی بھی انتخاب قابل قبول نہیں ہوگا۔ تمام تر اختیارات ادارے کے پاس محفوظ ہیں۔ انچارج

مکمل نام.................. شہر کا نام..................

اشعار:۔ ....

یادگار لمحے

جویریہ طاہر

حمد باری تعالیٰ

ہو کے شرمندہ گناہوں پر سر اپنا جھکا تو سہی
وہ کردے گا معاف دو اشک بہا تو سہی
رہے گی چاندنی قبر میں ساتھ تیرے
تُو اس کی یاد کو دل سے ذرا لگا تو سہی
نہ رہے گا تُو محتاج کبھی کسی کا
کیا ہے جو عہد اللہ سے وہ نبھا تو سہی
وہ غفور و رحیم سنتا ہے دعا سب کی
اے ابنِ آدم! ہاتھ اٹھا دامن پھیلا تو سہی

مہک ملک...... بورے والا

نعت رسول مقبول

میری زباں صلے اللہ کا ورد کرتی ہے
نظر کے سامنے مہکتی ہیں گلشن کی بہاریں
آقا میرے کے در پہ سوالی نہ خالی گیا
ہر طرف خوشبو پھیلی ہے صلے اللہ کی
خدا کے رسولؐ ہیں، یہ پہچان ہے ان کی
ایمان ہے سب کا جن پر
میں جاؤں گی کب اس در پر
نذر کروں گی جان و جگر صلے اللہ پر

شاہ زندگی...... پنڈی

دلچسپ معلومات

اللہ کے حرف چار
محمد کے حرف چار
رسول کے حرف چار
کتاب کے حرف چار
قرآن کے حرف چار
کلمہ کے حرف چار
نماز کے حرف چار
روزہ کے حرف چار
زکوٰۃ کے حرف چار
جہاد کے حرف چار
آخرت کے حرف چار
بہشت کے حرف چار
دوزخ کے حرف چار

اللہ پاک ہم سب کو دین سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور عمل کرنے کی بھی، آمین۔

فوزیہ سعید احمد ساغر...... کوٹ ادو

ماں

ایک شخص نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ”آقا! اس دنیا میں خدا کو ڈھونڈا جائے تو کہاں پر؟“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”فجر کی نماز پڑھ کر مسکراتے ہوئے اپنی ماں کی طرف دیکھو گے تو اس میں خدا کی جھلک نظر آئے۔“ سبحان اللہ!

عائشہ شفیق عاشی، اقصیٰ شفیق...... عبدالحکیم

(پہلا انعام) سنہری بات

قصاب آواز لگا رہا تھا کہ ”تازہ گوشت لے لو۔“

وہاں سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر ہوا اس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔

”خلیفہ! اچھا گوشت ہے آپ لے لیں۔“

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”آج میری جیب اجازت نہیں دیتی۔“

قصاب نے کہا: ”میں آپؓ سے ادھار کر سکتا ہوں۔“

اس پر آپؓ نے ایک حکمت سے پُر جملہ ادا کیا، آپؓ نے فرمایا۔ ”یہ ادھار میں اپنے پیٹ سے کیوں نہ کروں؟ جس کو میں جنت میں اس سے بہتر غذا کھلا سکتا ہوں۔“

عمرانہ رمضان...... سرگودھا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
اے بندے جو ہوا
وہ اچھا ہوا
جو ہو رہا ہے
اچھا ہو رہا ہے
جو ہوگا وہ بھی اچھا ہوگا
تیرا کیا گیا جو تو روتا ہے
تو کیا لایا تھا
جو تو نے کھو دیا
جو لیا یہیں سے لیا
جو دیا یہیں پر دیا
جو آج تیرا ہے پہلے کسی اور کا تھا
اور کل کسی اور کا ہوگا
تبدیلی کائنات کا معمول ہے
بس تُو وہ جمع کر جو تُو ساتھ لے کر جانے والا ہے
یعنی نیک اعمال

عاصمہ سلطان...... سرگودھا

خوب صورت بات

یہ سوچ کر کسی کا ساتھ نہ چھوڑ دینا کہ اس کے پاس تمہیں دینے کو کچھ نہیں بلکہ یہ سوچ کر اس کا ساتھ نبھانا کہ اس کے پاس ”تمہارے سوا“ کچھ نہیں۔

صدف سلیمان...... شورکوٹ شہر

نازک رشتے

کبھی کبھی وہ رشتے بھی دم توڑ دیتے ہیں جن سے زندگی کی سانسیں چل رہی ہوتی ہیں، لاکھوں آرزوئیں جو منزل تک پہنچنے کے لیے مچل رہی ہوتی ہیں۔ وہی زندگی کو تاریک کرنے والے ہوتے ہیں جو صدیوں ساتھ رہنے کا عہد تو کرتے ہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ ان کے جھوٹے وعدوں سے کسی کی زندگی کس حد تک متاثر ہوگی، ان کی زندگی اندھیری راہوں پر بھٹکتی روح کی طرح تڑپتی رہے گی اور سسک سسک کر یہ کہہ رہی ہوگی، دنیا کے تمام رشتے ناتے اور بندھن سب جھوٹے ہیں۔

ساجدہ عاشق...... ہنومان گڑھ

عکس زندگی

❖ کتابوں کو زمین پر نہیں گرنے دینا چاہیے کیونکہ کتابیں انسان کو آسمان پر لے جاتی ہیں

❖ دوست وہ ہے جس کی محبت بے لوث ہو جس کا خلوص بے مثال ہو جس کی وفا انمول ہو، جس کی ہمدردی بیش بہا ہو اور جس کی جدائی میں بے پناہ غم ہو۔

❖ دوست کو اپنے حالات سے اتنا آگاہ کرو کہ اگر وہ دشمن ہو جائے تو تمہیں نقصان نہ پہنچا سکے

❖ اپنے دوست کو ایسا تحفہ بھیجو جس سے دو چیزیں واضح ہوں، ایک تو خلوص، دوسرا آپ کا ذوق۔

انیلہ اکرم...... لودھراں

چاند نگری

سنیں! زمین پر رہنے والوں کو ان کی اوقات یاد کرا دیجیے۔ انہیں بتائیے کہ چاند نگری کے ارمان دل میں بسانے کا حق انہیں نہیں ہے، انہیں سمجھائیے کہ اگر آنگن سے چاند دکھائی دینے لگے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ چاند ان کی آنکھوں کی ملکیت بن گیا ہے۔ زمین پر رہنے والوں کو چاند نگر کے باسی کب قبول کرتے ہیں بھلا؟ وہ جن کے سارے ارمان ہی رہ گئے ہوں، نجانے کیوں اس خواہش میں رلتے پھرتے ہیں انہیں کوئی سمجھا پائے گا کہ چاند کا مسکن ویران اور اجاڑ ہتھیلیاں نہیں ہوا کرتیں اور جو یہ بھی نہ بتا سکتے ہوں کہ انہیں بغیر پلکیں جھپکائے چاند کو دیکھتے ہی چلے جانا کیسا لگتا ہے اور یہ کہ آپ ہمارے لیے کیا ہو؟

ان کے سارے ارمان ایسے ہوتے ہیں دل میں رہ جانے والے، کبھی نہ پورے ہونے والے، آنسو بن جانے والے، یاد کرتے اور روتے رہ جانے والے......

مریم شاہ...... سرگودھا

(پہلا انعام) واقعہ

علامہ یافعی رحمتہ اللہ نے ایک واقعہ تحریر فرمایا کہ ایک نوجوان نہایت ہی بدکار تھا لیکن وہ جب بھی کسی معصیت کا ارتکاب کرتا اس کو ایک کاپی پر لکھ دیتا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک عورت نہایت غریب اس کے تین بچے، تین دن سے بھوکے تھے۔ بچوں کی پریشانی

برداشت نہ کرسکی تو اس نے اپنے پڑوسی سے ایک عمدہ ریشم کا جوڑا لیا اور اسے پہن کر نکلی تو اس نوجوان نے دیکھ کر اسے اپنے پاس بلایا' جب اس کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کیا تو عورت روتی ہوئی تڑپنے لگی اور کہا میں فاحشہ اور زانیہ نہیں ہوں' میں بچوں کی پریشانی کی وجہ سے اس طرح نکلی ہوں' جب تم نے مجھے بلایا تو مجھے خیر کی امید ہوئی۔
اس نوجوان نے اسے کچھ درہم دے کر چھوڑ دیا اور خود رونے لگا اور اپنی والدہ سے آ کر پورا واقعہ سنایا۔ اس کی والدہ اس کو ہمیشہ گناہ سے روکتی تھی آج یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئی اور کہا:

''بیٹا! تُو نے زندگی میں یہی ایک نیکی کی ہے لہٰذا اس کو بھی اپنی کاپی میں نوٹ کرلے۔''

بیٹے نے کہا۔ ''کاپی میں اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے۔''

والدہ نے کہا۔ ''کہ کاپی کے حاشیہ پر نوٹ کرلے''

چنانچہ حاشیہ پر نوٹ کرلیا اور نہایت غمگین ہو کر سویا جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ پوری کاپی سفید اور صاف کاغذوں کی ہے' کوئی چیز لکھی ہوئی باقی نہ رہی صرف حاشیہ پر آج کا واقعہ نوٹ کیا تھا' وہی باقی تھا اور کاپی کے اوپر کے حصے میں آیت درج تھی' جس کا ترجمہ یہ ہے۔

''بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔'' (سورۃ ہود آیت 114)

اس کے بعد اس نے ہمیشہ کے لیے توبہ کرلی اس پر قائم رہا۔ ہمیں چاہیے کہ نیکی کریں اور اس پر قائم رہیں۔

مہرین آصف بٹ...... آزاد کشمیر

شکر و احسان

کسی نے بوعلی سینا سے پوچھا: دن کیسے گزر رہے ہیں؟'' انہوں نے کہا۔ ''گناہ گار ہونے کے باوجود اللہ کی نعمتیں مجھ پر برس رہی ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس بات پر اللہ کا شکر ادا کروں' کثرت نعمت پر یا بے شمار عیبوں سے چشم پوشی پر......''

طیبہ سعدیہ عطاریہ...... سیالکوٹ

بلبلے

❖ غربت: انسان کی صلاحیتوں کو تباہ کرنے والا انجکشن
❖ شادی: عمر قید کا پرائیوٹ نام
❖ محبت: خوف ناک دماغی مرض
❖ سالگرہ: تحفے اکٹھے کرنے کا صحیح طریقہ
❖ دفتر: آرام فرمانے کی جگہ
❖ نذرانہ: رشوت کا مہذب نام
❖ عاق نامہ: باپ کی بے بسی کا آخری منظر
❖ سیل: عوام کو لوٹنے کا جدید ڈھنگ

ام صباء الیاس...... کنجاہ' گجرات

زندگی کی ڈش

زندگی صرف ایک جلی ہوئی ہنڈیا نہیں بلکہ اس میں مٹر کے دانوں کی طرح خلوص کے موتی بھی بکھرے ہوتے ہیں۔ ٹماٹر کی طرح خوش رنگ سرخ' سرخ پھول کی طرح بنفشی کلیاں' دھنیے اور پودینے کی طرح ہری ہری گھاس' مرچوں اور گاجر جیسے دوست بھی ہیں اور کڑوے کریلوں کی طرح دشمن بھی لیکن انسانوں کو پالک کی طرح مل جل کر رہنا چاہیے۔ دنیا تو ایک پیاز کی مانند ہے' جس میں آنسوؤں کی طرح موتیوں کی لڑیاں بھی ہیں اور کچی کیریوں کی خوشبو بھی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ سلاد کی طرح ایک ڈش میں رہیں' یہی زندگی کی ڈش ہے

فضہ یونس...... فیصل آباد

چار احسان

❖ جب انسان گناہ کرتا ہے تو بھی اللہ اس پر چار احسان فرماتا ہے
❖ ایک تو اس کا رزق بند نہیں کرتا
❖ دوسرا اس کے گناہ کو ظاہر نہیں کرتا
❖ تیسرا اس کو فوراً سزا نہیں دیتا
❖ چوتھا اس کی طاقت کو سلب نہیں کرتا۔

نائلہ اشفاق...... کوٹ غلام محمد

فیشن ہو تو ایسا

❖ قد بغیر ہیل کے بھی لمبا نظر آتا ہے اگر شخصیت

میں بلندی ہو۔
❖ چہرے کا رنگ میک اپ کے بغیر بھی صاف دکھائی دے سکتا ہے اگر دل کا رنگ صاف ہو۔
❖ ہونٹ لپ اسٹک کے بغیر بھی خوب صورت نظر آسکتے ہیں اگر انہیں وقت پر کھولا جائے۔
❖ پلکیں بغیر مسکارے کے دل کو بھا سکتی ہیں اگر شرم سے جھکی رہیں۔
❖ آنکھوں میں چمک بغیر کاجل کے بھی آسکتی ہے اگر ان میں حیا کی سرخی ہو۔

عائشہ پرویز...... کراچی

اچھی بات

اللہ نے تمہاری روحوں کو تابناک شعلوں کی مثال بنا کر بھیجا ہے' جو معرفت سے پروان چڑھتے ہیں اور جن کا حسن شب و روز کے اسرار کی تلاش سے نکھرتا ہے اور پھر تم انہیں تباہ و برباد کرنے کے لیے کیوں خاک میں ملاتے ہو۔ اللہ نے تمہارے ذہنوں کو باز وعطا کیے ہیں کہ تم ان کے ذریعے محبت اور آزادی کی فضا میں پرواز کرو پھر تم اپنے ہاتھوں سے انہیں کیوں نوچتے ہو اور کیڑے مکوڑوں کی طرح زمین کی سطح پر کیوں رینگتے ہو۔ اللہ نے تمہارے دلوں میں سعادت کے بیج ڈالے ہیں پھر تم کیوں انہیں وہاں سے نکال کر چٹان پر ڈالتے ہو کہ کوے نگل لیں اور ہوا اڑا کر لے جائے۔

انعم حسن گجر...... راولپنڈی

بے نمازی کے لیے حکم

❖ بے نمازی کی دعا قبول نہیں ہوگی۔
❖ بے نمازی کی عمر میں برکت نہ ہوگی۔
❖ بے نمازی جب مرے گا تو ذلیل ہو کر مرے گا۔
❖ بے نمازی کو کسی عمل کا ثواب نہیں دیا جائے گا۔
❖ بے نمازی پر قبر تنگ کردی جائے گی اور آخرت میں بڑی سختی سے حساب لیا جائے گا۔
❖ بے نمازی بھوک اور پیاس کی حالت میں مرے گا اس کی پیاس نہ بجھے گی اگرچہ دریاؤں کا پانی پلایا جائے۔
❖ بے نمازی کے چہرے سے صالحین کی علامت مٹا دی جائے گی۔
❖ جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی' تحقیق اس نے کفر کیا۔
❖ نماز پڑھو قبل اس کے کہ تمہاری نماز پڑھی جائے۔

سنیاں زرگر...... اقصیٰ زرگر جوڑہ

اولیاء کا لقب اور ان مطلب

۱:۔ غوث اعظم: سب سے بڑا فریاد سننے والا۔
۲:۔ داتا: سب کچھ دینے والا۔
۳:۔ غریب نواز: غریبوں کو نوازنے والا۔
۴:۔ مشکل کشا: تمام مشکلات حل کرنے والا۔
۵:۔ گنج بخش: خزانے بخشنے والا۔
۶: دستگیر: مصیبت میں ہاتھ تھامنے والا۔

ایمان داری سے سوچیے کہ یہ ساری صفات اللہ کی ہیں یا انسان کی۔ بے شک اللہ پاک شرک معاف نہیں کرے گا۔

نازیہ کنول نازی

یادگار لمحے

قارئین بہنوں اپنا مکمل نام و پتا بھی تحریر کیا کریں تا کہ انعام کی ترسیل بروقت ہو سکے۔ کسی بھی دو بہترین انتخاب پر ایک ماہ کے لیے اعزازی رسالہ ارسال کیا جائے گا۔ بہنوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنا مکمل پتا بھی لکھا کریں۔ انتخاب منتخب کرنے کے تمام تر اختیارات ادارے کے پاس محفوظ ہیں۔ انچارج

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! لیجیے بالآخر رمضان آ ہی گیا۔ دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت ہم کو اس ماہ کی صحیح طریقہ سے حفاظت کرنے اور اس کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ اس ماہ مبارک میں ہم اپنی اور اپنے تمام عزیز واقارب کی مغفرت و بخشش کرواسکیں۔ آمین

غزالہ تبسم ...... جھنگ صدر۔ آداب عرض ہے آنچل بہت اچھا جا رہا ہے اور جولائی کا شمارہ پڑھ کر بہت مزا آیا اور انٹرویوز بھی اچھے لگے۔ "پتھروں کی پلکوں پر" پڑھ کر اچھا لگا۔ رائٹر نے بہت اچھے طریقے سے ناول کو اختتام پزیر کیا ہے اور آنچل کی قاریوں سے میں بات کرنا چاہتی ہوں اگر کسی کو میری آمد اچھی لگے تو مجھے بتانا ضرور اور ہاں میں اپنا تعارف بھیج دوں کیا اشاعت کے قابل ہو سکتا ہے۔ پلیز آپی جواب ضرور دینا پلیز۔

☆ پیاری غزالہ بھیج دو اپنا تعارف مگر باری کا تو انتظار کرنا ہی پڑے گا نا۔

مہناز اختر ...... شاہ نکدر۔ السلام علیکم! پیاری اپیا! سدا خوش رہیں پھولوں کی طرح مسکرائیں پہلی مرتبہ لکھنے کی جسارت کر رہی ہوں۔ پچھلے 5 سال سے آنچل کی مستقل قاری ہوں۔ آنچل جنون کی حد تک پسند ہے۔ پورا ماہ آنچل کے آنے کا شدت سے انتظار رہتا ہے۔ پہلی بار شرکت کر رہی ہوں امید ہے مایوس نہیں کریں گی ہر بار لکھنے کی کوشش کرتی لیکن ہمت ہی نہیں کر پاتی تھی یہ سوچ کر کہ اگر میرے خط کو شامل نہ کیا گیا تو سب گھر والے مذاق اڑائیں گے کیونکہ اکثر آنچل کی خاطر گھر والوں سے ڈانٹ بھی کھانی پڑتی ہے۔ پلیز مایوس مت کیجیے گا میری طرف سے آپ سب کو رمضان اور عید مبارک اور آنچل کے لیے دعا ہے کہ اسی طرح آنچل ہمیشہ ترقی کی راہوں پر گامزن رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے آمین۔ اللہ حافظ۔

☆ مہناز! خوش آمدید۔ ارے ڈرنے کی کیا بات ہے۔ یہ محفل آپ سب بہنوں کے لیے ہی تو سجائی جاتی ہے۔

فضیلت رحمانی ...... ساہیوال۔ السلام علیکم! آنچل قارئین اور تمام اسٹاف کو میرا پر خلوص سلام! جناب کیسی ہیں آپ؟ امید کرتی ہوں سب خیریت سے ہوں گی کسی بھی رسالہ میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں۔ امید ہے آپ مایوس نہیں کریں گے۔ آنچل کی جتنی بھی تعریف کی جائے، بہت کم ہے۔ میں نے بہت سوچا کہ میں بھی خط لکھوں لیکن کسی نہ کسی وجہ سے لکھ نہ سکی۔ مجھے آٹھ سال ہو گئے ہیں آنچل کو پڑھتے ہوئے اس کے سارے سلسلے ہی بہت زبردست ہیں۔ جس کہانی نے مجھے خط لکھنے پر مجبور کیا وہ نازی جی کی کہانی کا اینڈ! جو انہوں نے بہت ہی اچھا کیا۔ واہ نازی جی! کیا بات ہے آپ کی، جو آپ نے کتنی خوب صورتی سے سب کو ملایا۔ پلیز اقرا جی! آپ بھی پری کا غصہ ختم کریں۔ جو ہر وقت انگارے چبائے رہتی ہے۔ عشنا جی! آپ بھی انابیا اور تعلق کو جدا مت کرنا۔ سمیرا جی! آپ کا ناول بہت ہی اچھا ہو گا۔ پلیز میرا خط ضرور شامل اشاعت کرنا میری کوئی بھی بات بری لگی تو معافی چاہوں گی۔ اب اجازت چاہتی ہوں۔ خدا حافظ۔

☆ ارے بھئی فضیلت! خوش آمدید اور معذرت کیسی یہ تو محفل ہی آپ کے لیے ہے۔

صدف ملک ...... بوسال قصور۔ السلام علیکم! امید کرتی ہوں کہ اللہ کے فضل وکرم سے سب خیریت سے ہوں گی اس مرتبہ آنچل 29 کو ہی مل گیا۔ "سرگوشیوں" کو پڑھنے کے بعد "ہمارا آنچل" میں پہنچے ہمارا آنچل میں بینش ارشد اور اسماء فاروق کا تعارف بہت پسند آیا۔ عشنا کوثر سردار کے جوابات بھی اچھے لگے۔ سمیرا شریف کا ناول اپنے سحر میں نہ جکڑ سکا۔ "بھیگی پلکوں پر" میں پری اب یقیناً انکار کرے گی اور دو تین قسطیں انکار کو اقرار میں بدلنے میں لگ جائیں گی۔ "پتھروں کی پلکوں پر" کا اینڈ اچھا تھا۔ عابدہ ہاشمی کا افسانہ بے تحاشا پسند آیا۔ باقی سلسلے بھی اچھے تھے اور شعر بھی صرف چند ہی اچھے تھے شعر اور بجنل چھاپا کریں آپ کے رسالے میں لوگ اپنے نام سے شعر بھیج دیتے ہیں اس طرف دھیان دیں اور سوال یہ ہے کہ نیا ناول کون سی مصنفہ کا ہو گا؟ میری طرف سے رمشاء عظمت اور صبا منشاء کو عید مبارک ہو۔ (عیدی نکالو)۔

☆ صدف جی! بیاض دل میں شروع سے ہی انتخاب شائع کیا جاتا ہے اور ہماری تو یہی کوشش ہوتی ہے کہ اچھا اور معیاری انتخاب شائع کیا جائے اب اور بھی احتیاط کریں گے۔

نادیہ یوسف ...... جھنگ۔ السلام علیکم! آنچل سے محبت کا سلسلہ بہت پرانا ہے۔ آنچل کے تمام سلسلے بے حد زبردست ہیں۔ نازیہ جی! آپ نے اختتام بہت اچھا لکھا۔ عشنا جی! آپ بھی زبردست سے کم نہیں پر آپ سے بھی یہ درخواست ہے کہ ناول جلدی ختم کریں ہمیں بہت بے چینی سے اس کا انتظار ہے۔ باقی سب اچھا چل رہا ہے۔

☆ نادیہ! آپ کی تجاویز نوٹ کر لی ہیں ان شاء اللہ جلد پوری کرنے کی کوشش کریں گے۔

مہرین ظہور ...... عبدالحکیم۔ آنچل اسٹاف اور تمام قارئین کو میرا محبت بھرا پر خلوص سلام قبول ہو امید ہے سب خیریت سے ہوں گے۔ سب سے پہلے میری طرف سے آنچل اسٹاف، قارئین اور تمام مسلمانوں کو ماہ رمضان کی مبارک باد۔ دعا گو ہوں کہ اس شان وعظمت والے ماہ مبارک میں اللہ ہم سب کو رحمتوں کے خزانے لوٹنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ سب سے پہلے تو نازیہ کنول جی کو ناول مکمل ہونے پر ڈھیروں مبارک باد پلیز اس کو جلد کتابی شکل میں پیش کیجیے۔ اس ماہ کے آنچل کا بہت شدت سے انتظار تھا۔ اس میں میرے بلکہ ہم سب کے پسندیدہ ناول کی آخری قسط جو آئی تھی۔ ناول کا اختتام بہت اچھا ہوا لیکن نازی جی آپ نے ہمیں اداس کر دیا۔ آنچل میں ہمارا فیورٹ ناول نہیں آئے گا۔ امید ہے آپ بہت جلد اس سے بھی اچھا شاہکار پیش کریں گی۔ پلیز زیادہ انتظار مت کروایئے گا۔ اقرا صغیر احمد، عشنا کوثر سردار آپ دونوں بہت سپر لکھ رہی ہیں۔ سمیرا شریف طور جی سے ریکوئسٹ ہے کہ پلیز اب آپ کی باری ہے۔ آپ سلسلہ وار ناول شروع کریں باقی تمام رائٹرز نے بھی بہت اچھا لکھا اللہ ان کو ترقی دے اور وہ اور بھی اچھا لکھیں۔ میرے پاس آنچل پر لکھنے کے لیے بہت کچھ ہے مگر اس ڈر سے مختصر لکھا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ جواب ہی نہ دیں۔ اللہ آنچل کو ہمیشہ یونہی لہلہاتا اور قائم ودائم رکھے رہتی دنیا تک۔ بہت ترقی دے، جب میں اس دنیا میں نہ رہوں تب بھی میری دعائیں آنچل کے ساتھ ہیں۔ آنچل میرا رہبر ہے اس کے ذریعے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اجازت چاہتی ہوں۔

☆ مہرین دعاؤں کے لیے اللہ رب العزت آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ آمین

مریم شاہ ...... سرگودھا۔ پیاری شہلا آپی! السلام علیکم! خدا تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ آپ کو اور تمام آنچل اسٹاف کو اپنی حفظ وامان میں رکھیں آمین۔ شہلا آپی آنچل کی محفل میں میرا پہلا خط ہے امید ہے آپ مجھے بھی خوش آمدید کہیں گی آنچل بہت اچھا ڈائجسٹ ہے اس کے تمام سلسلے وار ناولز اور مستقل سلسلے زبردست ہیں۔ "اور کچھ خواب" زبردست عشنا جی ویل ڈن! معارج اور انابیا میرے فیورٹ کردار ہیں۔ اور "پتھروں کی پلکوں پر" کا اینڈ بے حد عمدہ تھا۔ اس ماہ کا آنچل سرورق سے لے کر تندرستی نعمت آخر تک اے ون رہا۔ آپی اپنا تعارف اور یادگار لمحے کے لیے کچھ انتخاب بھیج رہی ہوں۔ پلیز اسے ضرور شائع کیجیے گا۔ ان شاء اللہ اگلے ماہ بھرپور تبصرے کے ساتھ حاضر خدمت ہوں گی اگر آپ نے جگہ دی تو۔ اللہ نگہبان!

صائمہ علی ...... کراچی۔ السلام علیکم! آنچل اسٹاف اینڈ قارئین امید کرتی ہوں کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ سب سے پہلے آپ سب کو میری طرف سے رمضان المبارک کی بہت بہت مبارک باد۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان میں خشوع وخضوع کے ساتھ عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور رمضان کی برکتیں سمیٹنے اور کثرت سے

استغفار کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین اور میری طرف سے تمام آنچل قارئین، ادارہ اور میری فیملی کو پیشگی عید کی بہت بہت مبارک باد۔ جولائی کا شمارہ بہنوں کے ہاتھ میں سے ہوتا ہوا میرے ہاتھ میں آیا۔ دیکھ کر جو دلی خوشی ہوئی وہ الگ اور اس خوشی کی وجہ ہے آنچل کی سلسلے وار کہانیاں جن کا شدت سے انتظار رہتا ہے۔ "دانش کدہ" میں مشتاق احمد قریشی صاحب نے بہت اچھا لکھا زبردست۔ آگے بڑھے تو ہمارا آنچل میں سب کے تعارف پڑھے بڑا مزہ آیا بڑھ کر۔ تھوڑا اور آگے بڑھے تو "بہنوں کی عدالت" میں عشنا جی کو اتنے سارے ہجوم میں گھرا پایا ہمارے سوال پوچھنے تک تو نشست برخاست ہو گئی اور ہم منہ دیکھتے رہ گئے۔ "آنچل کے ہمراہ" بھی اچھا سلسلہ ہے۔ "بھیگی پلکوں پر" دیکھ کر اچھا لگا مگر کہانی رکی ہوئی ہے۔ کچھ خاص آگے نہیں بڑھ رہی۔ اقرا جی! تھوڑا کہانی میں ٹوئسٹ لے آئیے اور طغرل اور پری کی کہانی کو تھوڑا مسکہ لگائیں اتنے انتظار کے بعد کہانی پڑھ کر مایوسی ہوئی۔ اقرا جی! امید کرتی ہوں گی اب آپ خیریت سے ہوں گی اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت یابی عطا کرے آمین۔ عتیقہ ملک جی! آپ نے کہانی بہت زبردست لکھی ہے پڑھتے پڑھتے رونگٹے کھڑے ہو گئے لیکن کچھ اور برا ہوتا اس سے پہلے عاصم کو احساس گناہ ہو گیا ورنہ غزالہ تو بے چاری پتا نہیں کیسے زندگی گزارتی۔ اچھی تحریر تھی قابل تعریف۔ عشنا کوثر جی "اور کچھ خواب" کے متعلق آپ سے بات کرنا چاہتی ہوں انابیا اور معارج دونوں کب تک دو الگ الگ کشتیوں کے مسافر بنے رہیں گے اور انابیتا میڈم سے کہیے بس کریں کب تک دامیان کو غلط سمجھتی رہیں گی اس جیسے سچی محبت کرنے والے بار بار نہیں ملا کرتے۔ جی تو آدھے سے زیادہ آنچل کے مطالعہ کے بعد اپنی فیورٹ کہانی کی طرف آئی ہوں۔ نازیہ جی "پتھروں کی پلکوں پر" کی آخری قسط کا شدت سے انتظار تھا مگر پڑھنے کے بعد لگا ابھی ایک اور قسط لکھنا باقی تھی بہت تیزی سے اینڈ کر دیا آپ نے مگر سب سے اچھا اینڈ عدنان اور گوری کا تھا زبردست۔ عدنان کو جس طرح سے احساس ذمہ داری ہوا اور گوری اور بچوں کی ذمہ داری کو جس طرح سمجھا زبردست پڑھ کر اچھا لگا مگر اب آپ کی اگلی تحریر کا شدت سے انتظار ہے۔ امید کرتی ہوں وہ بھی اس سے زیادہ اچھی تحریر ہوگی۔ ایک بات اور جو شاعری کہانی میں چھپتی رہی ہے اور جو آخری قسط میں چھپی ہے کیا وہ آپ کی ہے؟ تھوڑا اور آگے بڑھے تو حافظ شبیر احمد صاحب سے لوگ اپنے روحانی مسائل شیئر کر رہے تھے اور ان کا حل پوچھ رہے تھے۔ "آپ کی صحت" بھی اچھا سلسلہ ہے۔ "ڈش مقابلہ" دیکھا تو منہ میں پانی آ گیا تمام ڈشز ہی میری فیورٹ تھیں سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ سب سے پہلے کیا ٹرائی کروں؟ "بیوٹی گائیڈ" میں بہنیں ٹوٹکے آزما رہی تھیں۔ جلدی جلدی وہاں سے نکلے تو دل کو چھونے والی شاعری پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ "غزلیں نظمیں" میں سباس گل کی نظم زبردست تھی۔ "بیاض دل" میں تمام اشعار ہی اچھے تھے۔ "یادگار لمحے" میں سب کچھ ہی اچھا تھا۔ کس کے بارے میں لکھوں مگر بہنوں کو انعام ملتا دیکھ کر بڑا اچھا لگا سوچا میں بھی حصہ لوں اور انعام جیتوں۔ "آئینہ" میں بہنوں کے خطوط پڑھ کے اچھا لگا۔ اس مرتبہ زیادہ خط شائع ہوئے ہیں۔ "دوست کا پیغام آئے" میں اپنا پیغام دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ "ہم سے پوچھیے" میں اتنی ساری بہنیں شمائلہ کاشف کو گھیرے بیٹھی تھیں۔ سوالات کے جوابات پڑھ کر خوب لطف اندوز ہوئی۔ "کام کی باتیں" میں سب کام کی باتیں تھیں۔ "تندرستی ہزار نعمت" بھی اچھا سلسلہ ہے۔ پورا آنچل ہی زبردست تھا۔ اب اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو خوب ترقی دے۔ آنچل کا اور ہمارا ساتھ اس سے بھی زیادہ مضبوط ہوتا چلا جائے اور ہمارے ملک کو اللہ تعالیٰ امن کا گہوارہ بنادے اور میری امی کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رہے اللہ تعالیٰ امی کو صحت، تندرستی اور لمبی عمر عطا کرے آمین۔

☆ اچھی صائمہ! خوش رہو اور محفل میں آمد پر خوش آمدید بھی کہتے ہیں۔ امید ہے اسی طرح ہماری حوصلہ افزائی کرتی رہیں گی۔

وجیہہ خان ...... بہاولپور۔ شہلا آنٹی اور تمام قارئین کو ڈھیر سارا پیار و سلام۔ جولائی کا آنچل 27 تاریخ کو ملا۔ "سرگوشیوں" سے کان لگا کر سننے کے بعد قیصر آنٹی سے گپ شپ کی اور نازی آنٹی سے ملنے پہنچ گئی۔ "پتھروں کی پلکوں پر" کے خوب صورت اینڈ کی تعریف کے لیے الفاظ نہیں بس یہی کہ بہت خوب صورت تھا۔ نازی آنٹی پھر آیئے گا نئے خوب صورت اور انفارمٹ ناول کے ساتھ آپ کا انتظار رہے گا۔ عشنا آنٹی آپ کا ناول پڑھ کر بے حد مزا آیا۔ نیا موڑ، نئی رونق! بس پارسا اور عدن کا معاملہ خراب نہ کریئے گا۔ میں تو آپ کو میرڈ سمجھتی تھی لیکن یہ پڑھ کر آپ ان میرڈ اور انگیجڈ ہیں بہت حیرت ہوئی آپ کے لیے۔ آل دا بیسٹ۔ اقرا آنٹی! آپ بہت اچھے سے آگے بڑھ رہی ہیں۔ سمیرا آنٹی کا نیا ناول کافی پسند آیا ویل ڈن آنٹی۔ سندس جبین آپ کا ناول "محبت کی جیت" آنچل کی جان تھا بہت اچھے، مجھے بیلا بہت پیاری لگی۔ عتیقہ ملک کے ناولٹ سے ایک نئی بات سیکھ ملی۔ عابدہ ہاشمی کا افسانہ پڑھ کر بے حد دکھ ہوا۔ والدین کو چاہیے کہ اپنی من مانی کرنے کے بجائے اور اپنے رشتہ داروں کا خیال کرنے کی بجائے اپنی اولاد کی خوشی کو ترجیح دیں اور ان کا ان کے جذبات کا خیال کریں۔ "ہمارا آنچل" میں سب سے مل کر بہت اچھا لگا۔ بس یہی دعا ہے کہ اللہ آپ سب کو ہمیشہ خوش رکھے۔ "ڈش مقابلہ" میں گول گپے کھا کر بے حد مزا آیا! جلد ہی ٹرائی کروں گی۔ "یادگار لمحے" میں "یادیں" نظم نے دل کو چھو لیا ایسا لگا اپنی میٹرک کی کلاس میں بیٹھی ہوں۔ باقی تمام سلسلے بھی اچھے تھے۔ اب اجازت دیں اگلے ماہ پھر حاضر ہوں گے۔ بس جگہ ملنی چاہیے۔ اپنا خیال رکھیے گا اور دعاؤں میں بھی یاد رکھیے گا۔

سدرہ ...... جہلم۔ السلام علیکم! اس دفعہ بھی آنچل ہمیشہ کی طرح زبردست تھا۔ بالآخر "پتھروں کی پلکوں پر" اختتام پزیر ہوئی۔ ہمیشہ کی طرح آپ نے اس ناول کو بھی خوب صورت اختتام بخشا۔ سب کردار مل گئے، بہت خوشی ہوئی۔ علیزہ اور انوشہ میرے فیورٹ کردار تھے۔ ان کے بارے میں پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اب ہم آپ کے اگلے ناول کے انتظار میں ہیں۔ باقی ناولز بھی اچھے جا رہے ہیں۔ انابیا کا اظہار محبت اور طغرل کا پارس کو پرپوز کرنا اچھا لگا۔ اب دیکھتے ہیں کہ اگلی قسط ہمارے لیے کیا لے کر آتی ہے۔ عتیقہ ملک اور عابدہ ہاشمی کو پڑھ کر اچھا لگا۔ تمام لوگوں کو رمضان المبارک کی مبارک اور ایڈوانس عید کی بھی۔ میری دعا ہے کہ اللہ پاک آپ تمام لوگوں کو رمضان میں رحمتوں اور برکتوں سے فیض یاب کریں اور عید پر ڈھیروں خوشیاں عطا کریں۔ (آمین ثم آمین)

سونیا امبر ...... راجپوت۔ السلام علیکم! آپی کیسی ہیں آپ؟ میری طرف سے آنچل کے بجنوتے سو ہنو کو ڈھیر سارا اسلام یہ میرا پہلا خط ہے اگر شائع نہ ہوا تو سمجھ لینا آخری خط ہے۔ پلیز تھوڑی سی جگہ ضرور دے دینا ورنہ میری ساری محنت کھوہ کھاتے جائے گی اور انسلٹ "اللہ توبہ"۔

☆ ڈیئر سونیا! پوری پوری جگہ دے دی آپ کو اب تو خوش ہونا۔

صوفیہ صدیق ...... چیچہ وطنی۔ السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ خدا کرے پورا اسٹاف خیریت سے ہو اور اپنی دن رات کی محنت میں مصروف رہے آمین۔ پہلے تو میں آپ سے ناراض تھی کہ ہر دفعہ خط لکھا آپ نے چھاپنا تو دور کی بات تاخیر سے موصول ہونے والے خطوط میں بھی میرا نام نہیں لکھا ہوتا جس پر میں بہت دکھی ہوں۔ برائے مہربانی مجھے بتائیں کہ میرا خط آپ تک پہنچتا ہی نہیں یا ویسے ہی نام نہیں لکھتے۔ آج ڈائجسٹ لے کر آئی بہت مایوسی سے ڈائجسٹ دیکھا جیسے ہی "سرگوشیاں" پڑھنے کے بعد آگے بڑھی تو یہ کیا "ہمارا آنچل" میں اپنا تعارف دیکھ کر خوشی سے چیخ ماری اور اپنی بہن کو آوازیں دینے لگی۔ جب میں نے بتایا اور سب کو پڑھایا تو سب بہت خوش ہوئے میں شکر گزار ہوں آنچل کی کہ انہوں نے میرا تعارف شائع کیا۔ آنچل کا ٹائٹل دیکھا ماڈل خوب صورت تھی۔ پھر "بہنوں کی عدالت" میں عشناء جی کو دیکھا ان کے بارے میں جان کر بہت اچھا لگا۔ بس سانول شاہ اور انزلہ کا دکھ ہے ملوایا بھی تو انزلہ کو ایک بچے کی ماں بنا کر سانول کو دی اس پر اچھا نہیں لگا۔ اقرا صغیر احمد کا ناول "بھیگی پلکوں پر" کیا موڑ دے دیا کہانی کو اب طغرل اور پری کی جلدی سے شادی کروا دیں تو مزا آ جائے۔ طغرل اور پری کو اقرا جی زیادہ ٹائم دیا کریں۔ "یادگار لمحے" میں لاڈو ملک کا انتخاب "المیہ" بہت پیارا تھا۔ "بیاض دل" میں حنا کنول کا شعر لاجواب لگا۔ عشناء کوثر سردار "اور کچھ خواب" میں انابیا کو طلاق مت دلوانا پلیز میرا دل بہت نازک ہے ٹوٹ جائے گا اور انابیتا کو بھی عقل دیں ایویں شوخیاں مار رہی ہے۔ سمیرا جی کا "زندگی کی حسین راہ گزر" مکمل ناول میں پہلی قسط تو اچھی لگی آگے مزید پڑھ کے پتا چلے گا۔ بجلی نہیں ہے گرمی میں خط لکھ رہی ہوں۔

☆ اچھی صوفیہ! خوش آمدید دیکھیں اس بار آپ کا خط ملا تو شائع بھی ہو گیا۔ جب کوئی چیز ہمیں نہیں ملے گی تو ہم کیسے شائع کریں گے۔

پروین افضل شاہین ...... بہاولنگر۔ پیاری باجی السلام علیکم! خیریت موجود خیریت مطلوب۔ اس بار جولائی کا آنچل بروقت ہی مل گیا۔ ایشیا سرورق پر بہت ہی پیاری

لگ رہی تھی۔ ''ہمارا آنچل'' میں چاروں سے ملاقات خوب رہی۔ ''بہنوں کی عدالت'' میں لگتا ہے کہ عشنا کوثر سردار کی چاہنے والیاں بہت زیادہ ہیں جب ہی تو اپنے جوابات کو وہ اگلے ماہ تک لے گئی ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ آنچل میں کوپن کاٹنے سے آنچل کا حسن ماند پڑ جاتا ہے اور کوپن وہ ڈائجسٹ شائع کرتا ہے، جس کی سرکولیشن کم ہو جبکہ آنچل کی سرکولیشن ماشاء اللہ بہت زیادہ ہے۔ تمام آنچل بہنوں کو ماہ رمضان مبارک۔

ظل ھما...... فیصل آباد۔ السلام علیکم! آنچل نگری میں ایک بار پھر خوش آمدید۔ اپیا کی ''سرگوشیاں'' سنیں۔ اب تشریف لاتے ہیں بقیہ آنچل کی طرف تو سب سے پہلے نازیہ کے ناول کا اختتام پڑھا۔ اینڈ اچھا رہا مگر مجھے تو معاشرے میں کوئی شخص بھی سرمد خان شجاع جیسا اعلیٰ ظرف نظر نہیں آیا۔ خیر نازیہ جی ایک اور ناول کا اختتام مبارک ہو۔ مجموعی طور پر ناول کافی اچھا رہا۔ پھر ''اور کچھ خواب'' دیکھنے عشنا جی کے پاس پہنچے۔ آپ لفظوں کی کھلاڑی ہیں عشنا! جو دل جیتنے کا ہنر جانتی ہیں۔ آپ کا ناول مجھے بہت پسند ہے۔ اس کے بعد سمیرا کا ناول اسٹارٹ کیا وہ آخری صفحے پر جا کے پتا لگا کہ یہ تو باقی آئندہ ماہ ہے تو سارا مزا خراب۔ عتیقہ ملک کی انٹری بھی شاندار رہی۔ سندس جبیں کا ناول بھی خوب رہا۔ ''سہراب چہرے'' عنوان کی سمجھ نہیں آئی۔ آئی تھنک یہ سراب چہرے تھا۔ مستقل سلسلے حسب روایت کچھ شان دار اور سو سو ہے معذرت کے ساتھ۔ ''دوست کا پیغام آئے'' میں سباس کے سوا ہمیں کسی نے یاد بھی نہیں کیا۔ اتنا تبصرہ کافی ہے۔ جن دوستوں کی اگست میں سالگرہ ہے ان کو بہت بہت سالگرہ مبارک اور پلیز آپ سب دعا کیجیے گا کہ میرا ایم فل میں داخلہ ہو جائے۔ یہ میرا جنون ہے۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ ہمیشہ خوش رہیں۔ اللہ حافظ

☆ ڈیئر ظل ہما! اللہ رب العزت آپ کا خواب جلد پورا کرے۔ آمین

عشرت سید محمد رمضان...... حیدر آباد، سندھ۔ آپی اور تمام قارئین کرام اسٹاف آنچل کو پیار بھرا اسلام۔ سنہری دھوپ کی تمازت سے جلنے لگے اعصاب گرمی کی لوڈشیڈنگ سے بدحال مگر آنچل کے ملنے سے آگئی چھا گئی باد بہاراں۔ نازیہ کنول نازی اتنے خوب صورت انداز میں ''پتھروں کی پلکوں پر'' کا اینڈ کرنے اور شاعری کے جذبوں کو خوب صورتی سے پرونے کے لیے آپ کی تعریف کے لیے الفاظ نہیں مگر دل باغ باغ ہو گیا اور چاہتا ہے کہ آپ کے ہاتھ چوم لیں۔ سمیرا جی آپ نے سوئے جذبوں کو بیدار کیا۔ آنچل میں دوبارہ آنے پر شکریہ۔ میں آپ کی بہت فین ہوں۔ عشنا جی! شکریہ سوال کے جواب لیے ''مزید'' ''اور کچھ خواب'' بہت دلچسپ موڑ لے رہی ہے اچھا لگ رہا ہے پڑھ کر کہ انائیا معارج کی محبت میں گرفتار ہو گئی۔ نئے لکھاری کو خراج تحسین۔ ''بھیگی پلکوں پر'' اس بار کچھ غیر متاثر کن اور سست خرام تھی باقی ''دانش کدہ'' سے لے کر پورا آنچل کا سرورق بہت خوب صورتی سے پیش ہوا اچھا اب اجازت۔ نیک دلی تمنا میں آنچل اور سب کے ساتھ۔

ملیحہ نورین...... بورنالی۔ آداب عرض ہے۔ میری طرف سے تمام اہل وطن کو جشن آزادی اور عید مبارک خدا ہمارے ملک کو سدا سلامت رکھے اور کبھی بھی زوال نہ آئے۔ خوشیاں اور امن وسکون کی بہاریں ہمیشہ رہیں اور اب تمام رائٹرز کو بیسٹ وشز اور پلیز کبھی رومینٹک اسٹوری کے علاوہ بھی کچھ لکھیں جسے پڑھ کر ہمارے سوئے ہوئے دلوں میں امن ومحبت کا جذبہ پیدا ہو۔ سب پڑھنے والوں کو سلام! ظل ہما، نوشی، طیبہ نذیر، رائقہ، صبا، صوبیہ، انا احب، ایمن وفا، کرن وفا سب کو بہت بہت سلام اور دعائیں مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

صدیقہ خان...... باغ آزاد کشمیر۔ ڈیئر شہلا آپی اور قارئین آنچل السلام علیکم! کیسے ہیں آپ لوگ؟ امید کرتی ہوں خیریت سے ہوں گے اور برسات کے موسم کو انجوائے کر رہے ہوں گے۔ آنچل تو ہمیشہ کی طرح بیسٹ ہے۔ سمیرا آپی آپ جو نیا سلسلے وار ناول شروع کر رہی ہیں یا کرنے والی ہیں پلیز ایک کردار کو میرا نام دیجیے گا۔ نازیہ آپی میری طرف سے آپ کو ''پتھروں کی پلکوں پر'' جیسے خوب صورت ناول لکھنے پر ڈھیر سارا پیار دعائیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کا یہ قلم اسی طرح کامیابی کی طرف رواں دواں رہے۔ آخر میں تمام آنچل اسٹاف، آنچل قارئین اور فرینڈز فرح، ثمینہ، حفصہ اور بشریٰ باجی جو کہ گرڈ کالونی میں رہائش پزیر ہیں میری طرف سے آپ سب کو عید مبارک ہو دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اللہ حافظ

نورین شفیع...... ملتان۔ السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ میں اللہ کے کرم سے بالکل ٹھیک ہوں امید ہے کہ قارئین اور آنچل ٹیم بھی خیریت سے ہوں گے۔ اب ذرا آنچل کی تعریف ہو جائے۔ آنچل تقریباً تین سال سے باقاعدہ پڑھنا شروع کیا۔ پہلے پرانے آنچل پڑھتے تھے اب باقاعدہ منگواتے ہیں۔ یہ بہت اچھا رسالہ ہے۔

صائمہ طاہر سومرو...... حیدر آباد، سندھ۔ السلام علیکم! کیسے ہیں آنچل کے چاند ستارے؟ امید ہے سب خیر خیریت سے ہوں گے۔ اب آتے ہیں تبصرے کی جانب تو جناب پیارا آنچل ہی پرفیکٹ تھا سب سے پہلے ''سرگوشیاں'' سنی۔ ''در جواب آں'' میں اپنا جواب پایا۔ اس کے بعد چاروں فرینڈز سے ملاقات اچھی رہی۔ آگے عشنا جی جواب دے رہی تھی بہت خوب عشنا جی بہت پیاری ہیں آپ ''آنچل کے ہمراہ'' میں سب نے بہت خوب جوابات دیے۔ ''ڈش مقابلہ'' میں کوئی بھی ریسپی اچھی نہیں لگی جسے ٹرائی کرتی پلیز گھریلو ریسپی دیا کریں چائنیز کو چھوڑ کر۔ نازیہ کنول اور مریم ماہ منیر کی غزل ونظم پسند آئی۔ ''بیاض دل'' میں صدف سلیمان، فرزانہ گل، فرح طاہر اور روبی گیلانی کا انتخاب پسند آیا۔ ''یادگار لمحے'' میں عالیہ کاظمی کی ''حمد ونعت'' سارہ یہ چوہدری، سباس گل کے انتخاب بے حد پسند آئے باقی نے بھی اچھا لکھا۔ ''آئینہ'' میں سب کے تبصرے اچھے تھے پر جیسے ہونے چاہیے ویسا تبصرہ کوئی نہیں کرتا۔ مائنڈ مت کیجیے گا۔ ''دوست کا پیغام'' میں سب پیغام اچھے لگے کیونکہ سب دل سے بھیجے گئے تھے ''ہم سے پوچھیے'' میں سب کے سوال و جواب زبردست رہے۔ نازیہ جانو! ویری ویل ڈن اور بہت مبارک ہو بھئی اچھا اینڈ کیا تم نے دل خوش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے جتنی خوشیاں تم نے سب کرداروں کو دیں اللہ تمہیں بھی اتنی ڈھیر ساری خوشیاں دے آمین ثم آمین۔ عشنا جی کیا قسط لکھی خدا کرے زور قلم اور زیادہ۔ اقرا ڈیئر! پلیز پری کو خوشیاں دو یہ اسٹوری بھی بہت اچھی ہے۔ مکمل ناولز میں ابھی صرف سندس جبیں کا ''محبت کی جیت'' پڑھی ہے۔ آپ نے بہت اچھا لکھا۔ رمضان کے فوراً بعد میری شادی ہے تو میں آنچل میں شاید نہ لکھ پاؤں شادی کے بعد ہی لکھوں گی تب تک کے لیے مجھے دیجیے اجازت۔ بہت ساری دعائیں آپ سب کے لیے۔ مجھ ناچیز کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ اللہ حافظ

☆ پیاری صائمہ! شادی کی بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ رب العزت آپ کو سدا سکھی رکھے خوشیاں آپ کے قدم چومیں اور بلند نصیب عطا ہو آمین۔

فرح طاہر قریشی...... ملتان۔ سلام الفت امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گی۔ 25 جون کو آنچل ملا۔ ٹائٹل اچھا لگا۔ اس کے بعد فوراً ''دوست کا پیغام'' میں پہنچے۔ جہاں ہماری زندگی کرن وفا کا نام جگمگا رہا تھا۔ وفا جان آپ سے مل کر ہمیشہ کی طرح بہت اچھا لگا اور آپ کا برتھ ڈے سرپرائز تو بہت یہ سرپرائز کر گیا۔ مجھے بہت خوشی ہوئی فصیحہ آپی آپ کی خواہش سر آنکھوں پر میں ضرور کہانیاں لکھوں گی۔ اینڈ میری تمام فرینڈ کہاں ہو سب آنچل میں حاضری دو اور نئی دوستوں کے لیے بہت سی دعائیں۔ تمام دوستوں کے پیغامات پڑھ کر عشنا کے سوالوں کے جواب پڑھے ویل ڈن عشنا! تم تو چھا گئی اس کے بعد ''سرگوشیاں'' پڑھی۔ عشنا کے ناول کا اینڈ کا سن کر اداس تو ہوئے مگر امید ہے عشنا پھر سے نئی تحریر کے ساتھ حاضر ہوئی۔ اس کے بعد تعارف میں چاروں بہنوں سے ملاقات کی۔ سب سے مل کر اچھا لگا۔ سلسلے وار میں نازیہ کنول نازی کی کہانی کا اختتام جہاں ہوا وہاں سے اگلی کہانی کا انتظار بے چینی سے شروع ہو چکا ہے۔ عشنا کوثر تمہاری تو کیا بات ہے دوست اتنا اچھا لکھتی ہو۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ آمین۔ افسانہ اس بار صرف ایک تھا۔ ''سہراب چہرے'' عابدہ ہاشمی بہت خوب واقعی ڈیئر سہراب سہراب ہی ہوتے ہیں۔ جن کو پانے کی خواہش ہی غلط ہے۔ ان کے پیچھے جتنا بھاگا جائے یہ اتنا تھکا ڈالتی ہے۔ ناولٹ میں عتیقہ ملک ''صحرا میں عکس سرابوں کا'' آپ کی تحریر بہت عمدہ رہی۔ مکمل ناول میں سندس جبیں کا ''محبت کی جیت'' پڑھ کر دل خوش ہو گیا۔ ''زندگی کی حسین راہ گزر'' سمیرا جی آپ کا ناول ہمیشہ کی طرح خوب رہا۔ ''بیاض دل'' میں نورین شفیع ملتان اور فریحہ شبیر دوستوں انعام ملنے پر میری طرف سے بہت زیادہ مبارک باد۔ ''یادگار لمحے'' میں فریحہ چوہدری اور مائرہ اور میری دوست بشریٰ کو آنچل کے انعام پر دل سے مبارک باد پیش کرتی ہوں قبول کریں۔ ویسے آپ چاروں کو ایسے اچانک انعام ملنے پر وہ بھی آنچل کیسا لگا؟ شمائلہ آپی کے

جوابات ہمیشہ کی طرح لاجواب رہے۔ ''کام کی باتیں، تندرستی صحت، روحانی مسائل، ڈش مقابلہ'' سب بہترین سلسلے ہیں۔ اب اجازت چاہوں گی بشرط زندگی پھر ملاقات ہوگی جب تک کے لیے اجازت اللہ نگہبان۔

شمع فیاض...... تونسہ شریف۔ السلام علیکم! پیاری آپی کیا حال ہے، کیسی ہیں آپ؟ امید کرتی ہوں آپ بالکل ٹھیک ہوں گی خدا آپ کو لمبی زندگی دے اور ہمیشہ سکھی اور ہنستا مسکراتا رکھے آمین۔ میں تو آنچل کی دیوانی ہوں اور دوسرا امتحان اتنی مشکل سے ہے کہ کیا بتاؤں ایک ایک کی باتیں الگ سننی پڑتی ہیں اور آنچل لانے کے لیے منتیں الگ۔ اگر پڑھنے بیٹھوں تو سب ڈانٹتے ہیں پھر بھی پڑھنا تو ہے نہ آپی! اچھا آپی اب آتے ہیں آنچل کی طرف۔ آنچل تو شروع سے ہماری جان ہے گھر میں صرف میں اکیلی پڑھتی ہوں آپی سب کہانیاں بہت اچھی جا رہی ہیں، اقرا، بہن بھی بہت اچھا لکھتی ہیں اور عشنا کوثر بھی زبردست لکھتی ہیں اور رہی بات نازی آپی کی تو ان کی تو کوئی بات نہیں وہ تو ہر ایک کے دل کی رانی ہیں مجھے نازی آپی سے ملنے کا بہت شوق ہے چلو خواب میں ملیں ہی ملیں ضرور۔ آپی ''محبت کی جیت'' مکمل ناول بہت اچھا تھا اور ''صحرا میں عکس سرابوں کا'' وہ بھی بہت اچھا تھا۔ ''بیوٹی گائیڈ'' میں بہت ہی اچھے مشورے ہوتے ہیں اور ''ڈش مقابلہ'' میں طلعت آغاز ہمیں نئی نئی چیزیں سکھاتی ہیں۔ ''غزلیں نظمیں'' سب اچھی تھیں اور ''دوست کا پیغام آئے'' میں دوستوں کے پیغام بہت اچھے لگے اور آپی مجھے طیبہ طاہر بہت اچھی لگتی ہیں ان کو میرے بہت سلام اور باقی سب پڑھنے والی دوستوں کو بھی ڈھیر سارے سلام۔ مجھے لکھنے کا بہت شوق ہے لکھتی بھی ہوں پر کسی کو بتاتی نہیں کیونکہ میں بہت کمزور اور ڈرپوک لڑکی ہوں، کوئی بھی حوصلہ افزائی کرنے والا نہیں، صرف ایک کزن ہے اور وہ بھی بہت دور ہے۔ میں آنچل پڑھ کر خود کو خوش رکھتی ہوں اور اس سے اپنی ہر بات شیئر کرنا چاہتی ہوں، اچھا اب اجازت اپنا بہت سا خیال رکھیے گا۔

☆ ڈیئر شمع! آپ اپنے اندر سے ڈر کو نکال کر باہر پھینک دیں اور بے خوف ہو کر لکھتی رہیں، ہر ممکن کوشش کریں گے آپ کی حوصلہ افزائی کی۔

کومل رباب افضل...... لاہور۔ السلام علیکم! شہلا آپی اینڈ تمام آنچل اسٹاف اور پڑھنے والی تمام قاری بہنوں کو رمضان اور عید کی خوشیاں بہت بہت مبارک ہوں۔ آنچل اس دفعہ 24 کو ملا ماڈل گرل اچھی لگی سب سے پہلے سرگوشیاں میں قیصر آپی سے ملے ہمیں بھی ان کے ساتھ سرگوشیاں کرنا اچھا لگتا ہے۔ حمد ونعت سے دل کو منور کیا انکل مشتاق بہت علم دے رہے ہیں۔ اللہ ان کو جزا دے اس کے بعد سب سے پہلے اپنے پسندیدہ ناول ''پتھروں کی پلکوں پر'' پڑھا نازی جی یو آر گریٹ او۔ بہت خوب صورت اور زبردست اینڈ ہوا بہت بہت مبارک ہو۔ ناول ختم ہونے کی اور نئے کی بھی بہت شدت سے انتظار کر رہے ہیں۔ سمیرا جی مکمل ناول بہت پسند آیا۔ عتیقہ ملک کا ''صحرا میں عکس سرابوں کا'' واقعی جو بوتا ہے اسے کاٹنا پڑے گا۔ سندس جبیں ''محبت کی جیت'' بہت خوب صورت رہا اللہ آپ کو اور ہمت دے۔ عابدہ ہاشمی کا ''سہراب چہرے'' واقعی آج کل یہی کچھ چل رہا ہے بلکہ عورت کے ساتھ تو شروع سے ہی ایسا چلتا آ رہا ہے اللہ تعالیٰ نور جیسی تمام لڑکیوں کو اپنی امان میں رکھے۔ ''اور کچھ خواب'' عشنا جی گریٹ لیکن یہ کیا تعلق اور انائیا کو جدا مت کیجیے گا باقی جو آپ لکھنا چاہیں اور دامیان اور انابیا کی صلح کروا دیں یہ میرے فیورٹ کردار ہیں۔ اقرا، جی ''بھیگی پلکوں پر'' بہت اچھا چل رہا ہے، واہ طغرل کا پری کو پرپوز کرنا جی کرتا ہے آپ کے ہاتھ چوم لوں قسم سے۔ ''آنچل کے ہمراہ'' میں سب کے جوابات اچھے لگے۔ ''ہمارا آنچل'' میں سب بہنوں سے مل کر بہت اچھا لگا۔ ''بہنوں کی عدالت'' میں عشنا کوثر سردار جی کے بارے میں تفصیل سے جان کر خوشی ہوئی، جویریہ چوہدری ہماری بھی دوستی قبول کریں، ایس رضی، پلوشہ گل، سحر زلفی سے ملاقات اچھی رہی۔ ''ڈش مقابلہ'' میں روبین جی بہت اچھے سے گائیڈ کر رہی ہیں۔ ''غزل نظم'' میں ہمیشہ کی طرح نازی جی باقی سب بھی اچھی تھی۔ ''بیاض دل'' میں فرح طاہر ملتانی، کامران خان کو ہاٹ، اقراء کلثوم یو آر گریٹ۔ ''یادگار لمحے'' ہمیشہ کی طرح یادگار رہے اور میری طرف سے انعام جیتنے والوں کو بہت مبارک باد۔ ''دوست کا پیغام آئے'' میں مسکان قصور سے کہنا چاہوں گی، میری اور میری بہن کی دوستی قبول کریں، کومل فاخرہ کی اور اس کے ساتھ اجازت کہ اللہ ہمارے پاکستان کو اپنے امان میں رکھے تاکہ عید کے مزے کر سکیں، اللہ آنچل کو ترقی نصیب فرمائے۔ خدا حافظ، شکریہ۔

☆ کومل! اب تو خوش ہونا۔

صدف سلیمان...... شور کوٹ شہر۔ السلام علیکم! آنچل اسٹاف اور تمام قارئین کو ڈھیروں عید کی خوشیاں مبارک ہو اور پیارے پاکستان کو تمام مشکلوں سے چھٹکارا ملے آمین۔ اس بار آنچل 25 کو مل گیا، سادہ سی ماڈل اچھی لگی۔ اس بار کا پورا آنچل زبردست تھا۔ ہر آنچل کی جان نازی جی نے تو ہماری سوچ سے بھی زیادہ اچھا اختتام کیا۔ اتنے زبردست ناول کے اختتام پر نازی جی ڈھیروں مبارک باد۔ اگلے ماہ نئے ناول کا پڑھ کر دل کو بہت خوشی ملی ورنہ یہ سوچ کر میرا دل دکھی تھا کہ پتا نہیں نازی جی اگلے آنچل میں انٹر ہوں گی کہ نہیں۔ نازی جی کہانی کے ساتھ موسٹ ویلکم۔ ''بھیگی پلکوں پر'' شکر ہے طغرل نے بھی کوئی قدم اٹھایا پلیز اقراء جی پارس کا ردعمل زیادہ دیر تک نہ ہو ورنہ کہانی ایک بار پھر ٹھہر جائے گی۔ ''اور کچھ خواب'' سجدہ شکر کرنا چاہیے کہ 29 قسطوں میں انائیا کو بھی پیار ہو ہی گیا۔ سمیرا جی کا ناول ''زندگی کی حسین رہ گزر'' واقعی میں بہت حسین تھا۔ عتیقہ ملک آپ کا ناولٹ بہت ہی اچھا تھا اور آپ کا موضوع بھی بہت اچھا تھا۔ باقی تمام سلسلے زبردست تھے۔ میمونہ ہرل میں نے آپ کے طریقہ سے گول گپے بنائے پر افسوس بالکل بھی اچھے نہیں بنے مجبوراً وہ کوڑا کرکٹ کی نذر ہو گئے۔ ''غزلیں نظمیں'' میں راشد ترین اور نازی جی کی غزل پسند آئی۔ ''بیاض دل'' میں تو اس بار سارے اشعار زبردست تھے۔ ایک کا نام دوستوں کے ساتھ زیادتی ہو گی۔ ''یادگار لمحے'' میں عالیہ کاظمی کی ''حمد ونعت'' کامران خان کی ''یادیں'' اور شمع مسکان کا اقتباس بہت اچھا رہا۔ ''آئینہ'' میں تبصرے سارے ہی اچھے تھے۔ آخر میں تمام قارئین کو ایک بار پھر سے دلی مبارک باد۔

☆ ڈیئر صدف! آنچل والوں کو آپ سے کوئی دشمنی نہیں ہے اس بار بھی آپ کا تبصرہ دس جولائی کو موصول ہوا ہے اب آپ کو ڈاک کے نظام کا کیا بتائیں، صبر ہی کر سکتے ہیں، ہم ہر ماہ کی آٹھ تک موصول ہونے والی ڈاک استعمال کرتے ہیں۔

رباب ثلاث...... مرید کے۔ السلام علیکم! آنچل قارئین اور تمام اسٹاف کو میری طرف سے بھرپور محبتوں بھرا اسلام ہو۔ ڈیئر آپی شہلا! آپ اور آپ کا سلسلہ مجھے بہت ہی پسند ہے تو اس مرتبہ آنچل 29 کو ملا وہ بھی مارکیٹ کے آٹھ چکر لگوا کر۔ سچ بتاؤں ''نازیہ کنول نازی'' کی آخری قسط پڑھی جس میں آخری پانچ سالوں کے بعد والی ٹھیک تھی اور اس کے بعد ''پتھروں کی پلکوں پر'' اس کا اختتام اچھا ہوا اور ''بھیگی پلکوں پر'' پلیز اقراء آپی! پری اور طغرل کو ملا دیں اور درمیان کی بدگمانی ختم کر دیں، باقی سلسلے بھی ٹھیک تھے اور میں انعام وصول کرنے والوں کو تہہ دل سے مبارک دیتی ہوں۔

سائرہ شاہین...... تلو نڈی۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیا حال ہے؟ آپی میں پہلی مرتبہ آنچل میں شرکت کر رہی ہوں پلیز آپی مایوس مت کیجیے گا۔ آپی خط لکھنے کی سب سے بڑی وجہ نازی آپی کا ناول ''پتھروں کی پلکوں پر'' ہے۔ نازی آپی نے اس کا اختتام بہت اچھا کیا ہے۔ میری طرف سے آپی کو مبارک باد دیجیے گا۔ باقی سارے سلسلے ہمیشہ کی طرح اچھے تھے۔

☆ اچھی سائرہ خوش آمدید۔

کلعران خان...... کوہاٹ۔ السلام علیکم! شہلا جی آنچل قارئین اور تمام آنچل اسٹاف امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ آنچل اس بار 26 جون کو ملا۔ ''پتھروں کی پلکوں پر'' واؤ نازیہ جی! زبردست اقراء صغیر بھی اچھا لکھتی ہیں۔ مائی فیورٹ عشنا میں آپ کی انگلش بکس کی اسٹڈی کرنا چاہتا ہوں یہ بکس مجھے کہاں مل سکتے ہیں یہاں کے بک اسٹال پہ تو نہیں ملتے۔ ''بیاض دل'' میں سب اشعار کمال کے تھے۔ ''غزلیں نظمیں'' اچھا سلسلہ ہے پڑھ کر مزا آتا ہے اور ہاں میں پشتو اور پشتونوں کے لیے کچھ کرنا چاہتا ہوں، تمام پڑھنے والوں سے دعاؤں کی ریکویسٹ ہے خدا آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے اور اپنے پیارے پاکستان کو حفظ وامان میں رکھے آمین۔ 14 اگست اور رمضان شریف سب کو مبارک ہو۔

☆ بھائی! آپ کو بھی مبارک ہو اور اللہ رب العزت آپ کو کامیابی عطا کرے آمین۔

امرینہ خان امبر...... ملتان۔ آنچل کے تمام اسٹاف لکھنے اور پڑھنے والوں کو میرا محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ اب آتے ہیں اس ماہ کے آنچل کی طرف تو اس دفعہ کا آنچل تھوڑا لیٹ ملا بہرحال شکر کرتے ہوئے ہم نے قیصر آپی کی "سرگوشیاں" پر توجہ مرکوز کردی ان کی باتیں سن کر اچھا لگا۔ "حمد و نعت" پڑھ کر خود کو ایک دم تر و تازہ محسوس کیا۔ ایک سکون کی کیفیت ہوگئی تھی۔ "دانش کدہ" کو دیکھ کر اللہ پاک اس سلسلے کو بھی زیادہ ترقی دے۔ مشتاق احمد کے قلم میں مزید نکھار عطا کرے۔ آگے بڑھی تو "بہنوں کی عدالت" میں عشنا کوثر کو دیکھا۔ عشنا آپ بھی اس دفعہ عدالت کے کٹہرے میں آ گئیں واہ آپ نے سب دوستوں کے سوالوں کے جواب بہت اچھے طریقے سے دیئے۔ "آنچل کے ہمراہ" میں سب دوستوں کے جوابات اچھے تھے۔ اب میں آتی ہوں اپنے سلسلے وار ناولوں کی طرف پہلے تو عشنا جی آپ کے تو کیا کہنے ہیں آپ نے جس طرح "اور کچھ خواب" میں کرداروں پر اپنی گرفت رکھی ہے اور جس طریقے سے لے کر اختتام کی طرف گامزن ہیں ویل ڈن جناب! "بھیگی پلکوں پر" اقراء جی بہت اچھا ناول ہے آپ کا مجھے بہت پسند ہے اس دفعہ کی کہانی پڑھ کر جون میں غائب ہونے کا شکوہ دور ہوگیا۔ مکمل ناولٹ اور افسانے سب ہی اچھے تھے حقیقہ ملک نے اچھا لکھا تھا۔ نظمیں اور غزلیں میں سپاس گل اور صائمہ قریشی کی نظم پسند آئی اور فصیحہ آپ کی آس پڑھ کر ایسا لگا ہم بھی کسی کی آس لگائے بیٹھے ہیں دیکھتے ہیں یہ آس آس رہتی ہے یا...... "بیاض دل" میں سب ہی کے شعر اچھے تھے فریحہ شبیر نورین کو مبارک باد۔ اس دفعہ ان کے اشعار کو انعام ملا۔ "یادگار لمحے" میں سب کچھ ہی اچھا تھا ساریہ چوہدری اور مائرہ ملک کو انعام ملا مبارک ہو آپ لوگوں کو جی! "آئینہ" میں سب نے ہی اچھے طریقے سے تبصرہ کیا مگر مجھے شمع مسکان کا تبصرہ پسند آیا کیونکہ اس میں میرا نام جو تھا دوستوں شکریہ۔ مسکان آپ نے میرے چھوٹے سے میسج کو پسند کیا۔ شمائلہ آپ کی محفل میں آ کر اچھا لگا۔ "کام کی باتیں" اور "تندرستی نعمت" دونوں ہی بہت اچھے تھے۔ یہ ہے جی میرا تبصرہ! اچھا دوستوں تبصرہ کیسا لگا ضرور بتایئے گا آپ کے جواب کی منتظر۔

فضہ یونس...... فیصل آباد۔ السلام علیکم! شہلا آپی آنچل کے تمام اسٹاف اور قارئین کو میرا محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ میں آنچل کو بہت پسند کرتی ہوں آنچل سے وابستگی کو دو سال کا عرصہ ہوگیا ہے۔ آنچل میں تمام ناولز بہت زبردست ہیں خاص طور پر نازیہ کنول نازی کا "پتھروں کی پلکوں پر" کیا اینڈ کیا ہے آپ نے۔ آپی سلیوٹ پیش کرتی ہوں۔ "اور کچھ خواب" میں عشنا آپی آپ بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ "بھیگی پلکوں پر" اقراء صغیر پلیز پری اور طغرل کی صلح کروادیں باقی اسٹوری بہت اچھی جارہی ہے۔ "زندگی کی حسین رہ گزر" سمیرا شریف طور اور "محبت کی جیت" سندس جبین کیا لکھا ہے آپ نے لفظ نہیں مل رہے تعریف کے لیے۔ باقی سب بھی بہت اچھے تھے۔ "یادگار لمحے" میں بشریٰ ملک مائرہ ملک کا "دل" بہت لاجواب تھا۔ "بیاض دل" میں یاسمین عندلیب اور پری وش گوندل کے شعر پسند آئے۔ میری طرف سے آپ سب کو ایڈوانس عید مبارک قبول ہو آخر میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی پریشانیاں اور مشکلات آسان فرمائے آمین۔

☆ اچھی فضہ! خوش آمدید۔

زینڈ بنت پاکیزہ...... سکھر۔ السلام علیکم! آنچل قارئین و اسٹاف کو میرا محبتوں بھرا پُرخلوص سلام۔ سب سے پہلے پوری ملت اسلامیہ کو میری طرف سے رمضان المبارک اور جشن آزادی کی بہت بہت مبارک باد۔ آنچل کی تعریف و توصیف کے لیے الفاظ نہیں مل رہے بس اتنا ہی کہوں گی کہ اللہ رب العزت آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین۔ اس کے سارے سلسلے نمبر ون ہیں ایک سے بڑھ کر ایک ہے۔ قیصرہ آپی کی سرگوشیوں سے لے کر لبابہ احمد کی تندرستی نعمت تک ہر اک سلسلے نے اپنے حصار میں جکڑے رکھا۔ اس آنچل کی پری نازیہ کنول نازی کو مبارک باد پیش کرنا چاہوں گی کہ انہوں نے زہر حقیقت محبتوں کے خمیر سے اٹھتا "پتھروں کی پلکوں پر" کا اینڈ اسٹارٹنگ کی طرح ہماری توقعات سے بھی بڑھ کر فنٹاسٹک کیا اللہ آپ کو نظر بد سے بچائے اور زور قلم اور زیادہ کرے آمین۔ آپ سب کے لیے دعاؤں اور محبتوں کا کاسہ لیے خلوص سے تر جذبات کے سنگ۔

☆ پیاری پاکیزہ! خوش آمدید آپ آنچل کی بہت پرانی قاری، بہن ہیں دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

منزہ حیدر...... کوٹ قیصرانی۔ السلام علیکم! شہلا آپی اور آنچل کے اسٹاف قارئین کو میری طرف سے محبت بھرا اسلام۔ اب آتے ہیں آنچل کی طرف۔ واہ جی واہ "پتھروں کی پلکوں" کا اینڈ اتنا زبردست تھا اتنا کہ بس کیا بتاؤں نازیہ جی جیسا ہم نے سوچا تھا ویسا ہی پایا۔ خوشی کی بات تو یہ ہے کہ ایک اور تحریر آپ کی "جھیل کنارہ کنکر" آنچل میں پڑھنے کو ملے گی نازیہ جی کیا آپ میرے سے دوستی کریں گی پلیز پلیز جواب ضرور دیجیے گا اور بس آپی جی آنچل میں سب افسانے ناول بہت ہی زبردست ہوتے ہیں اب اجازت دیں اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

☆ منزہ ڈیئر! خوش آمدید۔

شاہ زندگی...... پنڈی۔ السلام علیکم! آنچل 26 تاریخ کو مل گیا۔ واہ نازی جی! کیا خوب لکھا۔ "زندگی کی حسین رہ گزر" سمیرا کا بیسٹ ناول ہے باقی افسانے ناولٹ اچھے رہے۔ عشنا جی کہانی کا اینڈ کردیں نازی کی غزل عالیہ کاظمی کی "حمد و نعت" فریحہ بشیر فرزانہ گل طیبہ نذیر ساجدہ زیدحنا کنول کی شاعری بیسٹ رہی۔ اجازت دیں۔

☆ پیاری شاہ! خوش آمدید۔

فریحہ بشیر...... شاہ نکدر۔ سب آنچل قارئین اور پوری آنچل ٹیم کو پیار بھرا اسلام اور دعا و پیار۔ سب پڑھنے والوں کو رمضان شریف کی پیشگی مبارک باد۔ مجھے اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیے گا۔ ویسے تو پورا مہینہ ہی آنچل کا انتظار کرتے گزر جاتا ہے۔ خیر اللہ اللہ کر کے 28 کو آنچل مل ہی گیا۔ جلدی سے ٹائٹل پر سرسری نظر ڈال کر دوڑ لگائی۔ سرگوشیاں پر اچانک یاد آیا کہ پچھلی دفعہ ہم نے "بیاض دل" کے لیے اشعار بھیجے تھے اس امید پر کہ شاید ہمارا نمبر بھی لگ جائے پھر کیا تھا جلدی سے پہنچے "بیاض دل" کی محفل میں اور "دوسرا انعام" کے ساتھ اپنا نام دیکھ کر آنکھیں کھلی اتنی خوشی ہوئی کہ آواز نے نکلنے سے انکار کردیا اور پھر ہم نے بھاگم بھاگ امی کو پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان سب بتادیا پھر جو چیخیں نکلی اف توبہ! مبارک باد کا شور اٹھا کہ بس۔ سب سے پہلے "پتھروں کی پلکوں پر" نازیہ آپی کیا خوب صورت اینڈ کیا ہے میری تو آنکھیں بھیگ گئی خوشی سے بہت بہت مبارک باد۔ اتنا اچھا اور پیارا لکھنے پر نازیہ آپی یو آر سو گریٹ اینڈ اسپیشل سچ میں۔ اس کے بعد "بھیگی پلکوں پر" اور "اور کچھ خواب" دونوں زبردست رہی۔ محبت کی جیت بھی اچھا لگا۔ ناولٹ اور افسانہ دونوں ہی پیارے تھے۔ "بہنوں کی عدالت میں" عشنا سے مل کر اچھا لگا۔ "ہمارا آنچل" میں چاروں فرینڈز سے مل کر اچھا لگا۔ "آنچل کے ہمراہ" جی سب کے جواب مزے کے تھے۔ شاعری میں بہترین مریم ماہ منیر نازیہ کنول نزہت فصیحہ اور صائمہ کی شاعری اچھی لگی۔ بیاض دل میں اپنے شعر کے علاوہ حنا سمیر اور اقصیٰ کے اشعار پیارے لگے اور نورین شفیع کا شعر بھی پیارا لگا نورین آپ کو بہت بہت مبارک باد میری طرف سے۔ "یادگار لمحے" میں الیسہ لاڈو ملک اور شمع مسکان کا اقتباس اچھا لگا۔ ساریہ اور بشریٰ مائرہ کو مبارک باد۔ آئینہ میں سب کے تبصرے اچھے لگے مزہ آیا پڑھ کر۔ "دوست کا پیغام آئے" سب کے پیغام اچھے تھے۔ "ہم سے پوچھیے" کی شمائلہ آپی بھی سب کو پیار سے جواب دیتی اچھی لگیں۔ باقی کا سب جو رہ گیا وہ بھی اچھا لگا۔ آنچل ہے ہی فنٹاسٹک اپنے نام کی طرح اب اجازت اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

☆ فریحہ ڈیئر! خوش رہو آپ نے اپنا پتا ارسال نہیں کیا جلد سے بھیج دیں۔

شبقہ امین راجپوت...... کوٹ رادھا کشن۔ عزیز از جان شہلا آپی آنچل اسٹاف اور سویٹ قارئین کرام السلام علیکم! امید ہے سب بخیریت ہوں گے اللہ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔ چلچلاتی گرمی میں آنچل بہار کا کے ملا کیونکہ اس میں ناول "پتھروں کی پلکوں پر" کی آخری قسط تھی ناول کا اینڈ پڑھ کے اتنی گرمی کے باوجود بھی جسم میں ٹھنڈک اتر گئی۔ نازیہ جی نے ہر کردار کے ساتھ انصاف کیا کیا تنقید کروں؟ مجھے تو ناول ہر طرح پرفیکٹ لگا۔ بس سمعان اور آمنہ کا دکھ ہوا یہ ضروری تو نہیں کہ اس دنیا میں سب کا ملن ہو کچھ فیصلے تقدیر کے بھی اٹل ہوتے ہیں۔ واقعی تعلقات اور روابط اوپر کہیں طے ہوتے ہیں انسان کا اس میں کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ ناول میں گوری کا کردار مجھے بہت اچھا لگتا تھا واقعی گوری جیسی عورتیں سیدھی جنت میں جائیں گی جو ثابت قدمی سے اپنے شوہر حضرات کے مظالم برداشت کرتی ہیں زبان سے اف تک نہیں کرتیں۔ نازیہ جی اتنا اچھا اینڈ

کرنے پر مبارک باد قبول ہو۔ شہلا آپی میری طرف سے آپ کو اور تمام اہل پاکستان کو یوم آزادی اور ماہ رمضان شریف مبارک ہو۔ سب کے لیے دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی۔

☆ پیاری شبانہ! آپ کو بھی مبارک ہو۔

مہک ملک...... بورے والا۔ السلام علیکم! تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو میرا اسلام۔ جولائی کے آنچل کا شدت سے انتظار تھا کیونکہ اس دفعہ نازی آپی کے ناول "پتھروں کی پلکوں پر" کا اختتام جو تھا۔ 27 جون کو کیمپس سے آتے ہی سب سے پہلا کام آنچل پڑھنے کا کیا۔ باقی کام اسی خوشی میں چھوڑ دیئے۔ ہمارا آنچل میں سب کا تعارف اچھا لگا۔ سب سے پہلے سمیرا آپی کی تحریر "زندگی کی حسین راہ گزر" پڑھی۔ بہت ہی زبردست لگی ان کی تحریر مجھے تو ابھی سے اگلے ماہ کے آنچل کا انتظار ہے کہ کب آئے اور میں ان کی تحریر کا دوسرا حصہ پڑھوں۔ اس کے بعد نازی آپی کے ناول "پتھروں کی پلکوں پر" کی طرف دوڑ لگائی۔ نازی آپی میرے پاس الفاظ نہیں آپ کے اس ناول کو سراہنے کے لیے۔ "پتھروں کی پلکوں پر" پڑھتے ہوئے کہیں خوشی اور کہیں آنسوؤں کا ساتھ رہا۔ خدا آپ کو اور زیادہ عمدہ لکھنے کی توفیق دے آمین۔ "بھیگی پلکوں پر" اور "اور کچھ خواب" ناول بھی بہت زبردست ہیں۔ عشنا آپی سے "بہنوں کی عدالت" میں مل کر خوشی ہوئی۔ بیاض دل میں نورین شفیع اور فریحہ شبیر جب کہ یادگار لمحے میں ساریہ چوہدری بشریٰ اور مائرہ ملک کو پہلا اور دوسرا انعام ملنے پر مبارک باد۔ بشریٰ باجوہ اور جاناں کے لیٹر اس دفعہ شامل نہ ہوسکے۔ میں نے تم لوگوں کا نام ڈھونڈا مگر آنچل میں آپ کے لیٹر اس دفعہ تاخیر سے ملنے کی وجہ سے شائع نہ ہوسکے۔ اس دفعہ بھی آنچل ہمیشہ کی طرح TheBest رہا۔ مجھے اگست کے آنچل کا شدت سے انتظار ہے۔

لاڈو ملک، پری چوہدری...... دیپالپور۔ السلام علیکم! آنچل کی پوری ٹیم رائٹرز ریڈرز کو پرخلوص سلام اور میٹھی میٹھی عید کی کھٹی کھٹی خوشیاں مبارک ہوں۔ خیر خدا سے دعا ہے کہ ہم نوجوانوں کو بھی اتنی عقل آجائے کہ اپنے اس پاک وطن کو تمام برے عناصر سے پاک کرسکیں آمین۔ جولائی کا آنچل طویل ترین انتظار کے بعد ملا۔ چند جملوں میں خستہ ملکی حالات کی مکمل تصویر پیش کرتی سرگوشیاں اندھیر نگری میں چوپٹ راج جیسے پرفیکٹ محاورے سمیت قابل داد تھیں۔ جھیل کنکر کنارہ کے لیے پیشگی تھینکس نازی آپی! اس بار اس سلسلے میں لکھنے کی وجہ نازی آپی کا ناول ہے جو بخیر و خوبی اپنے اختتام کو پہنچا۔ جس خوب صورتی سے اس ناول کی شروعات ہوئی تھی اختتام اس سے کئی گنا بڑھ کر عمدہ لگا۔ یہ آج سے چھ سال پہلے کی بات ہے جب میرا بھائی دانی آنچل پر تبصرہ کررہا تھا کہ یہ آنچل والے کتنے بے وقوف اور دلیر لوگ ہیں جو اپنے اہم پرچے کو نئی نئی عام سی رائٹرز پر قربان کررہے ہیں۔ وہ سرہانے کے ساتھ ساتھ حیران بھی ہو رہا تھا اور تب سے لے کر آج تک میری آنچل کے لیے محبت بڑھتی جارہی ہے کہ آج کل کے دور میں سچ میں آنچل کی یہ کاوش لائق تحسین ہے اور آنچل کی دن بدن بڑھتی ہوئی مقبولیت اس کے خلوص کا صلہ ہے جس نے نازی آپی جیسی گریٹ رائٹرز دریافت کی اور نجانے کتنے ہی گمنام ناموں کو پہچان کا ادراک بخشا اور میں پورے وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ آنچل دیگر پرچوں سے دس قدم آگے ہے۔ ہمارا آنچل میں تمام تعارف دلچسپ تھے بہنوں کی عدالت میں عشنا آپی نے بہت عمدگی سے خلوص میں گندھے جواب دیئے۔ "آنچل کے ہمراہ" میں سب کی ہمراہی خوب صورت وظائف سمیت اچھی لگی۔ "دوست کا پیغام آئے" میں عتیقہ احمد کے پیغام پر رسپانس نائس تھے اور صنم نازی کا شناسا سا نام پڑھ کر کچھ تسلی ہوئی کہ میرا نا سہی میری دوست کا سہی پیغام لگا تو۔ بیاض دل میں فریحہ بشیر اور یادگار لمحے میں ساریہ چوہدری واقعی میں آپ انعام کی مستحق تھیں۔ باقی لوگوں نے بھی خوب خوب حصہ ڈالا کھنکتے آنچل کو سنوارنے میں۔ نازیہ آپی کی غزل ہمیشہ کی طرح ٹاپ پر رہی۔ انعم خان اور انا شاہ زادنے بھی خوب لکھی۔ آئینہ میں زیادہ تر نئے نئے نام نظر آئے اچھا لگا۔ کوئی ایسا تبصرہ نہیں جو زیادہ پسند آیا ہو۔ بھی ٹھیک تھے۔ در جواب آں میں قیصر خالہ نے خوب محفل جمائی ہوئی تھی۔ اپنا نام دیکھ کر خوشی دیدنی تھی۔ تمام سلسلوں کو از بر کرنے کے بعد آئے "اور کچھ خواب" کی جانب جس میں خلاف توقع عشنا آپی نے ایکسیڈنٹ کے بعد معارج کو ٹھیک بھی اس قسط میں کردیا۔ اتنی اسپیڈ پر دنگ رہ گئے۔ آثار بتا رہے ہیں کہ ناول اختتام کی طرف بڑھ رہا ہے۔ بہرحال ہر قسط کافی امپریسڈ تھی اور "بھیگی پلکوں پر" کو دیکھ کر روح تک سرشار ہوئی آنچل میں اس کی کمی بہت بھاری لگتی ہے۔ اقراء صغیر احمد کیا خوب لکھتی ہیں یار! میں تو آپ کی فین ہوں بلکہ Ac ہوں۔ ہم سے پوچھیے میں شمائلہ آپی کے جواب اس بار لاجواب کر گئے۔ رنگ بکھیرتا آنچل تاقیامت زندہ و پائندہ مطلب کامیاب رہے اور دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین اور آخر میں پیارے پاک وطن کے لیے ڈھیروں دعائیں ہمت اور ارادے اللہ انہیں پایہ تکمیل تک پہنچانے کی ہمت دے اور ہم نوجوان بہت کچھ کرسکیں ان شاء اللہ۔

صبا نواز بھٹی...... سانگھڑ۔ پیاری آنٹی شہلا عامر اور سویٹ سے قارئین اور بہت ہی نائس میری رائٹرز آپ سب صبا کا سلام قبول کیجیے۔ میں آنچل کے سلسلے آئینہ کی پرانی قاری ہوں جب ہم خط لکھا کرتے تھے تو روز کالج جاتے ہوئے اپنے بک اسٹال والے انکل سے پوچھ کے جانا کہ انکل آنچل آیا کہ نہیں اور ان کا جواب یہ ہوتا۔ بیٹا! ابھی دو دن پہلے تو آنچل آیا ہے اب میں آنچل ادارہ سے کہتا ہوں بھئی ہر ماہ کے ہر دن آنچل شائع کردو کہ میری یہ پاگل بیٹی ہر روز پوچھتی ہے جب بھی آنچل آتا ہے کھانا بنا رہی ہوں تو آنچل ہے کھانا کھا رہی ہوں تو ٹیبل پہ ٹی وی دیکھ رہی ہوں تو گود میں کام کررہی ہوں تو کبھی یہاں کبھی وہاں بقول میری امی کہ سر سے آنچل کا پتا بھی نہیں ہوتا کہاں ہے اور اس آنچل کا ساتھ ساتھ۔ ہمارے پرانے قاری نا جانے کن مصروفیات میں کھو گئے ہیں کہ اب آنچل میں حاضر ہی نہیں ہوتے۔ جب خواجہ عرفانہ محبوب صاحبہ آزاد حسنین آزاد بھائی آر کے کاشف بھائی شہناز خان نسرین سحر عامر نوید بھائی سعدیہ اہل کاشف آپی صائمہ الطاف پراچہ ان جیسے ستارے جب آنچل کی زینت بنتے تھے تو آنچل جگمگا اٹھتا تھا۔ لالہ رخ جی اینڈ پنکی (ڈیفرنٹ شاہنہ) سب لوگ جلدی سے آئینہ میں حاضر ہوں۔ شہلا آنی اداس ہیں بہت (ہے نا آنی) نئے قاری جتنے بھی ہیں سب کو دل سے خوش آمدید بہت بہت آپ نے بھی آنچل کو اپنی خوب صورت باتوں کے نغموں سے آئینہ محفل کو سجا دیا ہے۔ یہ ہماری محفل یاراں ہے یہ نام کالج میں میں نے اور عاطی گڑیا (سانگھڑ) نے دیا تھا۔ آنچل سارا ہی زبردست تھا جولائی کا کسی ایک کی تعریف باقی کے ساتھ زیادتی والی بات ہوگی۔ آخر میں سب کو جشن آزادی بھی مبارک اور رمضان مبارک فقط دعا کی طالب۔

☆ ڈیئر صبا! آپ نے ٹھیک کہا ان سب لوگوں کو آنچل بہت یاد کرتا ہے ہم ان سب کے لیے دعا گو ہیں کہ جہاں بھی ہوں وہ خوش و خرم و خوش حال ہوں آمین۔ کبھی تو ڑا ہے مان آنچل نے آپ کا؟

نائلہ اشفاق...... KGM۔ شہلا جی اور آنچل میں تمام لکھنے والوں اور پڑھنے والوں کو نائلہ کا دل کی گہرائیوں سے سلام سب سے پہلے آنچل کی تمام بہنوں کو 14 اگست رمضان اور عید یہ تینوں تہوار بہت بہت مبارک ہوں۔ میں دو مہینے سے آنچل میں شامل نہیں ہو پائی اس کی وجہ 4 مئی کو میرے سسر کا انتقال ہوگیا تھا آپ سب بہنوں سے گزارش ہے کہ پلیز ان کی مغفرت کے لیے دعا کریں آنچل اس بار 29 کو ملا۔ آنچل میں تبصرہ نہیں کرسکتی کیونکہ آنچل ابھی تک پڑھا نہیں ہے آئینہ میں لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ پچھلے مہینے میں کچھ بہنوں نے میرے کچھ لکھنے کی تعریف کی تھی ان کا شکریہ ادا کرنا تھا۔ قرۃ العین کو میرا تبصرہ اچھا لگا بہت شکریہ آپ کا اور رانی اسلام زنیرہ انصاری کو میری غزل میرا آنچل مجھے چاند جیسا لگتا ہے یہ غزل اچھی لگی ان کا بھی بہت بہت شکریہ اور ایک وجہ اقراء صغیر جی ہیں ان کی کہانی "بھیگی پلکوں پر" میں ایک وردہ اور رجاء اور شاید سلیمان نام کے تین کردار تھے جو اب دکھائی نہیں دے رہے کیا وجہ ہے یہ کہیں گم ہوئے ہیں یا ان کی طبیعت خراب ہے باقی اس مہینے کا آنچل بھی ہمیشہ کی طرح بیسٹ ایم بیسٹ تھا۔ ویسے ایک راز کی بات ہے اگر میرا شعر آنچل میں فٹ نمبر پر آجائے اور مجھے ایک مہینے کا آنچل انعام ملے تو میں یہ کہوں گی کہ آنچل کے بدلے مجھے آنچل میں جو روّی کی ٹوکری ہے وہ گفٹ کرکے بھیج دیں جو نہ جانے کتنی بہنوں کے خط ہضم کرگئی ہے تبصرہ بہت لمبا ہوگیا اچھا اب اجازت اللہ حافظ۔

☆ اچھی نائلہ! ہمارے پاس یہ چیز ہے ہی نہیں۔

تحریم اینڈ ربیعہ...... جوہر آباد۔ ڈیئر آپی! کیا حال ہے آپ کا؟ اس بار آنچل 27 مئی کو ملا اور جھٹ سے نازی جی کے ناول پر پہنچے واہ نازی جی! کمال کردیا آپ نے

اتنا اچھا اینڈ کیا ناول کا دل خوش کردیا بہت خوشی ہوئی پڑھ کر۔ اور عشنا جی آپ نے تو واقعی رلا دیا انا ئیا کے جذبات کا بتا کر بہت اچھا جارہا ہے آپ کا ناول۔ باقی سمیرا جی کا ناول بھی بہت مزے کا لگا اور باقی کا رسالہ بہت اچھا تھا ہمیشہ کی طرح ابھی پورا نہیں پڑھا۔ آخر میں دعا ہے کہ آنچل ہمیشہ یونہی جگمگاتا رہے آمین۔

نورین شاھد...... رحیم یار خان۔ السلام علیکم! سب سے پہلے آنچل اسٹاف تمام قارئین اور شہلا آپی آپ کو سلام اور رمضان کی بہت بہت مبارک۔ آپ سب کیسے ہیں؟ آپی پہلی بار آپ کی محفل میں لکھنے کی جسارت کی ہے امید ہے آپ یہ خط شامل کرکے آئندہ اس طرح کی جسارت کا موقع دیں گی۔ سرورق بہت اچھا تھا سرگوشیاں واہ بھئی واہ کیا کہنے اس کے بعد بھاگ کر پہلے ''بھیگی پلکوں پر'' پہنچے کیا کہنا بھئی مزہ آئے گا اب تو طغرل پری کو پرپوز جو کررہا ہے اس کے بعد ''اور کچھ خواب'' کی طرف آئے بہت اچھے لگے۔ آپ کے جوابات بہنوں کی عدالت میں بہت اچھے لگے پھر نازی جی کا ''پتھروں کی پلکوں پر'' کا اینڈ اتنا اچھا تھا کہ مزہ آ گیا نازی جی بہت بہت مبارک ہو ایک دم ہیپی اینڈ۔ سمیرا شریف طور کا ناول اچھا لگا اگلے ماہ تک انتظار رہے گا۔ باقی سلسلے اچھے تھے ہمیشہ کی طرح انعام کی حق دار بہنوں نے بہت خوب صورت لکھا اللہ آنچل کو مزید کامیابیاں اور ترقی عطا فرمائے آمین اور اللہ حافظ۔

☆نورین! خوش آمدید آپ کو بھی مبارک ہو دعا کے لیے جزاک اللہ۔

قیس نجم...... جھنگ صدر۔ السلام علیکم! آپی جی کیسی ہیں آپ؟ آنچل سے جڑے تمام لوگوں کو رمضان المبارک کی مبارک باد۔ سرگوشیوں کو پڑھا جس میں میری فیورٹ رائٹر نازیہ کنول نازی کا نیا ناول اگلے ماہ سے شروع ہورہا ہے پڑھ کے دل خوش ہوگیا۔ حمد و نعت کے بعد پہلے نازیہ جی کا ناول ''پتھروں کی پلکوں پر'' پڑھا۔ ویل ڈن نازیہ جی بہت ہی زبردست اینڈ ہوا۔ بس سانول شاہ اور انزلہ شاہ کے بارے میں بہت مختصر لکھا پھر بھی بہت اچھا رہا ناول۔ اس کے بعد ''اور کچھ خواب'' کی قسط بھی اچھی رہی۔ ''بھیگی پلکوں پر'' بہت سلو جارہا ہے پڑھ کے اچھا لگا۔ سندس جبین کا مکمل ناول محبت کی جیت بہت ہی زبردست رہا۔ ''زندگی کی حسین رہ گزر'' کو جب مکمل پڑھا تب بتائیں گے کیسا رہا۔ ناولٹ بھی اچھا تھا۔ ''سہراب چہرہ'' پڑھ کے بہت رونا آیا اس افسانے نے مجھے میری دوست یاد دلا دی اس ماہ کا پورا رسالہ بیسٹ رہا اور آخر میں مسکان (قصور) میں آپ کی دوست ہوں نا آج سے اب آپ کو تنہا نہیں رہنا پڑے گا۔ فریحہ چوہدری آپ کا تعارف بھی اچھا لگا او کے بائے اللہ آپ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔

کائنات عابد...... فیصل آباد۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہو آپ؟ اب آنچل کے بارے میں اپنی رائے دیتے ہیں ٹائٹل تو بس ٹھیک ہی تھا اس کے بعد فوراً سرگوشیاں پر پہنچے اور اس کے بعد حمد و نعت پڑھی مزا آ گیا پھر فٹافٹ ''زندگی کی حسین رہ گزر'' پر چل پڑے مریم کا ساتھ سب سے اچھا لگا آئندہ قسط کا انتظار رہے گا ''بھیگی پلکوں پر'' پڑھ کر پری پر ترس آیا کہ بے چاری کس قدر دکھی ہے پھر طغرل کے نئے انکشاف پر حیرت ہوئی اور عشنا آپی کا ناول پڑھا تو انائیا کا حق مہر پڑھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی عقیقہ ملک کا ناولٹ اور عابدہ ہاشمی کا افسانہ پڑھ کر مزا آیا اور ''پتھروں کی پلکوں پر'' پڑھ کر مزا بھی آیا اور دکھ بھی ہوا کہ ختم ہوگیا مگر شکر کہ نازی آپی اگلے ماہ ایک اور کاوش کے ساتھ ہر ماہ حاضر ہوں گی۔ سندس جبین کا ناول تو رسالے کی جان تھا پھر آئینہ میں چل کر پتا لگا کہ ماہ دولت کا خط لیٹ پہنچا سوچا چلو کوئی بات نہیں تعارف تو کبھی کے اچھے تھے۔ یادگار لمحے بھی بہت اچھے تھے باقی اقراء مہرین وشال کا تبصرہ اچھا لگا۔ بیاض دل میں طیبہ نذیر کا شعر اچھا لگا۔ اس دفعہ میری ساری چیزیں شامل کردینا ڈھیر ساری دعاؤں کے ساتھ خدا حافظ۔

عائشہ کرن صدیقی...... کوٹ چھٹہ۔ السلام علیکم! آنچل ٹیم آف آنچل قارئین امید کرتی ہوں آپ سب خوش حال ہوں گے۔ چار ماہ سے میں مسلسل کوشش میں ہوں کہ کسی طرح میرا ثنا وقار سے رابطہ ہوجائے لیکن نہیں آپ کو تو میں نظر نہیں آتی پلیز آپی ایسے نہیں کرتے' کیا میرا آنچل پر کوئی حق نہیں ہے؟ ثنا وقار میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں آپ مجھ پر بھروسہ رکھیے میں مخلص رہوں گی آپ کے ساتھ پلیز جواب ضرور دینا یار! ورنہ میرا دل ٹوٹ جائے گا آپ سے دوستی کرنے کا بہت دل کرتا ہے۔ او کے ثنا مجھے آپ کے جواب کا انتظار رہے گا لیکن پلیز زیادہ انتظار مت کروانا اگر دوستی نہ بھی کرنا چاہو تو بھی بتا دینا' جاناں عشنا جی آپ کی اس بار کی قسط اچھی لگی ارے ہم تو اپنی نازی آپی کو بھول گئے (جھوٹ)۔ ''پتھروں کی پلکوں پر'' پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا آخر کو ہماری ساری کیوٹ اینڈ بیوٹی فل آپی جان نے اس کا اینڈ بہت اچھے سے کیا ویل ویل ویری ویری ویل ڈن! میری طرف سے سلیوٹ لیکن کہانی پڑھنے کے بعد دل اداس ہوگیا کہ آپی آنچل میں نظر نہیں آئیں گی پھر اداسی بھی دور ہوگی کہ چند ماہ تک آپی کی واپسی ہوگی آپی جی آئی لو یو۔ آپ مجھ سے دوستی کریں گی پلیز آپی! آنچل کے علاوہ میں شعاع' کرن' خواتین بھی بہت بہت شوق سے پڑھتی ہوں لیکن آنچل اپنائیت لیے ہوتا ہے اس لیے ہم اس میں حاضر ہوجاتے ہیں۔ آنچل پڑھے بنا میں رہ نہیں سکتی اور سب رائٹر سے درخواست ہے کہ کہانی میں لڑکی کو اتنا خوب صورت مت بنایا کریں۔ دنیا میں کوئی بھی پرفیکٹ نہیں ہے اللہ پاک نے ہر انسان میں کوئی نہ کوئی خامی تو لازمی رکھی ہے پلیز غور کرنا اینڈ نیور مائنڈ اور کوئی سبق آموز کہانی بھی ہونی چاہیے ہمارا معاشرہ آج کل اندھا دھند مغرب کی تقلید کررہا ہے اللہ پاک ہمیں اپنے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والا بنا دے آمین اینڈ قارئین میرے لیے دعا کرنا اب اجازت چاہتی ہوں آپی بہت پیار و محبت سے لکھا ہے اس بار ضرور جگہ دینا اللہ حافظ فی امان اللہ آل ٹو مسلم۔

☆عائشہ! لیجیے آپ کا شکوہ دور کردیا اب ویسے آپس کی بات ہے آپ کا کوئی خط ملا ہی نہیں تو ہم اسے لگاتے کیسے۔

طاھرہ نسیم...... جہلم۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیا حال ہے؟ امید کرتی ہوں کہ خیریت سے ہوں گی۔ سب سے پہلے آپ کو اور آنچل کے تمام اسٹاف اور تمام پڑھنے والوں کو رمضان مبارک ہو۔ میں نے سب سے پہلے نازیہ کنول نازی کی کاوش پڑھی' اس کا اینڈ بہت اچھا ہوا میں نازیہ کنول نازی کو اتنی اچھی کاوش لکھنے پر مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ ''پتھروں کی پلکوں پر'' واقعی میں ہی ایک بہترین کاوش رہی اور اب آتے ہیں مکمل ناول کی طرف تو جبھی ناول' بہترین تھے پر سندس جبین نے جو کہانی ''محبت کی جیت'' لکھی مجھے بہت اچھی لگی ویری گڈ نائس سندس جی۔ سمیرا شریف طور کی کہانی ''زندگی کی رہ گزر'' کی پہلی قسط بہت اچھی لگی اور آپی اللہ نے ہمارے گھر میں میرے بھائی کو دو بیٹیوں کے بعد بیٹا عطا کیا ہے آپ سے اور سب پڑھنے والوں سے گزارش ہے کہ اس کی صحت مندی اور لمبی عمر کے لیے دعا کریں اور میں نے اس کا نام حسنین رضا رکھا ہے پلیز دعا ضرور کیجیے اور سب سے کہہ بھی دیجیے گا آخر میں اپنی سسٹر عابدہ اور اپنی سویٹ سی بھانجی جویریہ جبین کو ڈھیر سارا پیار اور رمضان کی مبارک باد پیش کرتی ہوں اور پلیز یہ خط شائع ضرور کیجیے گا۔

☆طاہرہ! مبارک ہو آپ کو اللہ ان کو صحت اور لمبی عمر عطا کرے آمین۔

مبشر مصطفی...... فیصل آباد سے۔ بھائی جی آپ نے تو تبصرے کی بجائے اپنا تعارف لکھ بھیجا ہے مگر ہم آئینہ میں تبصرے شائع کرتے ہیں تعارف نہیں اور ویسے بھی مرد کے تعارف شائع نہیں کیے جاتے' معذرت چاہتے ہیں آپ کے خط کا جواب حاضر ہے۔

☆اچھا بہنوں اب اجازت چاہتی ہوں اپنا اور اپنے پیاروں کا بہت خیال رکھیے گا اور کوشش کیجیے گا کہ اس ماہِ مبارک میں زیادہ سے زیادہ عبادات کرکے اللہ رب العزت کو راضی کرسکیں اور اپنی تمام توبہ واستغفار کو قبول کروا کر اپنی اور اپنے پیاروں کی بخشش و مغفرت کرواسکیں فی امان اللہ۔

تاخیر سے موصول ہونے والے خط:۔

کول رباب' لاہور۔ وشیقہ زمرہ' سمندری۔ کلثوم آصف' فیض پور۔ عاصمہ کنول' سرگودھا۔ بشریٰ وارث' چک سادو درکاں۔ فائزہ بھٹی' پتوکی۔ صبا' ٹنڈو الہیار۔ ملائکہ چوہدری' کراچی۔ اسماء عطاریہ' کراچی۔ شمع مسکان' جام پور۔ سمیرا مشتاق ملک' اسلام آباد۔ عائشہ پرویز' کراچی۔ ایمن وفا' جھنڈو۔ مدیحہ اشفاق' گجرات۔ شہزادی کول' ڈی آئی خان۔ مہرین آصف بٹ' سہنسہ آزاد کشمیر۔ اقراء مہرین وشال' عبدالحکیم کینٹ۔ نبیلہ کنول' عبدالحکیم۔ عروج فتح' کراچی۔

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

پیارے بھائی' بہن اور والدہ کے نام

لٹل برادر وقاص جلدی سے صحت یاب ہوجاؤ اور کھانا کھایا کرو۔ میرے بھائی ورنہ صحت کیسے بنے گی۔ تھوڑا غصہ پر کنٹرول بھی رکھو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہر برائی سے دور رکھے اور تم دونوں بھائیوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔ اور پیاری امی اللہ تعالیٰ آپ کو جلد صحت یاب کرے اور ہر پریشانی سے دور رکھے اور آپ کو اور ہمت عطا کرے اور آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر رہے آمین۔ تمام قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ سب میری والدہ کے لیے خصوصی دعا کریں۔

صائمہ علی...... کراچی

پیاری سی آپی نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم! آپی کیسی ہیں آپ؟ ٹھیک ہو کیسی گزر رہی ہے آپ کی لائف؟ بہت مصروف نظر آتی ہو آپ کے ناول شاعری بہت اچھی ہوتی ہیں۔ سبق آموز اور دل کو دہلا دینے والی ہوتی ہیں' اتنی دکھی اور افسردہ کردینے والی شاعری اور ناول آپ کیسے لکھتی ہیں آپ اپنی زندگی میں تو خوش ہو یا نہیں؟ آپ کی شاعری پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ کوئی کرب آپ کے دل سے نکل کر شاعری میں منتقل ہورہا ہے' جو آنچل کے خوب صورت صفحات کی زینت بن رہی ہے پلیز میں آپ سے مزید کچھ نہیں کہوں گی بس صرف آپ سے ایک گزارش کرتی ہوں کہ آپ اپنا اصل ایڈریس اور فون نمبر دے سکتی ہیں تو دے دو' ہارون آباد میں میری آنٹی رہتی ہیں میرا اکثر وہاں آنا جانا ہے' مجھے آپ سے ملنے کی شدید خواہش ہے میں بھی وہی فورٹ عباس میں رہتی ہوں لیکن اب میں حیدر آباد آ گئی ہوں' میری ایک کزن جس کا نام عشرت ہے وہ بھی آپ سے ملنے کی خواہش مند ہے اب ان شاء اللہ ہم دونوں آپ سے ملاقات کی طلب گار ہیں' صرف Wait me' ایڈریس جلد از جلد دے دیں' آپ کی دعا گو!

ریشماں کنول...... حیدر آباد

سویٹ مدیحہ اور ماہ نور ندا کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو؟ 14 اگست کو ماہ نور ندا تمہاری سالگرہ ہے اور 22 اگست کو سویٹ مدیحہ تمہاری بھی سالگرہ ہے سو میں نے سوچا کیوں نہ میں اس بار تم لوگوں کو پیارے آنچل کے ذریعے سالگرہ وش کروں۔ میری دعا ہے کہ تم زندگی کے چمن میں ہمیشہ ہنستی کھلکھلاتی رہو اب اتنا بھی نہ ہنسنا کہ تمہارے دانت دیکھ کر ہماری میرب دعا ڈر جائے۔ میرب کو ڈھیر ساری دعائیں اور پیار۔ پیاری ندا میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ کامیاب کرے اور میرے لیے بھی دعا کرنا کہ خدا مجھے بھی کامیاب کرے۔ اپنا خیال رکھنا۔

اقصیٰ شفیق' عائشہ شفیق عاشی...... عبدالحکیم کینٹ

سونیا کے نام

السلام علیکم! ڈیئر سونیا کیسی ہیں آپ؟ 17 اگست کو آپ کی برتھ ڈے ہے سو ہیپی برتھ ڈے ٹو یو اینڈ مینی مینی ہیپی ریٹرنز آف دا ڈے۔ میں نے سوچا کہ ایس ایم ایس تو سب کردیتے ہیں لیکن اپنے آنچل کے ذریعے وش کرنے کی بات ہی اور ہے اس کے علاوہ موسٹ امپورٹنٹ بات کہ پلیز پلیز غصہ مت کیا کریں۔ اب اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔ دعاؤں کی طالب آپ کی اپنی۔

ساجدہ اشفاق...... حضرو

آنچل فرینڈز کے نام

آنچل اسٹاف و قارئین کو میرا پرخلوص سلام اور خلوص دل سے ڈھیروں ڈھیر دعائیں۔ اللہ رب العزت آپ سب کو اپنے حفظ و امان میں' خوش و خرم اور بخیر و عافیت رکھے۔ فسٹ آف آل ڈیئر عائشہ انجم' راولپنڈی۔ نومبر 2011ء کے شمارے میں آپ نے مجھے خوب صورت دعاؤں کے ساتھ وش کرکے اپنا مقروض بنالیا۔ Bundle Of Thanks اس کے بعد ذکر کروں گی ان تمام بہنوں کا جنہوں نے میرا سیروں خون بڑھایا۔ نوشین اقبال نوشی' بدر مرجان۔ سلمیٰ فہیم گل' زائمہ خٹک' میانوالی۔ دعا زاہد ہاشمی' فیصل آباد۔ حفصہ بتول' بہاولپور۔ غزل ملک' راولپنڈی۔ صنم ناز' گوجرانوالہ۔ فریحہ شبیر' شاہ نکڈر۔ صائمہ شاد چوہدری' سیالکوٹ۔ فوزیہ سلطانہ جوجی' تونسہ شریف۔ نرجس رانی' سرگودھا۔ صنم ناز' گوجرانوالہ۔ عالیہ رانا' جمیہ شاہ تلمیہ۔ قرۃ العین پارس' کراچی اور سائرہ' لنگڑیال (وجہ بتائیں پلیز جھٹکے کی) اور اس کے علاوہ بھی جو بہنیں دعاؤں اور محبتوں میں ہمارا حصہ رکھتی ہیں جن کا نام لکھنے سے رہ گیا ان سے بہت معذرت کے ساتھ یہی کہوں گی کہ آپ کا خلوص و محبت بھرا ساتھ میرا سرمایہ ہے۔ ڈیئر اقرا' صغیر احمد آئی جی آپ نے تو میری نظم ''وہ اک لڑکی'' اکتوبر 2011ء کے شمارے میں شامل کرکے اپنا ممنون بلکہ مقروض کردیا۔ میں آج بھی حیرت زدہ ہوں کہ میری شاعری اتنی توصیف و تعریف کی اہل کب تھی۔ جس قدر توصیف و تعریف سے آپ لوگوں نے نواز دیا۔ سانسوں نے وفا کی تو نئے انداز میں پھر ملیں گے۔ تب تک کے لیے دعاؤں اور یادوں کا سلسلہ ہے تو اچھا ہے۔ اپنی دعاؤں' یادوں اور محبتوں میں ضرور یاد رکھیے گا۔ آپ سب کے لیے دعاؤں اور محبتوں کا کاسہ لیے خلوص سے تر جذبات کے سنگ۔

زیب النساء پاکیزہ سحر...... چکوال

سویٹ سمرہ

سمرہ جی کیسی ہو ہوگئی نہ حیران اپنا نام آنچل میں دیکھ کر 15

اگست تمہاری سالگرہ کا دن ہے۔ میں نے سوچا اب کی بار تمہیں آنچل کے ذریعے وش کروں میری دعا ہے کہ تم زندگی کے گلشن میں سدا ہنستی مسکراتی رہو اور غم کبھی چھو کر بھی نہ گزریں۔

نبیلہ کنول...... عبدالحکیم کینٹ

آنچل کی دنیا کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو آپ سب میں نے سوچا کیوں نہ اس بار آنچل کی تمام رائٹرز اور ریڈرز کو عید مبارک کہہ دیا جائے جانے پھر رمضان کی مصروفیت میں ٹائم ملے یا نہ ملے۔ ہماری طرف سے آپ سب پڑھنے والوں کو بہت بہت عید مبارک ہو دعا ہے کہ عید کا دن آپ لاکھوں خوشیوں کے سنگ گزاریں میں نے تو بھئی عید مبارک کہہ دیا آپ سب کو اب آپ کا فرض ہے مجھے خیر مبارک کہنا او کے اللہ حافظ اپنا خیال رکھیے گا۔

اقرأ مہرین وشال اور انیلہ کنول...... عبدالحکیم

مسکان، قصور اور تمام پریوں کے نام

مسکان بھئی ناراض مت ہو تمہارا پیغام میری نظروں سے نہیں ٹکرایا۔ لیکن اب پڑھا تو ہاتھ بڑھائی ہوں دوستی کے لیے۔ یہ جان کر افسوس ہوا کہ تم ماں جیسی ہستی سے محروم ہو اللہ تمہیں حوصلہ اور ہمت دے۔ بھئی ہماری طرف سے تمہیں رمضان اور عید کی ایڈوانس مبارک اپنا بہت سا خیال رکھنا اور اگلے شمارے میں جواب ملنا چاہیے۔ آنچل کی تمام پڑھنے والی پریوں اور نازی جی، سمیرا شریف، سباس گل، اقرأ جی، عطروبہ، سائرہ مشتاق، پری وش، عتیقہ اور جن کے نام رہ گئے ہیں سب کو رمضان اور عید ایڈوانس مبارک۔ کزنوں میں مہک ریاض، عندلیب بے وفا کنول، عروج، مافیا اور صوبیہ تم تو بھول گئی ہو۔ کوئی بات نہیں صوبیہ مبارک ہو بیٹے کی۔ غزالہ تمہیں بھی رمضان اور عید مبارک ارے پہچانا نہیں چوہدری صاحب کو شکر ہے یاد آ گیا نہیں تو ایک لگاؤں گی۔ آنٹی آسیہ، شازیہ، مسکان، نگینہ، نرگس اور پیاری ماما جانی، فاخرہ اور بختاور کو بھی عید مبارک تمام بھائیوں بلاول، وقاص، حنان، ذکی، سلمان اور بابا جانی کو بھی میری طرف سے رمضان کی برکتیں اور عید کی خوشیاں مبارک۔ اللہ میرے بھائیوں کو کامیاب کرے اور پیاری سی ممانی کو بھی تمام دوستوں سائرہ، آمین، حمیرا، نائلہ اقرأ، حنا، صبا صدیق، رابعہ، سدرہ، شمسہ، مہ پارہ، تہمینہ، نمرا، عائشہ سنگیتا، اقصیٰ، مونا اور جن کے نام نہیں لکھے اسکول کیا چھوڑا دوستی ہی چھوڑ دی سب کو رمضان اور عید مبارک سب سے خوب صورت رشتہ دوستی کا ہے اور پھوپھو عصرا میں آپ کی دوستی کو مس کرتی ہوں ارے بھئی، سب حیران کیوں ہو میں ہوں۔

کومل رباب...... لاہور

میری سب سے پیاری جویریہ

السلام علیکم! کیسی ہو امید ہے کہ ٹھیک ہوں گی حیران ہو رہی ہو کہ اتنے عرصے کے بعد تمہارا نام آنچل میں آیا اور یہ کہ میں تمہیں وش کر رہی ہوں۔ وہ بھی آنچل کے ذریعے جی ہاں بس دیکھ لو ہم ایسے ہی سرپرائز دیتے ہیں۔ یکم اگست کو تمہارا برتھ ڈے ہے تو میں نے سوچا کہ آنچل اور میں تمہیں ایک ساتھ وش کر دیں تو ہیپی برتھ ڈے سو سوچ۔ کچھ عجیب تو نہیں لگ رہا تمہیں کہ اب تو تمہارے بچوں کو اپنا کہنے کی باری ہے اور میں تمہیں کہہ رہی ہوں تو ڈیئر ضروری نہیں کہ جب بچے ہو جائیں تو ہم اپنی تھوڑی سی چھوٹی سی خوشی بھی نہیں منا سکتے اور ایک اور بات تم مجھ سے ناراض ہونا تو یار آئی ایم سو سوری۔ پلیز ناراض مت ہوا کرو۔ میں ہر ماہ آنچل تمہارے پاس ضرور بھیجا کروں گی۔ اس بار معاف کر دو۔ بے شک تم اپنی ناراضگی کا اظہار نہیں کرتی لیکن مجھے احساس ہوتا ہے اور عبدالقادر، ایمان فاطمہ اور عائشہ فاطمہ کو میرا بہت بہت پیار دینا اور چھٹیاں ختم ہوتے ہی پڑھنے کے لیے ضرور آنا یہ خیال دل سے نکال دو کہ اگر ہم دونوں پھر سے ایک ساتھ پڑھیں گے تو پڑھ نہیں پائیں گے چلو تمہارا مقابلہ ہو گیا دیکھتے ہیں کہ ایم اے میں زیادہ مارکس کس کے آتے ہیں۔ ویسے تم تو مجھ سے زیادہ ذہین اور محنتی ہو ہم تو ٹھہرے سست اور بے پروا لوگ اپنا خیال رکھنا۔

کوہ نور...... جتوئی

سب دوستوں اور قارئین کے نام

ڈیئر فرینڈ السلام علیکم! کیسی ہو سب پہلی بار آنچل میں شرکت کی اور دوست کا پیغام آئے میں بھی ویسے میری کزن کہتی ہے شاہ! دوست کا پیغام آئے میں تمہارا خط شامل نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ اس نے بہت خط لکھے اس شعبے میں مگر شائع نہیں ہوئے اب اپنی قسمت کہ شائع ہوگا یا نہیں۔ جی دوستو جیتی رہو سب۔ آنچل میں لڑکیاں عورتیں جو بھی ہیں میں ان سب سے دوستی کرنا چاہتی ہوں ضرور آگاہ کیجیے گا دل مت توڑیے گا۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

شاہ زندگی...... پنڈی

دل میں بسنے والوں کے نام

السلام علیکم! آنچل اسٹاف اینڈ مائی فرینڈز ام مریم مائی فیوریٹ رائٹر اینڈ کلوز فرینڈ مہوش ملک ایک اچھی رائٹر اینڈ مائی بیسٹ فرینڈ۔ سدرہ سحر عمران ابھرتی ہوئی آپ تینوں اگست میں اس دنیا میں آئیں۔ مس میرا نام روشن کرنے کے لیے ہاہاہاہا۔ اینی ویز ہیپی برتھ ڈے ٹو یو یار! ربّ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ تینوں کو ہمیشہ خوش رکھے اور آپ لوگ ہمیشہ ترقی کی منازل طے کرتی رہیں آمین۔ مشی پلیز یار اب تو لوٹ آؤ تم ٹھیک تو ہو نا؟ مہرین رانا مائی بیسٹ آپی آپ اپنی بات بھول گئیں یا مجھے بھول گئیں؟ میں ہر بار اس امید کے ساتھ آپ کا نمبر ڈائل کرتی ہوں کہ شاید آج آن ملے بٹ......! آئی مس یو سو مچ آپی پلیز نمبر آن کریں یار ثناء سوری لیٹ ہو گئیں۔ بٹ لیٹ ہیپی فرینڈ ڈے جانی اللہ پاک ہماری فرینڈ شپ ہمیشہ قائم رکھے کسی بدنظر کی نظر نہ لگے آمین۔ خوش رہو ہمیشہ میرے اور [illegible] ے یاسر بھائی

کے ساتھ آمین۔اجازت دیجیے اللہ حافظ۔

اریبہ شاہ...... بہاولپور

سویٹ سے قربان علی پلس بلی کے نام

سلام سونو جی! میرا مطلب ہے قربان علی مائی سویٹ فیانسی کیسے ہو آپ؟ مجھے امید ہے تم ٹھیک ہوگے۔ دیکھ لیں میں نے کہا تھا نا کہ میں آپ کو آنچل کے تھرو آپ کا برتھ ڈے وش کروں گی کچھ الگ کچھ منفرد اور خاص الخاص انداز میں اور یہ بات آپ کے لیے سرپرائز تو نہیں ہاں البتہ خوشی کا باعث ضرور ہوگی کہ میں خصوصی طور پر صرف آپ کو وش کرنے کے لیے آنچل میں انٹری دے رہی ہوں۔ جانو 8 اگست کو آپ کا جنم دن ہے۔ سو آئی وش یو ہیپی برتھ ڈے ٹو یو اینڈ مینی مینی ہیپی ریٹرنز آف دا ڈے۔ آپ زندگی کی پچیس بہاریں دیکھ چکے ہیں (ماشاء اللہ سے) اور میری دعا ہے کہ خدا آپ کو زندگی کی ایسی ہزار بہاریں دیکھنا نصیب فرمائے آمین اور آپ ہمیشہ پھولوں کی طرح ہنستے مسکراتے اور کھلکھلاتے رہیں آمین۔ زمانے کا کوئی بھی دکھ آپ کو چھو کر بھی نہ گزرے اور آپ ہمیشہ خوشیوں کے حصار میں رہیں۔ آپ کی جاب کے لیے بیسٹ آف لک۔ آپ کی بلبل پلس کچی کلی آپ کے لیے دل کی تمام تر گہرائیوں اور شدتوں کے ساتھ ہر لمحہ دعا گو ہے۔

بلبل پلس کچی کلی...... فیصل آباد

اپنی فیملی کے نام

السلام علیکم! دوست کا پیغام آئے کے توسط میں آپ سب سے یہ کہنا چاہتی ہوں آئی لو یو مائی فیملی اے پیاری سی چھوٹی وشمہ میری 6 اگست کو سالگرہ آ رہی ہے مجھے چاکلیٹ کھلانا نہ بھولنا ہاہاہا سعد خدا کا واسطہ اس سال ضرور پاس ہو جانا ورنہ عباد تمہارے غصے کو بہت مس کر رہی ہوں کیوں ناراض ہو سب سے حماد مغرور غرور کرنا چھوڑ دو۔ (چھڑے کی زبان ہے پھسل جاتی ہے سو مائنڈ ضرور کرنا ہاہاہاہا)۔ حمنٰی صاحبہ دنیاداری نباہ رہی ہے۔ امی پاپا میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو صحت دے اور آپ لوگوں کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رہے آپ ہماری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہیں اور ایک پیارا سا دوست جو سرحد پار رہتا ہے اسے آئی مس یو۔

عائشہ پرویز...... کراچی

تمام آنچل پڑھنے والوں کے نام

السلام علیکم! میں تمام آنچل پڑھنے والوں سے دوستی کی خواہاں ہوں امید ہے کوئی نہ کوئی ہاتھ تھامے گا کرن وفا، سارہ چوہدری، عتیقہ احمد، شگفتہ بھلوال، پری وش، ثناء وقار، طیبہ طاہر مہر گل، ایمن وفا، سباس گل، ناز سلوش ذشے اور باقی تمام پڑھنے والوں سے دوستی کی امید کرتی ہوں۔ پلیز آپ سب مجھے جواب ضرور دینا۔

نورین شاہد...... رحیم یار خان

دوستوں کے نام

السلام علیکم عالیہ جی! پلیز میری باتوں کا برا مت مانا کرو (سوری) سب غلطیوں کے لیے۔ حنا خان سو سویٹ یار تم بہت اچھی ہو۔ ناہید تم سب سے ہٹ کر ہو یار دکھی مت رہا کرو مسکان جی (قصور) آج سے میں آپ کی دوست ہوں۔ آپ تنہا نہیں ہو۔ اللہ آپ سب کو ہر خوشی دے آمین۔ ثناء وقار پلیز آپ مایوس نہ ہوا کریں مایوسی کفر ہے سب کو سلام۔ دعاؤں میں یاد رکھنا۔ اللہ حافظ

انیس انجم...... جھنگ صدر

آنچل فرینڈز کے نام

تمام آنچل فرینڈز کو بہت بہت سلام۔ آپ سب کو شکوہ تھا کہ میں بزی بہت رہنے لگی ہوں۔ کہاں غائب ہوں تو بتاتی چلوں کہ اسٹڈی میں بزی ہوں اس وجہ سے نہ تو آنچل میں شرکت کر سکی اور نہ ہی آپ لوگوں سے رابطہ کر سکی۔ ریئلی سوری اور بشریٰ باجوہ جو آپ نے سدرہ سے پوچھا تھا وہ باتیں صداقت سے کہیں دور ہیں۔ آپ کو مجھ سے پوچھنا چاہیے تھا سدرہ سے نہیں۔ بہر حال آپ کی مرضی ہے۔ آمنہ ملک تمہیں شادی کی بہت بہت مبارک باد۔ اب آپ مسز اظہر بن کر ہماری فیملی میں آ رہی ہیں۔ خدا پاک آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ کشف اعوان کیسی ہو آپ؟ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ اگر آپ چاہو تو۔ نوشی یار تمہیں کہاں ڈھونڈیں میری طرح تم بھی غائب ہو۔ ظل ہما بہت بہت شکریہ آپ نے مجھے میری برتھ ڈے وش کی۔ منظمہ اعوان اور مصباح 26 اگست کو تم دونوں کو برتھ ڈے ہیں۔ مینی مینی ہیپی ریٹرنز آف دی ڈے۔ جیو ہزاروں سال آمین۔ تمام فرینڈز کو ماہ رمضان اور عید کی خوشیاں ایڈوانس مبارک ہوں۔

مہک ملک...... بورے والا

امرینہ خان امبر کے نام

السلام علیکم کیسی ہے تُو یار! سو سوری اس دن جو کچھ بھی ہوا مجھے اس کا افسوس رہے گا۔ مجھے پتا ہے تیری ناراضگی ایسی ہی ہے تُو مجھ سے ناراض ہو ہی نہیں سکتی۔ یار! چل معاف کر دے نا اب۔ میں نے اب کان بھی پکڑ لیے وہ بھی تیرے ہاہاہا۔ یہ آئی نا تیرے چہرے پر ایک مسکان، گڈ گرل! اچھا سن کوئی پروگرام بنا ملنے گلنے کا بہت عرصے سے کوئی کارنامہ نہیں کیا یار۔ اچھا پھر بات ہوگی اب اجازت دے۔

شمائل S.Z.A...... ملتان

علیزہ لیز کے نام

پیاری سی لیز "میٹرک" میں شاندار کامیابی پر تمہیں ڈھیروں ڈھیر مبارک باد۔ جس طرح میٹرک میں تم نے "اے پلس" گریڈ لیا ہے میری دعا ہے کہ آئندہ آنے والے امتحانات میں بھی تم یہی کارکردگی دکھاؤ آمین۔ اسی آنچل کے توسط سے ہی میں آنٹی کو بھی مبارک باد پیش کرنا چاہوں گی جن کی بدولت تم آج

اس مقام تک پہنچی اور زرقا موٹی سے کہنا چاہوں گی کہ "اوئے پڑھائی پر توجہ دو۔" سمجھی نا۔

رابعہ بصریٰ ملک...... واہ کینٹ

میرا یہ پیغام کسی اپنے کے نام

السلام علیکم! امید کرتی ہوں آپ خیریت کے ساتھ ہوں گے۔ سوچا کیوں نہ آنچل کے ذریعے آپ کو عید مبارک کہوں مجھے معلوم ہے میرے لفظوں کی آپ کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں لیکن مجھے پسند ہے آپ کے متعلق لکھنا اس دن جو کچھ میں نے کہا کہ یہ میری مجبوری ہے بات ویسی نہیں ہے۔ اصل میں میں آپ کو ٹوٹا اور بکھرا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔ دعا گو

غزل...... منگلا کینٹ

نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم نازی آپی جانی جی! کیسی ہیں آپ؟ اللہ پاک سے امید کرتی ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گی۔ میں آپ کی سب لکھی ہوئی تحریریں بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ آپ کی امی کو صحت و تندرستی عطا فرمائے آمین۔ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں پلیز آپی جواب ضرور دینا ویسے آپ بھی کس کس کو جواب دیں گی ہر کوئی تو آپ سے دوستی کا خواہاں ہے خدارا مجھے جواب دینا اور ثناء وقار آپ سے تو میری دوستی پکی پکی ہے آپ مانے یا نہ مانے میں آپ کا انتظار کر رہی ہوں۔

عائشہ کرن صدیقی...... کوٹ چھٹہ

آزادی کی شمع کے نام

السلام علیکم فرینڈز کیا حال احوال ہیں؟ سب سے پہلے تو سبھی کو جشن آزادی مبارک۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے پاکستان کو تا قیامت قائم و دائم اور شاد و آباد رکھے آمین۔ عاشو! تم کیسی ہو ڈیئر؟ عمارہ تمہاری اگست میں سالگرہ ہے تمہیں بہت بہت مبارک ہو۔ ارے ارے ایک اہم خبر سب باادب ہو جائیں ہمارے پاپا جانی کی سالگرہ دس اگست کو ہے۔ پاپا ہماری ڈھیر ساری دعائیں آپ کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہمارے سر پر سلامت رکھے اور آپ کے سب خواب پورے کرے۔ اگلی باری ہے ہمارے سمائلنگ پرنس کاشف کی کاشی چندا سالگرہ مبارک ہو۔ ہمیشہ خوش رہو۔ ساتھ ہی سدرہ جیلانی بھی موجود ہے۔ تو سدرہ تمہیں بھی میں ہرگز نہیں بھولی تمہاری سالگرہ پر بھی ڈھیروں دعائیں۔ اب میں اس دوست کو وش کروں گی جو کہ آنچل نہیں پڑھتی مگر مجھے بہت عزیز ہے۔ حرا نواز گڑیا آپ کی 25 اگست کو سالگرہ ہے۔ اللہ تمہیں ڈھیروں خوشیاں عطا کرے آمین اور بھی جن کی سالگرہ ہے سب کے لیے دعائیں۔ ام کلثوم (کراچی) اور جن دوستوں نے میرا نمبر مانگا تھا ان سب کے خلوص کے لیے ان کی شکر گزار ہوں۔ مگر بہت معذرت کہ میں اب یوں رابطہ نہیں کرتی جو دوستیں موجود ہیں انہی سے نبھا پاؤں تو بہت کامیابی ہوگی۔ کچھ مہربانوں کا دیا سبق اب یاد کر لیا ہے کہ دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا۔ ثناء علی دعاؤں میں یاد رکھا کرو۔ مری کا موسم کیسا ہے؟ سباس! آپ کے لیے ڈھیروں دعائیں۔ اللہ آپ کو دنیوی و اخروی کامیابیوں سے نوازے۔ حجاب یار میں تمہارا شکریہ کسی طور ادا نہیں کر سکتی۔ بہر حال ہماری بہت ساری دعائیں تمہارے لیے ہیں۔ فرینڈز میری ایک عزیز ہستی کی صحت یابی کے لیے دعا کیجیے گا۔ جن کے بنا جینا بہت دشوار لگتا ہے۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اللہ حافظ

ظل ہما...... فیصل آباد

سویٹ اینڈ کیوٹ پروین افضل شاہین کے نام

السلام علیکم! آپ کا پیغام پڑھ کر دل کو بے حد خوشی ہوئی کہ آپ میری تحریروں کو پڑھتی ہیں اور آپ نے تعریف بھی کی ہے جی یاں آپ جیسے باذوق پڑھنے والوں کی طرف سے حوصلہ افزائی ہوتی ہے، اللہ آپ کو بھی خوش رکھے، ہمارا مجموعہ کلام شاعری پانچواں موسم شائع ہو گیا ہے اگر آپ اپنا ایڈریس بھیج دیں تو میں آپ کو اپنی کتاب بھیج دوں۔ میں بھی آپ کو کئی بار رسائل میں پڑھتی ہوں، شکریہ۔

فریدہ فری یوسف زئی...... لاہور

چاند تاروں کے نام

السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ تم سب بہت کنجوس اور بے وفا ہو، شرم نام کی کوئی چیز نہیں تم لوگوں میں کدھر دفعہ ہو گئیں آپ سب؟ رائقہ، صبا، اقصیٰ، بندہ کوئی حیا کرتا ہے کہ بات ہی کر لیتا ہے اور تم سب کو جشنِ آزادی بہت مبارک ہو۔ میری دعا ہے کہ خدا میرے وطن کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے، دہشت و ہوس وحسد سے بچائے تاکہ پھر یہ امن و سلامتی کا گہوارہ بنا رہے، ایک گزارش ان لوگوں سے جو اپنے جنت جیسے وطن کو چھوڑ کر غیروں کی سرزمین کو آباد کرتے ہیں پلیز ایسا مت کریں یہ ملک ہمیں بہت قربانیوں اور محنتوں سے ملا ہے ان قربانیوں کو ضائع مت کرو، اپنے ملک میں رہ کر کام کرو، جس سے ہماری قوم کو راحت و فائدہ ملے، کل کو بھی تو لوٹ کے آنا ہے یہاں تو پھر کیوں اس کو چھوڑیں ہم، خدا کے لیے کچھ خیال کرو، اپنی بنیادوں کو اتنا کھوکھلا مت بناؤ کہ عمارت کھڑی ہونے سے پہلے ہی زمین بوس ہو جائے، باقی تمام اہلِ وطن کو سلام اینڈ جشنِ آزادی مبارک۔

خدا کرے میری ارض پاک پر اترے وہ فصل گل
جسے اندیشہ زوال نہ ہو

مدیحہ نورین...... برنالی

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

ظلِ ہما...... فیصل آباد

س: السلام علیکم آپی کراچی کا حال کیسا ہے؟
ج: وعلیکم السلام براحال ہے۔
س: آپی لوڈشیڈنگ کے جن کا سایہ کب اترے گا؟
ج: جب تک ہم اجتماعی توبہ نہیں کریں گے۔
س: آپی سوئس حکام کو خط آپ کیوں نہیں لکھ دیتیں معاملہ ہی ختم ہوجائے گا؟
ج: میں نے لکھا تھا ان کا جواب آیا کہ آپ پہلے 600 کروڑ جمع کریں۔
س: آپو جب راہبر ہی راہزن بننے لگیں تو؟
ج: جب راہزن کو راہبر بنائیں گے تو یہی ہوگا۔
س: اگر آج اقبال اور قائد دنیا میں آجائیں تو پاکستان کو دیکھ کر کیا سوچیں گے؟
ج: سوچنے کا تو پتا نہیں، دیکھتے ہی واپس چلے جائیں گے۔
س: آپی ہر گلی ہر محلے میں جدھر دیکھیں محبت کی پینگیں اڑتی نظر آتی ہیں پھر بھی ہر طرف محبت کا قحط ہوں؟
ج: اس لیے کہ پتنگ اڑانے پر پابندی ہے۔
س: آپ پاکستان کی سالگرہ پر کیا عہد کرتی ہیں؟
ج: اللہ تعالیٰ تاقیامت اسے سلامت رکھے۔
س: ہم پاکستان کے لیے کیا تحفہ لائیں؟
ج: ایک اچھا انسان۔

ام صباء الیاس...... گجرات

س: آپی گیس لگائیں کہ کتنے مہینے بعد آئی ہوں؟
ج: گیس آج کل لوڈشیڈنگ ہے نہیں لگا سکتے۔
س: آپی میری امی کو میرے میں صرف برائیاں ہی کیوں نظر آتی ہیں؟
ج: یہ آپ کا گمان ہے۔ ماں کو اولاد کی برائیاں نہیں اچھائیاں ہی نظر آتی ہیں۔ ویسے اپنی آنکھیں ضرور چیک کروالو۔
س: شادی کرنے اور موبائل سیٹ لینے کے بعد ہمیشہ کیا خیال آتا ہے؟
ج: دونوں منفرد ہونے چاہئیں۔
س: رشتے کو مضبوط کرنے کے دو اصول؟
ج: کیبل اور TV۔
س: سیر کو سوا سیر کیسے کیا جاتا ہے جناب؟
ج: جیسے سوا سیر کو سیر کرکے یعنی وزن ڈال کر۔

لاڈو ملک...... دیپالپور

س: آپی انسان کی کامیابی میں موقع زیادہ اہم ہوتا ہے یا ارادہ؟
ج: ارادہ۔
س: آپی آپ کے خیال میں ملک کا بہترین وزیراعظم کون ہوسکتا ہے؟
ج: کم از کم میں تو نہیں۔
س: آپی اگست میں پاکستان اور عزیز از جان اریبہ شاہ کی برتھ ڈے ہے اچھی سی دعا دیں نا۔
ج: دعا کے لیے کسی کی برتھ ڈے ہونا ضروری نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی امان میں رکھے۔

مدیحہ بتول...... شیخو پورہ

س: سلام آپیا تیسری اور آخری بار آئی ہوں جگہ دیں گی یا واپس جاؤں؟
ج: وعلیکم السلام تیسری بار تو ٹھیک ہے یہ آخری بار کیوں؟
س: کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں جو میرے سوالوں کے جواب نہیں دیے؟
ج: وہ خط جو مجھے لکھا، اگر پوسٹ کردیتیں تو جواب بھی مل جاتا۔

س: اب اجازت دیجیے؟
ج: اجازت ہے۔

صبا نواز بھٹی...... سانگھڑ

س: السلام علیکم کیسی ہیں آپ کراچی کے موجودہ حالات میں؟
ج: وعلیکم السلام اللہ کا کرم ہے حالات کا تو آپ کو علم ہی ہے۔
س: کیا ہم یہ سوچ لیں کہ آنے والے دنوں میں ملکی حالات مزید خراب ہوجائیں گے؟
ج: جس طرح حالات نظر آرہے ہیں اس سے لگتا تو یہی ہے۔
س: کیا ہمارے حالات ہماری دین سے دوری کی وجہ ہے؟
ج: بالکل آج ہم نے دنیا کو سب کچھ مان کر دین کو بھلا دیا ہے۔
س: کیا کبھی محبت کو پرکھنے والا آلہ ایجاد ہوجائے گا؟
ج: اچھا آپ کے پاس اب تک نہیں ہے۔
س: ہمیشہ دکھ کے بعد ہی سکھ کیوں آتے ہیں؟
ج: یہ قدرت کا قانون ہے۔
س: آپ نے ہمیں مبارک باد نہیں دی جو وزیر اعظم صاحب ابھی بنے ہیں ان کا تعلق ہمارے گاؤں سے ہے؟
ج: تو پھر اللہ ہمیں ان سے اور آپ سے محفوظ رکھے۔

ایمن وفا...... جھڈو

س: پورے ماہ کتنا مس کیا؟
ج: آپ کو ایک بار بھی...... ہاں بہت کیا۔
س: آپی آپ کو میرے بے تکے سوالوں پر غصہ تو آتا ہوگا؟
ج: نہیں ہنسی آتی ہے۔
س: آپی بعض لڑکیاں اتنی جذباتی کیوں ہوتی ہیں کہ ایک لڑکے کے لیے اپنے ماں باپ کو چھوڑ دیتی ہیں ماں باپ تو بہت قیمتی رشتہ ہے پھر ایسا کیوں کرتی ہیں وہ؟
ج: اس دنیا میں ہمارا قیمتی اثاثہ ہمارے والدین ہیں جو انہیں چھوڑ دیتا ہے وہ دربدر ہوتا ہے۔
س: آپی آپ سے بات کرکے سکون سا ملتا ہے کیا دوبارہ آسکتی ہوں؟
ج: آپ ہر وقت آسکتی ہے۔
س: آپی جان ہمیشہ خوش رہیں شاد و آباد رہیں۔
ج: اللہ آپ کو بھی ہمیشہ شاد و آباد رکھے۔

شاہ زندگی...... پنڈی

س: آپی جب آنچل خود غرض ہوجائے تو کیا کروں؟
ج: تو ایک آنچل کے علاوہ ایک اور خرید لیا کرو۔
س: ایک دوست نے آنچل کی خاطر خودکشی کرنے کی کوشش کی کیا کروں؟
ج: اسے 10 آنچل خرید کر ہار پہنا دینا اور ایک سیلوٹ کرنا۔
س: تم دلاسا نہ دیتے تو نجانے کیا ہوتا؟
ج: دلاسا...... میں نے...... دیا...... اچھا۔

سونی علی...... ریشم گلی مورو

س: آپی جب دکھ زیادہ مل جائیں لائف میں تو انسان اتنا پتھر کیوں بن جاتا ہے؟
ج: انسان تو گوشت پوست کا ہوتا ہے تو یہ پتھر کیسے بن سکتا ہے۔
س: ہمیں جس پر مان تھا پیار تھا وہی انسان کیوں بدل گیا؟
ج: اچھا...... جی...... وہ بدل گیا پوچھتی ہوں اس سے۔

س: ہمیں جس سے زیادہ پیار ہو اس کا دیا ذرا سا دکھ بھی بہت بڑا لگتا ہے ایسا کیوں ہوتا ہے آپی جی؟

ج: احساس کی بات ہے جس کو زیادہ محسوس کروگی وہی محسوس ہوگا۔

اقصیٰ شفیق اینڈ اقرأ مہرین وشال...... عبدالحکیم کینٹ

س: میں نے سنا ہے آپ کی شادی ہورہی ہے؟

ج: اچھا، مجھے بھی آپ سے معلوم ہوا۔

فاخرہ ایمان...... لاهور

س: پیاری آپی سویٹ کیوٹ آپ کو رمضان کی بہت بہ مبارک ہو؟

ج: آپ کو اور سب پڑھنے والوں کو بھی مبارک ہو۔

س: کیسی ہیں سویٹ آپی؟

ج: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

س: آپی خود غرض لوگوں کا کیا علاج ہونا چاہیے؟

ج: جب بھی وہ ہاتھ آجائیں الٹا لٹکا دینا۔

س: اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہمارے بور سوالوں کے جواب دینا نصیب فرمائے، آمین۔

ج: آمین ثم آمین۔

صدف سلیمان...... شور کوٹ شہر

س: آپی جانی بہت عرصے بعد دوسری بار آئی ہوں پہچانا یا پھر تعارف کی ضرورت ہے؟

ج: ہاں...... ہاں...... کچھ یاد تو آرہا ہے کہ تم...... آئیں تو تھیں......!

س: آپی اس عید پر آپ کو اپنے گھر ایڈوانس میں دعوت دے رہی ہوں جواب ضرور دیجیے گا "ہاں" میں۔

ج: یہ بھی اچھی زبردستی والی دعوت ہے جس میں صرف ہاں ہی کہنا ہے۔

س: اگر کوئی بہت اپنا ناراض ہو تو اسے عید کے دن کیسے مناؤں؟

ج: جب وہ گھر آئے تو شیر خورمہ کی ڈش اس پر الٹا دینا۔

س: آپی میں امی سے مذاق کرتی ہوں پر وہ غصہ کرجاتیں ہیں۔

ج: آپ کا مذاق ان کو مذاق نہیں لگتا ہوگا احتیاط کریں۔

س: آخر میں ایڈوانس میں عید مبارک۔

ج: آپ کو بھی ڈھیروں مبارک باد۔

مہرین آصف بٹ...... آزاد کشمیر

س: السّلام علیکم آپی پہلی بار آپ کی محفل میں شرکت کررہی ہوں جگہ تو دیجیے۔

ج: وعلیکم السّلام پہلے ذرا سلم ہوجاؤ جگہ خود بن جائے گی۔

س: آپی عورتیں پہلے گھریلو سیاست میں حصہ لیتی تھی جبکہ مرد ملکی سیاست میں اب عورتیں ملکی سیاست میں کود پڑی ہیں گھریلو سیاست سے ملکی سیاست تک عورتوں نے تو ترقی کرلی ہے۔ اب مرد ترقی کرکے کہاں جائیں؟

ج: بی بی یہ ترقی نہیں تنزلی ہے کچھ خوف خدا کرو۔

س: اب اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں؟

ج: سکون دل کے لیے اللہ سے دل لگاؤ، یہی دعا بھی ہے۔

کام کی باتیں

حنا احمد

مایوسی، ذہنی پریشانی اور ہارٹ اٹیک

انسان ہمیشہ سے پریشانیوں، مصائب اور مشکلات کا شکار رہا ہے۔ ہاں یہ ایک الگ بات ہے کہ مسائل و مصائب کی نوعیت ہر دور میں مختلف رہی ہے بقول شاعر:

میں نے ہر دور میں سلگتا ہوا انسان دیکھا

لیکن موجودہ دور کا انسان ذہنی و جسمانی دونوں طرح کے مصائب کا شکار ہے۔ اس کا جسم تو پھر بھی آرام کرہی لیتا ہے مگر دماغ مسلسل اپنے مسائل کے بارے میں سوچتا رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کا حالتِ سکون میں آنا مشکل ہے۔

معاشی و معاشرتی ابتری، دین سے دوری، آپس کی نااتفاقیوں، بے جا رسوم و رواج کی پیروی، فیشن اور سائنس کی ازحد ترقی نے انسان کو شدید ذہنی کشمکش میں مبتلا کردیا ہے۔ وہی انسان جس کی بنیادی ضروریات کبھی صرف روٹی، کپڑا، مکان اور اپنی نسل کی بقا تھی آج طویل سے طویل ہوتی جارہی ہے۔ انسان کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ اس نے آسائشات کو بھی ضروریات میں شمار کرنا شروع کردیا ہے۔

ایسے حالات میں معاشرے سے قلبی اطمینان رخصت ہوگیا ہے۔ انسان کی زندگی کا مقصد محض اپنی خواہشات کی تسکین بن گیا ہے اور جب وہ اپنی خواہشات کی تسکین میں ناکام ہوجاتا ہے تو یہ ناکامی اسے مایوسی اور ذہنی پریشانی عرف عام Depression کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل دیتی ہے جس کے سبب انسان مختلف قسم کی اعصابی و نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ دورِ جدید میں ہارٹ اٹیک اسی Depression کا تحفہ ہے۔

حالانکہ دل ایک Powrful مشین ہے۔ دورانِ حمل انسانی اعضاء میں سب سے پہلے دل کی تکمیل ہوتی ہے اور مرنے کے بعد دل ہی سب سے آخر میں کام کرنا چھوڑتا ہے اگرچہ دھڑکن پہلے ہی بند ہوجاتی ہے اور بقول German Herat Specialist کے 80 سال سے کم عمر میں ہارٹ اٹیک مشیت ایزدی نہیں۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان اس عارضی زندگی (دنیا) کو اپنے حواسوں پر سوار نہ کرے کیونکہ نہ تو یہ ہمیشگی کا گھر ہے اور نہ ہی یہاں آپ کو ہر لمحہ سکھ اور سکون مل سکتا ہے۔ اس کے برعکس یہ تو محض امتحان گاہ ہے، کچھ ملے تو خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کریں، اگر کچھ نہ ملے تو صبر کی ردا اوڑھ لیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مومن کا معاملہ عجیب ہے اگر اسے کچھ ملے اور وہ اس کا شکر ادا کرے تو اجر، اگر کچھ نہ ملے اور صبر کرے تو اجر۔"

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اور اگر تم نے میری نعمتوں کا شکر ادا کیا تو میں تم پر اپنی نعمتیں بڑھا دوں گا لیکن اگر تم نے میری ناشکری کی تو میرا عذاب بہت شدید ہے۔"

اب انسان کا کام کیا ہے کہ وہ اپنی طرف سے کوشش جاری رکھے اور صلہ اللہ پر چھوڑ دے لیکن اگر پھر بھی بے چینی و بے قراری ختم نہ ہو تو اس کے لیے قرآن و حدیث سے ادعیاء مسنونہ کا اہتمام کرے کیونکہ قرآن کہتا ہے:

"الا بذکر اللہ تطمئین القلوب" (رعد

(28

یاد رکھو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے

"وننزل من القرآن ماهو شفاء و رحمت للمومنين"

اور جو کچھ ہم نے قرآن میں نازل کیا وہ نہیں ہے مگر شفاء اور رحمت مومنین کے لیے (بنی اسرائیل 82)

احادیث میں مذکورہ چند ادعیاء مسنونہ یہ ہیں

یاحیٰ یا قیوم برحمتك استغيث

(انس، جامع ترمذی)

اے ہمیشہ زندہ اور سدا قائم رہنے والے پروردگار! میں تجھ سے تیری رحمت کی فریاد کرتی ہوں (شدید بے چینی اور گھبراہٹ میں یہ دعا بہترین ہے)

ان للہ و ان الیہ راجعون اللھم اجرنی فی مصیبتی و اخلف لی خیراً منھما (عن ام سلمہ، صحیح مسلم)

ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اے اللہ! مجھے میری مصیبت سے نجات دے اور مجھے اس کا بہترین بدلہ عطا فرما۔

حسبنا اللہ و نعم الوکیل (ابن عباس)

ہمارے لیے ہمارا اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے

جب بھی اپنے ربّ سے دعا کریں تو اس یقین کے ساتھ دعا کریں کہ میرا ربّ میرے ان خالی ہاتھوں کو بھر دینے پر قادر ہے اور اس کی رحمت کے خزانے انسان کی سوچ سے زیادہ ہیں۔

وما علينا الا البلاغ المبين

ہما ایوب شیخ...... عارف والا

گھریلو ٹوٹکے

+ اگر آواز بیٹھ جائے تو ادرک کا رس اور شہد ملا کر چاٹیں۔

+ بیسن میں دو کھانے کے چمچ چاول کا آٹا ملا دیں، پکوڑے خستہ اور لذیز بنیں گے۔

+ سالن میں مرچیں زیادہ ہو جائیں تو دو عدد لیموں کا رس ڈال دیں، مرچیں کافی حد تک کم ہو جائیں گی۔

+ دہی بڑوں کو نرم بنانے کے لیے پسی ہوئی دال میں دو چائے کے چمچ دہی ڈال دیں، مزے دار اور نرم نرم دہی بڑے تیار ہوں گے۔

+ ایش ٹرے میں تھوڑا بیکنگ پاؤڈر ڈال دیں، کمرے میں سگریٹ کی بو نہیں پھیلے گی۔

+ کھانا پکاتے وقت اگر ایک موم بتی جلا کر چولہے کے قریب رکھ دی جائے تو کھانے کی خوشبو کچن تک محدود رہے گی۔

+ جینز کی پینٹ دھوتے وقت ایک بالٹی پانی میں چار کھانے کے چمچ سرکہ ڈال دیں تو پینٹ کا رنگ خراب نہیں ہوگا۔

+ ہری مرچیں کاٹنے سے پہلے تیل یا گھی ہاتھوں پر اچھی طرح ملنے سے جلن نہیں ہوگی۔

نبیلہ اسلام...... سرگودھا

نعمت تندرستی

لبابہ احمد

ماں اور بچے کی صحت

ماں بننے والی تمام عورتوں کو بہتر کھانے اور زیادہ آرام کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا اپنے کھانے اور آرام کا خیال رکھنا چاہیے۔

18 سال سے کم 35 سال سے زیادہ عمر کی تمام عورتوں کے یہاں بچے کی پیدائش، ماں اور بچے دونوں کی صحت کے لیے خطرناک ہوسکتی ہے۔ بچے کی صحت اور تندرستی کا دارومدار ماں کی صحت اور اسے ملنے والی غذا پر ہوتا ہے۔ پاکستان میں نصف سے زائد مائیں خون کی کمی کا شکار ہوتی ہیں جب کہ دو تہائی غیر تربیت یافتہ دائیوں کے ہاتھوں گھروں پر زچگی کراتی ہیں چنانچہ بچوں کی ہلاکتوں اور زچگی کے دوران پیچیدگیوں کی شرح بہت زیادہ ہے اور ایشیا میں بلند ترین میں شمار کی جاتی ہیں۔

تاہم گزشتہ دو دہائیوں کے دوران بچوں کی شرح اموات میں خاطر خواہ حد تک کمی ہوئی ہے جس کا ایک بڑا سبب حفاظتی ٹیکوں کا پھیلاؤ ہے البتہ ماؤں کی شرح اموات بدستور وہی ہے، پاکستان میں 50 فیصد سے زیادہ نوزائیدہ اور پانچ برس سے کم عمر بچے، ابتدائی پانچ ماہ میں ہی مرجاتے ہیں۔ ان اموات کا سبب ماؤں کی خراب صحت، ناکافی غذائیت دوران حمل ضروری ادویات سے محرومی اور زچگی کے وقت پیچیدگیوں کا ہونا ہے۔

پاکستان میں پس ماندہ طبقہ ناکافی غذائیت کا شکار ہے۔ خصوصاً خواتین کے لیے یہ معاملہ زیادہ نازک ہوتا ہے کیونکہ ناکافی غذائیت کے برے اثرات کئی نسلوں تک پھیل جاتے ہیں، پاکستانی بچوں میں خون کی کمی عام بات ہے۔ پاکستان میں خواتین کو مردوں کے مقابلے میں فولاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوران حمل بھی انہیں مقررہ تعداد کے مقابلے میں فولاد کی نصف مقدار ملتی ہے۔ خون کی کمی کا سبب کم عمری کی شادیاں بچوں کی زیادہ تعداد، پیدائش میں کم وقفہ ناکافی غذائیت، گھریلو غیر متوازن غذائی عادات پیٹ میں کیڑے اور دوران حمل فولاد کی اضافی مقدار کا نہ ملنا اور یہ صورت حال نوزائیدہ بچوں میں منتقل ہوجاتی ہے۔

دوران حمل اور زچگی کے دوران خواتین کو بہت سے امراض اور تکالیف کا سامنا ہوسکتا ہے، ناکافی معلومات، غیر محفوظ زچگی، گندے پانی کا استعمال، سیوریج نظام سے محرومی اور عمومی صحت کے علاوہ جنسی امور کے بارے میں معلومات کا نہ ہونا ہے۔ خواتین نہ صرف جنسی بیماریوں سے زیادہ متاثر ہوتی ہیں بلکہ مردوں کے مقابلے میں زیادہ پیچیدگیوں کی بھی شکار ہوسکتی ہیں۔ جنسی امراض میں تکلیف دہ زچگی، بانجھ پن اور دیگر تکالیف کے علاوہ مسلسل درد کی شکایت بھی ہوسکتی ہے۔ دوسری طرف سینے اور دیگر اعضاء کا سرطان بھی خاصی تعداد میں خواتین کو لاحق ہوتا ہے اور انہی سے پیدا ہونے والی بیماریاں بچے میں منتقل ہوجاتی ہیں۔ عموماً جن عورتوں کو نسوانی اعضاء کا سرطان ہوتا ہے وہ اپنے بچوں کی صحیح نگہداشت کے علاوہ دودھ پلانے میں بھی دشواری محسوس کرتی ہیں۔

اس کے علاوہ 45 سال تک عمر کی تمام شادی شدہ عورتوں کو تشنج سے بچاؤ کے ٹیکوں کا کورس پورا کروالینا چاہیے ان ٹیکوں سے وہ اور ان کا ہونے والا بچہ تشنج سے محفوظ ہوجائیں گے اور بچے کے پیدا ہونے کے

بعد ایک سال کے اندر بچے کو ٹیکوں کا کورس کروالینا چاہیے۔ ورنہ جان لیوا بیماریوں سے بچے کی جان کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔

ماں کا دودھ مکمل غذا ہے جو قدرت کی طرف سے بچے کے لیے ماں کے سینے میں اتاری جاتی ہے۔ قدرت کی طرف سے بھیجی ہوئی غذا کو ٹھکرا کر بوتل اور فیڈر جیسی چیزوں پر انحصار کرنا کہاں کی عقل مندی ہے۔

خالق کائنات کا ارشاد ہے ”اور مائیں پورے دو سال تک بچوں کو اپنا دودھ پلائیں“ خالق سے زیادہ اپنی مخلوق کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔ قدرت کا نظام یہ ہے کہ بچے کو جتنی بار دودھ پلایا جائے اتنا ہی دودھ زیادہ پیدا ہوتا ہے۔

پیدائش کے فوراً بعد نوزائیدہ بچے کو ماں کا دودھ پلانا نہ صرف یہ کہ بچے کے لیے ایک نعمت ہے بلکہ یہ ماں کے لیے بھی بے حد فائدہ مند ہے۔ یہ عمل نہ صرف ماں اور بچے کے درمیان محبت کے رشتے کو مضبوط کرتا ہے بلکہ ماں کو سرطان کے موذی مرض سے محفوظ رکھتا ہے۔

بچہ جب دودھ پینا شروع کرتا ہے تو ماں کے دماغ سے ایسے ہارمونز نکلتے ہیں جو بچہ دانی پر اثر ڈالتے ہیں اور بچہ دانی کو مضبوط کرتے ہیں اس لیے ماں کا دودھ غذائیت سے بھرپور ہے اور اس میں وہ تمام نعمتیں موجود ہیں جو بچے کی نشوونما کے لیے ضروری ہے۔ ماں کا دودھ بچے کے ہاضمے کے لیے مناسب ترین غذا ہے۔ ماں کا دودھ مفت میں اور ہر وقت دستیاب ہوسکتا ہے۔ اس لیے ماں کو بھی خاصی تکلیف نہیں اٹھانی پڑتی ہے جیسا کہ بوتلیں صاف رکھنا، بوتلیں ابالنا وغیرہ۔

یاد رکھیے! وہ مائیں جو فیشن کے نام پر اپنے بچوں کو بوتل کا دودھ پلاتی ہیں یا اپنا دودھ پلانے میں کسی احساس کمتری کا شکار ہوتی ہیں۔ اپنے بچے سے محبت اور وفاداری کے تقاضے پورے نہیں کرتیں۔ ہمارے ہاں یہ کہا جاتا ہے کہ بچے کو اس کی پیدائش کے بعد 12-13 گھنٹے بھوکا رکھا جائے یا پیدا ہوتے ہی سب سے پہلے رسم کے طور پر گھٹی دی جائے۔ کوئی رشتہ دار خاتون اپنی انگلی سے شہد لگا کر بچے کو چٹاتی ہے یا کچھ لوگ بچے کو پانی میں شہد ملا کر پلاتے ہیں یہ سب بالکل غلط ہے انگلی اور شہد کے ذریعے جراثیم بچے کے جسم میں داخل ہو کر بیماری کا سبب بنتے ہیں اس سے بچے کو نقصان ہوسکتا ہے۔ جس بچے کو ماں کا دودھ مل جائے اس کو دنیا کی ساری نعمتیں از خود مل جاتی ہیں۔ بچے کو پانی پلانے کی بھی ضرورت نہیں کہ ماں کے دودھ میں پانی بھی خاصی مقدار میں موجود ہوتا ہے۔

خاص طور سے ماں کے لیے یہ بھی ضروری ہے وہ اپنے بچے کی نشوونما پر نظر رکھے، بچے کا وزن ہر ماہ کروانا چاہیے۔ اگر دو ماہ تک وزن نہ بڑھے تو تشویش ناک ہے۔ عام حالات میں بچے کا وزن پیدائشی وزن کے مقابلے میں پانچ ماہ میں دوگنا اور ایک سال کی عمر میں تین گناہ ہونا چاہیے۔ چار ماہ کی عمر تک صرف ماں کا دودھ کافی ہے۔ چار ماہ کی عمر کے بعد بچے کو دوسری غذا کی بھی ضرورت ہوتی ہے، جس میں وٹامن اے کافی مقدار میں ہو مثلاً سیب، آلو وغیرہ وغیرہ۔

(جاری ہے)

حنا کے رنگ آنچل کے سنگ

حنا کے رنگ آنچل کے سنگ